

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222353

UNIVERSAL
LIBRARY

U1248

عشق احمد حبیب شد
پیر کا نام عشق

14

1-1

191. 470

01248

Figure 1. The effect of the concentration of the *Agrobacterium* suspension on the transformation efficiency of *Agrobacterium* strains. The *Agrobacterium* strains were grown in the YEA medium for 24 h at 28°C. The cell concentration of the strains was adjusted to 1.0 × 10⁸ cells/ml. The cell suspension was mixed with the plant tissue and the transformation efficiency was determined. The results were expressed as the mean ± SD of three independent experiments.

ان من اشقر الحکمة فان من ابیان لبحرا

دیوان عشق موسوم بہ اسم تالینخی

پری خانہ عشق

۱۳ ۵۳۸

مصنف

حاجی محمد حبیب اللہ ساکن نیلور

شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی و مولوی حافظ مرزا امیر الدین حسنین

گورگانی

جس کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

باہتمام منشی عبدالغفری خاں پرنٹر

مطبع بو عترتی پریس لکڑہ

1248 بسم اللہ الرحمن الرحیم

U-11-20-15

1903/04/15

دیباجہ

I

CHECKED 1903

محمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ
 آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد میں اپنے کلام کے ساتھ اپنے کو بھی
 ناظرین سے شناسا کرنا چاہتا ہوں اور اپنے بعض حالات سے واقف میں اہل
 نایط قوم قریش سے ہوں میرا مسکن اور مقام پیدائش نیلور ہے جو صوبہ مدراس کا ایک
 ضلع ہے یہاں کی زبان تلنگی ہے صرف اہل اسلام مدراس کی اردو بولتے ہیں سخن
 سنجی اور زبان دلی کا کچھ بھی چرچا نہیں البتہ کسی زمانے میں چند فارسی و ان متبحر
 عالم و فاضل تھے منجملہ ان کے میرے نانا حاجی محمد رحمت اللہ رسا تخلص دیوان اجہ
 و نیکت گیری اور انکے چھوٹے بھائی محمد حبیب اللہ انکے بھائی بھیرے والد حاجی
 محی الدین حسین زرارہ آخر الذکر دونوں بزرگ ۱۲۷۵ھ میں حیدرآباد و جاگیر خدات لایقہ
 پر امور ہوئے ذکائے مرحوم حیدرآباد میں سر آمد شرفا نے گئے انکی تصنیف مجموعہ
 نظم و نثر موسوم بہ "خاش و خاش" جو انکے استاد نجم الدولہ ویر الملک اسد اللہ خان بہادر
 عرف مرزا نوشہ غالب کی تقریظ کے ساتھ چھپ گئی ہے اس دعویٰ کی دلیل ہے ذکا اور
 رسا کے نام اور مختصر حالات اشارات پیش مولفہ سید مرتضیٰ حسین تذکرہ گلزار اعظم

تالیف امیر الہند والا جاہ نواب محمد غوث خاں بہادر والی مدراس و تاریخ النواطیہ مولفہ
شمس العما نواب عزیز جنگ بہادر و کا اور بعض دوسرے تذکروں میں یادگار زمانہ ہیں
مورث اعلیٰ ایچا پور میں ایک زمانہ دراز خدمات عالیہ سے ممتاز رہے جن کے فرزندوں
میں سے حافظ محمد علی صاحب حسب الطلب مصطفیٰ علی خاں بہادر نواب ادگیر خدمت
دیوانی پر تشریف لائے آخر ریاست ادگیر تک تین پشت دیوانی اور سفارت کی
خدمت اسی خاندان میں رہی اور اس خاندان نے نیلور کو اپنا مسکن ٹھہرایا میری
پیدائش کا سال ۱۲۸۵ھ ہے صغیر سنی کا زمانہ والدین کے ساتھ کبھی حیدر آباد اور
کبھی نیلور میں گذرا ۱۲۹۳ھ میں والدین اور اپنے نانا کے ساتھ حج و زیارت سے
مشرق ہوا مدینہ طیبہ میں والدہ ماجدہ نے انتقال کیا بعد واپسی نیلور ہی میں اپنے نانا
کی زیر پرورش رہ کر فارسی کی تکمیل انہیں کی خدمت میں کی ابتدا کئے شعور سے سخن
کا بھی شوق رہا مگر مستقل اور باضابطہ نہیں ہوا ۱۳۰۵ھ میں حیدر آباد جا کر دفتر معتمدی
صرف خاص و پیشی خداوندی اعلیٰ حضرت ہندوستان نواب مرزا خاں دارغ دہلوی مخاطب بہ سلطان الشعرا
جہاں استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر حیدر آباد تشریف لا کر
مولوی سیف الحق صاحب ادیب کے مکان میں ٹہرے پہلی ہی ملاقات میں ان کے
بزرگانہ اخلاق اور مولوی صاحب کے تعریف نے گرویدہ کر لیا روز کے جانے آنے
سے شعور سخن کے چرچے نے ابھارا پہلی ہی غزل پر دونوں بزرگوں نے خوب
دل بڑھایا جو سمند شوق پر تازیانہ ہوا پھر تو مسلسل غزلیں ہونے لگیں استاد معزز
اصلاح کے علاوہ اپنا کلام بھی مجھی سے لکھواتے رہے اس کام میں مجھے جو لطف
آتا تھا وہ اس وقت تک بھولا نہیں خدا نے غیب حاضر طبیعت عطا کی تھی نئی تصنیف

اس طرح لکھواتے تھے گویا کوئی اپنا پہلے کا یاد کلام - ایک بار میں استاد کی غزلوں پر دو غزلیں لکھ کر لے گیا حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا استاد کی غزلوں پر غزل کہنا کیا معنی میں نے جواب دیا اگر ہم استاد کے قدم بقدم نہ چلیں تو راہ مستقیم سے بہت کٹا مسلم - چیر استاد نے مسکرا کر فرمایا میری اجازت ہے اسی وقت دونوں غزلوں کو بنا کر کہنے لگے میاں عشق تم میرا اسی نہیں مجھے دھوکا دیتے ہو میں نے اکثر درایوں کا کلام سنا ہے - معلوم نہیں کیا بات تھی اس روز سے پچھرا استاد کی عنایت وہ چند ہو گئی وہ بالکل مجھے اپنا سمجھنے لگے دو تین سال یہ صحبت رہی یکایک میرے والد بزرگوار نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور میں ملازمت چھوڑ کر نیلور چلا آیا خطوط کے ذریعہ اصلاح جاری رہی مگر بالکل دہمی رفتار میں چنانچہ انکے ایک عنایت نامہ کی نقل جو دستخط خاص سے فرمیں ہے حرف بحرف درج ذیل ہے -

میرے مہربان سلمہ المنان - تمہارے کلام سے میں بہت خوش ہوتا ہوں بہت زبردست کلام ہے تین ورق آج روانہ کرتا ہوں بہت پیار ہو گیا تھا خدا نے دوبارہ زندگی عطا فرمائی - والسلام -

فصیح الملک داغ دہلوی - ۱۹ جولائی ۱۹۰۴ء

موجودہ دیوان کے صرف بارہ جز اصلاح سے فرمیں ہوئے تھے کہ استاد معز نے انتقال فرمایا بتقریب فاتحہ زیارت حیدر آباد گیا تو صاحب عالم مرزا خورشید عالم گورگانی و نواب مرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی سے ملاقات کا اتفاق ہوا دو تین روز خوب صحبت رہی سائل سے سائل اصلاح ہوا اور تھوڑا سا کلام چھوڑ آیا جو اس وقت تک مجھے واپس نہیں ملا اس واقعہ کے بعد خانگی جھگڑوں میں کچھ ایسا پھنس گیا کہ عرصہ دراز تک شغل سخن بالکل چھوڑ دیا ۱۳۳۵ھ میں کسی کام کی عرض سے حیدر آباد گیا تو مولانا مولوی حافظ مرزا منیر الدین صاحب

دنیا تیوری عالمگیری دہلوی کی غرض ملازمت کا شرف حاصل ہوا حضرت موصوف نے
 کمال عنایت سے کلام کی اصلاح کا وعدہ فرمایا نیلوراکر موجودہ دیوان کا تیسرا ہوا
 جز بغرض اصلاح روانہ خدمت کیا ممدوح نے بعد اصلاح جز پر یہ عبارت لکھ کر
 یہ بھی جو مجلس نقل کی جاتی ہے (برادر من مجھے کچھ آتا نہیں مگر اکثر استاد بہائی ادھر
 رجوع ہو گئے ہیں ان کی خدمت نہ کروں تو شاید آزدہ ہوں اسلئے جو کچھ بُرا
 بھلا ہو سکتا ہے لکھ دیتا ہوں اور یہ لکھا کچھ نوشتہ خیر نہیں اگر خیال میں نہ آئے
 تو آپ بدل ڈالیں بغیر وجہ میں کہیں نہیں بناتا اسپر بھی آپ کو اپنا لکھا ہوا ہی اچھا
 معلوم ہو تو بچھ کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت مرحوم جیسی آپ کی تعریف کرتے
 تھے واقعی آپ کی طبیعت ایسی ہی ہے آپ نے جتنے عذرات اس کے متعلق
 فرمائے اور جتنے اب لکھے زور طبیعت ان سب کی تردید کرتا ہے والسلام۔
 شرح دستخط منیر الدین صنیا) اسی جز کی ایک غزل پر یہ بھی تحریر فرمایا (کہ اسکا
 رنگ تو بالکل حضرت مغلی کا ہے دُرا فرق نہیں) اصلاح کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ
 بہت سے نقایص میرے کلام میں موجود ہیں اور استاد شفیق کی ضرورت ہو!
 پہرے کے بعد دیگرے جز پہنچنا شروع کیا جو بہت دیر ہی رفتار سے ۳۳۵ھ میں دیوان
 اصلاح سے مرتب ہوا تاہنخی نام پر بخانہ عشق رکھا جقدر کلام پر اصلاح ہوئی
 ہے اس کو علیحدہ کتاب کی صورت میں جمع کر کے منشا اصلاح کے نام سے
 میں نے نافذ کیا ہے تاآئندہ کے لئے دستور العمل رہے اسکے بعد دیوان
 بغرض طبع غریزی پریس آگرہ کو روانہ ہوا مہتمم صاحب کے حسن انتظام کا یہ نتیجہ
 ہے کہ اب ہا ر خبری ۳۳۵ھ کو چھپکر آیا ہے غرض یہ کلام جو کچھ ابتدائی اور دو کوا
 استادوں کی فیض اصلاح کا نتیجہ ہے ۳۳۵ھ کے بعد استاد معزز نے اپنے اشغال

ذاتی کیوجہ سے اصلاح چھوڑ دی جس کے باعث میری طبیعت بھی مجھ گئی یک قلم
 فکر سخن سے دست کش ہو گیا سلسلہ ۳۴ھ سے استاد معز کی توجہ پھر مبذول ہوئی
 تو میں نے بھی حتی المقدور منشا اصلاح کو مد نظر رکھ کر دوسرے دیوان کی
 بنیاد ڈالی جو سلسلہ ۳۴ھ میں ختم ہو چکا تاریخی نام ”جواہر خانہ عشق“ ہے اب تک
 ۲۰ جز اصلاح سے مزین ہوئے ہیں اور پندرہ جز باقی ہیں خدا کرے اسکی
 اشاعت کی نوبت جلد آئے تا نقش اول کے مقابل نقش ثانی کے رنگ کا اندازہ
 ناظرین کو ہو جائے۔ افسوس ہے کہ متقل طور پر مجھے کسی استاد کی خدمت میں
 رہ کر پوری طرح نکات شاعری سے واقف ہونے کا موقع نہیں ملا اور نہ یہاں
 ایسی صحبت رطب دیا بس جو کچھ ہے یہ ہے کہ قبول افتد زہے عز و شرف۔
 مجھے زبان دانی کا دعویٰ نہیں اہل کمال سے سہو و خطا کی معافی کا خواستگار
 ہوں۔

خاکسار

حاجی محمد حبیب اللہ عشق

بنام جهاندار جاں آفریں حکیم سخن بر زبان آفریں

ریحانہ عشق

۳۸ ھ ۱۳

نتیجہ فکر

حاجی محمد حبیب اللہ صناعت عشق نیلوری جاگیردار

و خطیفہ یاب سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر دانش دہلوی و حافظ مرزا محمد منیر الدین
ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر

مطبوعہ غزنوی پریس آگرہ

پریخانہ عشق

۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

لےکے حمد خدا تو سر بسجود ہو تسلیم میرا
 وہ حمد خدا میں سر سے چلتا ہو تسلیم میرا
 کہ ہر اس ہستی ناپائیز سے بہتر عبد میرا
 تو روزِ حیا کا شکر اے روزِ درد و غم میرا

ادب آموز ہستی ہے یہ اندازِ تقسیم میرا
 سکھاتا ہے اسے پاس ادب طرزِ قدم میرا
 ہرے ہر دم نہ دم تیرا تو یا رب نکلے دم میرا
 تری تیغِ محبت سے اگر سر جو تسلیم میرا
 خوشی کی کچھ خوشی مجھ کو نہ غم وجہ

کر سے الیاس بھی دعویٰ کہ ہے بلخِ اہم میرا
 کہیں کا بھی نہ رکھتا مجھ کو اندازِ ستم میرا
 نہ کیوں سجادہ طاعت ہو ہر نقشِ قدم میرا
 لے یہ سے تو جامِ دل ہو شگِ جامِ جم میرا
 خدا جب کار ساز بندہ ہی بجا ہے غم میرا

ثباتِ دل بھی حاصل ہو ثباتِ دین کیا
 تری شانِ کرم دیکھ کر چشمِ حقیقت سے
 کرم تیرا اگر حای نہ ہوتا دونوں عالم میں
 رہ لعلیم میں ہر کام پر جب فرضِ سجدہ ہو
 شرابِ معرفت کی مستیاں میں عینِ ہشیاری
 کروں کیوں فکر و دنیا کس لئے تشویشِ عقبی ہو

مرو حق میں ہو ایک گفت خیال میں دم میرا
 ٹلے سر سے کہیں یارب یہ کوہ درد غم میرا
 سرخسہ نہ کھلنے پائے غیروں پر بھرم میرا
 اگر چل جائے ہر فردہ و کاسد درم میرا
 خوب عشرت کا فردہ دور ہا ہر فردہ غم میرا
 بلا سے ساتھ میرا دینے نقش قدم میرا
 تری ہی یاد ہو جب تک ہی سینہ میں دم میرا
 رضائیش میں شہوہ نہیں ملا دغم میرا
 ظہورات مطلق ہی یہ احداث قدم میرا
 بنا ہے منزل مقصود ہر نقش قدم میرا
 یہی ہے مسجد و تخانہ و دیرو حرم میرا
 بنا عشق خدا آخر ہی عشق صنم میرا
 بہت چماتا ہوا ہے کعبہ بیت الصنم میرا

کہاں ہو اتنا عت تو یہ وقت و تگری ہے
 دیا جاتا ہوں بار عصیت سخت نام ہوں
 تصدق میں شفع المذنبین کو بخشدے یارب
 بڑا ہی کام نکلے تیرے بازار کربھی میں
 گنہ دوست اسکی رحمت کو سنا ہو جیسے رہ رہ کر
 بھروسہ ہو خدا پر رہو کہے تو کل ہوں
 تر ہی ذکر ہو جب تک باں گویا رہی منہ میں
 سرنگوں پر دیا اللہ کا غم ہو کہ شادی ہو
 نظر آتا ہی کثرت میں ہی جلوہ عین وحدت کا
 تری راہ طلب میں شکوہ و اماندگی کیوں ہو
 جو ہی مطلوب میرا ہو وہ میرے گوشہ دلیں
 مجازا شیخ کہتے ہیں جسے عین حقیقت ہے
 جسے دل ڈھونڈتا ہو وہ تعین سے مبرا ہو

۱۹

چسپاغ طور کا پروانہ ہوں و زرات جلتا ہوں
 کہاں سے عشق لائے سوز دل شمع حرم میرا

۲

اس شان کا آئینا گمانی کوئی نہ آیا
 بے پردہ تجھ لائے جمال اپنا دکھایا
 فاقہ نہیں بھی غم آپنے امت ہی کا کھایا
 امت کے لئے بار شفاعت کا اٹھایا
 پیغمبر ذی جاہ نہ اس پایہ کا پایا
 کثرت میں ہیں جلوہ وحدت نظر آیا

پایا ہے عجب احمد بے میم نے پایا
 اللہ نے حضرت کو سر عرش بلایا
 ہم عاصیوں کو دل سے کسی دن نہ بھلایا
 کیا رحم ہے اس شان رحیمی کے تصدیق
 اس شان کا دیکھا نہ نبی کوئی اولوا العظم
 آنکھیں ہوئیں اس نور سے ہر ایک کی روشن

اس واسطے پیدا ہوا آپ کا سایا
 ممکن نہیں ممکن نہیں ہوسایہ کو سایا
 اللہ اسے ملگیا جس نے انہیں پایا
 جلوہ نہ کہی شاہ مقصد تے دکھایا
 اعجاز سے جب آپ نے مرد و کو جلا یا
 ہوں ذرہ ناخیز پلٹ دو مری کا یا
 جو حکم تھا اللہ کا بندوں کو سنایا
 کفر اور ضلالت کو زمانے سے مٹایا
 توحید نے جب رنگ نئے سر ہو جایا
 اعدائے یہ کارنے ہر چند ستایا
 اوروں کے لئے درد سے رنج اٹھایا
 ہم بندوں پہ احسان یہ تیرا ہوا یا

اک نور مجروح تھا سراپائے مبارک
 اک اور ہی ہے رنر کوہ نور خدا تھا
 کھتے ہیں شریعت جسے ہر عین حقیقت
 اک عمر سے خفاق زیارت کا ہوں شاہ
 مشکل نہیں کچھ قسمت خفتہ کو جگانا
 صورت نہ سہی خواب میں دکھلا دو قدم ہی
 بس ختم ہوئی آپ پہ تبلیغ رسالت
 اسلام کو پھیلا دیا پھیلاتا تھا جیسا
 بنیاد مٹی شرک کی بت کعبہ سے نکلے
 آپ انکی ہدایت سے نہ باز آئے کسی دن
 اس خلق کو اس لطف کو احسان کو دیکھو
 بخشی ہے محمد کو جو غفر لطف شفاعت

دل بول اٹھا صل علی صل علی عشق
 جب نام محمد کا زبان پر مری آیا

صبر کرتے رہے بیداد پہ مولا کیا کیا
 ایفلک تو زبیر دین کو دکھا یا کیا کیا
 حسرتیں رہ گئیں دلیں تری بیٹیا کیا کیا
 ترپا ہاتوں پہ شہ دین کے وہ بچا کیا کیا
 دلو ٹکڑے کئی دیتا ہے یہ صدام کیا کیا
 دیکھیں لاتے ہیں ہمارے با کیا کیا
 کیا کہوں عابد بیمار نے دیکھا کیا کیا

دی لینوں نے سلامی انہیں ایذا کیا کیا
 سیکسی بہائی کا غم، موت جو ان بیٹوں کی
 لاش اکبر یہ بانو نے کہا رو رو کر
 تیر گردن پہ لگا اصغر معصوم کے ہائے
 شاہ کی لاش پہ دوڑا دئے گہوڑی افسوس
 لوگو بھلائی تھیں یہ کہہ کے وطن میں صغرا
 سیکسی، تشنہ لبی، یاس ہنسی، زندان

چمنی زینب سے ردا اور سکنہ سے گھر بند پانی جو ہوا شہ نے فقیوں سے کہا رہرو ملکِ عدم سے کوئی پوچھے تو سہلی	ظالموں نے حرم شاہ کو لوٹا کیا کیا ابتدا ہے یہ ابھی دیکھئے ہو گا کیا کیا ساتھ کیا کیا ہے یہاں آپنے چوڑا کیا کیا
---	--

۸	آج شادی ہو جہاں کل ہے وہیں غم کا سماں رنگ اسے عشق بدلتا ہے زمانا کیا کیا	۴
---	---	---

اے مومنو سہیل پٹیو یہ ہے وقتِ عزاکا واحسرت و دردا
فرزند علی سبط بنی رن میں ہے تنہا واحسرت و دردا
اکبر کی جوانی نے دیا داغِ جگر پر ماں کہتی تھی رو کر
افسوس یہی تھا میری تقدیر کا لکھا واحسرت و دردا
اصغر کو لگا تیر تو بانوئے دل افکار کہنے لگیں ایکبار
معصوم کو بھی آج لعینوں نے نہ چھوڑا واحسرت و دردا
سجدے میں ہوا سر سے جدا جب شہرِ بھر چلائی یہ ہمیشہ
ہے ہے مرے ہٹیا مرے ہٹیا مرے ہٹیا واحسرت و دردا
اولاد علی پر یہ عجب وقت پڑا ہے فریاد کی جا ہے
پینے کو نہ پانی ہے نہ کھانے کو ہے کھانا واحسرت و دردا
پوچھا جو کسی نے کہ یہ ہیں کون زمین پر شہ نے کہا رو کر
یہ بہائی کی میت ہے یہ فرزند کا لاشا واحسرت و دردا
گہرا احمد مختار کا ویراں ہوا ہے میدانِ بسا ہے
ہوئے کانہیں ظلم زمانے میں پھر ایسا واحسرت و دردا
نجاتی ہے اے عشقِ مری جانِ خیز پر دل ہوتا ہے مضطر
یاد آتا ہے جب واقعہ شاہ شہدا کا واحسرت و دردا

بنا ہے حشر کا میدان میدان قلم میرا
 قلم انگور کی اسے عشق گویا ہر قلم میرا
 خوشی کا اسکی بنداہوں نہیں کچھ جسکو غم میرا
 کہہ اک فوج دریا موج میری اک علم میرا
 بلا سے آرزوئے دل نہ نکلے نکلے دم میرا
 نہ کام آئی مری ہستی نہ کام آیا عدم میرا
 رہیگار رنگ لاکر ایک دن رنج و الم میرا
 مجھے غم اپنے دل کا ہر مرے دل کو ہر غم میرا
 نہیں آسان اٹھنا صورت نقش قدم میرا
 کیسی زلف پہاں نے اڑایا سج و خم میرا
 چٹا جاتا ہر غمے راہ میں نقش قدم میرا
 جھائے عشق سے کوہی باقی ایک دم میرا
 بنا ہر ہنہائے غیر ہر نقش قدم میرا
 سے گا کون اب گالی مری جو رو تم میرا
 دم عیسیٰ کا ہم تپہ ہے اعجاز رقم میرا
 بنا ہر دو الفقار خیدری گویا قلم میرا
 نکلتا ہر بھی سے بھولے پن پر قدم میرا
 بھرے گی مدتوں قاتل تری شمشیر دم میرا
 اسی دل پر جو ہے پروردہ ناز و نعم میرا
 نہیں یہ رنگ شہود تری سر کی قسم میرا
 اگر دم سادہ نہا دیکھے نسیم صبح دم میرا

قیامت خیز کچھ ایسا ہے انداز رقم میرا
 دکھاتا ہر عجب کیفیت انداز رقم میرا
 محبت میں لب جان بخش کی لب پر دم میرا
 محبت میں ہر خشک آہ سے جاہ و حشم میرا
 کوئی تو مدعا بر آئے روز درد و غم میرا
 عبت آیا گیا اس قالب خاکی میں دم میرا
 تجھے روزیاریکا غیر کے غم میں مبت کا فر
 نہ راحت فک جو حاصل ہو نہ چین اسکو تیرے
 قیامت لاکھ بار اٹھے تو کیا کوئے خبر سے
 یہ دعوے دو آد عاشق آشفتمہ سر کا ہر
 رفاقت دی نہیں سکنا کوئی آوارہ گرد و نکلی
 پتا فراد و مجنوں کا نہیں کوہ و بیاباں میں
 اگر پہلے سے ہوتا علم اس کو چہ میں جاتا کیوں
 مری مزیکا غم تو کیا انہیں ہر پینا اسکا
 پڑی ہو جان اک اک حرف میں اک ایک نقطہ میں
 کٹے جا رہے ہیں میں حاسدان نکتہ چیں کیا کیا
 جواں ہو کر نہیں معلوم کیا کیا حشر ڈھائینگے
 لہو یہ چاکر میرا ہوئی ہے سرخرو ایسی
 خدا سمجھت کا فر سے کیا کیا ظلم دہاتا ہے
 عدو کی بیوفائی دیکھ کر مجھے کہ ہو بدظن
 وہ میں متراض عاشق ہوں بھی مگر بجای چلنے سے

کوئی ارمان کوئی آرزو نکلی تو کیا نکلی
 الہی نالہ فریاد دونوں بے اثر نکلی
 بھائیں پیر گردوں کی تمہارے ظلم سے کہ
 گلہ شکوہ غبت ہی حاسدوں کی یادہ کوئی کا
 کہاں کا گھٹنا گھڑیوں بڑہا ہو کیا مصیبت
 کبھی تو کہاؤ پلٹا انقلاب دہر سے قسمت

امید و یاس کے جگر طے سے دل کو ملک کی فرصت
 ۲۰ ہوا ہے آج ہلکا عشق بارِ درد و غم میرا

۶

میرا دل پرغوں تو نہیں دیکھوں اٹھالا
 اس ماہِ حبیب کا ہوا محسن اس سے دوبالا
 ارمان مرے دل کا کسی دن نہ نکالا
 سمجھاتا ہے کیا محکمو اگر ہو سکے تجھ سے
 کثرتِ جوئیخانہ میں ہیں جمع قدحِ خوار
 کیا حسنِ نظر آئے تجھے دخترِ زکا
 کافی ہو مرے قتل کو اک جنبشِ مژگاں
 کیا خاکِ زانہیں کوئی پینگ بڑھائے
 عاشق کراٹے ہوشِ بنی جانِ حزیں پر
 صد شکر نمودار ہوئی صبحِ مسرت
 ایوانِ غم تو نے نئے گل یہ کھلائے
 الزامِ مرے قتل کا نہ ہوا بے قضا پر
 میں ڈھونڈ رہا اس شیخ کو گر دو کچے بھی

ساتی وہ دہرا ہے سرِ محفل جو پیالا
 یہ کان کا بالا ہو کہ ہے چاند کا ہلالا
 ٹالا کبھی ظالم نے بتایا کبھی بالا
 اے ناصحِ مشفق مرے روٹھے کو منالا
 ہے آج کسی پیرِ خرابات کا پیالا
 زاہد تری آنکھوں میں تعصب کا ہی جالا
 وہ صیدِ زبوں ہوں جسے تنکا ہی ہو بھالا
 ہونی کو ہے گردوں کا ہنڈولاتہ و بالا
 اس شیخِ ستم کش نے جب ہوشِ سنبھالا
 اللہ نے کیا منہ شربِ غم کا مرے کالا
 اک ایک مرا زخمِ جگر بن گیا آلا
 کیا رنگِ بری ہونی کا قاتل نے نکالا
 ہوتا جو نہ یہ پائے طلب کا مرے چھالا

دہونے کو مرے دفتر عصیاں و خطا کے جز مبر کشاد دلِ نا کام ہے مشکل رورہ کے یہ کہتا ہوں محبت میں تونکی دی دل نے دعا عشق میں کیسکو خبر تھی چیرا تو سہی دلکو مرے نشتر غم نے کس کس یہ نہیں تیرا تصرف بت کافر	اے اشکِ ندامت بہت ایک بھی جالا رکتا ہو کلید ایک ہی دنیا میں یہ تالا بیداروں سے اللہ نڈالے کبھی پالا پھر جائیگا یوں مجھے مرے گود کا پالا کانٹا جو محبت کا ہے اسکو نہ نکالا ہر خانہ دل کا ہے ترے نام قبلا
--	--

۶	اللہ رکھے داغِ محبت کو سلامت اے عشق ہی خانہ دلکا ہے اُجالا	۲۱
---	---	----

ہوتا ہے شبِ ہجر جو اونچا مرا نا لا ہے رنگِ طبیعت مرا دنیا سے نرالا زاہد بھی ہو چوری سے ترانا کئے والا لی خارِ محبت نے مری جان ہی آخر قابلِ ترے کشتوں کا اڑنا ہے قیامت کھلنے کی نہیں چاہے گھٹا دیدہ ترکی کیوں لقمہ مکروہ سے انسان ہو ملوث ڈیڑگانہ کہنے سونے اے بتِ مغرور رورہ کے نہ لانا مرے سوزِ جگر کا تکلیف کو تکلیفِ محبت میں نہ سمجھ تاکم ہے ادھر دلکا اُدھر جان کا رونا بچنے کو نہیں اس بتِ کافر سے مرجاں آنا ہو مجھے روزِ دیوار پہ بھی رشک	لاتا ہے زمین سے خبر عالم بالا ٹپے بیٹھا ہوں دل اسکو جسے دیکھا بہا اے دخترِ زر تو نے بڑا نام اُچھالا تنگا جسے سمجھتا وہی ہو گیا بھالا ہلتی ہے زمیں ہونہ زمانہ تہ و بالا ساوَن کی جھڑی ہو نہیں گنوار کا جالا اکدن دہن گور کا ہونا ہے نوالا رشتہ مری الفت کا نہیں مگر ٹی کا جالا ہمدرد نہ پڑ جائے زباں میں تری چالا تلوؤں سے کبھی خار بھی پہننے نہ نکالا کس رنج و مصیبت میں فوجِ عشق ڈیڈالا کام آئیگا اے دل کوئی حیلہ حوالا جسدن سے بنا ہی یہ ترا دیکھنے والا
---	---

اس شیشہ و ساغر سے بجھ گئی نہ مری سی
 خالی نہیں اس بت کی محبت کوئی دل
 وہ میرا رخ زرد ہے یہ داغ جگر ہے
 مستانوں زبا نہیں تری تاثیر ہے و غلط
 جانباڑ ہوں پھولوں کو پناہ رن قاتل
 دیکھ دم گریہ کوئی تاثیر دم سرد
 تم میرا خط شوق کو بھی پڑھ کے تو دیکھو

اے سیر خرابات کوئی خم ہی اٹھالا
 کعبہ چمکتے ہیں بنا ہے وہ شوالا
 پھولا ہوا انگشتن میں نہ کنید اے نہ لالا
 آج اسکو کسی طرح سے باتوں میں لگالا
 ڈال اپنی سرور ہی کو گلے میں مے مالا
 ہر قطرہ مے اشک کا بجاتا ہر چورا
 ہر فن محبت میں یہ نایاب رسالا

۸

بٹھا ہوا اب جان کو روتا ہوا عشق
 کیوں تو نے نفل میں دل بدکیش کو پالا

۲۲

کیوں عشق میں اس بت کو ندل ہوتا ڈالا
 کیوں اس دل بٹیاب کو آغوش میں پالا
 ابرو و قرہ سے وہ بنے قاتل عالم
 بے پردہ نظر آئے رخ شاہد معنی
 غیرت یہی کہتی ہے اسے تو زردوں لکیر
 رونایہ نہیں ہوا اے طفل برہمن
 تھے پہلے نہ شوخی سے شرارت سے خبردار
 پچھتاؤ گے تم جھکوٹا کر یہ رہے یاد
 زبردہ نہ رکھ باغ میں اسے پردہ نشیں پانو
 دیکھا نہیں اس حسن کا خوبی کا کوئی بت
 بیہوش بنا کر ہی رہا حسن حسیناں
 کیا اصل ہو کر دود کی مری آہ کے آگے

خمش ہے خرام اور قیامت قد بالا
 کجخت نے تڑپا کو مجھے مار ہی ڈالا
 لی تیغ کبھی اور کبھی نیزہ سنبھالا
 ہو پردہ غفلت نہ اگر آنکھ کا جالا
 آئینہ کہاں کا ہے ترا گھورتے والا
 جیتا ہوں نہیں اشکو کی تری یاد میں مالا
 سچ یہ ہے میں فی انہیں اس رنگیں ڈھالا
 ایسا کوئی تلنے کا نہیں جانتے والا
 ہے دیدہ انگور بڑا تانے والا
 کس نور کے سا بخس خدا فی اسے ڈھالا
 آپ اپنی کو ہر جذبہ مری دلنے سنبھالا
 اک بھونک میں از جا بگایہ روئی کا گالا

دیتا ہی ہر اک بات میں تیرا ہی حوالا
 دیکھا جسے نکلا وہ اسی شوخ کا والا
 دو آج مجھ کو ساغر صبا سے دو سال
 جو مست ہو مکمل میں کر ہی کیا وہ دو سال
 ڈرتا ہوں نکلی جاے نہ دو دن میں دو والا
 کند ہو نہ جو ڈالوئے پھر تو تھے دو سال
 خط ہی میرا مضمون محبت کا رسالا
 ہو خاتمہ یا بخیر مر اباری تعالیٰ

وا عطا سو صفت جو کی اہمیت نہ سنوں
 کس کی رقابت کا کروں رشک لہی
 ساتی رہی کچھ دور گزشتہ کی رعایت
 کیوں منت منعم کا ہو ممنوں کو قانع
 لے کر یہ خون رنگ نہ لائے ترا اصراف
 آج انجے پچانے کو میسر نہیں کل
 جو کتہ ہو صوف ہو وہ شوق بہا رہے
 کلمہ ہے تیرا دم آخر بھی زباں پر

دنیا کی دورنگی کا نمونہ ہیں حسیں بھی
 اے عشق ہے ان میں کوئی گورا کوئی کالا

۹

دشت دل ہم رہائی کی کریں تدبیر کیا
 دل ہمارا اگر نہ آئے حُسن کی تسخیر کیا
 سچی چوٹ کی اسو سچے ہو تم تعمیر کیا
 کہتے ہیں تدبیر کس کو اور ہو تقدیر کیا
 اسی پری آباد ہے ہر خانہ زنجیر کیا
 ورنہ اسی پیغام بر میں کیا میری تحریر کیا
 دیکھ تو ناٹاں ہو اسکے حال پر زنجیر کیا
 اس سیاخ شیم میں سوئی کی ہے تحریر کیا
 کاٹتے ہیں بات عاشق کی دم تقریر کیا
 میرے دل کو اپنا گھر سمجھا ہو انکا تیر کیا
 کہتے ہیں صیاد کسکو اور ہی زنجیر کیا

جائے اسانش نہیں ہو خانہ زنجیر کیا
 دم ہمارا اگر نہ نکلے عشق کی تاثیر کیا
 قصر دل کو توڑ کر بھر کیوں بنائیں گی فکر
 آج تک تیرو رضا جو کو نہیں اسکی خبر
 جب آیا ہو ترے دیوانوں کا نہیں قدم
 مہربانی انکی گر لکھیں مرے خط کا جواب
 درو دیوانے کا تیرا ہے پری کسکو نہیں
 ہیں وہ خوابِ ناز میں دیکھو تو کوئی خوشنما
 اب تو قینچی کی طرح چلنے لگی انکی زباں
 کی بہت تدبیر مینے نہ نکلتا ہی نہیں
 جب پہنسا دل انکا گیسو میں تو عیدہ کھلا

مہرباں دیکھا جنہیں نامہرباں پایا نہیں
 لڑتے دیکھتے ہی دیکھتے فحش سے پھریں
 آنکھ سو گرتے ہیں تو غوش میں لیتا ہوں نہیں
 جان پر کیلے ہو ہیں زلیست سے بیزار ہیں
 بیوفائی انکی دیکھی ظلم دیکھ رنج اٹھائے
 بنگلی ہو کیوں ہمارے دم پہ عشق یار میں
 قید خانہ کو اٹھا رکھا ہے سر پر رات دن
 بسبب اسطرح کیوں در پہ ہے میر فتنہ کی
 ہم سے کھینچا منہ چھپانا آپ کا میکا رہے
 درد دل سے بات کر نہ کیا اسے یار نہیں
 ہو گیا مانی کو سکتا آئینہ حیراں سے
 ابر سے چھپتی نہیں وہ پردہ سے چھپتی ہی
 بے بلائے کوئی آیا ہو عیادت کے لئے

ہو گئی اٹھی ہمارے خواب کی تعبیر کیا
 بنگلی آنکھیں کسی بت کی مری تقدیر کیا
 ہا ہ طفل خشک کی الفت ہو دامگیر کیا
 جبرمان عشق کو دیکھا کوئی تعذیر کیا
 دیکھے آگے دکھائی ہے مری تقدیر کیا
 جادوہ مہر و وفا ہی ہے دم شمشیر کیا
 غل بجاتی ہو ترے دیوانہ کی زنجیر کیا
 کشتہ ہو کر دو نگاہیں قاتل تجھے اکیر کیا
 جلوہ گرد میں نہیں وہ چاند سی تصویر کیا
 پوچھتے ہو حال زار عاشق دلیگیر کیا
 ہوش اڑائے کیلے کچھ اوائی ہو تصویر کیا
 ہوشیار رنج کے آگے مہر کی تنویر کیا
 آج بیٹی عشق کے بہار کی تقدیر کیا

۲۱

سخت جانی بن گئی ہے پاؤں کی زنجیر عشق
 قید سستی سے رہائی کی کریں تدبیر کیا

۱۰

کہ کہن کا عشق ہی تھا عشق طیر ہی کہیا
 عشق کو دیوانوں کو پناہیگا زنجیر کیا
 ہوش کی لے رو برو تقدیر کے تدبیر کیا
 ہم گلہ تجھے کریں احوکاتب تقدیر کیا
 ہو گئی الفت قفس کی پاؤں کی زنجیر کیا
 پھول اسکے منہ سے جھڑے ہیں دم نقر کیا

جان شیریں اپنی کہوئی لائی جو شیر کیا
 عقل کی لہ چارہ گر تو کیا تری تدبیر کیا
 ایدل ناداں نہ اپنی عقل پر اترا کہی
 اُنسے شکوہ خطانہ لکھ کر کا تو ہو سکتا نہیں
 چوٹ کر ہی جانیں سکتا کہیں صیادیں
 گالیوں کو وقت دیکھ کوئی اس گل کی بہار

کہہ گئی انہی خدا جانے زبان تیر کیا
 پاؤ دیوانوں کے پڑتی ہی فقط زنجیر کیا
 دولت استغنا کی ہاتھ آئے تو ہر کسیر کیا
 خاک پا مال محبت ہوگی دانگہ کیا
 پھر میری فریاد کیا فریاد کی تاثیر کیا
 پیش و پس کیوں شیخ کاخیر میں تاخیر کیا
 اے مصور کہنچینی آسان ہی وہ تصویر کیا
 تیرے اٹھنے میں ابھی امی حشر تری تاخیر کیا
 ناہماے دل کرینگے عشق میں تاثیر کیا
 جان میری نیکی امی حشر تری تاخیر کیا
 آگر پیچھے کوچ ہی سبکا جواں کیا پیر کیا
 دل جو آیا آپ پر اس میں مری تقصیر کیا
 دیکھئے لاتا ہو آفت نالہ شگیر کیا
 قدر کو قابل نہیں قرآن باتفسیر کیا

سُکرا کر گئے قاتل مرے زخمِ جگر
 لیتے ہیں ہر ہر قدم پر خارِ صحرا بھی قدم
 امی قہوس مارا اپنے دلوں کو پائے کو عوص
 باد کے گھوڑی ہیں وہ اپنی شوخی سے سوا
 جب خدا سے وہ بت بیدا گر ڈرنا نہیں
 دختِ زر بردل جو آیا ہی تو پڑ ہوا نکاح
 شوخیاں انہی اڑائیں گی تری ہر بکارِ رنگ
 وہ تو اٹھ کر کل کا وعدہ کر کے میری بزم سے
 گر ہی ہوا اپنے بختِ نارسا کی کو تہی
 اُنکا اٹھنا بزمِ دشمن سے نظر آتا نہیں
 منزلِ ہستی ٹہرنے کی جگہ اسے دل نہیں
 حشرِ دلجو شکلِ دلکش بہر ادا میں دلربا
 فتنہ بیکردہ نہ خوابِ ناز سے بیدار ہوں
 خطا سے کیوں گھٹو لگی اس مصحفِ عارض کی شات

۲۰

شانِ خالق ہی کر مری عشق گہرا تا ہے کیوں
 اسکی رحمت کے مقابل ہے تری تقصیر کیا

۱۱

بتاؤں کیا ارادہ ہے کہاں کا
 اڑایا تو نہیں رنگِ آسماں کا
 مگر بھولے سے ہی گہریں نہ جہاں کا
 نہ چھوڑا اس نے تنکا آشیاں کا
 اشارہ اس نگاہِ جانستاں کا

نہیں اٹھتا قدم مجھ سے نہ اتواں کا
 زمیں ہی رنج و دُعا بت ہوئی ہے
 مرے دروازے سے گذرا وہ سوار
 گرے یارب کہیں بجلی بجلی
 بہت ہے میری برباد مٹی دل کو

ہوا ہے شوق انکی آستان کا
 اٹھانا سہل ہے کوہِ گراں کا
 تو کیا کیا رنگ بگڑا آسمان کا
 جو آیا باغ میں جہونکا خنداں کا
 ادھر غم ان کو سنگ آستان کا
 ابھی باقی ہے گرنا آسمان کا
 وہ نظریں کام کرتی ہیں سناں کا
 نہیں اب اعتبار ان کی زباں کا
 پتا کیا دوں کسی کو کارواں کا
 کہاں کی طرح جھکتا آسمان کا
 یہ کہتے ہیں کہ کیسا اور کہاں کا
 مری تقدیر کے خوابِ گراں کا
 ازل کے دن سے چکر آسمان کا
 خیال آتا نہیں سود و زیاں کا

نہ کیوں گہرا مے دل دیوِ حرم سے
 بتوں سے دل نہیں اٹھتا الہی
 جو اٹھا کوئی فتنہ اس گلی سے
 برنگ رنگ و بو گل اڑ گئے سب
 خوشی ہمکو ادھر سر بھڑکنے کی
 کہاں پوری ہوئیں میری بلائیں
 الہی خیر ہو میرے جبر کی
 ہوئی جھوٹی عدو کے منہ میں جا کر
 غبارِ رہ نہ میں نقش قدم ہوں
 نوید تیرا ان ستم ہے
 تقاضا کیا ہو جب وہ ذکر دل پر
 اجل کہتے ہیں جس کو نام ہے وہ
 نصیبِ نختِ برگشتہ ہوا ہے
 عجب ہے عشق کا سودا کسی کو

۱۶

تری طرز سخن ہے کتنی دلکش
 مزا ہے عشق آتا ہے زباں کا

۱۲

مٹا ہے نام مرگِ ناگہاں کا
 گلہ کیا اس نگاہِ جانستہاں کا
 بد بجائے نہ شہیدِ آسمان کا
 نہیں طالبِ ہمارے استخوان کا
 بنا نقش و نگار اس آستان کا

نہیں اب شوق ان کو امتحاں کا
 قضا اپنی یونہیں نکھی ہوئی تھی
 مزادینے لگی ہیں اب جفائیں
 سگِ جاناں ہے یا کوئی مہا ہے
 سر شوریدہ لاکر ہی رہا رنگ

نکا لو بھی یہ جگر ہے کہاں کا
اڑایا تو نہیں رنگ آسماں کا
کہاں گی زندگی مرنا کہاں کا
تو ہے احسان درد جانتاں کا
مگر احسان نہ اٹھا پاسباں کا
کہیں ٹوٹے نہ زخم دل کا ٹانکا
نہ فکر ناں نہ اندیشہ جہاں کا
گلہ بجا ہے اس نامہرباں کا
نمونہ سے مرے درد نہاں کا
نہیں سراپوں اپنی داستاں کا
لانا ہے زمین و آسماں کا

کہا اس نے یہ دشمن کے گلے پر
نگاہیں پھر گئیں کیوں انہی مجھے
وہ ظلم ان کے یہ اپنی سخت جانی
بجائے چارہ گر کی مینتوں سے
جھکنا ہو کر گھلی سے ان کے اٹھا
خلش تڑپا رہی ہے خار غم کی
توکل پیشہ اک درویش ہونے میں
عدو کے رشک الفت سے بچا یا
دہن ان کا نظر آئینہ کیوں کر
ہماری بے سرو پائی نہ پوچھو
جدا کرنا عدو کا ان کا باہم

خبرِ پاکمال راہ الفت
زیں کا ہی نہ اے عشق آسماں کا

۱۸

۱۳

میں سے ہی یہ بیمار اجاہ ہو نہیں سکتا
خوشی سے دیں تو دیں بوسہ تقاضا ہو نہیں
دہ میرا ہو نہیں سکتا میں اسکا ہو نہیں سکتا
جہانکا ہو گیا پھر وہ ہمارا ہو نہیں سکتا
جسے اچا کہیں ہم کیا وہ اچا ہو نہیں سکتا
دل پر درد کا نالا ہی اونچا ہو نہیں سکتا
اسی کا نام سودا ہی تو سودا ہو نہیں سکتا
اگر پہلے سو کہہ دیتے کہ آتا ہو نہیں سکتا

مریض درد الفت کا مداوا ہو نہیں سکتا
کسی کا اپنے کچھ حق اور دعویٰ ہو نہیں سکتا
میں جب تک نہ دل ملنا ہی ملنا ہو نہیں سکتا
حسینو نہ کہی دلکا تقاضا ہو نہیں سکتا
برائی مجھے سکر غیر کی بولے وہ جھجلا کر
کیا ہی پستی طالع نے جگہ بپت کچھ ایسا
متاع دل تو لیتے ہو مگر بوسہ نہیں دیتے
شرابِ عدو گزرتی کیوں تڑپتے لو تڑپا اپنی

جو معشوق سے پرہیز مشکل ہو جوانی میں
 دکھانی ہو اگر صورت دکھا دو آج ہی حساب
 زبردستی سو وہ دل چین کر میرا یہ کہتی ہیں
 تغافل نے تری مارا ہے جس نام کام عاشق کو
 لبِ جہاں بخش کی لفتیں لبِ جہاں عاشق ہو
 خدا نے جو صلہ سکھو دیا ہو اور نہمت بھی
 دل عاشق میں سوزِ عشق ڈوہاگ پہنکی ہو
 جو اعلیٰ ہو وہ اعلیٰ ہو جو ادنیٰ ہو وہ ادنیٰ ہو
 حسینوں کیلئے کافی نقاب شرم و عصمت

۴ بڑھائی آبرو شاہِ دلین کے عشق کی کیسی
 غلط ہے قطرہِ ناجیز دریا ہو نہیں سکتا

۴۰ جو تم چاہو تو کیا میرے میاں ہو نہیں سکتا
 کریں ہم صبر گلِ تنہا ہمسایا ہو نہیں سکتا
 چمک کر ہم سرخو ز شہِ ذرا ہو نہیں سکتا
 مرا لاشہ بھی بعد مرگ ٹھنڈا ہو نہیں سکتا
 یہ وہ پردہ جس پر دیسے پردا ہو نہیں سکتا
 تراویہ جس میں وہ ناخن با ہو نہیں سکتا
 غزل کا اپنی کوئی شعر بانگا ہو نہیں سکتا
 ابھی فریاد سو کیا خشر بر با ہو نہیں سکتا
 ہم ایسے ہیں کہ دشمن کا بھی شکوہ ہو نہیں سکتا
 کجی ہو سکی فطرت میں یہ سید ما ہو نہیں سکتا

یہ مانا عشق کا بیمار اچھا ہو نہیں سکتا
 وفا ہو کل کا وعدہ آج ہی کیا ہو نہیں سکتا
 جو ادنیٰ ہو کسی صورت اعلیٰ ہو نہیں سکتا
 جلاہوں عمر بہر دلیں بہری ہو آگِ الفت کی
 لکھ آتی ہو چلین سے شعاعِ حسن چہن چہنکر
 نہ نوا لاکھ کھلے آسمان پر کیا نمود اسکی
 کیسی بانگی جیون کا نہ مضمون باندہ چہنک
 سمجھتا ہو مکافات ستم کو دور کیوں ظالم
 شکایت کیا کرینگو ہم تمہاری درست ہو تم تو
 ہمیشہ بل کی لیتا ہی یہ میگا گیسو مکرش

جوانی کیسی پری کیا ہیں ساری دلوں دلوں کے تعلق خار و گل کا ہر گلستاں میں تو کیا حال بدلتی ہم نکلے دل سے اپنا دل محبت میں عدوت مولوں غیر دشمنی کیوں اس نرم جان کر ہوا و دامن جاناں کا طالب غنچہ دل ہو کوئی آ کر تو کیا آ کر کوئی دیکھے تو کیا دیکھے نہ ہو لونگاہ نہ ہو لونگا میں تیری سخت باتوں کو میں اپنی میں نہیں رہتا وہ جب آتا ہوں عدوی عدوی سامری فن کی نہ مجھے پیش جایا گئی	نہوں جب تک یہ کوئی شوق پیدا ہو نہیں سکتا برا اچونکی صحبت میں ہی اچا ہو نہیں سکتا مگر کیا سمجھے ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا وہ لی بیٹھیں گے جگر اچھے جگر اچھو نہیں سکتا نصیحہ مجھ سے یہ شگفتا ہو نہیں سکتا ترنپا لوٹنا دلکا تماشا ہو نہیں سکتا کبھی تیغ زباں کا زخم اچھا ہو نہیں سکتا یہی ہی بخود دی تو وصل اصلا ہو نہیں سکتا کہ یہ فرعون بڑا سال ہی موسا ہو نہیں سکتا
---	--

۱۵	بلاو عشق کو یا شاہ شیرب اپنے قدموں نہیں کہ اب نیستوریں اسکا گدازا ہو نہیں سکتا	۱۵
----	---	----

یہی تم سے جناب ہونا تھا کیوں مگر طاقی نہ یار سے اپنی غیر بھی تو شریک محفل تھا کیوں چمکتا نہ داغ دل اپنا لڑتیں آئینہ سے نہ کیوں آنکھیں شمع رنج پر ترے بجائے نقاب شیخ کا کرتے زند منہ کالا اے چایا ہے موسم گل ہے سوز فرقت سی کیوں نہ جلتا میں میرے پہلو میں کیوں پڑا رہتا	دل کا خانہ خراب ہونا تھا غیر کو کامیاب ہونا تھا کیا بھی پر عتاب ہونا تھا ذرا کو آفتاب ہونا تھا تجھ کو تیرا جواب ہونا تھا ایک بلورین حباب ہونا تھا اس کو شوق خضاب ہونا تھا آج دور شراب ہونا تھا زندگی میں غدا ہونا تھا دل کو درد خراب ہونا تھا
--	--

قطرہ قطرہ شراب ہونا تھا دل خانہ خراب ہونا تھا کرم بے حساب ہونا تھا کوئی تازہ خطاب ہونا تھا	جب پرینے کا تھا فرا سے ابر رو نہ انجام عشق کو کہ یہی شامل حال میکشان ساقی کیا کہا گر کہا بجھے عاشق
۲۴	۱۶
نقش سجدہ ہر اک جہیں پر تھا واہ اپنا بھی کیا مقدر تھا گاہ گہریں تھا گاہ باہر تھا شر بہ جب تک و دیانی نہ تھا بولے کچھ تیرا فرض ہم پر تھا آج کا وعدہ جو مقرر تھا کنڈ پہلے سے انکا خنجر تھا میرے امکان سے یہ باہر تھا دل عاشق ہی سخت پتھر تھا حکم سے تیرے کب یہ باہر تھا سخت اپنا جو آج یاد تھا کہی اس در پہ اپنا بستر تھا دل دیوانہ مجھ کو دو بھر تھا جو مراد لربا تھا دلمبر تھا اسلئے یہ فساد کا گھر تھا	کعبہ اے بت کہی ترادر تھا کہی زانوئے یار پر مہر تھا میں شب و عہد ایسا مضطر تھا جان کی خیر ہم مناتے رہتے شکوہ انکار وصل کا مستحضر دیکھیں کل کیا ہو پھر ہا کل پر سخت جانی کی مجھ پہ تہمت ہو اپنے قابو میں دل کو کیا رکھتا صد مہ عشق کو جو جھیل لیا تو جو کہتا وہ مان لیتا دل ملکیا بوسہ ان سے بڑا مانگے کیسے آرام سے گذرتی تھی یار کو دے دیا نجات ملی بن گیا ہے وہ جان کا لاگو ترک اسے مذاح کی ہم نے

کیا کہو ترسے بوجھ اٹھ سکتا نار دوزخ لے کچھ اتر نہ کیا دیکھ کر ماہ نو کو گستاہوں چل بسا دل تو حسرتوں کی گستا سیمبر سب مطیع تھے جب تک کیوں نہ آسمان مشکلیں مہین سر بلند می نصیب تھی جب تک جان کیا بچتی ایسے قاتل سے	نامہ شوق ایک دفتر تھا ساتھ اپنا جو دامن تر تھا ہاتھ آتا تو خوب ساغر تھا ہاکیسا قبیلہ پرور تھا زور بازو میں ہاتھ میں زر تھا کہ بھروسہ مرا مذا پر تھا خاکساری سے خاک پر سر تھا جسکا انداز قتل خنجر تھا
--	---

۱۵

داغ کا داغ عشق ہے مجھ کو
کیسا استاد نکتہ پرور تھا

۱۶

اک پیالہ مجھے مغاں نے دیا جسکی دشمن سے ہی امید نہیں ساکنان زمین کو غیبرالم درد میرا سنا تو وہ بولے بات کیسی سلام کا میرے ہوں وہ برگشتہ نجات الٹی ناو پشت خم اسلئے ہے چرخ پیر کی شکایت جو سوزش دل کی کہیل سمجھا وہ جان نشاری کو قیس و لیلیٰ کا تھا تو واقف کار منزل عشق طے ہوئی اپنی	مہمان کو یہ میزبان نے دیا رنج وہ ایک مہربان نے دیا اور کیا خاک آسمان نے دیا کیا مزا تیری داستاں نے دیا نہ جواب انکے پاساں نے دیا کچھ سہارا جو بادباں نے دیا رنج اسکو کسی جواں نے دیا داغ اک اور آسماں نے دیا کچھ نتیجہ نہ امتحاں نے دیا دخل لیکن نہ ساراں نے دیا ساتھ جب مرگ ناگماں نے دیا
---	--

کام ایدہن کا آئیاں نے دیا پھل مجھے موسم خزاں نے دیا کچھ مزا عمر جادواں نے دیا	جل اٹھا باغ آہ بلبیل سے ہر کیلے یہ داغ فصل بہار گر لیں خضر اے یہ بوجھوں	
۱۱	اس زمیں میں غزل کہی اچھی عشق ہم کو مزا زبان نے دیا	۱۸
ہمیں بھی ل نے ساتھ اپنی دہویا زمیں دل میں تخم عشق بویا ہمیں دونوں جہاں ہی تو نے کہویا کسی کو یاد کر کے خوب ردیا نہ زہر خاک ہی راحت سویا وہی کاٹا شہر سروں نے بویا کہ کیا مال میں مفت کہویا انہیں کچھ بھی انہیں معلوم گویا	ہتوں کے عشق میں جو کچھ تھا کہویا خدا معلوم کس نے روز اول نہ دنیا کے رہا ایدل نہ دین کے غم فروغ سے بھر آئی جو چاتی دل مضطر خدا کی مار تجسیر بدی کا تو بدی شہر ابد تھا کسی کو دیکے دل بچتا رہا ہوں بنے ہیں یکے دل آنجان یکے	
نہ کرنی تھی بھلائی غیر سے عشق برائی کا نہیں نے سچ بویا		
متفرق		
نہیں رہتا کہی ناکام جویا یہ کہتی ہے زانا ہے دو مویا	تلاش یار کہتی ہے یہ دل سے سفیدی و سیاہی روز و شب کی	

غزل

۱۷

۱۹

یہ کیا چرخ بید اگر ہو گیا
یہ تجھ سے ہوا فتنہ اگر ہو گیا
ہماری دعا کا اثر ہو گیا
تماشا سیرہ گزر ہو گیا
مرا حال نوع دگر ہو گیا
جدہر ہو گیا بس ادھر ہو گیا
مرا دل ہی دیران اگر ہو گیا
کہاں گم مرانا مہر ہو گیا
جو اشکِ ندامت تر ہو گیا
مرا دل حسینوں کا گھر ہو گیا
کہ انہی گلی میں گذر ہو گیا
یہ رونا ترا عمر بھر ہو گیا
یہ شاہد ادھر کا ادھر ہو گیا
یہ کیا تجھ کو اسے جا رہا ہو گیا
سبب کیا جو بید اگر ہو گیا

عدو کا وہ رشک قمر ہو گیا
شرارت مرے ساتھ کرتا ہو گیا
دفا ہوتے ہوتے ترا عہد بھی
سواری جو اس بت کی لکلی کہی
سحر ہوتے ہوتے شب درد و غم
نہیں یہ نظر تیری دل ہے مرا
کہاں پھر رہے گی تری آرزو
زمین کہا گئی اس کو یا آسمان
وہی پاک دامن حقیقت میں ہو
اسی میں ہمیشہ رہا کرتے ہیں
ملا جیتے جی باغِ رضواں بجھے
عدو کا گلہ سن گئے اسنے کہا
سیرِ حشر انہی ہی دل لئے کہی
مریضِ محبت کو کیسی دوا
نہیں سیر گردوں حسین نوجواں

۱۲۷

تلا اسطرح عشق کا وزن عشق
ترا زودہ تیر نظر ہو گیا

۲۰

کہ دشمن کو دردِ جگر ہو گیا
جو ہونا تھا بید اگر ہو گیا

مری آہ دل کا اثر ہو گیا
تا سفاک ہوا بمرگِ عاشق ہو گیا

پشیمان ہو گئے قیامت میں تم تری آنکھ پر تو ہی سب پھر گئے جگا کر شرب وصل ہوں منہ منہ ٹھکانا ملا جھگو اس شوخ کا خبر بھی ہو کچھ جھگو ناوک فگن یہاں آپ کیا بیٹھے ہیں شادشا کہاں ہم کہاں صحبت میکشاں غم عشق سے ہو کے معدوم ہیں اٹھایا گیا جو دریا رے میں سے کہہ دو کہ ہم مر چلے لگایا ہے دل بازی عشق میں	ہمارا ہی کتنا اگر ہو گیا زمانہ ادھر کا ادھر ہو گیا وہ کہتے ہیں پہلا پہر ہو گیا جب اپنے سے میں تجر ہو گیا نشانہ کسی کا جس پر ہو گیا تصدق کوئی آپ پر ہو گیا وہ طبقہ ہی زیر و زبر ہو گیا سینوں کا موئے کمر ہو گیا وہ پھر کو بکو در بدر ہو گیا علاج آپ کا کارگر ہو گیا مرا ہے یہ مال انکا گر ہو گیا
---	--

۱۰

اب اتر اسے عشق دعا گو نہ کیوں
در شاہ سے بہرہ در ہو گیا

۲۱

وہ زمانہ نہیں رہا اپنا ہو گیا نذر تیغ قاتل سر جائیں اب چوٹ مگر قفس سے کہاں تیرے داد کا پس مردان فصل گل تک تھے چھ سائے دام سے چوٹ کر ہی سمجھا آپ سکر جے پھر تک جائیں ٹٹکے داغ عشق پر ہی میں	کچھ ٹھکانا نہیں رہا اپنا بارش نہ نہیں رہا اپنا آشیانہ نہیں رہا اپنا دل نشانہ نہیں رہا اپنا وہ ترانہ نہیں رہا اپنا آب و دانہ نہیں رہا اپنا وہ فسانہ نہیں رہا اپنا وہ خزانہ نہیں رہا اپنا
--	---

اپنے بیگانے بن گئے سارے | اک بیگانہ نہیں رہا اپنا

۱۹

جب وہ دشمن بنا کسی سے عشق
دوستانہ نہیں رہا اپنا

۲۲

دل میں غیر یاس اب کیا رہ گیا
دلکا آخر خون ہو کر رہ گیا
وہ تبسم اور وہ تمسک گیا
غیر کیا میری طرف سے کہہ گیا
میں کفِ افسوس مل کر رہ گیا
کیا گہن میں چاند اپنا کہہ گیا
اشک کے سیلاب میں نہ رہ گیا
اب کسی کے صل میں کیا رہ گیا
عندلیبوں کا وہ سب چوچہ گیا
اور میں بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا
ساٹنے منزل کے تھک کے رہ گیا
جو زباں پر بات آئی کہہ گیا
جو حسینوں کی جفا میں رہ گیا
دیکھتے ہی نور مہر وہ گیا
جو زباں پر آئی مٹہ پر کہہ گیا
ہر قدم پر خوف سے رہ رہ گیا
کان میں کوئی ہمارے کہہ گیا

حسرتوں کا خون ہو کر رہ گیا
سننے کو تو ظلم ان کے سہ گیا
باغیں اب گل نہ غنچہ رہ گیا
آتے آتے آج کیوں وہ رہ گیا
دل سی شو جب ہاتھ سے جاتی رہی
ہو سیر و غیر کے قبضہ میں وہ
ناؤ ڈوبی گریہ غم سے مری
بوسہ دیکر وعدہ آنے کا کیا
آج کل میدان ہو ہے صحنِ باغ
چل دیا وہ شوخ رستہ کا ٹکر
کیا کہوں دامنِ تقدیر کی
نشہ میں اچھی بُری سو جی نہ کچھ
سخت پتھر تھا دل عاشق مگر
یار کے رخسار تا باں کی چمک
جھڑکیاں بھی اسنے دینِ شام بھی
لے چلا مجھ کو جو اس کوچہ میں دل
حال سرگوشی کا انکی غیر سے

۱۶

عشق جو شِ طبع سے مضمون کا

۲۳

ہر زمیں میں ایک دریا بہ گیا

بس ہمسے ہی اب ناز اٹھایا نہیں جاتا
 اب حال وہ میرا ہو کہ دیکھا نہیں جاتا
 یہ مال ہی ایسا ہو کہ جوڑا نہیں جاتا
 فرقت کا لگہر صدہ اٹھایا نہیں جاتا
 دنیا سے عدم کو کوئی تنہا نہیں جاتا
 بس نقش قدم بن گئے اٹھانے جاتا
 اسیر ہی حینوں کا ستانا نہیں جاتا
 کچھ کتاب اعمال سے لکھا نہیں جاتا
 ان ناز فروشوں سے بچایا نہیں جاتا
 اس مانگنے والے کا تقاضا نہیں جاتا
 فرقت کا شب وصل ہی ہر گاہ نہیں جاتا
 کیا کیجئے خاموش ہی بیٹھا نہیں جاتا
 کیا چار قدم ساتھ بھی آیا نہیں جاتا
 اسیر ہی جزا کا چسکا نہیں جاتا
 سفاک ترا عمرہ بیجا نہیں جاتا

جھڑکی نہیں جاتی براخصہ نہیں جاتا
 کدے کوئی اُنسے کہ عیادت کو نہ آئیں
 لیکر ہی رہے دلو حسین جب نظر آیا
 بیدا تو سب آپکی سہ لیتے ہیں عاشق
 اعمال بدونیک ہیں انسان کے ساتھ
 بیضعف کا عالم ہے جہاں بیٹھے گئے ہم
 ہر چند زمانے کے ستائے ہوئے ہیں ہم
 اعمال مری ایسے ہیں شرم آتی ہے انکو
 نقد دل جان کی نہیں اب خیر الہی
 جان دل ایمان بھی کئے نذر توجیب ہی
 بھولی نہیں جاتی جو اٹھائی ہو اذیت
 کہتا ہوں پہلے کی توڑا مانتے ہیں وہ
 میت مری اگر تم سے اٹھائی نہیں جاتی
 بدنام ہوا لٹ گیا مقروض بنا ہوں
 بوسوں سے ہر انکار شب وصل ستم ہے

۲۲

گھر میں جو پڑے رہتے ہو افسردہ میان عشق
 کیا آپ سے اس نرم میں جایا نہیں جاتا

۲۴

تماشا تھا یہ دیکھنے کا نہ دیکھا
 برابر ہے اے عشق دیکھا نہ دیکھا
 مریض محبت کو اچھا نہ دیکھا

شب غم ٹرپنا ہمارا نہ دیکھا
 اگر نہ بجا اب اسکا جلو نہ دیکھا
 کہی کوئی اعجاز عینی نہ دیکھا

مگر اے حسین ایک تجھ سانہ دیکھا
 کسی کی جوانی بڑا پانہ دیکھا
 کسی کا بھی نقش کف پانہ دیکھا
 کوئی عبد و خالق میں پر دانہ دیکھا
 الگ جز کو کل سے نہ پایا نہ دیکھا
 کہی اس نے اپنا پرایا نہ دیکھا
 مگر سخت دل آپ جیسا نہ دیکھا
 کسی کو بھی اپنا نہ پایا نہ دیکھا
 کسی کو بھی اپنا شنا سنا نہ دیکھا
 محبت کا انجام اچانہ دیکھا
 جسے جیتے جی دیکھنا تھا نہ دیکھا
 کہی آپ بنے سووانہ دیکھا
 مگر ایسی صورت یہ نقشانہ دیکھا
 جہاں شوق کو کار فرمانہ دیکھا
 اگر تھے قطرہ کو دریا نہ دیکھا
 سر طور کچھ تینے موسیٰ نہ دیکھا
 قہمور میں بھی انکو تنہا نہ دیکھا
 تر حال جیسا سنا تھا نہ دیکھا

خدا کی خدائی میں کیا کیا نہ دیکھا
 طے خلکس طفل اشک اپنے سارو
 ہزاروں گئے ایسے راہِ عدم میں
 جو کل ہی وہ جز ہی جو جز ہو وہ کل ہی
 ملا جا کے دریا سے جب کوئی قطرہ
 ملا جب کا دل لیکے چلتا بسا وہ
 شکر حسین یونہی تو لاکھوں ہی دیکھے
 غرض کے ہیں ہمد رفیق آشنا سب
 عدم سے ہی بدتر یہ ہستی ہماری
 یہی مرتے مرتے کہا عاشقوں نے
 طے محوِ حُجبت میں تو کیا الہی
 عوض دیکھے بوسوں پہ ہر روز محبت
 بہت دیکھ ڈال حسین یونہی ہم نے
 کوئی جائے دنیا میں ایسی نہیں ہے
 طلاطم مرے اشک سے دیکھ لینا
 کہے دیتی ہیں یہ نگاہیں تمہاری
 رہی ساتھ ہی ساتھ شرم و زالت
 کہا اسے میری عیادت کو آکر

یہ چوک ہوئی ہمسے جو ہننے اسے چاہا بکھلے نہ کہیں منزل ہستی ہے دورا رکھانہ مرے زخم جگر پر کبھی پا اک تیری رحم کی نظر بار بار اہا وہ زخم کی سوزش ہے کہ حلجا تاہو پا سب اسکا ہے تو جسکا ہوا بار اہا کیا کیا مرے پہلو میں دل زار کراہا	ہے چاہنے والو نکاہی دشمن وہ تم گر اس مالک رہ سوچ لے انجام بد نیک وعدے سے کسی روز ندی اسنے تسلی کافی ہو مری بخشش عصیاں کو شتر چلتی نہیں جراح کی مجھ سوختہ جاں سر پھر کیوں ہو کسی چیز کا طالب تر طالب اگر راحت جاں آفت جاں تھی تری دوری
---	---

۱۲	۲۶
ما یوس نہ اے عشق ہو امید تو ہی رکھ مل جائے گا وہ بیت اگر اللہ نے چاہا	

دو دن کی ہے یہ آمد و شد اعتبار کیا مجھ رو سیہ کی جرم و خطا کا شمار کیا ایسی قسم کا قول کا پھر اعتبار کیا وہ کہتے ہیں وفا کا تری اعتبار کیا مضطرب ہوں انتظار میں زیر مزار کیا دامن تک انکے پہنچے ہمارا غبار کیا اس سے سوال وصل کروں بار بار کیا گذرے ہمارے عیش میں میل و نہار کیا ہو دل کہ خوف گردش میل و نہار کیا آہو کسی کے کیل رہی ہیں شکار کیا پھیلا کے پاؤں سوڈ ہیں زیر مزار کیا	انساں کا مرگ و رست پہ ہوا اختیار کیا یار ب تری کرم تری بخشش کے رو برد اپنی زبان پر نہیں خود ان کو اختیار کیا قہر ہو کہ دی ہے جنہیں مفت لسی نشو وعدہ تھا اسکا فاسخہ اگر ٹپیں گے ہم افتادگی نصیب کی ہو مانع عروج سنکر جو کچھ جواب ندے صاف ٹال دی ہر روز روز عید تھا شرب شب بربا اس لڑباکی آنکھ کا پھر نا نہیں ہے کچھ جاوہر اک دل یہ ہوا آنکھوں کا کارگر کیوں کشمکش کان تیغ قضایہ آئے رشک
--	--

۱۲۴۸	آزاد مثل سرو جو باغ جہاں میں ہو
------	---------------------------------

۱۵	اے عشق اس کو فکر خزاں کیا بہار کیا	۲۷
جورہ عشق میں قاتیل ہوا آسمان کسطح بخیل ہوا مفت رسوا ہوا ذلیل ہوا بوسہ سراپہ بخیل ہوا چار کے سامنے ذلیل ہوا غیر بد کیش جب دخل ہوا غم مرے رزق کا کفیل ہوا میرا دعویٰ نہ بے دلیل ہوا مجرم عشق کا کفیل ہوا کوئی ان میں نہ جبریل ہوا کون دنیا میں بے عدیل ہوا رزق کا اپنے جب کفیل ہوا خون میرا انہیں سبیل ہوا جسے مانگا وہ بس ذلیل ہوا	خضر و الیاس کا عدیل ہوا بچ دیتا ہے درد دیتا ہے عاشقی سے ہوا نہ کچھ حاصل وہ خوشی سے کہی نہیں دیتے نکجو اس بزم میں نہ جانا تھا نہ رہا بھر تو وہ فراج انکا خون پیتا ہوں غصہ کھاتا ہوں غیر نے ان سے کی دعا آخر کوئی دل کے سوا نہ عالم میں یونہی پیغام بر ہزاروں ہیں شان اللہ کی ہے یمکتا فی کیوں تلاش معاش خود رزاق تشہل تھی زباں تیغ و سناں آبرو ہے تو ہر قناعت میں	
۱۹	ہوئی پیری میں سرد آتش عشق دل مرا گلشن خلیل ہوا	۲۸
کچھ مسیحا سے بھی بھلا نہوا کام اپنا کوئی روا نہوا دل ہوا دل کا مدعا نہوا کچھ حق بندگی ادا نہوا	درد دل درخورِ دوا نہوا نالہ دل کبھی رسا نہوا بچہ سا ناکام دوسرا نہوا ہاے! اس در پہ جبہ سا نہوا	

نہیں اس کی خبر محبت میں نالہ نکلا جو منہ سے دل لئے کہا وہ وعدہ سے بھی ہو گئے بظن روزِ کل پر ہے انکا وعدہ وصل وہ ہوں یا غیر یا زمانہ ہو داہ رے ارتباطِ داغِ دل اک ذرا ہی جہاں غبار آیا موج و دریا بنے رہے دونوں دوست سب بندہ غرض نکلے کچھ تو ہوتی ہمارے دل کی قدر گذری ہو دلعب میں عمر اپنی تو وہ نازک خرام ہے ایہ انکو آیا نہ مجھ پر حسم کہی اشک حراماں نے کچھ نمک چڑکا	کیا ہوا ہم سے اور کیا نہوا ہائے میرا وہ دعا نہوا شکوہ کرنا مرا بُرا نہوا کہی پورا کہی وفا نہوا ایک بھی انہیں با وفا نہوا اس سے وہ اس سے یہ جدا نہوا صاف پہرہ لگا آئینا نہوا مجھے غم غم سے میں جدا نہوا اپنا اک بندہ خد نہوا تجسا عالم میں دوسرا نہوا ایک ہی کام کام کا نہوا کہ سرخاک نقش پا نہوا درد میرا پئے دوا نہوا دہن زخم بد مزا نہوا
---	--

۱۷

کی بدی ہم سے جسے عالم میں
عشق اسکا بھی کچھ بھلا نہوا

۲۹

اب یہ قصہ مرا پُرانہ ہوا عاشق جو غائب نہ ہوا حسن اور عشق کا فسانہ ہوا طاؤرِ دل مرا نشانہ ہوا یہ نئے رنگ کا فسانہ ہوا	دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا شیخ ایسا ہے عقل کا اندھا ماجرانکا میرا عالم میں ناوک غمزہ دادا کا ترے سکے بولے وہ داستانِ میری
---	--

شکوہ اغیار کا بھانہ ہوا کبھی خالی نہ یہ خزانہ ہوا یہ بھی پانی کا اک خزانہ ہوا ناوک ناز کا نشانہ ہوا کوئی سوئے عدم روانہ ہوا شیخ خاصہ سراب خانہ ہوا کعبہ اس بت کا آستانہ ہوا کہ ابھی کیا تھا کیا زمانہ ہوا دل مرا اک ٹکڑا خانہ ہوا اک ادھر اک ادھر روانہ ہوا موت کا صرف اک بہانہ ہوا	اسکو جانا تھا روٹھ کر ہم سے فریح سے علم کی بڑی دولت دل جو بھر آیا اشک پہ نکلے تازہ ہے اس پہ محبو دل میرا کوئی آیا عدم سے ہستی میں مری ہوئی ہیں تو باغ جناب سر رکھتی ہے ایک خلی جہاں یہ بھی انکا مزاج ہے گویا داغ حسرت میں رنگِ خوں چھرا وہ گئے اپنے گھر عدم کو ہم بے اجل محبو یار نے مارا	
۱۶	عشقِ شکوہ وطن ہو بچڑے ہوئے مدتیں ہو گئیں زمانہ ہوا	۳۰
کہ ہوا سب وہ کارخانہ ہوا نالہ دل ہی کیا ترانہ ہوا قبر پر تاکِ شامیانہ ہوا تو وہ خاکِ آشیانہ ہوا دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا اشدبِ غم کو تازہ مانہ ہوا خرمنِ آخر کو دانہ دانہ ہوا یہی قسمت کا آبِ دانہ ہوا	کیا مخالف مرا زمانہ ہوا آپ سنتے ہیں چہرے کر جو مجھے سبز روؤ نکا ہے نہال امید جلکے سوزِ فغاں ببل سے کیوں نکلتی نہیں ہے جانِ خیز ذکرِ ایامِ وصلِ روزِ ہجر قطرہ قطرہ ہی بن گیا دریا نختِ دل کہا کے خونِ بیتا ہوں	

دل بھی صد چاک مثل شانہ ہوا قیدی عمر جاو دانہ ہوا سہرا محجو بار شانہ ہوا زلف لیلائے شب کا شانہ ہوا انکا عاشق میں غائبانہ ہوا تیرا دشمن ترا ترانہ ہوا میں یہ سمجھا ادا دو گانہ ہوا	عشق میں تار ہائے گیسو کے خضر اک جرعہ پی کے آب حیات نکلا کندھے پر رکھکے تیغ جو وہ پنجہ مہر آجنگ نہ فلک سن کے تعریف حُن آیا دل نغمہ سنجی سے تو ہنسی بلبل سجدے پر سجدہ کر کر اس بُت کو	
۲۴	باز آیا جو عاشقی سے عشق کام یہ تجھ سے عاقلانہ ہوا	۳۱
تر پتے نہ دیکھا کہ مرتے نہ دیکھا کسی کو اگر تم نے مرتے نہ دیکھا تجھے آج پانی جو بھرتے نہ دیکھا کہ انکو کہا اپنا کرتے نہ دیکھا محبت کا دم جس کو بھرتے نہ دیکھا کسی شیر کو یوں بھرتے نہ دیکھا کہ اب انکو بنتے سنورتے نہ دیکھا سوا میکشی کے بکھرتے نہ دیکھا کہی ان کو پہروں سنورتے نہ دیکھا عدو سے بگڑتے بہرتے نہ دیکھا قیامت تک اسکو ابھرتے نہ دیکھا بتوں کو خدا سے بھی ڈرتے نہ دیکھا	حسینوں کا دم کس کو بہرتے نہ دیکھا مرے دل کو دیکھو یہ مڑتا ہی تم پر اڑائی بہت خاک پنگھٹ پہ ہنسنے بھروسہ کریں وعدہ حشر کا کیا کیا اسنے پامال اس دل کو لیکر غضب قہر آلود ہیں وہ نگاہیں خدا جانے رکھا ہے یہ سوگ کس کا کسی کام میں روپیہ بے محابا شب وعدہ سو جی شہرارت کیسی ہمیں پر ہیں وہ شیر انکو کسی دن محبت کے دریا میں احو دل جو ڈوبا ڈراؤں میں کیا خاک فرما دِل سے	

عجب بھر ہے اسکی رحمت کا دریا تری خوشخبری کا گل ہے چین میں زبردست ہے عشق کا جن کچھ ایسا دماغ آسمان پر ہے اف ری جوانی تھم خرچ کیا جانے کس کام کا ہے کیا جھٹ سے تنے جو محشر کا وعدہ خدا کی ہے بے عیب اک ذات حبیب تری کیسی آنکھیں ہیں ان آہود نکو رہ عشق پر خوف ایسی ہے جس سے کہا تم نے سو بار اک بوسہ دیکر غضب زہر آلود تیغ زباں ہے	جسے چڑھتے دیکھا اترتے نہ دیکھا صبا کو بھی یوں گل کترتے نہ دیکھا چڑھا سر پہ جس کے اترتے نہ دیکھا زمین پر قدم انکو دہرتے نہ دیکھا کسی کو شراب اسیں بہرتے نہ دیکھا زمانے کو شاید گزرتے نہ دیکھا کسی کو کوئی حرف دہرتے نہ دیکھا مری قبر کا سبزہ چرتے نہ دیکھا سلامت کسی کو گزرتے نہ دیکھا سخی کو تو احسان دہرتے نہ دیکھا کہ اس کی جراحت کو بہرتے نہ دیکھا
--	---

۳۲	سوا شاعری کے میاں عشق تم کو کوئی کام کا کام کرتے نہ دیکھا	۲۲
----	--	----

کبھی اپنا جلوہ دکھایا تو ہوتا کوئی فقرہ نا صح بنایا تو ہوتا سروشن کا جگڑا چکایا تو ہوتا کسی دن وہ بت مسکرایا تو ہوتا فلک گردش روزمرہ سے حاصل کہا اسنے شکر مراد دہنہاں بہت طول کہنیا جو وعدے اُسکے سنبھالا ہی بیار غم کو بہت ہے	زمانے کو موسیٰ بنایا تو ہوتا انہیں راہ پر میری لایا تو ہوتا کوئی ہاتھ قاتل لگایا تو ہوتا نیا گل چین میں کھلایا تو ہوتا کوئی کام میرا بنایا تو ہوتا کبھی چیر کر دل دکھایا تو ہوتا دل زار محشر اٹھایا تو ہوتا عیادت کو میری وہ آیا تو ہوتا
---	---

نہوتا کہ ہوتا وصال اس ہو کیا بحث قیاس عدو مجھ پہ جو رستم ہے عدو کی وہ محفل میں بیٹھی ہو پس نہ آتا کہ آتا انہیں رحم ایدل نکلتی مر جاں یار شب غم نہ کہتا برا کوئی دنیا میں اسکو صبا بنکے آتا ترا مردہ وصل نہیں کوئی تخصیص درو حرم کی خدا تجھ کو اسے شیخ گھر بیٹھے ملتا زبانی پیاموں کی قاصد شد کیا دکھائی نہ پرچا میں بھی اپنی اسخ تری در سے ناکام سانی پہر یہ ہم تجھے زابہ خشک کیا ہو گیا ہے	انہیں جذب دل کینچ لایا تو ہوتا مر جاں کہی آزمایا تو ہوتا فلک کوئی فتنہ اٹھایا تو ہوتا غم و درد اپنا سنایا تو ہوتا کوئی مطلب دل برآیا تو ہوتا فلک سید ہے رستی برآیا تو ہوتا مرا غنچہ دل کھلایا تو ہوتا کسی نے کہیں اسکو پایا تو ہوتا بتوں سے کہیں دل لگایا تو ہوتا جواب خط اس بت سولایا تو ہوتا پری کا کہی مجھ کو سایا تو ہوتا کوئی جام نشہ پلایا تو ہوتا مزار زیست کا کچھ اٹھایا تو ہوتا
۳۳	فلک لے رہا ہی بہت دون کی عشق پھیرولا جگر کا دکھایا تو ہوتا
اگر دل بتوں سے لگایا نہوتا الہی نہیں اٹھتا بار محبت اگر جانتا وہ کہ ہے درد کیا ہے تری آرزو میں ہزاروں تہیں دلیں وہ رہنے لگے دور دورا تو ہمے مر جاں کیوں اسطرح مفت جاتی	خدا کو بھی بندے نے پایا نہوتا ہمیں تو نے انسان بنایا نہوتا تو مجھ نیم جاں کو ستایا نہوتا اسے خاک میں یوں ملا یا نہوتا انہیں مطلب دل سنایا نہوتا اگر دل حسینوں پر آیا نہوتا

کہیں کانز کہتا مرنفس مجھ کو
 جلے دل کی فریاد ظالم غضب سے
 کبھی بل کی لیتا نہ گیسوی سرکش
 خزاگر گرا ہو گیا وصل کی شب
 لگا رہتا دشمن نہ کیوں ساتھ اٹکے
 سرشربے پردگی تو نہ ہوتی
 چرانا سرزم مجھ سے نہ آنکھیں
 اگر آنکھ میں تیرے ہوتی مروت
 نہ بھرتی ساقی تیرے ہجر میں آنکھ
 تر دو غم کی نہ کچھ قدر ہوتی
 طریقہ ستم کا نہ آتا فلک کو
 قیامت آئی حیرت کا ہیش بدر
 سویدائے عاشق نہوتا اگر تل
 مرے خط کا لکھتا کوئی تو جواب
 بلا کوئی کیوں آتی عاشق کو سربر

اگر فضل تیرا خدا یا نہوتا
 مرے دلو تو یوں جلا یا نہوتا
 اگر تو نے سیر پر چڑھایا نہوتا
 وہ مطرب پسر راگ لایا نہوتا
 پر ہی کون کہتا جو سایا نہوتا
 جو منہ تو نے ہمسے چھپایا نہوتا
 جو نقد دل اسنے چرایا نہوتا
 مجھے آنکھ سے یوں گرایا نہوتا
 اگر دل ہمارا بھرا یا نہ ہوتا
 اگر میرے دل میں سمایا نہوتا
 جو تیرا سکھایا پڑھایا نہوتا
 کسی کو بڑھ کر گھٹایا نہوتا
 ترے رُخپے سکے بٹھایا نہوتا
 اگر غیر کا وہ پڑھایا نہوتا
 جو اس زلف میں دل ہنسیا نہوتا

۱۲

کبھی اپنے دامن سودہ پونچھتے عشق
 اگر اشک خونیں بہا یا نہوتا

۳۴

ہم رہے وہ نہ وہ زمانہ رہا
 حُسن تیرا ہر تجھ سے شوخ کہیں
 آج کے وعدہ کو نہ کل پر رکھ
 غیر سب اپنے جان دینے لگے

اب کسی بات کا مزانہ رہا
 تو چُپا اور وہ چُپا نہ رہا
 یاد تجھ کو یہ کل رہا نہ رہا
 اب تو مرنے کا بھی مزانہ رہا

بجھے غم غم سے میں جدا نہ رہا روزِ حیلہ رہا ہسانہ رہا کھل گیا خلق پر چپا نہ رہا اب کوئی اپنا آشنا نہ رہا ایک کا ایک کو گلا نہ رہا ایک پتے کا آسرا نہ رہا پھر اسے خوف موت کا نہ رہا	ہجر میں بھی وصال کو میں نہ ان کا وعدہ کبھی ہوا نہ وفا تیرا چپ چپ کے غیر سے ملنا دوست سب تلگئے ہیں دشمن سے بی وفا وہ تو خود غرض ہیں ہم بلبلوں کی نہ پوچھو بے برگی جس نے جانا مال ہستی کو
--	--

۳۵	کار سازی حق کے صدق عشق کام اپنا کوئی رکانہ رہا	۱۳
نہ آئے وہ بت کا فراگر نہیں آتا عدو کے خوف سے اب وہ ادھر نہیں آتا وہ جھپکے غیروں سے تنہا ادھر نہیں آتا پڑا ہے آنکھوں پہ غفلت کا پردہ جلوہ حق خیال پردہ ہے تنکو تو میرے دلیں رہو وہاں وہ چین سو سوتے ہیں پاؤں پھیلا کر مقامِ قبر کا ہے طرفہ کنجِ تنہائی تضا کا کوچہ قاتل میں دورِ دورا رہی مزان یا رہے ایدل مرا مقدر بھی کہا یہ حضرت واعظ نے سکے میرا حال علاج تو مرضِ عشق کا کرے گا کیا حسین قدر کریں جسکی رام ہوں جس سے	دعا میں کسے یارب اثر نہیں آتا ہماری زیست کا سامان نظر نہیں آتا تو دعائے دلی اپنا بڑ نہیں آتا نظر کے سامنے ہے پھر نظر نہیں آتا جو اس میں ہو وہ کسی کو نظر نہیں آتا یہاں قرار مجھے رات بھر نہیں آتا کہ کوئی اپنا پرایا ادھر نہیں آتا گیا ہوا کوئی پیغام بڑ نہیں آتا کسی طرح سے وہ راست پڑ نہیں آتا ہماری بات میں ایسا اثر نہیں آتا مری سمجھ میں کچھ ایسا چارہ نہیں آتا کوئی خیال میں ایسا ہنر نہیں آتا	

۱۳	یہ ابتداء سنیں پر عشق مرتل ہے مال دل بجھے اچھا نظر نہیں آتا	۳۶
کسی دعا میں ہماری اثر نہیں آتا خدا کی شان کہ ہو کر نظر نہیں آتا کبھی سحاب بھی با چشم تر نہیں آتا میں آپ اپنے میں دو دو پہر نہیں آتا غریب دل مرا بچتا نظر نہیں آتا اُدھر وہ دشمن جان بھول کر نہیں آتا کہ آپ اپنے کو انسان نظر نہیں آتا ترے سوا ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا ہمیں تو اسکے سوا کچھ ہنر نہیں آتا پھر اس غریب کو یاد آنا گھر نہیں آتا کچھ اور تجھ کو تو بیدار گھر نہیں آتا غلط ہے سر زمین کوئی غم نہیں آتا	پیام مرگ شب غم ادھر نہیں آتا نظر کسی کو وہ موکے مگر نہیں آتا ہماری خاک پہ رونیکو ہم وہ نہیں ہیں نمائے وعدہ پہ وہ شونخ تو شکایت کیا کیکی پڑتی ہے اس پر نگاہ رہ رہ کر بہی ہو کشتہ حسرت کی قبر جس جانب خدا کو اب کوئی کیا جاتے اور پچھاتے جسے آنکھوں میں دلیں خیالیں تو ہی کھانے لائے خواہان بے کمالی کو تمہاری بزم میں اگر ذرا جو بیٹھ گیا دفا کی خاک اذوق ہو غیر جو روح جفا ابہار سینہ کا کہتا ہے قد جاناں سو	
۱۴	غزل سنائے اب اے عشق دا دل کس سے سخن شناس ہی کوئی نظر نہیں آتا	۳۷
دل ہی جو یہی ضبطِ فغاں ہو نہایت آنکھوں سے جو اوچل ہی عیاں ہو نہیں سکتا خوفِ دل اندیشہ جاں ہو نہیں سکتا یہ رازِ محبت ہی بیاں ہو نہیں سکتا وہ سنیکڑوں پر وہ نہیں نہاں ہو نہیں سکتا	اب دردِ محبت کا نہاں ہو نہیں سکتا اسرارِ حقیقت کا بیاں ہو نہیں سکتا صدمہ کوئی الفت کا گراں ہو نہیں سکتا اب پوچھ گچھ کے شرمندہ نکر داوِ محشر گر شوق ہی پورا نگہ شوق ہے کمال	

کیوں متصل عارض روشن تر ہو زلف ہاں بڑھ کر ذرا خانہ دشمن کی خبر لے دلیں مری گھر کر کے کہا ناز سے اُسے آئیں ابھی دیر ہے اس طفل حسیں کو کیا فائدہ آئیں بھی عبادت کو اگر وہ ہو اسکے مقدر میں لکھا خاک میں ملنا کچھ بھی دُر غلطاں کو نہیں اشک سے نسبت منظی میں ہو یا ہو گرہ زلف میں انکی	شیلے سے کبھی دُور دہواں ہو نہیں سکتا کیا تجھے یہ ایوا شک رواں ہو نہیں سکتا کیا غیر کا گھر اپنا مکاں ہو نہیں سکتا ٹھہروں تجھے عمر رواں ہو نہیں سکتا اب حال مرا تجھے بیاں ہو نہیں سکتا یہ طفل سر شک اپنا جواں ہو نہیں سکتا دریا کی طرح قطرہ رواں ہو نہیں سکتا دل میرا ہیاں اور وہاں ہو نہیں سکتا
---	---

۳۸ وعدہ سہی آنا جو یہاں ہو نہیں سکتا عاشق سے تحمل مریجاں ہو نہیں سکتا جو دلیں ہو انکے وہ عیاں ہو نہیں سکتا چھپنا ہے جو منظور تو آدمے دلیں کیا خاک لگائے کوئی کہوچ اسکا الہی لطف کرم و مہر و مدارات و تسلی ای دل ہے اندھا دمنہ یہ سودا کی محبت اُس غیرت یوسف کا کچھ آسان نہیں ملنا تولا ہی تجھے نظر و نسینے فلک پر کچھ حشر یہ موقوف نہیں داور حشر دینے کا نہیں دل کوئی یوں مفت یوجا	ظالم نے مری قبر بھی ایو عشق مٹا دی نحسا کوئی بے نام و نشان ہو نہیں سکتا ۱۴	کیا آپ سے اتنا مریجاں ہو نہیں سکتا ٹھہرے دل بیتاب تو اں ہو نہیں سکتا اسبات کا کوئی ننگراں ہو نہیں سکتا ایسا کوئی پردی کا مکاں ہو نہیں سکتا نقش قدم عمر رواں ہو نہیں سکتا تم چاہو تو کیا کیا مریجاں ہو نہیں سکتا کچھ پیش پس سود و زباں ہو نہیں سکتا دل دیکر بھی سودا یہ گراں ہو نہیں سکتا پانسنگ تر کوئی جواں ہو نہیں سکتا تو چاہی تو انصاف کہاں ہو نہیں سکتا ہر ایک کو میر خفقاں ہو نہیں سکتا
--	--	--

کیا خاک سراغِ دلِ گم گشتے لے اب
جو کوئی سبک ہو کر تری بزم سے اٹھا
انہی تو چرائے گا کہاں ہو نہیں سکتا
وہ دل پر کیسے بھی گراں ہو نہیں سکتا

۳۹ اے عشق ترو تازہ ہیں گلہائے مضامین
یہ باغ کبھی وقفِ خزاں ہو نہیں سکتا
۱۴

نحو ایسا میں خیالِ رخ روشن میں رہا
خوفِ میاں دیدہاں ہو غمِ گلشن تھا وہاں
زنگ لایمگا سرِ شہر لہو عاشق کا
مرٹ گیا راہِ محبت میں جو پا مال ہوا
سخت جانی سولہ وصل کا مقتل میں مزا
سبزہ خطا پہ فدا عارضِ رنگیں کے نثار
کس کو معلوم کہ کیا کیا ہوا روزِ محشر
یہ ہمیشہ کا مٹا تیغ کے ہاتھوں جھگڑا
پردہ شرم و حیا صاف اٹھا کر لے لے
باہر آتی ہیں چین چنکے شعاعیں رخ کی
شکوہ لے بیٹھوں جفا و ٹکانہ روزِ محشر
نام ایمان ہو جسکا جسے کہتے ہیں دھرم
اہل جوہر کیلئے ترکِ وطن لازم ہے

کہ جہاں جا کے رہا وادیِ امن میں رہا
فارغِ اہلِ نفس میں نہ نشیمن میں رہا
کوئی چینیٹا ہی جو قاتلِ تری دامن میں رہا
صورتِ گرد وہی یار کے دامن میں رہا
تیغ کا ہاتھ ہینوں مری گردن میں رہا
کبھی صحرا میں رہا میں کبھی گلشن میں رہا
دل تو مصروفِ مرنالہ و شیون میں رہا
کچھ تعلق ہی نہ باقی سر و گردن میں رہا
انکا نقشہ ہی جدا محفلِ دشمن میں رہا
شمعِ فانوس کے ماتے چلن میں رہا
خوفِ مجھ سے ہمیشہ دلِ بد ظن میں رہا
نہ مسلاں میں رہا اب نہ بزمین میں رہا
دُور نہ دریا میں رہا لعلِ نہ معدن میں رہا

۴۰ بہائی کا بہائی بنا جانکا دشمن اے عشق
وہ جوانی میں نہیں رہا جو بچپن میں رہا
۱۴

دلِ نمود و خیالِ رخ روشن میں رہا
دلِ ششاق کسی کا جو فرنگن میں رہا
نام کو بھی نہ اندھیرا مری مدفن میں رہا
شہر میں اپنور رہا ہی تو وہ لندن میں رہا

نشہ لب تیغ رہی خوف اجل کا ہو برا
ساتھ ہی موسم گل کے مگر آئی تھی خزاں
باغِ عالم میں ہوں ہر چند گل ترسکین
رکھا باہر نہ قدم گوشتہ تنہائی سے
کھیل ہی کوئی جو کھیلنا تو صنم کا کھیلنا
عشق اور جن کو ہاتھ آئے ٹھک لئے اچھے
جب گری برقِ حوادث کوئی اسپر ہی گری
عشق گیسو نہوا جان کا جنجال ہوا
موت نے ڈال دی دونوں جہان کی کیسی
یاد آتا ہے جوانی سے سو اپیری میں

قطرہ بہر خون نہ میری رگ گردن میں رہا
چار دن بھی کوئی گل تازہ نہ گلشن میں رہا
خاکِ کس طرح کھٹکتا دل دشمن میں رہا
حالتِ زیست میں ہی گوشہ مدفن میں رہا
مشغلہ بس ہی ایک اپنا لڑکپن میں رہا
اک مری دلیں رہا اک تری جو بن میں رہا
ایک نہ بھی نہ بانی مری خرمین میں رہا
میں ہمیشہ کیلئے پیچ میں الجھن میں رہا
روح باہر ہی لاشہ مرا مدفن میں رہا
ہائے کیا چین میرے ہیں بچپن میں رہا

۴۱ اک نہ اک مل ہی گیا دل کو جھکانا ای عشق
میرے پہلو سے گیا یار کی چتون میں رہا

۲۲

جس کو شوق دیدنے اندھا کیا
عاشقوں کا کام ہی پورا کیا
چل بے دنیا سے جب آیا خیال
کیا کہوں میں مجھ کو نرم غیر میں
عشق کا دینا پڑا ہم کو شہوت
خاک ہوتا زخمِ دل چنگا مرا
دل لیا پھر جان سے مارا ہمیں
مرضی خالق میں کس کا دخل ہے
میری باعثِ جنجلی شہرت ہو گئی

ہائے تمنے اس سو ہی پردا کیا
پھر یہ کہتے ہو کہ میں نے کیا کیا
ہم کو کیا کرنا تھا ہم نے کیا کیا
کن بُری آنکھوں سے وہ دیکھا کیا
حسن کا جب آپنے دعوا کیا
ناخنِ غم بھر چسپا کیا
جو کیا تم نے بہت اچھا کیا
کون پوچھے اس سو جو چاہا کیا
انکو شکوہ ہے ہمیں رسوا کیا

جو کیا تو نے دل شہید کیا واہ اچھا آپ نے سو دا کیا رنگ رخ کیوں آپکا بدلا کیا آگ پر کیا کیا نہ میں لوٹا کیا رات بھر لوٹا کیا تڑپا کیا دل شہید ناز کا پھڑکا کیا صورت آئینہ میں دیکھا کیا اور میں رستہ ادھر دیکھا کیا تو نہ آیا اور یہ آیا کیا ہاں کس حسرت سی میں دیکھا کیا انکو شکوہ ہے کہ یہ شکہ کیا عشق کو اللہ نے پیدا کیا مجھ سے روز حشر بھی پردا کیا میرا لاکھ عضو تن ٹوٹا کیا	میں کہاں عشق مبت دلجو کہاں دل تو لو نقد اور بوسہ ہو اودھاں گر نہیں فریاد میں میری اثر انکو شمع بزم دشمن دیکھ کر ہجر میں آیا کسی پہلو نہ چین اُت رہی شوق قتل اک اک وار پر ہو گیا سکتا جمال یار سے جلد یادہ تو ادھر رہ کاٹ کر تجھے اچھا ہے کہیں تیرا خیال جب میں تو بہ نظر آئی شراب درود دل کہنا بھی ٹھہرا ایک جرم حسن کی شہرت کا جب آیا خیال اس شرارت کو تو اسکی دیکھے ضعف میں بھی درد ہے زور آنا
۲۰	۴۲
یوں پھپھو لے دلکے میں ہوڑا کیا منہ جو میری بات سے موڑا کیا اک کہلو نے کی طرح توڑا کیا ایک اک تنکا جو میں جوڑا کیا انکے آگے ہاتھ بھی جوڑا کیا	جام و مینا ہجر میں توڑا کیا دلکو کیا بٹی پڑا دی آپ نے روز میرے دلکو وہ طفل حسین اسکو بھی بھلی نے پھونکا قہر ہے منتیں کیں ایک بوسہ کے لئے

ناخن غم کا برا ہو چھبیلکہ
منزل جاناں رہی پہر کچھ نہ دود
جان عاشق پر وہ شوخ فتنہ گر
تھا سوال بوسہ بھی کیا ناگوار
اس نزاکت پر بھی وہ طفل حسین
مجھ سے بنتا اور اس کو چہ میں کیا
روز پلوادی ذرا سی مفت میں
کہتے ہیں وہ آج اگر میرے گھر
بات کر کے بات رکھ لی چار میں
یاد ہیں دشمن کو کیا کیا چوڑ توڑ
سخت جہانوں کو کچھ بھی چل سکی
اٹ رو شوق جامہ آرائی ترا
تھک گئی تم یا نہ تھی مجھ میں سکت
کیا عبادت کا خدا محتاج تھا

لو لکے اک اک زخم کو بچوڑا کیا
جب کیت شوق کو کھوڑا کیا
روز اک تازہ ستم توڑا کیا
مجھ سے وہ ہر بار منہ موڑا کیا
اپنے ہر چہان کو توڑا کیا
سر در دیوار سے پھوڑا کیا
کفر نہ اہد اس طرح توڑا کیا
غیر کا اللہ سے جوڑا کیا
اسے احسان مجھ سے کیا تھوڑا کیا
مجھ پہ طوفان روز اک جوڑا کیا
خنجر سفاک منہ موڑا کیا
ہر گڑھی تبدیل اک جوڑا کیا
ظلم جب کرنا تھا کیوں تھوڑا کیا
شیخ نامق استخواں توڑا کیا

۱۶	عشق جب آیا وہ میری بزم میں ایک تازہ اشغلہ چوڑا کیا	۴۲
اس پر ہی زاد کو دیوانہ بنا یا ہوتا یا الہی اسے دیوانہ بنا یا ہوتا اسکو آئینہ اسے شانہ بنا یا ہوتا اور دیوانے کو دیوانہ بنا یا ہوتا کام کچھ اسے دل دیوانہ بنا یا ہوتا	عشق ایسا کوئی افسانہ بنا یا ہوتا عقل کیا دی ہوئی انسان کی مٹی برباد دل ہر صدمہ چاک تو سینہ ہے منور میرا چارہ گر خنک علاج دل وحشی کرتا دشت گردی کے عیوض لگی گلی میں دگر	

مرغ دلو مرے پروانہ بنایا ہوتا
اک کو خم ایک کو پیمانہ بنایا ہوتا
پنچہ شوق کو گر شانہ بنایا ہوتا
ورنہ اس کو چہ کو ویرانہ بنایا ہوتا
پھر تو مسجد کو بھی میخانہ بنایا ہوتا
در مسجد پہ جو میخانہ بنایا ہوتا
نامہ شوق کو پروانہ بنایا ہوتا
سر مرا کاٹ کے پیمانہ بنایا ہوتا
میری محفل کو پریشانہ بنایا ہوتا
لامکاں میں بھی جو کاشانہ بنایا ہوتا

شیخ شمع کا کوئی بوسہ تو الہی ملتا
دسترس ہوتی جو چرخ و مہ نو تک میری
زلف کو تیری سرمونہ اُبھنے دیتا
خیر گذری نہ ملی راہ ہی دیوانے کو
شیخ کوئے کا مزا پڑتا تو کیفیت تھی
مواہر پیتے ادھر جا کے نمازیں پڑھتے
روکتا پھر نہ کوئی اسکی گلی میں فاصلہ
تہی تری بزم کی ادو قاتل عالم زینت
ڈالتا سایہ ادھر بھی وہ کسی دن اگر
ملتی صیاد اجل سے نہ رہائی محکمو

۲۳

اُس شبہ حسن کے کوچہ میں اگر جانا تھا
حال اے عشق فقیرانہ بنایا ہوتا

۲۴

دشمن بھی آج اپنے نسیب بکورو گیا
واپس پہر انہ پہر تری محفل میں جو گیا
فریاد کا جو حوصلہ تھا وہ بھی لو گیا
دنیا ہی سے گیا تر کو چہ سہر جو گیا
اس شوخ کی تلاش میں میں آپ کو گیا
محکمو وہ ایسے حال میں اچیان تو گیا
اچھا ہوا مراد دل شبہ بد جو گیا
اب رنج سے حصول جو ہونا تھا ہو گیا
اک مشغلہ جو تھا شب غم وہ بھی تو گیا

ناراض ہی گیا تری محفل سے جو گیا
بیٹھا وہاں جو جا کے وہیں کا وہ ہو گیا
حشر اسکے کوچہ میں دم نظارہ ہو گیا
چوڑا جو اسکو پہر وہ کہیں کا نہیں ہوا
لینو کے دینے پڑ گئے اس عشق میں مجھے
شکوہ نے خوب کام دیا روز باز پرس
راحت ملی عذاب کٹا جان پہنچ گئی
تجئے جفا و جور کی لی ہمنے جان دی
اب کیا کروں کہ ضعف سے تاب فغان نہیں

جاگے نصیب اپنی جو وہ شمع سو گیا
 اشکوں سے بال بال میں موتی پر گیا
 جاگا ہوا تھا برسوں کا نیند آئی سو گیا
 دل پنا انکا ایسا ملا ایک ہو گیا
 جو کوئی بہر فائدہ آیا وہ رو گیا
 خانہ خراب دل مرا مجھ کو ڈبو گیا
 ہم عاصیوں کا نامہ اعمال دہو گیا
 اقبال غبار خاطر اقدس کو گیا
 کائناتے رقیب راہ محبت میں ہو گیا
 مدت ہوئی مراد دل دیوانہ کو گیا
 کبخت خیر حق میں مرزا نہر ہو گیا
 شوق شراب دامن زاہد بھگہو گیا
 کچھ یاد دہی رہا نہیں ایسا میں کو گیا

بے مانگے بو سے مل گئے برائی آرزو
 آیا خیال دیدہ ترکو جو زلف کا
 بولے مریض ہجر کی ریت کو دیکھ کر
 باقی وصال میں نہ ہی نام کو دئی
 چھائی ہے میری قبر پہ کچھ ایسی بکسی
 میں آشنائے بحر محبت نہ تھا مگر
 ابر کرم نے دکھ کے نام پر روزِ حشر
 راہِ وفا میں مرٹ گئے ہم خاک ہو گئے
 اہل وفا سے اب وہ نہ نکلیں ہو کیا کریں
 جسکی تمہیں تلاش ہے اسکا نہیں پتا
 کر ڈوبا دیا بہت شیریں مقال کو
 ٹوٹی وضو کی طرح سے تو بہ جناب کی
 اس بت کا شکوہ کرنے سکار و باز پرس

۱۵

سو دوزیاں ہو ایک میاں عشق عشق میں
 تم اپنے دل کو آیا کہو یا کہو گیا

۴۵

وہ پوچھتے ہیں حال تو بولا نہیں جاتا
 نظر نہیں کسی طرح یہ تو لا نہیں جاتا
 اس بت کا ہی یہ پاس کہ بولا نہیں جاتا
 کیا شوق کہ اتوں سے یہ کہو لا نہیں جاتا
 اوی تنگ دہن منہ سے جو بولا نہیں جاتا
 تلوار کی مانند یہ تو لا نہیں جاتا

ناچار ہوں منہ مضمت کہو لا نہیں جاتا
 ہی بوجھ گراں عشق کا مقدا سے باہر
 منہ شکوہ اغیار پہ کہو لا نہیں جاتا
 کیا عقدہ قسمت ہے ترابند قبا کا
 ابرو کے اشاری سے زبان وصل کی دوجا
 انداز گراں جانو نکا دشوار ہے قاتل

کیا غیر کا پردہ ہی جو کہولا نہیں جاتا غنجہ سی ہی منہ پھوڑ کے بولا نہیں جاتا دل اس بت کافر کا ٹٹولا نہیں جاتا دل چاہنے والو نکا ٹٹولا نہیں جاتا اس چیز میں کچھ زہر تو گھولا نہیں جاتا تدبیر سے تو روپیہ رولا نہیں جاتا یوں تیز کسی توپ کا گولا نہیں جاتا کیا موتیوں کی طرح یہ تو لا نہیں جاتا	کیوں رنکی نقاب نہ اٹھائی نہیں جاتی بدلی ہو ہوا باغ کی بلبل کا ہے دم بند کرتا ہی نہیں گھمکے کوئی بات کسی سو دشمن نے دغا کی تو کہا طنرے اسنے کیوں حوسے ہو انکار تمہیں حضرت زاہد تقدیر سے ملتا ہے جو ملتا ہے کسی کو جس روز سو فریاد نکلا جاتی ہے دل سے اگر تانا اگر آنکھ سے ہر اشک کا قطرہ
---	--

۱۰

مرکز بھی جلن عشق کی مٹی نہیں ای عشق

۴۶

جو دلیں پڑا ہے وہ پھولا نہیں جاتا

حرف عاشق کی جان پر آیا نقش پا کے نشان پر آیا نہ گھلا کس گمان پر آیا قہر ساری جان پر آیا دل سے نکلا زبان پر آیا مدح حاجب زبان پر آیا کہہ دیا جو زبان پر آیا دل اگر نو جوان پر آیا حب تمہاری زبان پر آیا روز اک ضد مدہ جان پر آیا	عذر ان کی زبان پر آیا میں جو انکے مکان پر آیا وہ جو میرے مکان پر آیا جب وہ جان جاں جواں ہوا راز بھی مدعا نہیں کوئی اس نے منہ اسطرت پھیر لیا انکو اچھی بُری سے کام نہیں ہے مزا زندگی کا پیری میں سچا وعدہ بھی ہو گیا جو ٹا دیکھے دل میں مول لی آفت
--	--

یاد جو رو جفا کے ساتھ ای عشق

۱۱	نام ان کا زبان پر آیا	۴۷
اک نئی آن بان سے آیا ہو کے خوش پھول پان سو آیا زمین میں کہنچ تان سو آیا جو کچھ آیا زبان سے آیا یہ یہاں کس نشان سے آیا کیا وہ بت آسمان سے آیا خوف کیا کیا زبان سے آیا جو وہاں تنکے کان سے آیا جبریل آسمان سے آیا نئی سچ دھج سے آن سے آیا	جب وہ باہر مکان سے آیا جب میں انکے مکان سے آیا انکے ہو کر کا مضمون ہی جان منصور بے گنہ پہ دبال دیکھ کر مجھ کو اپنے در پہ کہا نہیں رکھتا ہے جو زمیں پہ قدم انکے آگے مجھے دم پر سش ایک اک حرف مجھ سے کہہ قاصد ان کے قاصد کو دیکھ کر سمجھا وہ جنازے پہ اپنی عاشق کے	
۱۰	کوئے قاتل میں جو گیا اے عشق پہر سلامت نہ جان سے آیا	۴۸
تیر گویا گمان سے نکلا دور سب کے گمان سے نکلا نیچے ان کے میان سے نکلا وہی ان کی زبان سے نکلا کچھ نہ اپنی زبان سے نکلا نہ زمین آسمان سے نکلا کام جو ناتوان سے نکلا بڑھ کے ہر نو جوان سے نکلا	راز دل کیا زبان سے نکلا وہ زالا جہاں سے نکلا مژدہ قتل جان نثاروں کو ہم جو سمجھے ہوئے تھی پہلے سے عجب انکا تھا مہربان حشر یہ ترے عاشق کو کوئی مطلب ل عشق میں وہ ہوا نہ رستم سے پیر گردوں ہی زور و طاقتیں	

بچکے جب پاسبان سے نکلا	سگِ جاناں نے لی خبر میری
۲۲	۴۹ فیسِ ویسی کا نام عالم میں عشق کی داستان سے نکلا
کیوں جانیں کوئی قاتل کوئی سبیل ہوتا کس طرح محکومِ عشق کا حاصل ہوتا اک نیا لطفِ محبِ عشق میں حاصل ہوتا سہل سا کام بھی میرے لئے مشکل ہوتا ہمہ تن جان ہوتی تھیں ہمہ تن دل ہوتا عالمِ شک مرادِ یک کے قابل ہوتا دل بولہلو میں نہوتا الم دل ہوتا نالہ کرنا شہیدِ وقت سے لے لے مشکل ہوتا نمک نشاںِ مروتِ خونِ جو قاتل ہوتا بزمِ می میں جو کوئی حورِ خمایل ہوتا لطف تھا کند اگر خنجرِ قاتل ہوتا دل دیوانہ جو میرا کسی قابل ہوتا کوئی پیکان ہی انکا عیوضِ دل ہوتا تہا منا پھر دل بیتاب کا مشکل ہوتا دعویٰ حُسن و جمال آپکا باطل ہوتا ورنہ زائد بھی بڑا مرشد کامل ہوتا بحرِ آلام و مصیبت کا جو ساحل ہوتا گل نہوتے تو کہاں شورِ عنادِ دل ہوتا	فتنہ پر دازِ محبت نہ اگر دل ہوتا دل اگر تجھ پہ مریجاں نہ مائل ہوتا روزِ تازہ ستمِ ایجاد جو قاتل ہوتا عشق میں قوتِ بازو نہ اگر دل ہوتا کاش کچھ وصفِ جوابی مجھ حاصل ہوتا انکا سایہ بھی اگر ان کے مقابل ہوتا جیتو جی کا دوشِ الفت کہیں جاسکتی جو نا تو اں دلو اگر درد نہ دیتا قوت درد میں اور زیادہ مجھے لذت ملتی جیتو جی جنت و گنہگار کے مزی لوٹتے ہم دیر تک گھورتا آنکھوں سے ملا کر آنکھیں ہر طرح و ملیں حسنین کے جگہ لجاتی دلکے جانے سے ہے ہلو مرا خالی خالی خیر گزری نہ پڑیں شوخ نگاہیں انکی دیدہ دل اگر عشاق کے ہوتے نہ گواہ صحبتِ پیرِ خرابات سے محروم رہا ٹوٹتی آسِ محبت میں نہ میرے دلکی حُسن ہی باعثِ صد فتنہ و آشوب ہوا

نقد جان دل و ایمان کی نہ پروا ہوتی چارہ گریات توجب تھی دل جستی میرا غم جانکاد ملا درد ملا سوز ملا	وصل اس کافر بے دین کا جو حاصل ہوتا تیری تدبیر سے پابند سلاسل ہوتا اور کیا اسکے سوا عشق میں حاصل ہوتا
---	--

۵۰	میں مدینے کو پہنچ جاتا کہی کا اہم عشق فضل مولا جو مرے حال کے شامل ہوتا	۲۳
----	---	----

چوڑ کر میں جنوں میں گھر نکلا جادہ عشق بے خطر نکلا آج اسکو نہیں ہر کل کی خبر نہ فرشتوں سے بار عشق اٹھا میرے دشت جنوں کا ہر کانٹا کیوں نہو سرخرو ترا خنجر فکر کوئی ہوئی جو دامنگیر دل ہی بیگان تیر تھا گویا موت ہی آئی تو شب وعدہ جان آفتیں دل غضب میں ہی خلش دل مٹی نہ مر کر بھی غم کو داغونے پہل گیا ہر دل جب پڑی آنکھ میں پڑی منزل عشق ہو گئی کھوٹی خط مرے نام کا عدد کو دیا چٹکیاں لے رہا ہے پہلو میں	سنہ جد ہر اٹھ گیا اودھر نکلا دل سار ہر جو ہم سفر نکلا کتنا انسان بے خبر نکلا خاص اس کام کا بشر نکلا تیز نشتر سے تیز تر نکلا خون عاشق میں ڈوب کر نکلا پھر گریبان سے نہ ہر نکلا میرا پہلو جو توڑ کر نکلا دم مرا ٹھیر ٹھیر کر نکلا عشق ہی ایک درد سر نکلا خار حسرت نہ عمر بہر نکلا خوب سیہ سخن بار در نکلا دل بڑا صاحب نظر نکلا راہ زن دل سار ہر نکلا فتنہ انگیز نامہ بر نکلا دل ہی ایک شوخ فتنہ گر نکلا
--	--

ایک سے ایک فتنہ گر نکلا نالہ دل جو بے اثر نکلا سرو آزاد بے اثر نکلا وعطا واعطا کا بے اثر نکلا اپنے مطلوب کا وہ گھر نکلا مجھ سے مجبور چارہ گر نکلا	نازان کا ہوا کہ غمرہ ہوا جان دیتے بنی محبت میں سرکشی کا ملایہ پھل اسکو نہ جی ایک بات دل پہ مرے جسکو سمجھ ہوئے تھے ہم کعبہ نہو کچھ علاج درد دل
۲۲۲	۵۱
رو گیا اٹھ کے ہاتھ قاتل کا دور دورا ہے ماہِ کامل کا کر گیا کام خونِ بسل کا تیغ سے بڑھکے ہاتھ قاتل کا نہ رہا پر سماں وہ محفل کا اب رگے گانہ ہاتھ قاتل کا اٹھ گیا فرق حق و باطل کا حال پوچھو نہ حسرت دل کا ہاتھ دیکھے کہیں نہ قاتل کا چھا گیا مجھ پہ خوف قاتل کا پردہ اٹھا مگر نہ محل کا سم نے دیکھا نہ منہ ہی قاتل کا تیل عاشق کے آنکھ کی تل کا	کام پورا ہوا نہ بسمل کا حسن انکا کمال کو پہنچا رخ قاتل پہ مردنی چائی کر گیا کام آج مقتل میں اسکے اٹھتے ہی اٹھ گئی رونق جل چکا ہے برنگ تیغ و سناں بت خدا بن گئے ہیں دنیا میں رقت انگیز باجر ہے یہ فکر محکوم پڑی ہے یہ دم قتل حشر کے دن نہ کر سکا دعویٰ اٹھ گیا قیس ہی زمانے سے بند آنکھیں ہوئیں جو چکی تیغ کاش کہنچا پئے چراغِ حسن

	جان دینی ہے کام مشکل کا سامنا ہو گیا جو قاتل کا دل گیا درد رہ گیا دل کا جوش زن خون ہی عناد دل کا کہ اسی سے ہو رنگ محفل کا نہیں ملتا دماغ ہی دل کا نہیں حبیب پنا ہی منزل کا فرق ناقص کا اور کامل کا رہ گیا دل میں حوصلہ دل کا دیکھنا درکنار سا حل کا	بوالہوس سے نہ رکھیں آپا امید ٹھکی جان اپنی قتل سے پہلے سر کا سودا گیا نہ سر کے ساتھ سرخ پہلو نے صحن باغ نہیں صدقہ ساتی کی چشم میگوں کے جیسے اس زلف میں ملی ہو جگہ شوق اس راہ لیچلا ہے مجھے اٹھ گیا آج کل زمانے سے اٹھ کے پہلو سے جلد یا کوئی ہم نہ دریا سے عشق سے ابھری
۱۹	جس کا میں خواستگار ہوں اے عشق وہ طلبگار ہے مرے دل کا	۵۲
	واہ کیا کہتا ہے اس گل کے دہن تنگ کا کوئی غنچہ باغ عالم میں نہیں اس رنگ کا دل ہوا دیوانہ اک محبوب شوخ و شنگ کا اب نہیں چلنے کا دھند اہم سے نام و تنگ کا کردیا جادو بہری آنکھوں نے تیری خاتمہ شعبدے کا سحر کی تاثیر کا نیزنگ کا آنکھیں مٹی ہی ہیں لڑتی ہی ہیں کچھ کہتا نہیں صلح کا ہے قصد ان کا یا ارادہ جنگ کا یا الہی انتظار حور ہو سکتا نہیں	

ہم کو مل جائے ابھی معشوق کوئی ڈھنگ کا
 اُف لے میری ناتوانی ہاے مجبور ہی میری
 فاصلہ جو دو قدم تھا ہے کئی فرسنگ کا
 ان میں مجھ میں وصل کی صورت نظر آتی نہیں
 حسن و جہ فخر ٹھیرا عشق باعث ننگ کا
 دل کو میرے چہرے پر کھینچتے ہیں نالہ شوق سے
 ان کو آتا ہے مزا اس میں نواے چنگ کا
 وصل کی شب ملے ہندی بانوں میں بیٹھا رہا
 خوب حیلہ ہاتھ آیا اس کو غدرِ ننگ کا
 دور کر دل کی کدورت صاف ہو کر ہم سے مل
 آئینہ میں بد نما ہوتا ہے دہتیا زنگ کا
 بھر میں اس گل کے حشمت سیرگاشن سے ہوئی
 خوش نہ آیا زمرہ مرغسان خوش آہنگ کا
 ہم تے تو لاہے نگاہوں میں ہر اک کے حسن کو
 نازنین نکلا نہ کوئی یار کے پانگ کا
 عکس گیسو دیکھ کر کہا تھا ہے کیا کیا بیچ و تاب
 ہو گیا ہے آتش کو دھوکا آئینہ میں زنگ کا
 رات دن ان کو رہا کرتا تھا میرا ہی خیال
 صلح ناحق کی مبارک تھا زمانہ جنگ کا
 وائے ناکامی قسمت کوہ و صحرا کی جنگ
 تیرے دشتی کو لاہے گوشہ گورِ تنگ کا

اگ دیپک کے جلنے کی اس سے بچنے کی نہیں
 نام میرے سامنے مطرب نہ لے سازنگ کا
 ہوشیاری میں بنا تیر محبت کا شکار پڑ
 عالم دیوانگی میں ہوں نشانہ سنگ کا
 شیخ اپنی وضع کا پابند کچھ تو ہی نہیں
 ایک زندہ بادہ کش میں بھی ہوں اپنی رنگ کا
 دل سے کیونکر صدمہ درد جدائی اٹھ سکے
 ہونہیں سکتا حریف اسے عشق شیشہ سنگ کا

۵۳ جلوہ دکھا کے یار جو روپوش ہو گیا
 وعدہ کی رات یار جو روپوش ہو گیا
 تصویر اسکی پہرتی ہو آنکھوں میں رات دن
 وہ مجھ سے بعد مرگ ہیں اسبات پر خفا
 کہینچا جو طول وعدہ دیدار یار نے
 جادو بری نگاہیں تھیں متوالی حق میں
 مشکل ہو اسکا ہوش میں آنا روزِ حشر
 میدان امتحان میں نہ دشمن ٹھہر سکا
 احسان تیغ یار کا مانوں نہ کس طرح
 دل انکی سرد مہر یوں سے مجھ گیا مرا
 کیا اور بد زبانی جانال کا تھا جواب
 پروانوں کو جلا کے بڑا کیا چراغ کو
 ایفائے عہد کا اسے شاید ہوا خیال

۲۷ عاشق کے ہوش اڑ گئے بیہوش ہو گیا
 سارا نشاط خواب فراموش ہو گیا
 کیونکر کہیں یہ کہ وہ روپوش ہو گیا
 کیوں شاہِ اہل سے ہم آغوش ہو گیا
 بے جلوہ جمال میں بے ہوش ہو گیا
 جس کی نگاہ پر گئی بیہوش ہو گیا
 جو دل شرابِ عشق سے مدہوش ہو گیا
 نکلی جو تیغ میاں سے روپوش ہو گیا
 چوٹی بلا سے جان سبکدوش ہو گیا
 روشن تھا جو چراغ وہ خاموش ہو گیا
 ہنس کر اڑا دیا کبھی خاموش ہو گیا
 کبخت جلکے آپ بھی خاموش ہو گیا
 کیوں وعدہ کرتے کرتے وہ خاموش ہو گیا

میں مسنے کیلئے ہم تن گوش ہو گیا خون جگر ہی بادہ سر جوش ہو گیا اے زور عشق کیا وہ ترا جوش ہو گیا ہوئے نہ پانی صبح کہ خاموش ہو گیا سمجھا تھا جسکونش دہی نوش ہو گیا آخر کو نذر خاک تن و توش ہو گیا کیا جانے کسے غم میں سیہ پوش ہو گیا پتھر ہر ایک قبر کا سر پوش ہو گیا موتوش کیا ہوا یہ بلا نوش ہو گیا ہر ہول باغ میں ہم تن گوش ہو گیا وعدے کے ساتھ میں ہی خاموش ہو گیا رد ز فراق اپنا خورد نوش ہو گیا	آیا جو ذکر غیر تو شوخی کی راہ سے لذت فراہی درد محبت فراق میں کیوں مضحل ہے عالم سہی میں ل مرا اندہ سہی فلک ہے ہمارا چراغ عمر دینے لگی ہے تلخی دشنام ہی فرا تن پروری کے شوق نے مٹی خراب کی کعبہ کا بے سبب تو نہیں مائی لباس مرنے کے بعد ڈھک گئی انسان کو سب جھوٹ اب صاف و درو سے نہیں زاہد کو احتراز ہے زم زموں میں بلبل شیدا کے وہ اثر رکھا کہیں کا ہاے نہ ظالم کی بھول نے ہاتھ آگیا جو خون دل و پارہ جگر
---	---

۱۴

زند سیاہ کا رہتا جب تک جواں تھا عشق
بوڑھا ہوا تو پیر صفا کو شش ہو گیا

۵۴

اب نا لہائے گرم سے دل سرد ہو گیا ای شوخ تو ہی دلکا مرے درد ہو گیا اٹھا دہواں جو آہ کا وہ گرد ہو گیا بادِ سحر کا خوف سے دم سرد ہو گیا سو کہا جو زخم تازہ مراد درد ہو گیا کبخت یہ ہی دلکا مرے درد ہو گیا یہ کم ہوئی تو جان لے میں سرد ہو گیا	دشمن ہمارا اور وہ بے درد ہو گیا پہلو سے تیرا اٹھتے ہی میں سرد ہو گیا سکر مری فغاں کو فلک سرد ہو گیا آئی خزاں تو موسم گل گرد ہو گیا وہ رنج دوست اور اذیت پسند ہوں جاتا نہیں ہے رشکِ قابت کی طرح گرمی عشق سے ہم مری زسیت چارہ گر
---	---

شمشیر یار سے نہ بچا بھاگ کر ہی وہ اس شمسوار ناز کی لپٹا رکاب سے شہ رگ سی ہی قریب وہ نکلا خدا کی شان گن گن کے بوسے آج دئے ہکویار تے وہ ملیں مری سما کے خوشی کا خیال بھی مزمعے بھی رہا ہو عجیب مرگن زسیت ہی	میں سرخرو ہوا تو عدد زرد ہو گیا میرا غبار آج فلک گرد ہو گیا میں حسلی جستجو میں جہاں گرد ہو گیا رخ کیا ہوا حساب کی اک فرد ہو گیا سرتاپا الم ہمہ تن درد ہو گیا دل ہی بساط عشق کی اک نرد ہو گیا
--	---

۵۵	اے عشق جذب عشق کی ہی کیا بہار ہے بلبل کے دل کا داغ گل درد ہو گیا	۱۴
----	---	----

یہ شیوہ دلکا نہایت مجھے پسند ہوا دوا کے نام سے میرا مرض دو چند ہوا وقفا شعار بسا میں نیاز مند ہوا ہزار بار مرا تالہ گو بلند ہوا شب فراق جو تالہ مرا بلند ہوا نہیں وہ پاؤں جو بکے رہ توکل میں لیگا بڑھ گئے نہ تقدیر سے یہ یاد رہے نہیں ہوا پنا دل زار تو کسی قابل پری کو آج اتارا ہے مینے مینے میں کھلی زبان کسی کی نہ سامنے اسکے ہوا ہوں سستی قسمت سی پست کچھ ایسا دہی ہے دل جو تری تیر کا نشانہ بنا دیا خوشی سے ہمیں بوسہ اسنے دل لیکر	جو بے نیاز ہے اسکا نیاز مند ہوا علاج حضرت عیسیٰ نہ سود مند ہوا مگر نہ اس بت خود کام کے پسند ہوا کہی نہ بام اثر کے لئے کند ہوا جدا سپہر حفا جو کا بند بند ہوا نہیں وہ ہاتھ جو بہر طلب بلند ہوا ہزار بار جو دست طلب بلند ہوا زہے نصیب اگر آپ کو پسند ہوا خیال یار مرے دلیں آ کے بند ہوا وہ بد زبان ہزار و نہیں ہی نہ بند ہوا کہی نہ نالہ دل ہی مرا بلند ہوا دہی ہی سر جو تری تیغ کو پسند ہوا معاملہ یہ محبت میں بے گزند ہوا
--	--

ہوا مگنا ہے خدا سے وہ اسکو ملتا ہی دلیل رفعت و عزت ہی خاکساری و عجز	در کریم کسی وقت میں نہ بند ہوا جو پائمال ہوا پس وہ سر بلند ہوا
۵۶	۱۲
سنتے ہی عاشق کا نالہ وہ دہل کر رہ گیا میان سے سفاک کا خنجر نکلا کر رہ گیا اپنے وعدہ سے جو وہ بد عہد ملکر رہ گیا حرف وعدہ یار کے منہ سے نکلا کر رہ گیا آؤ یہی فصل خزاں کو ہو گئے سب گل ہوا افسوس و عشق بل بڑا آتش غم کا اثر ہو گئی مانع نزاکت جان دینے سے ہمیں ایسی چٹکی لی کسی کے وعدہ فرداؤ آج پاؤں کی مندی بنی ظالم نزاکت راہیں پڑ گئی اپنی کسی طفل حسین پر جب نظر دیکھ کر فریاد یوں میں مجھ کو روز بازار پس	جو کبھی گھر سے نہ نکلا تھا نکلا کر رہ گیا میں طلبگار شہادت ہاتھ ملکر رہ گیا دم ہمارا خانہ تن سے نکلا کر رہ گیا بخت خفہ نیند میں کر ڈٹ بد لکر رہ گیا ایک لاک پتہ کف افسوس ملکر رہ گیا قطرہ قطرہ اشک کا آنکھوں میں چلکر رہ گیا ہاتھ اس سفاک کا ہر بار چل کر رہ گیا میرے پہلو میں دل ناواں اچھلکر رہ گیا وای نا کامی شب وعدہ وہ چلکر رہ گیا کیا کہوں پہلو میں دل کیا کیا چلکر رہ گیا رنگ رخ اس شوخ کا کیا کیا بد لکر رہ گیا
۵۷	۲۴
جینا ہی مجھ کو عشق میں دشوار کر دیا کیا سحر تو نے عشق فسون کا کر دیا بیمار تیری آنکھیں ہیں کسی کہلانہ کچھ جادو جگایا آنکھوں نے تیری تو کیا کمال	اس سہی قد کی نجبت میں نہ آیا ہاتھ کچھ میں کف افسوس ہی اچھ عشق ملکر رہ گیا دل لیکے تھے جان سے بیزار کر دیا میرے جو اس دہوش کو بیکار کر دیا مجھ کو تیری آنکھوں نے بیمار کر دیا میرے نہ بخت خفہ کو بیدار کر دیا

اس بت کو خوابِ ناز سے بیدار کر دیا
ہم نے جتا کے عشقِ خبردار کر دیا
تم نے تو سوئے فتنوں کو بیدار کر دیا
اجا کیا جو پہلے سے ہشیار کر دیا
کعبوتِ دل نے لاکے گرفتار کر دیا
زندہ کو مردہ اچھوں کو بیمار کر دیا
آرائشوں نے اور طرحِ حدار کر دیا
اچھوں کو شوق دیدنے بیمار کر دیا
دل ہمنے مفت نذر خریدار کر دیا
شوخی نے اس کو اور بھی تلوار کر دیا
غصے نے اور قاتلِ خونخوار کر دیا
ہر آئینہ کو نقشِ بدیوار کر دیا
جادوگر نے عشق کا ہموار کر دیا
پھر کیا رہا بگڑے کے جو انکار کر دیا
آنکھوں کو وقفِ لذت دیدار کر دیا
غمزوں کی تیرے جان کا آزار کر دیا
خانہ خرابِ عشق نے بیکار کر دیا
زاہد نے ضدِ دلا کے گنہگار کر دیا
افسردہ کر لیا کبھی انکار کر دیا

پہر تیری خبر اے دلِ ناداں نہیں اگر
غافل تھا اپنے حُسن سے وہ طفلِ ناز نہیں
کم شورِ حشر سے نہیں خلخال کی صدا
نادانِ دل تھا عشق کی آفت سے بیخبر
دامِ بلائے عشق کہاں اور میں کہاں
اجاز یہ عجب ہے تم اچھے مسیح ہو
پہلے سے تھا حسینِ غضب کا وہ سادہ
آنا کسی کا سُن کے عیادت کی واسطے
جب قیمت اسکی کوئی نہ پوری لگا سکا
کرتی تھی قتل یوں ہی کسی کی نگاہِ ناز
پہلے سے تھا بلا کا وہ سفاک کینہ جو
حیرتِ فراہی جلوہ جاناں بھی کستہ
فرما دئے پہاڑ کو کاٹا تو کیا ہوا
ایدلِ سوالِ وصل کر اس بت سے سوچ کر
اب غیرِ پارِ کچھ ہی ہمیں سو جتا نہیں
سمجھا ہوا تھا عشق کو میں ایک ل لگی
دل کو ذرا شکیب نہیں ہاے کیا کروں
دل کی خوشی سے پی نہیں مینو کبھی شراب
اس بت کو ہاں نہیں کا نہیں کوئی اعتبار

وہ میں نہیں رہا وہ مراد دل نہیں رہا
 آشفہ روی یار کا جو دل نہیں رہا
 قابو کا میری ہاے مراد دل نہیں رہا
 ہکو وہ قتل کر کے بھی قاتل نہیں رہا
 کیا لا جواب بات ہے آئینہ توڑ کر
 توبہ کے بعد بھی نظر آئی جو دختِ زند
 روفق تھی جنکے دم سے ہوا ہو گئی وہ گھل
 کس منہ سے شکوہ کیجئے بیدار کا
 ہر چند دلو عشق میں اپنی خبر نہ تھی
 اس تیغِ آبدار نے سیراب کر دیا
 مالی قضا کے سر پہ بلا اپنی روزِ حشر
 اپنا علاج آپ کیا ہم سے صبر سے
 کیا خون بیگناہ نے دہبا لگا دیا
 اب جان جا رہی ہے پروا نہیں کوئی
 پہلو نشیں ہو جبکے تیرا تیر جانتاں
 ہمت کرا تھوں ہو گئی آسان ہر کڑی
 کیا بیٹھے بیٹھے قیدیوں کے پاؤں سو گئی
 دشمن پہ تے نگاہ کرم تو یو ہیں سہی
 ٹہرا کر نہ یار تو شکوہ نہیں کوئی
 عادت سی ہو گئی ہر جو وعدہ نکو توڑ کر
 مرنیکے بعد بھی نہ مٹے داعیائے عشق

اوی شوخ تیرے عشق کے قابل نہیں رہا
 سچ تو یہ ہے کہ وہ کسی قابل نہیں رہا
 عاشق یہ کیا ہو کسی قابل نہیں رہا
 گردن پہ گل کی خون عنادل نہیں رہا
 کہتے ہیں کوئی اپنا مقابل نہیں رہا
 قابو میں شیخ پہر تو مراد دل نہیں رہا
 صحنِ چین میں شور عنادل نہیں رہا
 اتنا تو ہے کہ ہم سے وہ غافل نہیں رہا
 لیکن تہوں کی یاد سے غافل نہیں رہا
 مقتل میں لشنہ لب کوئی بسمل نہیں رہا
 قاتل نے کی وہ چال کہ قاتل نہیں رہا
 جب اور کوئی چارہ گردل نہیں رہا
 ہسپات پاک دامن قاتل نہیں رہا
 تھا جبہ محکو ناز دہی دل نہیں رہا
 غم دیکے جانیکا مجھے قاتل نہیں رہا
 مشکل کا تھا جو کام وہ مشکل نہیں رہا
 زندا نہیں کیوں وہ شور سلاسل نہیں رہا
 کیا میں ترے ستم کو بھی قابل نہیں رہا
 پہلو میں تھا جو میرے دہی دل نہیں رہا
 اب دل کا توڑنا انہیں مشکل نہیں رہا
 کیونکر کہوں کہ وہ جگر و دل نہیں رہا

جو ہر دکھ سے کیا کوئی جاننا سر کھنک ٹھری جو تیغ یا ر حکم قتل گاہ میں دیکھا جو روز حشر کو آنکھیں سی پھل گئیں	تجھ کو تو شوق قتل ہی قاتل نہیں رہا پھر مدحی کو دعویٰ باطل نہیں رہا سمجھا تھا وہ کہ حاکم عادل نہیں رہا	
۵۹	اے عشق ہو شیار حقیقت میں ہو دہی جو زندگی میں موت سے غافل نہیں رہا	۲۹
خجور کھینچے قبضہ قاتل میں رہ گیا ہمت سے سہل ہو گئیں دشواریاں تمام مجنوں تھا بھو اس کہلا اسبہ کچھ نہ حال بوجہ تو نہیں یہ خلش دل کی چارہ گر آنکھوں کی راہ مل گئی ان کے خیال کو چاہتا ہوں دل کو لیکے نکل جاؤ نہیں کہیں اچھے مقام مل گئے اشکوں کو درد کو تاثیر کشتہ کی نگہ یا سس کر گئی کیا جذب شوق ہو کہ جو آیا دہر سے تیر تہی پاش پاش لاش کسی سو نہ اٹھ کی تدبیر سے نہ کھل سکی تقدیر کی گرہ نالہ بوجہ ضعف نہ تا عرش جاسکا احوال جو ٹھہرے گردن قاتل یہ روز حشر تنہا جو پاکے اپنے کو گھبرا گیا کبھی اتنا گراں ہوا کہ اٹھنا ہی عار تھا میں لاکھ بار اے غم جاناں گناہ نگار	ارمان قتل کا دل بسل میں رہ گیا ہنس کر نہ دل مرا کسی شکل میں رہ گیا لیلیٰ کا راز پردہ محل میں رہ گیا پریکاں کسی کے تیر کا کیا دلیں رہ گیا خالی مکاں پا کے مری دلیں رہ گیا نادان مچلکے کو چہ قاتل میں رہ گیا آنکھوں میں ٹھہرے وہ یہ مری دلیں رہ گیا یہ تیر چہ کے پہلوے قاتل میں رہ گیا ارمان بنو وہ ہی مرے دلیں رہ گیا میں قتل ہو کے کوچہ قاتل میں رہ گیا ناخن انک کے عقدہ شکل میں رہ گیا اتھک کر غریب حسرت منزل میں رہ گیا باقی لہو ہی کب تن بسل میں رہ گیا اگر خیال یا مرے دل میں رہ گیا اپنا وقار غیبر کی محفل میں رہ گیا قطرہ بھی گر لہو کا مری دلیں رہ گیا	

اب کیا سوائے درد مری دلیں رگیا
یا آنکھوں میں سا گیا یا دلیں رگیا
باقی نہ فرق سہل و قاتل میں رگیا
آخر کو تھک کر حسرت منزل میں رگیا
دل میرا پھنس کر طوق و سلاسل میں رگیا
ذکر اپنا چلکے یار کی محفل میں رگیا
کچھ آگیا زبانہ کچھ دل میں رو گیا
کبخت زعم دعویٰ باطل میں رگیا
پہنکر غریب کیا کسی مشکل میں رگیا
اک میری دلیں اک مہ کامل میں رگیا
ارمان مرتے مرتے ہی دل میں رگیا
داغ ستم تو دامن قاتل میں رگیا

ارمانوں کا تو خون کیا آکے یا س نے
آیا خیال پرودہ جو آنکھ خیال کو
قاتل کو بھی لٹا دیا سہل نے لوٹ کر
گم گشتگی بخت سے کی سینے راہ گم
گیسو کا عشق ہو گیا جنجال جان کو
ہم جاسکے آج تو کیا مل گئی خبر
اسطرح ڈرتے ڈرتے کہا ان سے مدعا
فرما دے بنا نہ کوئی کام عشق میں
یارب ہو خیر دیر ہوئی نامہ بر کو کیوں
اک زخم تیرے عشق کا اک لٹخ رشک کا
برائی جیسے جی نہ مری کوئی آرزو
دہبے لہو کے دہو نیسے گوشت گئے تمام

۶۰ اے عشق تیرا جذب تھا کامل تو بعد قتل
کس طرح نیچہ کف قاتل میں رگیا

میں کیا کہوں کہ کیا دل ناکام کر گیا
پہنچا امید وار شہادت مراد کو
ٹٹا لا تمام عمر یو نہیں محکمو یار نے
ساتی کے فیض سے زہ کوئی تشہ کام
مینہاتے میں اڑی خبر دخت رز سے آج
شیریں کا وصل کہیل نہ تہا دل لگی تھی

جس نے جھکایا سر نہ خدا کے ہی سامنے

میں اپنا دردِ محبت بتا نہیں سکتا
 یہ ہے یقین کہ اس بُت کو پا نہیں سکتا
 محالِ عشق میں ہے ضبطِ ناصح نادان
 وہ درد مند ہوں وہ سوگوارِ عشرت ہوں
 ہزار دل کا ہو مضبوط عاشقِ جانِ باز
 ہجومِ یاس سے دل بھر گیا ہو کچھ ایسا
 تمہاری تیغ سے کیا جان میں چراؤ گنگا
 سروزِ حشر بھی اٹھے گا پائمال تیرا
 عبت ہو دیدہ تر عشق میں تیرا رونا
 کسکے عشق میں مٹ کر کیا نمایاں کام
 نہ پگھلے سوزِ محبت سے دل جو عاشق کا
 کلیجہ چاہئے سننے کو عشق کی آفت
 معاملہ ہے عجب گو مگو محبت کا
 مزاج میرا وہ نازک ہو عاشقی میں ہی
 کرونگا نالوں سے کیا میں کیسی نیندِ جِرام
 پری ہو شعلہ جوالہ ہے جہلا دا ہے
 قضا بھی ملتی ہے ٹالو کسی کے اہوا ناصح
 معاملہ میں محبت کے وہ امین ہوں نہیں
 خزاں کے خوفِ دم بند ہو صبا کا بھی
 ہوا ہو مانعِ اظہارِ دردِ ضعف مرا

کلیجہ چیر کے ان کو دکھا نہیں سکتا
 مگر تلاش سے بھی باز نہیں سکتا
 جگر کے درد کو کوئی چہا نہیں سکتا
 کہ زخمِ دل ہی مرا مگر انہیں سکتا
 فراق یا رکا حد نہ اٹھا نہیں سکتا
 کہ اس میں اب کوئی اریاں سما نہیں سکتا
 نگاہِ ناز سے جب دل چہا نہیں سکتا
 کہ کوئی نقشِ قدم کو اٹھا نہیں سکتا
 جگر کی آگ یہ پانی بجھا نہیں سکتا
 ہمارے نام کو کوئی مٹا نہیں سکتا
 برنگِ شمع وہ آنسو بہا نہیں سکتا
 یہ چوٹ وہ ہو کہ ہر دل اٹھا نہیں سکتا
 میں اپنا حال کیسوں مٹا نہیں سکتا
 کسی کا غم نہ بچا اٹھا نہیں سکتا
 کہ محبتِ خفہ کو اپنے جگا نہیں سکتا
 اسے تو ہاتھ بھی کوئی لگا نہیں سکتا
 ادا یار سے دلیں بچا نہیں سکتا
 کہ زخمِ ہی مرا پانی چرا نہیں سکتا
 چمن میں غنچہ کوئی مسکرا نہیں سکتا
 کہ کوئی نالہ دل لب تک آ نہیں سکتا

میں اسکو اپنی محبت جتا نہیں سکتا جو چاہی تو بھی تو اسکو دیا نہیں سکتا وہ جان لیتا ہے لیکن جلتا نہیں سکتا ذرا سی بات کی اٹھا نہیں سکتا تمہاری بات کو کوئی اٹھا نہیں سکتا نگاہ شوق سے تجھ کو جپا نہیں سکتا	عدو سے مہر ہونام وفا سے چڑتا ہے ہزار فتونکاحی ایک فتنہ جوش شباب ستم ہی آتا ہے اسکو وفا نہیں آتی کچھ اس بلا کا ہونا رکھنا ج دل میرا بھلا کہو جسے تم وہ بُرا ہی اچھا ہے کوئی حجاب کوئی پردہ شوخ پردہ نشیں
---	--

۱۸

کسی کے حُسن نے سکھ بٹھا دیا ہو عشق
میں دل سے نقش محبت مٹا نہیں سکتا

۶۲

عشق سے زور کہہ سکا بھی نہ چلتے دیکھا
دل بیتاب کو پہلو سے نکلے دیکھا
خون مثل دھن زخم اُگلے دیکھا
محفل ناز سے اُنکے نہ نکلے دیکھا
ضعف سے تجھ کو جو پہلو نہ بدلتے دیکھا
شجر عشق کو بھی پھولتے پہلے دیکھا
زہراں موزوں نہ آج اُگلے دیکھا
سر عاشق سے کسی طرح نہ ملے دیکھا
تیرے بیمار وفا کرنے سنبھلے دیکھا
انکو چٹکی میں کوئی پھول جو ملے دیکھا
چٹکیاں لیکے کلیجہ ہی مسلتے دیکھا
نیت نیا ایک مکان انکو بدلتے دیکھا
صاف خورشید قیامت ہی نکلے دیکھا

یوہیں بیفائدہ ہر دل کو مچلتے دیکھا
آرزو تو کوئی عاشق کی نہ نکلی لیکن
بہر سفاک گوارا نہوا آنکھوں کو
آرزو بنے مرے دل کی عدو کو کسی دن
اسنے سمجھا کہ سکون عشق کی بیماریا کہ ہے
داغ سب پھول میں سب پھول کے پہل میں
کی رقیبوں نے شکایت مری اُنکی آگے
عشق گیسو بھی مگر کوئی بلا ہے اسکو
نہ لیا ہائے سنبھالا بھی کسی دن اسنے
خون حسرت دل زار کا پہلو میں ہوا
انے بڑبڑکھتے خیال انکا ستمگر اسکو
ٹہرے آنکھوں میں کبھی اور تصویر میں کبھی
یا کیا گھر سے مرے صبح شب وصل پہلا

بجلیاں آہ کی چمکانہ سسکائیں شربِ غم کام نکلانہ کوئی عشق میں آسانی نہ کچھ بھی حاصل نہوا عشق میں حسرت کو سوا جس ادا سے تری تاوار چلی مقتل میں	تنہ سے دل کو کسی کے جو دہلتے دیکھا دم ہی شکل میں شب وعدہ نکلتے دیکھا جسکو دیکھا کفِ افسوس ہی ملتے دیکھا اس نزاکت ہی پر ہی کو یہی نہ چلتے دیکھا
۶۳	جیسی آنکھیں مری فرقت میں اُٹھ آتی ہیں یوں نہ چشموں کو بھی اسی عشق اُبلتے دیکھا
سر سے اس زلف کا سودا نہ نکلتے دیکھا جب خفا ہو کے تجھے آنکھ بدلتے دیکھا درد و غم سیکڑوں آتی ہوئے دیکھو دلیس ایک دم کا فلک عریضہ آئینِ فردیا مدعا سے دل ناکام تو نکلا نہ کوئی تجھے خونخوار سوا ہیں تری آنکھیں قاتل ایک کا ایک کو ہی رشک تری محفل میں حالتِ غم مری جاتی ہے نہ کم ہوتی ہی چلتے فقرے تری کرتے ہیں مراد لٹکڑ بچہ وہ ادا میں ہیں نہ حور و نہ غلام کو وہ نا میں ہوں کیا چیز مرا تالہ ہی کس گنتی میں دیکھئے کتے ہیں کس طرح سے ایامِ فراق ہو گئی شور قیامت تری گنگر کی ہدا اک ناک سا نگینا لاکے رہا پیرِ فلک مندی ہاتھوں کی بنا اور کہی غارِ رخ	اسے عشاق کا سر لیکہ ہی ملتے دیکھا دم ہی عاشق کا مری جان نکلتے دیکھا دل سو لیکن کوئی ارمان نہ نکلتے دیکھا گرتے گرتے جو ذرا مجھ کو سنبھلتے دیکھا ساتھ فریاد کے دل ہی کو نکلتے دیکھا تیغ سے بڑے نظر کو تری چلتے دیکھا شمع کی طرح سے دیکھا جسے جلتے دیکھا اب زمانیکو بھی کروٹ نہ بدلتے دیکھا اس صفائی سے نہ خنجر کو بھی چلتے دیکھا باغِ فردوس میں دلکو نہ بھلتے دیکھا شورِ محشر سے بھی انکو نہ دہلتے دیکھا اب تو نالوں سے ہی دلکو نہ بھلتے دیکھا حشر اٹھا جو تجھے ناز سے چلتے دیکھا روزِ کجخت کو بہرِ واپس بدلتے دیکھا خون ہر رنگ میں عاشق کا اچھلتے دیکھا

۶۴	بات سے اپنی وہ جس طرح بدلجاتا ہے یوں زمانے کو نہ اسی عشق بدلتے دیکھا	۱۶
۶۵	عشق نظارہ رخ صاف کا آسان نہیں آنکھ کیا ٹھرے نظر کو بھی پھسلتے دیکھا	۱۹
دلو پیمان وفا سے نہ مکتے دیکھا ہر جگہ کام ترے تیر کو کرتے دیکھا	مرتے دم ہی اسے دم آپکا بہرتے دیکھا دلیں پہلو میں کلیجے میں اترتے دیکھا	

آگے آنکھوں میں بھی انکو نہ ٹہرتے دیکھا
 دیکھا جس دلکو تجھے یاد ہی کرتے دیکھا
 دشمنوں کو نہ ترے دل سے اُترتے دیکھا
 یہ وہ نشہ ہے کہ جسکو نہ اُترتے دیکھا
 تو سن ناز سے انکو نہ اُترتے دیکھا
 انکی تصویر کو پورا نہ اُترتے دیکھا
 بلبل زار کو فریاد ہی کرتے دیکھا
 مرنیوالے کو تو یوں کہکے نہ مرتے دیکھا
 اس میں ساتی کبھی صہبا کو نہ بہرتے دیکھا
 انکو تو ہاتھ بھی سینہ پہ نہ دہرتے دیکھا
 جسکو دیکھا رگِ جلاں میں ہی اُترتے دیکھا
 روزِ اکِ روپِ نیا چرخ کو بہرتے دیکھا
 کبھی اس ہوئے کمر کو نہ بکھرتے دیکھا
 جب دُراشک کو بے طح بکھرتے دیکھا
 آج کل انکو نہ بنتے نہ سنو رتے دیکھا
 چلتے جادو کو کسی نے ہی ٹہرتے دیکھا

شوخیوں نے شر و برق بنا رکھا ہے
 کونسی آنکھ ہے جسکو نہیں دیدار کا شوق
 بات تو میری ترے دل سے اُتر جاتی ہے
 سستی عشق سے بڑھ کر نہیں سستی کوئی
 کر کے پامال مری لاش کو بھی چین نہیں
 شوخیاں دیکھ کے ہزار کا نقشہ بگڑا
 ایک ہوا اسکے لئے صحنِ چین ہو کہ نفس
 میں جو کہتا ہوں کہ مرنے ہوں تو فرماتے ہیں
 نہیں معلوم کہ کس کام کا ہو خرمِ فلک
 نہیں معلوم کہ کس طرح اڑائے آگے دل
 غمِ دُناز میں ایک ایک سے بڑھ کر نشتر
 دوست بنتا ہے کبھی اور کبھی اپنا عدد
 فانیعِ ابدانی ہو کیا کش کش شانہ سے
 ہائے کیا کیا نہ جلا دل دم گر یہ میرا
 نہیں معلوم کہ کس کشتہ حسرت کا ہو سوگ
 شوخیوں سے انہیں دکا تو بگڑ کر بولے

۲۲

نہ تھا جوشِ مرے دیدہ ترکا ای عشق
 کبھی اس بھر کو چڑھ کر نہ اُترتے دیکھا

۶۶

سادہ رویاں فسوں کا پر مرنے دیکھا
 جیتے دیکھا اسو عالم میں نہ مرنے دیکھا
 آپکے دل سے نہ غیروں کو اُترتے دیکھا

دلکو دم عشق و محبت ہی کا بہرتے دیکھا
 دمِ تری عشق کا جس شخص کو بہرتے دیکھا
 ہر بلندی کو زمانے میں ہو پستی لازم

قہر خزاں میں غضب تیز لگا ہیں تیری
 جس طرح دلیں اتر آتی ہے تصویر تری
 گوئیہ یہ بھی ہو لیکن ترے گیسو کی طرح
 جس طرح بات سی اپنی وہ پلٹ جاتا ہے
 صرف اغیار ہی مجھے نہیں کرتے برہم
 درطہ بھر محبت ہے وہ طوفان فنا
 نہ رہی جو رستم کی کوئی حد ای قاتل
 آتے آتے مرو گھر بزمِ عدو میں پہنچا
 ہا کو جس راہ میں ٹھہرا گیا وعدہ کر کے
 دیکھ دیا سے آنکھیں نہ ہوئیں سیر اپنی
 خونما اور ندامت تو کجا قاتل کو
 حسن کا انکے نیا ہی یہ عروج اور زوال
 اے عجب دختر زکا تو کہن سالی میں
 یہ بھی کیا رنگ اڑایا ہے تری شوخی کا
 چہ طیر کی لینے لگانا خن غم رہ رہ کر
 چڑ گیا صبر مگر میرے پریشان دل کا
 بہر دیا لیکے نمک چارہ گردل نے مرے
 حور و جنت کی تمنا ہے پس مودن بھی

تیر بکر انہیں ہر دلیں اترتے دیکھا
 یوں پری کو بھی یہ شیشہ میں اترتے دیکھا
 اپنی قسمت کو بگڑ کر نہ سنو رتے دیکھا
 اس طرح کہہ کے کسی کو نہ مکر تے دیکھا
 کان اس شوخ کے زلفوں کو بھی بہتے دیکھا
 ڈوب کر کشتی دل کو نہ ابھرتے دیکھا
 آبِ خنجر کو تری سر سے گذرتے دیکھا
 شبِ عدو ہی اسی چال ہی کرتے دیکھا
 پہر نہ اس راہ سو ظالم کو گذرتے دیکھا
 ان بیالوں کو کسی طرح نہ بہرتے دیکھا
 سر مرا کاٹ کے احسان ہی دہرتے دیکھا
 چڑھ کے لفظ و نپہ کیلجے میں اترتے دیکھا
 نوجوانوں سے سوا رنگ نہ کرتے دیکھا
 دل مضطر کو نہ پہلو میں ٹھہرتے دیکھا
 جب ذرا زخم جگر کو مرے بہرتے دیکھا
 زلف پر پیچ کو انکی نہ سنو رتے دیکھا
 زخم کو جب کسی مرہم سے نہ بہرتے دیکھا
 خواہش دلو کسی وقت نہ مرتے دیکھا

مچکو تسکین خاک دیتا اور پڑمانے لگا
کن بلاؤ نہیں پہناتے اور انجھانے لگا
وہ کہی مچکو کہی میں اسکو سمجھانے لگا
بات اسکو اور ہی کچھ غیر سمجھانے لگا
رشتہ تقدیر کو جب ہم وہ سمجھانے لگا
کیوں وہاں سے ہر مری خط کا جواب آنی لگا
ہنسکے بول بھر پڑا ناگ یہ لانے لگا
توڑ کر بے درد میری دلکو بچھانے لگا
شوخیوں سے باز آیا اور شرمانے لگا
اگیا پاداش کا جب قت تھرانے لگا
بار بار پہلو سے اٹھا اور وہ جانے لگا
کیا غرض ایسی پڑی ہو اسکو کیوں آنی لگا
مچکو دعا عطا تیری باتوں میں مرا آنے لگا
کیا خرام ناز تیرا پاؤں پھیلانے لگا
تارے گن گنکر میں اپنی دلکو بھلانے لگا
آسمان تفرقہ انداز چکرانے لگا
مضطرب لہجلیاں نالوں سے چپکانے لگا

کر کے وعدہ غیر کے سر کی قسم کھانے لگا
کیا کہوں میں عشق کیسو مجھ پریشان حالکو
کون تہا دلکے سوا ہمدرد میرا رذر غم
میری خط کا تھا جدا مطلب شرارت مگر
ناخن تدبیر پر کیا کیا مجھے آئی ہنسی
جسکو خط لکھا ہو وہ نام خدا ہو لا جواب
باتوں باتوں میں جو چٹیری داستانِ دل
مفت ہاتھ آتی ہوئی دیکھی نہی حیر ہر
جانتاں تھی وہ ادا اسکی تو یہ ہر داستان
دیکھ کر روز جزا کو آنکھیں ظالم کی کہیں
رات بہر گزری منافق اور سمجھاتے مجھے
جان سے کوئی اگر جاتا ہو جانے شوق سے
لطف سے خالی نہیں کر شرابِ حورو خلہ
خاک میں مچکو ملا کر ہی تو بس کرتا نہیں
ہجر کی شب یاد میں اس غیرت مہتاب کی
دیکھ کر آپس میں میرا اور ان کا احتلاط
ہجر کی شب میری آنکھوں کو برستے دیکھ کر

۲۴

دیدہ دل میں مری آئے ہوئے انکا خیال
اک ادوی خاص سے اے عشق شرمانے لگا

۶۸

کیا مجھے نادان سمجھا ہو جو سمجھانے لگا
سچ تو یہ ہی عشق کا مچکو مرا آنے لگا

نامحسوس ہو وہ گو کیوں آگے سر کھانی لگا
جب منز اپنہ کھو کی دل مرا پانے لگا

دل چلکر سینکڑوں مجہر ستم ڈھانے لگا
 چٹکیاں لیکر کسی کا وعدہ تڑپانے لگا
 سکے اپنی حسن کا شہرہ وہ شرماتے لگا
 دل شبِ فرقت جو تنہائی سے گہرائے لگا
 نالہ و فریاد سے میں دلوں پہلانتے لگا
 کوچہ دلدار کی جب گہوا کہانے لگا
 بی وفا وہ ناز میں ہو دل نہ دیوانے لگا
 خونِ دل سہی لگا نحتِ جگر کہانے لگا
 میری سر پر ہاتھ رکھ کر جب قسم کہانے لگا
 پہول سا چہرہ مے گل و کامر جانے لگا
 چٹکیاں لیکے میری دلوں تڑپانے لگا
 مسکندہ پر آج ساتی ابر ہی چانے لگا
 ذخیر میری کہ پر میں ہوں میں آنے لگا
 یا رجب آیا تو میں ہی آپ میں آنے لگا
 کیا ہی بوسوں کیلئے دل میرا لہجائے لگا
 روز میری جان پر تازہ ستم ڈھانے لگا
 مج کو میری دلیں وہ جلوہ نظر آنے لگا
 اپنی ہی مطلب کی میری منہ سے کھوانے لگا
 عشقِ شرکاء میری دلیں چاؤنی چاؤنی لگا
 آبِ خنجرِ حلق میں سفاک ٹپکانے لگا
 جھکو تڑپانے جو آیا تہادہ ترسانے لگا

اٹھکے پہلو سے جو وہ آرام جاں جانی لگا
 یاسِ سنا کام دلوں کو جب قرار آنے لگا
 شرم ہی بڑھتی چلی ہو جوانی کی طرح
 یاد اس بد عہد کی بہر تسلی آگئی
 ہاتھ آیا خوب سامانِ تسلی سحر میں
 ہو چلی صحتِ دل بیمارِ فرقت کو مے
 عقل رہ رہ کر پیچھے سے کہہ رہی ہو عشق میں
 خوانِ بغاوت نہیں گویا بے تکلف غم ترا
 جوڑے وعدہ نکا ہی اسکا آگیا محبِ یقیں
 خطا جو نکلا آبِ یاری حسن کی جاتی رہی
 اسے بڑھ کر شوخِ دل آزار ہوا نکا خیال
 رنج و ممان آئے ہیں سمجھ رحمتِ انہیں
 میں تصدق کر کر اساتنی مرزہ ہو ذوق پائے
 ہو جو دھڑس عالم میں ذرے کی نمود
 پیاری پیاری انکی صورت جب مجھ کو آنی نظر
 اس ناکام سے سمجھے غلامی عشق میں
 طور پر ہی حضرت موسیٰؑ کو دیکھا نہیں
 کیا قیامت ہو زبردستی وہ روز باز پرس
 روز افزوں کاوشِ غم ہے الہی خیر ہو
 تشہِ کامل شہادت کو جو دیکھا جاں بلب
 کیا ستم ہے کہینچ کر تلوار قاتل رہ گیا

ہاتھ میں دشمن کے اس زلف رسا کو دیکھ کر
سانپ چھاتی پر مریاے عشق لہرائے لگا

گیسوے یار پریوں ہاتھ پڑی شانے کا
لکے ہو آج تو بس نام نہ لو جانے کا
رنگ جتنا نظر آتا نہیں میخانے کا
کہ یہی ایک طرفہ ہی اسے پاتے کا
ہمت ایدل کہ نہیں دقت یہ گہرائے کا
کہ یہ مضمون تڑپنے کا ہر تڑپانے کا
شوخیو نکا ہی یہ انداز وہ شرمائے کا
قل صراحی کا ہوا خاتمہ پیمانے کا
راستہ رند نہیں بھولتے میخانے کا
تو نے اتنی قیس کیا کام یہ دیوانے کا
کام ساتی کی نظر کرتی ہو پیمانے کا
آجکل رنگ ہی کچھ اور ہو میخانے کا
تیرا دل ہو کہ یہ پتھر کسی تنہا نے کا
یہ طرفہ ہی نیا ہے مری تڑپانے کا
ظرف ایسا نہیں دیکھا کسی پیمانے کا
کیا بزمائے کوئی آپ کے فرمانے کا
یہ وہ آزار ہی مر کر بھی نہیں جانے کا
اعتبار آئے تو کیا آخری قسم کھانے کا
سجدہ اسطرح ادا ہو گیا شکرانے کا

مجھے مشاطہ یہ دیکھا تو نہیں جانے کا
ہو رہو غیر کے یا ہو رہو میرے صاحب
صدق اس حشم مسیت کے اسکے آگے
کھوے وہ آپکو ہو جسکو تلاش جاناں
امتحان ہے مری سفاک کو منظور ترا
سننے ذکر دل بیتاب کہی تو ہم سے
منہ چھپا لیتے ہیں وہ مجھے لڑا کر آنکھیں
شیخ جی آپکا میخانہ میں آیا ہے قدم
منت خضر بلا انکی اٹھائے زاہد
سوئے صحرا جو گیا چوڑے کوئے لیدا
جسپہ پڑ جاتی ہے بدست بنا دیتی ہو
زندہ بدست ہیں گنگوڑ گٹاپ جاتی ہو
میر و نالوں سے کسی دن نہ پسچا ظالم
بوسہ آپا پنا لیا کرتی ہیں آئینہ میں وہ
ولیں انسان کے ساتی ہو خدائی سا
کر دی گنتی ہو کہیں بات لب شیریں کی
سعی بے سود ہو سب چارہ گر عشق تری
آج تک ایک ہی وعدہ نہ ہوا نکاد فا
دیکھ کر تیغ خمیدہ کو جبکا سر میرا

بے نیکی کے بدی مجھ کو ملی یا قسمت
شعلہ کتے ہیں جسو اہل میں شعلہ نہیں وہ
مال اپنا ہی سمجھ لیتے ہیں ہزد لکو حسین
سکے واعظ سے قیامت کا بیان دل ڈکھا
کڑیاں زنجیر محبت کی قیامت ڈھاتیں

مستی ٹہرا ہوں دل دیکے منرا پانے کا
گردن شمع پہ یہ خون ہے پروانے کا
کچھ بچا انا کو ہو اپنے کا نہ بیگانے کا
ایک ٹکڑا ہی شب غم کے یہ افسانے کا
پاؤں ہوتا نہ اگر بیچ میں دیوانے کا

۳۵

گالیاں سن تو چکا دیکے دعائیں انکو
شوق کیا اب بھی ہو اے عشق صلا پانے کا

۷۰

شاہد سجدہ بت داغ ہے پیشانی کا
ریشک ہو یا مرا یوسف کنگانی کا
خاک دعویٰ کرے اب کوئی مسلمانی کا
جوش غم میں مری دلکا ہے خدا ہی حافظ
تیری تلوار ہے یا نہ فرات ای قاتل
طاہر قبلہ نما میں ہے فرشتے کی صفات
زلف پر بیچ کو کیا جاتے ہی سودا کسکا
کر سکا ظلم کا شکوہ نہ دم پر ستر حشر
مردم چشم نہ بجا میں کہیں ڈرتا ہوں
چشم بر راہ ہوں وعدے کسی کا شب
زخم کمانی کو ہیں پیڑ کو ہے آب خنجر
نہیں معلوم کہ کیا خضر کی حالت ہوگی
وکیکر جلوہ رخ نقش بدوار بنا
خضر و ایاس سب ہی کوئی جو بچے تو نہیں

دعویٰ کس منہ سے کروں عشق مسلمانی کا
نقش اول سے سوا حسن ہو اس ثانی کا
کہ وہ کافر ہے عدو جو ہر ایمانی کا
نا خدا کون ہو گشتی طوفانی کا
تشہ کاموں کو تو قطرہ نہ ملا پانی کا
فکر دانے کی ہی کچھ اسکو نہ خم پانی کا
حال ملتا نہیں کچھ اسکی پریشانی کا
آگیا مجھ کو خیال ان کی پریشانی کا
ہو یہی زور اگر اشک کی طغیانی کا
عشق میں کام کی جاتا ہوں دریائی کا
کوئے قاتل میں یہ سامان ہو مٹانی کا
ہم سے دودن نہ اٹھا بوجھ کراں جانی کا
آئینہ ہے تراشا ہد مری حیرانی کا
کچھ بہر وسا نہیں اس زندگی فانی کا

چلکیا دار مگر دیدہ قسربانی کا
پیش آیا دہی لکھا تھا جو پیشانی کا
سجدہ اس در کا مگر فرض ہو پیشانی کا
ہو گیا خون جگر لعل بدخشی کا
اسطرف دیکھ کر رخ رحمت یزدانی کا
غم کمی کا ہے نہ ارمان فراوانی کا
رہ گیا پردہ مرے جسم کی عریانی کا
دل ناواں سے ہوا کام یہ نادانی کا
حکم رکھتی ہوئے ناب یہاں پانی کا
حال پوچھیں نہ مرے دنگی پریشانی کا

مرونی چائی ہوئی ہے رخ جلا دیہ آج
پیش تقدیر سے تدبیر کی ایدل نہ گئی
خود بخود کیوں سر تسلیم جھکا جاتا ہے
دیکھ کر سرخی بان لب پہ ترے غیر سے
ہو گیا جھٹ سونگہ گاروں میں شامل نہ ہد
مرد قانع ہوں مقدر پہ ہوں شاکر محکو
دامن خاک کو اللہ سلامت رکھے
جان اس دشمن بیاں پہ نکرئی تھی فدا
صرف پتیری نہیں غسل بھی کرتے ہیں ہم
آپکی زلف کی مانند ہے قصہ یہ دراز

۲۱

نکتہ رس داغ ہیں باقی یہ سخن فہم امیر
اٹھے اب خاک مرہ عشق غر بخوانی کا

۷۱

لٹنے کا عمر بھر تجھے ارمان ہی رہا
میں چاہ کر بتوں کو پشیمان ہی رہا
آئی نہ عقل دلو یہ نادان ہی رہا
وہ مین بان رہا نہ وہ مہمان ہی رہا
اب ہم ہی وہ رہی نہ وہ سامان ہی رہا
مانند زلف یار پریشان ہی رہا
مجموعہ حواس پریشان ہی رہا
کافر ہی میں رہا نہ مسلمان ہی رہا
ہر وقت جوش عشق کا طوفان ہی رہا

وعدوں سے اپنے یار پشیمان ہی رہا
دیکھے معاملہ میں تو نقصان ہی رہا
اس بیوفا پہ جان سے قربان ہی رہا
تھی میرے دل کو دم سے مدارات درد عشق
دور گزشتہ خواب فراموش ہو گیا
ذولیدہ نجات اپنا نہ سلجھا کسی طرح
ہمتو نہ عاشقی میں ہوئے مطمئن کہی
دونوں طرف سوتیری محبت کی کھودیا
رہ رہ کے یاد یار میں بہر آیا دل مرا

اب دین ہی رہا نہ کچھ ایمان ہی رہا ہر ایک کام عشق میں آسان ہی رہا ہر وقت دل ہمارا پرستان ہی رہا جہنگ رہا جہان میں مہمان ہی رہا سر پر سوار آپ کے شیطان ہی رہا رستم ہی رہ گیا نہ نریمان ہی رہا مجنوں کے عہد میں بھی یہ ویران ہی رہا میں آکے ہوش میں بھی بدو اسان ہی رہا دل ہی رہا نہ تیر کا پیکان ہی رہا تو وہ کہ ایسے وقت بھی انجان ہی رہا مانند مار گنج نگہبان ہی رہا	کلمہ اسی کا پڑھتے ہیں دلدادہ جسے ہیں کچھ دلو آتے جانکو جاتے ہوئی نہ دیر انشر سے ہجوم خیال پر ہی رھاں سمجھانہ ایک چیز کو بھی مینے اپنی ملک منت سے عاجزی سے نہ غصہ فرو ہوا دست قضا سے کوئی سلامت بچا نہیں دشمن جنوں کسی سے نہ آباد ہو سکا انشر سے پیوندی محبت کہ روز حشر وہ جگلیا یہ گل گیا کیا سوز عشق ہے میں وہ نہ مرتے مرتے ہی بھولا ترا خیا مسک نہ اپنوال کو بھی خرچ کر سکا
---	--

۲۰	ننگا بنا دیا مجھے جوش جنوں نے عشق	۷۲
دامن ہی رہ گیا نہ گریبان ہی رہا		

ہے شکر کی جگہ مرا ایمان رہ گیا افسوس دل کا دل ہی میں ارمان رہ گیا کل دیکھیں کیا ہوا جکا پیمان رہ گیا کیا اور میرے پاس میر جان رہ گیا کوئی نہ کوئی یار کا پیکان رہ گیا مشکل کا کام ہو کے جو آسان رہ گیا گردن پہ تیغ یار کا احسان رہ گیا نکلا جو دل سے تیر تو پیکان رہ گیا	دل دیکھے ہی توں کو مسلمان رہ گیا ہوتا تھا آج وصل کا پیمان رہ گیا گہر میرے آتے آتے وہ مہمان رہ گیا دل تنہا لیلیا مرا ایمان ہی دین بھی بیوجہ تو نہیں یہ غلش دل کی چارہ گر ہمت تے کی کمی کہ مقدر نے کو ہی سر ہی ٹٹا کے میں نہ سبکدوش ہو سکا اس ہمت جذبہ شوق تھا اس ہمت چارہ گر
---	--

جا کر کہاں یہ جان نہ پہچان رہ گیا
کیا اب بھی میری دلیں یہ مہمان رہ گیا
مالک ہی بننے گھر کا یہ مہمان رہ گیا
امید ہی میں میں ترے قربان رہ گیا
دو چار دن کے واسطے مہمان رہ گیا
محروم لطف زیت سے نادان رہ گیا
کبخت کو یار میں دربان رہ گیا
اپنا سالیکے منہ یہ نگہبان رہ گیا
انکے ہمارے بچ میں قرآن رہ گیا
غافل اجل سے اپنی ہر انسان رہ گیا
نام کا ان کے بس یہی عنوان رہ گیا

دلکو علاقہ زلف شکن دیرکن سے کیا
دت ہوئی ہے آئے ہوئے در عشق کو
نگلانا میری دل سے کبھی آ کے غم ترا
آیا نہ تیرا تیر ہی آنے کے نام سے
دنیا ہے وہ مقام کہ ہر رہ رو عدم
سوداے حور و خلد میں زاہد کی کوئی عمر
اپنی نکالے جانیسے بڑا گھر ہے اسکا غم
پردی سے چشم شوخ کسیدن نہ رک سکی
پیمان کے بعد بھی نہ میسر ہوا وصال
دور روزہ زندگی تے رکھا وہ سبز باغ
تحریر لطف میں بھی ہیں مضمون عتاب کے

۱۷

ڈالا اجل تے آ کے یہ امی عشق تفرقہ
ہم حل دے جہان سے سامان رہ گیا

۷۳

کہ ہر حجاب میں ہو رنگ خود نمائی کا
بتوں کا حسن ہو آئینہ خود نمائی کا
نیا طریقہ ہے یہ انکی درباری کا
پڑا وبال یہ زاہد پہ پارسائی کا
یہ بات سچ ہو زمانہ نہیں بھلائی کا
خیال بڑی رو بالی میں بھی رہائی کا
نہیں خیال کسی کو بھی پارسائی کا
نہ بوجھ اٹھیکار نہ دوسرے پارسائی کا

ڈوبو یا نام ہی دریا کی آشنائی کا
عیان ہو جلوہ نہ کیوں شان کبریا کی کا
سوال منہ کو چپا کر ہے رونمائی کا
غور زہد تے محروم رکھا رحمت سے
بے کی کہہ کے بُرا لکھے پاس ٹھہرا ہوں
تفسیر تنگ ہوں تڑپا رہا ہوں دلکو مری
بہار تو بہ شکن کا ہی دور سپر مغاں
یہ لوگ تاک کے زاہد ہیں سایہ پروردہ

ہر ایک آبلہ دل مرا یہ کہتا ہے
 رخصتے یار میں اپنی کو کر چکا ہوں فنا
 بقدر ظرف ہوں یہ مغال سو سائل نے
 کہی تو دیر میں ٹھہرا کہی حرم میں رہا
 پتا لگائے تو کیونکر لگے سیک اجل
 خیال دوہم سے باہر چٹو لگی اسکی
 چہا جو پاؤں میں کاٹا وہ دلیں بیٹھ گیا
 عجیب بند محبت ہوا اسکے قیدی کو

جباب میں بھی ہوں دریا کی آشنائی کا
 خوشی وصال کی جانوں نے غم جدائی کا
 فلک ہر نام مرے کا سہ گدائی کا
 پہاڑ ہا ہے مجھے شوق جبہ سائی کا
 کہ کہا گیا ہے مجھے غم تری جدائی کا
 ملانہ راستہ ادراک کو رسائی کا
 مزار جوش جنوں میں برہنہ پائی کا
 خیال عمر بھر آتا نہیں رہائی کا

۷۴ کہانیاں کہیں کوئی ہاتھ پاؤں مارے عشق
 ۱۸ نہیں کنارہ ہی دریاے آشنائی کا

اگر بتوں نے بھی دعویٰ کیا خدائی کا
 خیال آئے تو کیا آئے پار سائی کا
 بہار تو بہ شکنجہ یاد آتی ہے
 غم وصال کو اٹھنے لگے تصور سے
 ہماری نقش پہ وہ تعزیت کر دیں
 ملا کے خاک میں محکمو نکال دلا غبار
 جناب خضر سے بڑا ہر کہہ محبت میں
 نہ آیا جوش محبت میں میرے دل کو کہی
 ملاپ کا ہے ارادہ تو آؤ دل سے ملو
 جو رکھی سینہ پہ ٹھنڈک پڑی کلجے میں
 نہ ایک بات بھی کی ہم سے آج تک سینہ ہی

تو یہ بھی رنگ ہو اک اسکی کبریا کی کا
 مجھے پسند نہیں شیوہ خود شنائی کا
 کسی سے نام جو سنتا ہوں پار سائی کا
 ہمیں ملال ذرا بھی نہیں جدائی کا
 لگاتے آئے ہیں الزام بیوفائی کا
 لگا دے ہاتھ شکر کوئی صفائی کا
 کیا ہے دلتے مرے کام بہنائی کا
 خیال اپنی بہنائی کا یا برائی کا
 لڑاؤ آنکھیں اگر قصد ہے لڑائی کا
 اثر تو دیکھئے اسکی کف خانی کا
 عجیب رنگ ہو ظالم کی گنج ادا کی کا

بہت قتل کو ہم ایسے نیم جانوں کے جو قرص نہر کو دیکھا تو ہو گیا روشن نگاہ یار کو عاشق سے دیکھ کر ٹیڑھی یہ شوق وصل سے کہتی ہر ناز کی انکی نظر پڑا کوئی اس دور میں نہ شیخ ایسا گناہ نگاروں کی قیمت تو دیکھ اسی زاہد	پچکنا بوجھ سے خنجر کے اس کلائی کا ہے آسمان پہ چلن سکے طلائی کا فلک نے سیکھ لیا شیوہ کج ادائی کا ٹھٹھ نہیں دم ٹبھ میں ہا تا پائی کا جو رہن مرنے کے خرقہ پار سائی کا کہ حکم عام ہے رحمت کو بیٹھوائی کا
--	---

۱۵	بتاؤں نام و نشان اپنا کیا کسی کو عشق تباہ حال ہوں آوارہ ہوں خدائی کا	۷۵
----	---	----

سوک میں دیکو رہا جان کو ماتم میں رہا کچھ عجب غم کا سماں ماہ محرم میں رہا بیخ شادی میں رہا اور طرب غم میں رہا ترو تازہ رہا وہ پہول جو شبنم میں رہا عمر بہر میں اسی حسرت میں اسی غم میں رہا دست دلدار میں یا کیسوی پر خم میں رہا ایک مدت جو قح لیس بنا ہم میں رہا عشق کا جوش و خروش اب وہ کہاں ہم میں رہا جاں بلبا ہی عمل عیسیٰ مریم میں رہا داغ عصیاں بھی کہیں امین مریم میں رہا دستا لعر عدد میرا مرے غم میں رہا کہ اثر سودہ الماس کا مرہم میں رہا آج تک قفل نہ دروازہ حاتم میں رہا	عمر بہر عشق کے ہاتھوں میں عجب غم میں رہا محو ہر ایک بشر شاہ کے ماتم میں رہا طرفہ تر عالم امکاں کی دورنگی دیکھی داغ دہلکی ہوئے کیوں گریہ حرام سے بہا رہا نہوا وصل کسی روز میت سے انکا عیوض سینہ پہلو دل و دیوانہ مرا زہد کی آج وہی شیخ لیا کرتا ہے کر دیا عالم پیری نے نکما سے دل آشنا نام دوا سے نہیں بیمار وفا دختر زکو لکائے گا کوئی کیا تہمت بعد میرے ہوئی ہر ایک سے انکو نفرت زخم میرا کسی تدبیر سے اچھا نہوا بندیخانہ ہی کیوں پیر مغاں خیر تو ہے
--	--

محل مایں اغیار کی شرکت تھی عذاب جور و نوازش و عشق و محبت کا ہی قول وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور اجل ہی تھی کٹری ہم بہت اسکو بھی سمجھا کئے جب تک لیل جام اس نزم میں خنداں ہی صراحی گریاں	میں جو جنت میں رہا بھی تو جہنم میں رہا لطف کچھ باوہ کوثر میں نہ زفرم میں رہا میں دم نزع عجب کٹکش دم میں رہا کچھ لگاؤٹ کا انرا اس نگہ کم میں رہا ربط اس نگ میں ہی شادی و ماتم میں رہا
۱۲	۷۶ زندگی موت سے بدتر تھی شب غم ای عشق میں پوجتیا بھی رہا نزع کے عالم میں رہا
وہ بے نیاز ہے مخار ہے زمانے کا وہ محو ہے دل پر درد کے اترانے کا تو وہ کریم ہے دیتا ہے سکو بے مانگے وہ سنگے درد مرے دلکا لوٹ لوٹ گئے غرض نہیں کوئی دیر و حرم سے عاشق کو بہرا ہی یاس کے داغوں میں آرزو کا لہو مری ہی شاخ نشین ہے اسکو گرنا تھا وہ صید ہوں کہ فری سے نفس میں بیٹھا ہوں نواب بیٹھے بٹھائے کہا لیا ہم نے چمن میں بند ہو دم عند لیب کا ہدم کسی کا حسن تھا جو لانیوں پہ پہلے سے	سر نیاز ہے وقف اسکے آستانے کا نیا ہے رنگ مری عشق کو فسانے کا ہو انہ بند کبھی در ترے خزانے کا جگر میں چھپ گیا ہر حرف اس فسانے کا بس ایک فرض ہی سجدہ اس آستانے کا نمونہ گوشہ دل ہے نگار خانے کا بجائے برق سے تنکا ہی آشیانے کا نہ فکر باغ کی ہو غم نہ آشیانے کا دکھا کے شیخ کو رستہ شراب خانے کا سنبے جو شور دل زار کے ترانے کا کیا شایبے کام اس پہ تازیانے کا
۱۹	۷۷ شریف پست ہیں لیتے ہیں دون کی ازل کچھ اور رنگ ہی اسے عشق اب زمانے کا
۱۹	۷۷ فائدہ کیا جو کوئی روضہ رضواں میں رہا ہی مزار کے اگر کوچہ جاناں میں رہا

مر کے ہی میں اسی حسرت ہی مارا نہیں رہا
 چین سے میں نہ کبھی عالم امکان میں رہا
 فائدہ کیا جو تک تیرے نکداں میں رہا
 میں گلستا نہیں رہا ہی تو بیا با نہیں رہا
 لعل معدن میں نہ گوہر کوئی عیا نہیں رہا
 اسی جنوں تار ہی باقی نہ گریبا نہیں رہا
 لالہ ہوا ہوا ہوا ہر وقت بیا باں میں رہا
 فرق کچھ ہی نہ بہن میں مسلمانیں رہا
 خار صحرا میں رہا پھول گلستا نہیں رہا
 ایک ہنگامہ بیا کو چہ جاناں میں رہا
 میں پریشاں سر زلف پریشا نہیں رہا
 کبھی مٹھی میں کبھی زلف حسینا نہیں رہا
 زلف شبگوں میں رہا عارض خشنا نہیں رہا
 دل یوں اپنا بندھا گوشہ دانا نہیں رہا
 خار حسرت کو سوا کیا دل دیرا نہیں رہا
 گوہر اشک ال دامن مٹر گانیں رہا
 نکلا جب آنکھ سے یہ دامن مٹر گانیں رہا

ولسے نکلی نہ تمناے وصال جاناں
 اک نہ اک جانیر آفت رہی دلیر صدمہ
 بزم اہیں دہن زخم چیر کہے قاتل
 خاک بڑا کھل ولاہ سے ہوتی تفریح
 اہل جوہر کو غریب الوطنی ہے لازم
 بچے اب جھاڑ گویں پیچھے پڑا ہی میرے
 آنکھیں مخبونی نہ باز آئیں لہور و نیسے
 کتبہ دیر میں پتھر کے سوا خاک نہیں
 جو جگہ جگہ ملی اسکے میں لائق ٹھہرا
 وعدہ دیدہ مشتاقوں کا اللہ سے ہجوم
 کنگھی چوٹی میں گرفتار رہا بنوہ شوخ
 ملنے خوب ٹھکانے دل شیدا کو مرے
 جلوہ گر حسن شب روز خدا کی قدرت
 وعدہ کیا بھول گئی اسکو بھی وہ بھول گئے
 بھول ارباب کی جتنے تھے وہ سب سوکھ گئے
 آبرو دیدہ عاشق کی ہوا ایل جتک
 ضبط از روک یا طفل مرشد غم کو

کوئی جگر اہی ہو گا رخ و گیسو کو سبب

۱۶

رہا اسی عشق جو ہندو مسلمانیں رہا

۷۸

جان خنجر میں رہی دل مرا پیکانیں رہا
 کوئی محتاج نہ عہد شہ عثمان میں رہا

جو کچھ ایسا سر ابرو و مٹر گانیں رہا
 ہن رستم میں کہن میں یہ قولہ سچ ہی

یار ہی دور نہ مجھے شب ہجر نہیں رہا
 ضبط کرتا رہا جب تک مری امکا نہیں رہا
 نام سے گل کے نہ تنکا ہی گلستا نہیں رہا
 قیس دیوانہ تھا جو جا کر سیاہاں میں رہا
 خار سے گل نہ جدا کوئی گلستاں میں رہا
 میں عجب کش گہر دمسلاں میں رہا
 ہمت تو سمجھے تھی نہ کچھ ہی دل یرا نہیں رہا
 معدن لعل و گہر دامن خراگاہیں رہا
 اُسو افسوس ہو کہتا ہو کہ نقصا نہیں رہا
 میری آنکھوں میں تصویریں دل جانیں رہا
 چار دن کیسے فکر سر و ساما نہیں رہا
 یار سچا نہ کسی قول میں پیمانیں رہا
 نور کا نام نہ پر شمع شبستاں میں رہا

خواب آنکھوں سے جدا دل سے جدا تھا آرام
 کیا سنوں تیری کہ قابو نہیں دلیر نام
 دست بید او خزاں فردہ ستم توڑا ہے
 کوچہ یار سے عاشق ہی کہیں جاتا ہے
 نیش اور نوش زمانیں ہم ہیں ایدل
 زلف ادھر پہنچتی تھی دلکو ادھر عارض یا
 کاوش غم سے ہوا گنج محبت پیدا
 اشک کیساتھ نکل آئے جگر کے ٹکڑے
 ایک بوسہ کی حیوض لیکے متاع دل جان
 حن کا ہو یہ صرف کہ ترا ایک خیال
 آدمی سو کوئی بڑبکر نہیں دنیا کا حل
 ابھی کہتا ہو ابھی صاف مگر جاتا ہے
 رو کی روشن سے نقابا بنی جو اسنے الٹی

۱۷

فرق کچھ رتبہ یوسف میں نہ آیا امی عشق

۷۹

خواہ کنتا نہیں رہا خواہ وہ زندا نہیں رہا

یو نہیں مجھ کو سفاک ٹالا کیا
 شب غم نے منہ اپنا کالاکیا
 وہ دشمن کو پہلو میں پالا کیا
 خدا نے ہی منہ اسکا کالاکیا
 بڑی دیر تک دیکھا بھالا کیا
 بخار اپنے دلکا نکالا کیا

نیا روز حیلہ جوالا کیا
 نمودار صبح سہرت ہوئی
 محبت کو دی جسے دل میں جگہ
 زباں تجھے سوسن لڑاے گی کیا
 مری جنس دلکو وہ بت شوق سو
 وہ ہر روز دیکر مجھے گالیاں

دہان اجل کا نوالا کیا صراحی کو توڑا سپا لاکیا اسے شوق کیا کیا اچھلا کیا جو تنکا تھا اسکو بھی بہالا کیا مجھے غم نے اپنا نوالا کیا خدا نے تجھے دینے والا کیا خدا نے ترا بول بالا کیا نہ فریاد ہی کی نہ نالا کیا پھپھو لے مرعہ دل میں ڈالا کیا ہوس اپنے دلکی نکالا کیا	جو ہستی میں آیا قضا نے اسے نہیں مست بھی جم سے کم ساقیا بڑا ہاتوں جوش محبت میں دل بڑا ہائی محبت نے دلکی خلش اجل رہ گئی لیکے اپنا سامنہ نہ سائل سے منعم کہی ہاتھ کھینچ ملائیں نہ کیوں ہا نہیں ہاں سب سب ستم آنکھے چپ چاپ ہم سہ گئے سوا سوز الفت سے رشکِ عدد ترے عشق کا بہر کے دم غیر ہی
۱۷	۸۰ ہمیشہ مضامین برجستہ عشق طبیعت کے سانچے میں ڈالا کیا
زندگی سے ہی دل و داس ہوا ایک سو ایک ناسپاس ہوا محبو میرا علاجِ راس ہوا تکبودِ دشمن کا اتنا پاس ہوا شیبہ ٹوٹا اگر گلاس ہوا کچھ نہیں دلیں گہراں ہوا ہوش آتے ہی بدحواس ہوا دل مقامِ امید و یاس ہوا آج کوئی نہ اپنے پاس ہوا	دل لگانا مجھے نہ راس ہوا وہ ہوا غیر بداساس ہوا زہرِ کما کر بچا میں فرقت سے ہم سے بھی دور دور رہنے لگے بزمِ مے کو نہیں شکست کا غم شرطِ مردانگی ہے الفت میں آنکھ کھلتے ہی میں ہوا عاشق وعدہ اس شوخ بیوفانے کیا حیف صد حیف مرگ تنہائی

امتحانِ وفا میں پاس ہوا دورِ دل سے مری ہر اس ہوا حسنِ رخ پانچ سے پچاس ہوا حیف گر تنگ یہ لباس ہوا مدتوں میں اداس ہوا ٹھیک آخر مرا قیاس ہوا اگر یہ آخر اُچڑ کے پاس ہوا	شکر ہے جان دیکے دل میرا شوق نے عاشقی میں ہی مہمت بنگیا صفرا نکا نقطہ خال جامہ زندگی ملا ہے مجھے دل دیوانہ نازِ نینوں کا لیکے دل اس نے یوفائی کی مرٹیں دل کی آرزو میں سب
۲۸	۸۱
اک پہل نہیں باغ میں اس رنگ بو کا خبر کو پڑا ہے جو فرد میرے لہو کا ہر بار خطا کر گیا ہر مرتبہ چو کا شوخی سے سرشربہ ہی سفاک نہ چو کا پریا ساری دیدار کا ہے وصل کا بھوکا جو شہر تھا آباد وہ میدان ہے ہو کا آئی ترے منہ پر ہی نہ نادان ترا تھوکا کہا کر جو کبھی پان مرے یار تو تھوکا اس تشک پر ہی کوہِ بہت پاس عدو کا نقشہ نظر آیا مجھے سرِ ولب جو کا دل اپنی شرارت سے کسی وقت نہ چو کا غصہ جو چڑھا اور ہوا لال بھبو کا	ہر اور ہی انداز ترے روئے نکو کا رہ رہے نکل پڑتا ہر قاتل کی کمر سے بیٹھانہ نشانے پہ کوئی تیسرہ ہمارا تھو پاتے مرے قتل کا الزام قصا پر لے کچھ تو خبر عاشقِ برباب و قواں کی کی خانہ خرابی یہ ترے جور نے ظالم ذی رتبہ کی تحقیر ہے ذلت کی نشانی دھوکا گل ترکا ہوا بلبل کو چین میں سایہ سے مری دور نہ بھاگے تو کرے کیا رونے میں بند ہا قامتِ بالا کا قصو ہر بعد ہنسنا مجھے اک آفت نو میں گل رنگ گل اندام تھا پہلے سے وہ کلرو

شاگرد ہوں استاد کا چلیہ ہوں گردو کا
 باقی نہ زنگل ہی نہ اب نام نمو کا
 میں دیکھنے والا ہوں جو اس آئینہ رو کا
 اسی چارہ گراس شیخ پر پرو کا شلو کا
 گر نمی کا جلا ہوں نہ میں مارا ہوا لو کا
 اس سوز محبت کو الہی لگے لو کا
 چھوٹیکانہ دامن سے ترے داغ لہو کا
 یاد آتا ہے جب ٹوٹنا زاہد کرد و ضو کا
 شادی کر عیوض غم ہو مجھے مرگ عدو کا
 دیکھ آج ذرا حوصلہ ارمان گلو کا
 ہو جاے پیالی کی جگہ حکم سبو کا
 آسان نہیں عشق بت عہدہ جو کا
 مضمون دہن میں جو کیا قصد غلو کا
 ہو عہد شباب اور زمانہ ہی نمو کا
 رہتا نہ کسی طرح تری وصل کا بھوکا

کیوں ظاہر و باطن کے نہو علم کا چسکا
 شاخیں ہوں بزرگ نوا جو خزاں سو
 خود بین و خود آرا مجھے کہتا ہے زمانہ
 پہاڑے کی عیوض رکھ دی مرے زخم جگر پر
 پھونکا ہو تری آتش غم نے مجھے ایشوخ
 جی جلتا ہو آگ سر اپا میں لگی ہے
 وہ زنگ نہیں یہ جی دھو ڈالنے قاتل
 ہنس بڑا ہیں سر کو لگ شیشہ کا قلع کش
 سوگ انکا کسی طرح سے دیکھا نہیں جانا
 دل کھول کے مل شوق سے اسے خنجر قاتل
 سائل ہوں ساقی تری سرکار بڑی ہی
 کیوں شامتیں آئی ہیں سنبل ایدل ناداں
 مطلب ہی ہوا فوت یہ چپ لگ گئی محکوب
 وہ شوخ پرزادہ کیوں ڈھاکے قیامت
 پہلے ہی قسم عشق کی کہا لیتا اگر میں

۲۶	منت کش دوناں نہیں ذی مرتبہ ای عشق محتاج ہو کیا دامن گسار رفو کا	۸۲
حشر طرز خرام ہے گویا نئے گلگوں کا جام ہے گویا تیغ یہ بے نیام ہے گویا یہی انکا سلام ہے گویا	فتنہ اس بت کا نام ہے گویا دل پر خوں ہی عشق ساقی میں نہیں رکتی کہیں زباں انکی پیر لیتے ہیں دیکھ کر مجھے منہ	

ضبط سے لڑ رہا ہوں عشق میں کام
 عشق میں جانکا فتنہ کرنا
 صبح گر عارض منور ہے
 دیکھے دل درد مول لیتا ہے
 نہیں قابو فلک پہ کچھ اپنا
 فلک پیر ہی ہے زوروں پر
 رنگ لایا نہیں وہ سیبِ ذقن
 جلوہ فرما ہے کوئی کوٹھے پر
 ایک ہی رنگ میں ہیں زندہ و خنک
 گروش چرخ پاس زندوں کے
 جلوہ مہر یہ شفق میں نہیں
 مرغ دل کیوں پہنٹے نہ عاشق کا
 ولولہ عشق کا نہیں جس میں
 اسکے ہاتھ نہیں ہے یہ کٹ پتلی
 انکا بلوانا بے غرض تو نہیں
 حور کچھ ہی نہیں ترے آگے
 یاد سے تیری میں نہیں غافل
 زندہ سب مقتدی ہیں پیرِ معال
 دل نہ پہلے تو باغِ جنت ہی
 چاندنی پر وہ مہر ہے جلوہ نما

دلکی یہ روک تھام ہے گویا
 دلکا اک فرض کام ہے گویا
 گیسو سے یار شام ہے گویا
 یہی عاشق کا کام ہے گویا
 اٹھب بد لگام ہے گویا
 رستم و زال و سام ہے گویا
 پہل ابھی تک یہ خام ہے گویا
 آج دیدار عام ہے گویا
 فیض ساتی کا عام ہے گویا
 ساقیا دور جام ہے گویا
 وہ رنج لالہ فام ہے گویا
 زلف پر پیچ دام ہے گویا
 دل وہ اجڑا مقام ہے گویا
 برہنہ برہمن کا رام ہے گویا
 روستا کا سلام ہے گویا
 ایک غرضی وہ نام ہے گویا
 دلیں تیرا مقام ہے گویا
 پیشوا ہے امام ہے گویا
 ایک ہو کا مقام ہے گویا
 آسمان سقف بام ہی گویا

دل نہ ٹہرا عذاب جاں ٹہرا
 دل مرا جنس را نگاہ ٹہرا
 انکا کوٹھا بھی آسمان ٹہرا
 مجھ کو در پر نہ پاسباں ٹہرا
 دیر کیوں ہو گئی کہاں ٹہرا
 انکا پیکاں تو مہاں ٹہرا
 میں تو بے چارہ بیزبان ٹہرا
 چاند وہ اور یہ کتساں ٹہرا
 نفع انکا مرا زیاں ٹہرا
 انکا غمزدہ بھی جانتاں ٹہرا
 سر منزل ہے کارواں ٹہرا
 آپ میں اپنا نوہ خواں ٹہرا
 یار تو اپنا بے دہاں ٹہرا
 دلبروں کا یہ ارغساں ٹہرا
 میں تو دم بہر کا مہساں ٹہرا
 تو سبک اور میں گراں ٹہرا
 میں بھی گم نام و بے نشان ٹہرا
 پیر ٹہرا نہ اک جواں ٹہرا
 دل تو بیمار و ناتواں ٹہرا
 انکے نزدیک قصہ خواں ٹہرا

وصل میں بھی نہ میر بجاں ٹہرا
 نذر ٹہرا نہ لہر مغساں ٹہرا
 نار سائی نصیب عاشق ہو
 میری انکی ہو اسمیں رسوائی
 نامہ بر کو تو اب تک آنا تھا
 دل سے کیونکر اسے نکالو نہیں
 دیتا کیا انکی گالیوں کا جواب
 تاب دیدار یا دل کو کہاں
 شرط بد کروفا کی نادم ہوں
 دلربائی کی جب ہوئی پریش
 حسرتوں کا ہجوم دلیں نہیں
 رونا آتا ہے زار حالت پر
 کیجے کس سے سوال بوسہ کا
 دل پہ اب اختیار کیا میرا
 وہ عیادت کو کس کی آئینکے
 شیخ میزان میں بار عصیاں سے
 اس دہان و مکر کی الفت میں
 ہے گذر گاہ منزل ہستی
 عشق کا بوجھ اب اٹھاؤ کون
 درد دل کہہ کے سخت نادم ہوں

ضعف زنجیر پاہے وحشت میں جو گیا ہو رہا وہیں کا وہ میرے نالوں کا یہ دھواں تو نہیں	میں وہیں رہ گیا جہاں ٹھہرا انکا گھر گلشن جہاں ٹھہرا بستون کیونکر آسماں ٹھہرا
۸۴	لی نہ اس بیوفائے عشق خبر نالہ کرنا بھی رائیگاں ٹھہرا
خواب میں آیا نہ اک شب آشنا ہر تمنائے ہے خالی اپنا دل وقت بد کا ایک ہی ساتھی نہیں شکوہ اغیار پر اس نے کہا دوستی سے دوستی عالم میں ہے مل ہوا مجنوں ہوا و ابلق ہوا روز روشن کیا ملے ان سے کوئی ہو گئی انکی طبیعت کچھ کی کچھ ہم تو جانیں مل گیا آب حیات غیر کا شکوہ گلا دشمن کا کیا عاشقی میں درد کا جب لطف ہو دوستی سے دلی گہرا تا ہو نہیں شیخ کو رندوں سے ہے کیوں آہراز حسن چمکا سرمہ کے دنبالہ سے آئینا ایزد سانی سے نہ باز	خواب آنکھوں سے ہو گیا اب آشنا حرف مطلب سے نہیں لب آشنا دیکھ بھالے ہیں مری سب آشنا ہیں ہمارے آپ وہ سب آشنا تو نہیں تو ہم ترے کب آشنا عشق کے دریا کے ہیں سب آشنا ماہ رو معشوق ہیں سب آشنا غیر جو تھے ہیں وہی اب آشنا انکے لب سے ہوں اگر لب آشنا ہو گئے نا آشنا جب آشنا آہ ہو لب سے نہ یارب آشنا ہے بڑا چالاک بیٹھ رہا آشنا ملتے ہیں اس رنگ کے کب آشنا ہو گیا چابک سے اٹھ رہا آشنا ہو کسی کا لاکھ عجب آشنا
دوست سچا کوئی عالم میں نہیں	

۱۶	سب کے سب ہیں عشق مطلب آشنا	۸۵
ہے بڑا عیار مطلب آشنا جلد لئے سوئے عدم سب آشنا اور کوشش کیا کریں اب آشنا ہوں نہ حرف تلخ سے لب آشنا لعل جاناں سے ہو لب آشنا ملنے ہیں ہر عید کو جب آشنا چاروں ہیں روح و قالب آشنا جب زخماں کا ہر غمب آشنا ایک کا ہر ایک اغلب آشنا ہو گئے انکے مقرب آشنا چاہئے اے دل مہذب آشنا پا پیادہ اور مرکب آشنا ہیں حقیقت میں یہ منصب آشنا شا د ہیں دشمن مذہب آشنا دشمنی سے جو کئے کرب آشنا	وہ کسی کا بھی ہوا کب آشنا ہاے اب کس کس کا ماتم کیجئے بخت بد سے بنکے بگڑا میرا کام رکھ خیال اسکا بت شیریں ادا دل کا ملنا تھا کہ بوسہ مل گیا وہ کسی سے بھی کبھی ملتا نہیں دوستی پرانے کیا ہو لے کوئی کیوں نہ لوں دونوں کے بوسہ ایک ساتھ بیس بوسے انکا دشمن کا ہے ربط اب نکل آئیگا کچھ مطلب مرا دوستی سفلیں کی کہوتی ہے وقار ایک ہیں ملک عدم کی راہ میں صاحبان جاہ کس کے دوست ہیں دکھ کر حالت مری روز فراق ان کو مل جاتا اگر موقع کوئی	
۲۰	زہر ہے اے عشق انکی دوستی ہیں اقارب مار عجب آشنا	۸۶
کریں شکوہ کسی کا عشق ہم کیا ہمارا حوصلہ کیا اور ہم کیا حسینوں کی جفائیں کیا ستم کیا	دوروزہ زندگی کا رنج و غم کیا بہرین اوج تری الفت کا دم کیا بڑی ہی ہر ہلی ہر بات ان کی	

جدائی کو شکوہ وصل میں پہنچ
دم فخر سہی راہ محبت
سخی تو ہو وہی جو بطلب دے
مقدر کا جو ہے ملکر رہے گا
وجود اپنا عدم اپنا ہے یکساں
اسی کے نور سرور میں دونوں
وہی جانیں حقیقت آپ اپنی
نفس کی آمد و شد کو تو دیکھو
نہیں غنچہ دل بستہ ہمارا
کسی میکش کے ہاتھ آیا نہ اب تک
ہوئی ہو جنسیت وحشت میں پیدا
بڑا دیتو ہیں سایل کی ہوس کو
نہیں اصلاح ممکن کج منش کی
ترجی ابرو کے ہیں سب نام لیوا
زمانے بہر کا تو جو ماہ ہے بد عہد
فغاں بیکار نکلی بے اثر آہ

گئی گزری ہوئی باتوں کا غم کیا
کرنیگا قطع ہم سر سے۔ قدم کیا
جو بوسہ مانگتے پر دو کرم کیا
دل بڑ صبر فکر بیش و کم کیا
خوشی کیا رزیت کی مرنیکا غم کیا
چراغ دیر کیا شمع حرم کیا
خبر کس کو خدا کیا ہے صنم کیا
یہ فضل رب ہی ہمیر و مبدم کیا
شگفتہ ہو نسیم صبح دم کیا
مذاج اچانے ہوا وہ جام جم کیا
چکار و اب کریں مجنوں سر دم کیا
ستم دہاتے ہیں یہ اہل کرم کیا
نکلے گا کوئی ابرو کا خم کیا
پہری کیا بانک کیا تیغ دو دم کیا
تراپیاں کیا قول و قسم کیا
کھلے گا اور عاشق کا بہر مسم کیا

۱۹

ہمیں ہی الیکرن جانا ہوا۔ عشق
کرم یا ران رفتہ کا الم کیا

۸۷

الہی مجھ سے مانگیں اور ہم کیا
کرے گا اور تو جو رستم کیا
عدا کا میں بھی ہوں نقش قدم کیا

دیا تیرا ہے اپنے پاس کم کیا
قریب لمرگ ہوں ہی مجھ میں دم کیا
مٹا تا ہے جو بدنامی کے ڈر سے

ہوا ہے سہل یہ کارا ہم کیا
 لگائیکا کوئی دام و درم کیا
 نہیں اسکے عقب میں صبح غم کیا
 مزہ مٹرب پیرے زیر دم کیا
 خوشی کہتے میں کس کو اور غم کیا
 کریں ہم اسکی قیمت اور کم کیا
 بنے ہر آگ گلزارِ ارم کیا
 چلا آگے نہ مانی کا قلم کیا
 کرے گا ہم یہ وہ لطف و کرم کیا
 ہمارے قتل کا دشمن کو غم کیا
 کرینگے صبر و دیا اور ہم کیا
 پھر آنے کی دہ کھائے گی قسم کیا
 ہمیں معلوم ہو حالِ عدم کیا
 ملیں سفلوں سے اربابِ ہم کیا
 جفا و جور کیا لطف و کرم کیا

ملا ہم کو خدا بت کی طلب میں
 مرے یوسف کی نقد جاں ہو قیمت
 خوشی کیسی کٹی گر شامِ فرقت
 فراقِ یار میں ہے راگِ رونا
 ترے دیوانہ کو اسکا نہیں ہوش
 بہائے جنسِ دل ٹھہرا ہے بوسہ
 خلیل اللہ کا وہ معجزہ تھا
 تری تصویر کیوں کبھی ہے ادھی
 نہ آتی ہوں جسے پوری جفا میں
 اُبھارے وہ نہ کیوں سفاک تجکو
 اودھر شوخی اودھر بیتابی دل
 جوانی ہی نہیں معشوقِ ایدل
 جو جاتا ہے نہیں آتا وہ پھر کر
 زمیں سے آسماں کیونکر نہو دور
 خوشی تیری ہمیں ہیں ایک دونوں

۱۹

جباب بھر ہیں نقشِ قدم ہیں
 ہماری عشقِ مستی کیا عدم کیا

۸۸

ہمیں اسٹپارنے مارا
 عشق کی گیر و دار نے مارا
 ستم روزگار نے مارا
 جال کیسے یار نے مارا

اُن کے قول و قرار نے مارا
 ہو گیا دل شکارِ رنج و الم
 محکوم میری قضا سے بھی پہلے
 دل پھندا دم عشق میں اپنا

مُجھ کو جوش بہا رہے مارا خوب ہتھکڑیا رہے مارا مُجھ کو غم کے شرارتے مارا کسکے رشک عذارے مارا ایک کوئل کے چارے مارا گل سے وصل ہزارے مارا کرم بے شمارے مارا مُجھ کو اس کے خمارے مارا دیدہ اشکبارے مارا خوف روز شمارے مارا دل کو جس خاکسارے مارا زور ہر شہسوارے مارا ہستی مستعارے مارا چشمِ خوانا بہ بارے مارا	خون رگڑا کے سہجراتاں میں آگیا مفت ہاتھ نقد دل لگ گئی آگ خانہ دل میں لالہ خونیں کفن ہوا ہے کیوں غم الم درد و رنج نے لی جان رشک سے لڑتا ہوں کاٹو پیر بار احسان سے دگیا ہونہیں نشہ عشق میں سرور کہاں شبِ فرقت رُلا رُلا کے مجھے ہم نے جی بہرے کلب گناہ کچھ ہے وہی بس تھو بس کامل نہ ہو آرام ابلق ایام کام دیتی پرائی شے کبتک بہ گیا خون ہو کے عشق میں دل
۲۷	۸۹
آخری یہ پیام ہے دلکا یہی اے جان کا مہ ہے دلکا قصہ ہی اب تمام ہے دلکا یہی قاتل مقام ہے دلکا رشک گلشن مقام ہے دلکا	تم کو صاحب سلام ہو دلکا جان نثاری سے نام ہے دلکا زخم بے التیام ہے دلکا تیر بیٹھا ترا نشاں ہے دلکا پہول پہولے ہوئے ہیں داغونکے

طول دے روز حشر کو یارب کر رہا ہے طواف خانہ یار ہجر میں ہے ہجوم دروالم کیوں نہ مبتلائے خال و خط خوب خدمت کی درد حرام ہے گیسوئے عنبریں کے سود میں عقل بربا نہیں محبت میں جان جاتی ہے جان جاتی ہو دے رہا ہے خبر زمانے کی غم کی نشو و نما اسی سے ہے	ماجرا ناقص ہے دل کا یہی بیت الحرام ہے دل کا آج دربار عام ہے دل کا کہ وہ دانہ یہ دام ہے دل کا با وفا یہ غلام ہے دل کا مشک آگیاں مشام ہے دل کا بگڑا ہر انتظام ہے دل کا درد یہ صبح و شام ہے دل کا جام حبشید جام ہے دل کا فیض جاری مدام ہے دل کا
---	--

۸۹	اس حسین سے وفا کا طالب ہو عشق سودا یہ خام ہے دل کا
----	--

غم سے جینا محال ہے دل کا عشق ہی سے کمال ہے دل کا داد ملجائے جان نثاری کی یہی خوراک غم کی ٹہرا ہے اس طرف سے جو بوسہ کی ہو طلب انے امید مہر و چشم وفا عشق میں ضبط جو صلے کا ہو کام دل کو غم میری بیکسی کا ہے صبر نے غم میں دیدیا ہو جواب	کیا کہو نہیں جو حال ہے دل کا اسکا گھٹنا زوال ہے دل کا یہی تم سے سوال ہے دل کا خون اسکو حلال ہے دل کا اس طرف سے سوال ہے دل کا وہم میرا خیال ہے دل کا صبر غم میں کمال ہے دل کا اور محبو ملال ہے دل کا اب سنبھلنا محال ہے دل کا
---	---

دہیان اسکلے ذکر اسکا ہے	بس یہی حال قال ہے دلا
۹۰	ہر حسین کی نظر اسی پر ہے خوب اسے عشق مال ہے دلا
تمہارے عشق نے وہ ظلم دیا مٹا ناہی جو تھا منظور بار خوشی کیسی ہماری ناخوشی کیا دل بدمعاش کوئی جہاں میں زمانے بہر کی تو یہی آرزو ہے یہ پاناہی کوئی پاناہی ایدل نکالا مجھ کو آئے بزم میں وہ عزیزوں نے یہ کی خانہ خرابی تو بتجانے سے اتو چلے ہم	تو ہم کو خسد اہی یاد آیا تو بہر کس واسطے ہم کو بنا یا وہ مالک ہی بگاڑ آیا بنا یا بہت ڈھونڈا بہت دیکھنا پیا ہمیں سب کچھ ملا جب تجھ کو پایا کہ خود ہی کہو گیا جب سکو پایا اٹھایا مجھ کو پردا کیا اٹھایا مجھے جیتے جی مٹی میں ملایا ملیں گے پھر اگر اللہ لایا
۹۱	وہ بولے مجھ کو گریاں دیکھ کر عشق خدا جانے اسے کیا یاد آیا
دل کہیا نا نہیں رہا اپنا صدمہ عشق کیا اٹھائیں اب ضعف سے ہو گیا سکون حاصل ہائے اب کیا کریں کہ اٹکے گھر ہو گلو گھر ضعف و خست میں انکی بیداد روز تازی ہے عشق میں شعلہ خوشینوں کے	دم میں آنا نہیں رہا اپنا دل تو انا نہیں رہا اپنا تسللانا نہیں رہا اپنا آنا جانا نہیں رہا اپنا خل مچا نا نہیں رہا اپنا غم پرانا نہیں رہا اپنا دل جلانا نہیں رہا اپنا

سرکٹا نا نہیں رہا اپنا مسکرا نا نہیں رہا اپنا لوٹ جانا نہیں رہا اپنا خاک اڑانا نہیں رہا اپنا پینا کھانا نہیں رہا اپنا رنگ لانا نہیں رہا اپنا	اب اشارے پہ تیغ ابرو کے گالیاں سکے بد زبانوں کی اچی صورت کو دیکھ کر دلیں کو بکو جستجوے جاناں میں دایم الصوم ہو گئے جب سے انکی محفل میں روز پی کر
۳۳	۹۲
جو منہ کو آوا دعا عظم ظرف بک گیا بیدا کرتے کرتے ستمگار تھک گیا جو میرا رہنا تھا وہی خود ہنس گیا کیا فائدہ نہ اسکے کہی کان تک گیا پیمانہ میری عمر کا آخر چلک گیا رتی ہوئی بلند ستار اچک گیا بڑا اختیار ہاتھ گریبان تک گیا سو سو جگہ سے پیر من کل مسک گیا آخر تک وہ زخم جگر پر چڑک گیا انگارہ بنکے آنکھ کا ڈھیلا دک گیا یسنی کے منہ پہ تھا جو ذرا سانک گیا یہ چپ گیا جو خالیں ہر بیٹ بک گیا کچھ دن یہ اغ صورت بلبلی چپ گیا	نام شراب مستحق ہی ایسا ہنس گیا اچھا عیوض لیا مرے صبر و شکیب ۳ قسمت کی گھر سی نے نہ کہا کہیں کا ہائے جاتا ہے یونٹو نا مرا آسمان تک خالی عدد کے ساتھ کواسنے اتنے جام گروش کی آسمان نے مری حسب مدعا جوش جنوں میں کام نہ کچھ آئی احتیاط اپنودور روزہ رنگ پہ ہولایہ اسقدر کیا شور و غبت ہوں کہ ہی مرہم کی جس سے تھا سوز جگر سے خون یہ ہم روئے روز ہجر خیریں کا حسن پر گیا پھیکا حضور یار انسان کیلئے ہی بڑی پردہ پوش خاک اس گل سے اپنا عشق بتایا عدد و ذی بھی

اوی بدگماں اب تو رود لے شک گیا
 دریا بنا جو آنکھ سے آنسو ٹپک گیا
 کیا امتحان کا نام سنا جو کہک گیا
 کیا جانی کس خیال سے ملیں ٹپک گیا
 گلزار میں اگر کوئی پتا کہڑک گیا
 گوشہ نقاب یار کا جب کچھ سرک گیا
 کیا جانی کس رپی سے مراد لگ گیا
 پائی خیال اپنا ٹٹک دو میں تھک گیا
 مرغ نگاہ صورت بلبل ہٹک گیا
 یا خود بخود ہی آیکا دامن مسک گیا
 پختہ ہوا مگر تو شجر سے ٹپک گیا
 دامن شوق پہلوں سے بیکر تھک گیا
 بڑا اختیار آنکھ سے آنسو ٹپک گیا
 میرا تو سنئے سنئے کلیجا ہی پک گیا
 لکھنؤ کس قدر تھا کہ بویر ہبک گیا
 ہمرنگ آفتاب یہ ذرہ چمک گیا
 چنگاری شعلہ بنگلی شعلہ ہٹک گیا
 سمجھایا بلبلوں کی کہ غنچہ ٹپک گیا

دہنے جان عشق میں آخر کو دے ہی دی
 اللہ رے جوش گریہ حرم شب فراق
 مقتل میں غیر کیوں نظر آتا نہیں ہر آج
 آیا نہ وعدہ کر کے ہی وہ بدگماں آج
 صیاد کا یہ خوف ہی بلبل کے ہوش اڑی
 بجلی سی ایک کوندہ گئی اپنی آنکھ میں
 پرتا ہوں کو کچھ کو کچھ جو حشری بنا ہوا
 مضمون نہ اس دہان کمر کا ملا کوئی
 اوی گل جو تیرا عارض رنگیں نظر پڑا
 کئے تو ہاتھ پائی کسی سی ہوئی کہیں
 یہ سج ہے ہر کمال کو آخر زوال ہے
 لپٹا دیا خیالیں اس گل کو جب کہیں
 ہر چند ہمنے ضبط کیا ان کے سامنے
 کب تک نہ بد زبانی دشمن کا دوں جواب
 شیشہ کا کاگ کھلتے ہی وجد آیا شیخ کو
 پہنچا دیا فلک پہ مجھ مہر یار نے
 شہزاد اشک سے ہوئی کیا تیز دلی آگ
 اس گل کی جو ناز سے گلشن میں کوئی با

حاصل ہوا قبول یہ فیض ضیا سے عشق
 جسے سنا کلام ہمارا پھٹک گیا

دلے جاتی نہیں ساتی ہوس جام شراب
جوش مستی میں کہیں سے وہ کہیں جاتا ہے
حسرت و خسر ز فرض ہے شراب میں مے
روح بھی تن سے اگر میری نکل جائیگی
سبک پہلے سر کو شرمیں لیجا ایگی
بیٹ سے پاؤں نکالیں سر محفل حضرت
مے نہیں لیتی جو عسرت میں بلا نوشونکو
جیتے جی تاتھ سے چوٹیکانہ میرے ساغر
تجکو معلوم ہے ساتی مری دریا نوشی
محبوبت درازی کی نہ جرات کرتا
حسرت میں پئے گھونٹ لہو کے ہنسنے
کیوں نہ یہ اسکے اشاروں پہ چلے رہتی ہے
میں ہوں وہ زند پس مرگ بھی خیال سے
جسم کی جال سے چوٹے بھی اگر طایر روح
اس کھ خاک کی تقدیر کا اللہ کے عروج
بزم زنداں سے نکلوانے گئے یوں زاہد
بعد مردن بھی نہ چوٹیکانہ چسکا تجھے
پاس میخوارونکے ہے بال سہا سے بڑا بکر

ق

لاکھ پتیا بہوں میں جام میں جام شراب
جکے قابو میں ہے ایدل فرس جام شراب
بے وضو منع سجتا ہوں مس جام شراب
دلے جائیگی نہ ہرگز ہوس جام شراب
حشر کے روز ہماری ہوس جام شراب
تالاب شیخ جو ہو دست رس جام شراب
خون ل پیتے ہیں وقت ہوس جام شراب
جان جائیگی دم باز پس جام شراب
ختم خیم لاکے پلا جام پس جام شراب
ہوتا ساتی جو کوئی دادرس جام شراب
لب چبائے عوض نقل پس جام شراب
دست ساتی میں غمان فرس جام شراب
جانے دیگی نہ کہیں بھی ہوس جام شراب
پنس کے رہائے درون نفیس جام شراب
تالاب یا رہو فی دست رس جام شراب
دور کرتے ہیں جیسے مگس جام شراب
ساتھ لیجاؤنگا دلمیں ہوس جام شراب
وقت سائیہ بال مگس جام شراب

۱۶	اس سے بڑھ کر نہیں نادان جو بخانے میں اکے اے عشق کے پیش و پس جام شراب	۹۵
ہم بھی ہیں مثل ذرہ پرستار آفتاب لو نگا جگر کے داغ سے میں کار آفتاب اس روئے پُرفیاض میں انوار آفتاب سجما کر ان کو میں خط زسار آفتاب ہو جائے سرِ درگئی بازار آفتاب کرتا نہیں ہے کو رہی انکار آفتاب ہو وقت شرب کی کو نہ انکار آفتاب رخسار بار ہو گیا رخسار آفتاب اسے میر سجان طالب دیدار آفتاب اسے شوخ تجکو چاہیے رخسار آفتاب سکھ سے میرے داغ کے دینار آفتاب نکلانہ کوئی تشنہ دیدار آفتاب گرتی ہے آ کے پاؤں میں دستار آفتاب صبح شرب صال بھی آثار آفتاب گر دوش یہ روز کی ہے منراوار آفتاب	چہرے میں آپکے ہیں جو آثار آفتاب اندیشہ تیر گئی لحد کا نہیں کوئی دیکھا تو آنکھ اٹھا کے چکا چوند ہو گئی دیکھا جو اسکے روئے غوطہ کی یاد میں پر توڑے جہاڑ تاجان یار کا قائل نہ کیوں عدد ہو موت دگے داغ کا اُلٹے نقاب دہن پر نور سے اگر بوسوں کو بھی ترستے ہیں عشاق الفلک طالب جو تہا تراود شب ہجر ہو گیا یہ کیا چمک کے برق کی صورت نکل گیا ہر طرح چاہتا ہے بدلنے کو آسمان منشاق روئے یار تو نکلے ہزار ہا فصحت کو بام یار کی جب دیکھتا ہے یہ آثار روزِ حشر سے عاشق کو کم نہیں لے شوخ کو چکر دیوں سے تجکو واسطہ	
۱۲	مطلع سے کیوں طلوع نہ ہضمون نور ہو اے عشق ہر غل میں ہے تکرار آفتاب	۹۶
پیرتا ہے روز کیوں سر بازار آفتاب	کس شک ماہ کا ہے خریدار آفتاب	

اس آسمانِ جن کے ہیں دونوں زرخیز اس رے تابناک کا جس پر آئینہ کس کیا اس تیسے عارضِ تابانکو دوں مثال کثر ہے آفتوں کی بلاؤں کا ہے ہجوم شبِ لعلِ خالِ نجم ہے ابروِ طلال ہے چلنے دے پہر فلک کی نلے فتنہ جہاں تیرے کمالِ حسن کو لے شوخ و میکہ تابِ جمال مانع دیدارِ یار ہے گر دوں شمار پر تو خسارِ یار کرد روکش شود زماہ من اسے آسماں اگر	مسابِ غلام پرستار آفتاب بے شبہ ہے وہ روزِ دیوار آفتاب منہ دہونے کا ہے طشتِ طلا کا راقی کیا پائے روزِ ہجر مرے بار آفتاب سما کے یار صبح ہے رخسار آفتاب سیکھے جو تجھے شوخیِ رفتار آفتاب کر تا ہے اپنے نقص کا اقرار آفتاب گویا ہے درمیان میں دیوار آفتاب در کفِ کد اشت صورتِ دینار آفتاب افتد ز بام طشتِ طلا کا ر آفتاب
---	--

۹۷ پر تو افکن ہو جو وہ نہ رد مثال آفتاب رخ ترا چمکے چمن میں گر مثال آفتاب دیکھنے ہی کیلئے ہے پیار کے قابل نہیں میرے دماغ کی لائیک کا کہانے آفتاب تو بھی مہرِ حسن ہے دردِ نوازی شرط ہے خوارِ آیش ہے کوئی اور میں سکتے میں ہوں ایفلک وہ خاکسارِ ان محبت کی ہے خاک ہیں نہ اسکے گیسو و ابرو نہ چشم و خال و خط	۱۷ واقف مرے فزغ سے اسے عشق ہو اگر لے دون کی نہ جرح پہ زہار آفتاب آنکھ سے درد نکے گر جائے جمال آفتاب پہر نہ سو رچ کوی جو جمال آفتاب کیا کرے لیکر کوئی حسنِ جمال آفتاب درد ہے مدد نہ ہے ناقص ہے لال آفتاب کوئی پر تو خاکسار و نہ مثال آفتاب آئینہ میں جلوہ گر ہیں خط و جمال آفتاب جسکے درد نکو نہیں شوق وصال آفتاب کونسی صورت پہ چمکا پر جمال آفتاب
---	--

کیوں نہ ہو پس یہ محکوم شوق آب آتشیں منہ چڑھیں لے بٹت جو تیرے عارض پر فز کیا غبار خاطر اغیار سے میرا زیان زدروئی اسکی تیرے روئے روشن کے حصہ کو رنگ صورت خفاش حاسد چپ گیا ماہ نو کا چہرے کا سر مجھے لے آسمان خاکساران محبت پیچھے گا تو کہیں خطا شبگون سے صفائے صبح رخ جاتی رہی	موسم سہرا میں ہوتے ہیں خیال آفتاب وصد کیا کیا ماہ کا ہے کیا مجال آفتاب خاک ڈالے سے نہیں چپہ کمال آفتاب ہو گئی ہیں دلیل انفعال آفتاب ہم میرا جب ہو اور روشن مثال آفتاب ساقی عالی نظر سے ہے سوال آفتاب ذراے فیس سے وہاں روشن ہے حال آفتاب شب کے آئیسے ہوا زائل حال آفتاب
---	---

۹۸	شد ز فیض سجد ہائے آستان مہ رخاں عشق برداغ جہنیم احتمال آفتاب	۱۸
کہاں ہے باد کوثر میں گشت بوئے شراب خدا کرے نہوزا ہد کو آرزوئے شراب وہ انگہ ہی نہیں ساقی نہو جو سوئے شراب مرا سندس کوثر آرزوئے شراب وہ ترو داغ ہیں اے شیخ خشتک باد گسار نشے میں خوب یہ مغممون دور کا سو جہا دعائیں دیگی ہزاروں کلال کو مری روح خدا نے دی ہے عجب طرح کی کشش اسکو وہ شوخ بخت ہوں معنائے جہاں میں میں فراق ساقی خوش چشم میں ہوئی ہے رواں	کہہ رہے آگے تو نسیم رو بردے شراب یہ نیشل آب بہاری کا آرزوئے شراب نہیں وہ دل نہو جس دلیس آرزوئے شراب شد است خضر رہ خلد جستجوئے شراب ہزار کوس سے آتی ہے انگو بوئے شراب پیالہ ہے مہ نو آسمان سب کوئے شراب بنا گیا جو مری خاک سے سب کوئے شراب کہ کہنچ کے جا تے ال پنے آپ سوئے شراب نفس ہرن ہوا دیکھا کہی جو سوئے شراب بجائے اشک مری چشم تر سے جوئے شراب	

مرے مزار سے آتی رہی بونے شراب
 اتاری اسے سرزم آبروئے شراب
 لگا دے منہ سے مے سا قیاسیوے شراب
 بیابان شیخ سے بڑھ کر ہے نغمہ کوئے شراب
 لہو پلائیگی عسرت میں آرزوئے شراب
 بہ نطف ساقی کو فریے گی جوئے شراب
 چلا تو لیکے گدھر سا قیاسیوے شراب

وہ بادہ خوار سیست ہوں کہ بعد فنا
 برا ہو محتسب رو سیاہ کا یا رب
 کہاں کا شیشہ مرا جی کہ سر کی کیسا جام
 بجائے وعظنا کیجے قلعہ سل مینا
 ہوس کیا ب کی کر دیگی میرے دل کو کیا ب
 ستائیگی جو حشر ہم کو تشنہ لبی
 ابھی تو واہے مری آنکھ مثل ساغرے

۱۳

عجیب عشق ریا کار تیرا مشرب ہے
 کہ توبہ لب پہ ہے دلیں ہے آرزوئے شراب

۹۹

صیاد بد نہاد کا ہو خانماں خراب
 جیسے غبار راہ پس کا ررواں خراب
 اپنے مکان سے مجھے تالا مکان خراب
 بعد فنا ہو میں نہ مری بڑیاں خراب
 بلبل کے پر میں صورت برگ خزان خراب
 اک آہیں ہو گنبد ہفت آسمان خراب
 تا سقف عرش کو لکڑے دیہواں خراب
 حال مریض عشق ہے اب مریجاں خراب
 اے غم گہلا گہلا کے نکلا ستواں خراب
 کہتا ہے مفت گیس کے ہوا آستان خراب
 ہر نقش پاسے کیوں نہو نقش جہاں خراب

بلبل کا فصل گل میں کیا آشیان خراب
 یوں میں بچہ کر کے اس سے ہوا خانماں خراب
 خانہ خراب اس بت آوارہ نے کیا
 گہائیں سگان کو چہ دلبر نے شکر ہے
 کیا اوس بگئی ہے چین پر سہرا حیف
 ہم دل جلے بلا کے ہیں کیا اسکی کائنات
 اس واسطے ہے نالہ عشاق نارسا
 کہتا ہے چارہ گر ہی کہ اچھے نہیں ہیں طور
 ہیں یہ سگان کو چہ جانان کے واسطے
 مجھ جہبہ سا کو اسنے یہ اچھا صلا دیا
 لے فتنہ گر خرام ہے تیرا خرام حشر

قاصد کا کچھ پتا ہی نہیں کس سے پوچھیے	کیا جانے پر رہتے کہاں سے کہاں کہاں خراب
۱۰۰	۱۲
عاشقوں کو ہے اسکی پروا کب کل سویرے ہی سے چلے جانا مجھے روٹھا ہے دل منا لو اسے دوست ایدل نہیں کسی کا کوئی دل ناداں نہ بات کہو اپنی بے بلائے بھی دوڑے آتے ہیں پہنچے اس بت کے پانوں تک ہر عجز صورت شمع بزم عالم میں حشر میں حشر کیوں نہ ہو بریا دل جوانے کے تیری چتون کو تہا تبسم نسیم کا جھونکا	جان جائے رہے نہیں مطلب اور رہ جاؤ آج شب کی شب تم کو آتے ہیں دلبری کے ڈھب اپنے مطلب کے آشنا میں سب دوستا کرتے ہیں کسی کی کتب انکو مطلب کی سوچتی ہے جب دست پس یہ نصیب ہو یا رب اور مہمان ہوں میں آجکی شب تیری آمد کے منتظر ہیں سب کیسے پہلو میں یاد کیسے ڈھب اس گل تر کے گل گئے کچھ لب
۱۰۱	۱۲۷
لوٹتا ہوں ادھر ادھر ہر بیتاب خط میں لکھی جو دلکی بے چینی ہو گئے ایک عشق کے ہاتوں صبر کا نام سن کے نا صحت سے	ہجرت کی شب ہوں کس قدر بیتاب ہو گیا مرغ نامہ بر بیتاب ہم ادھر اور وہ ادھر بیتاب ہو گیا میں زیادہ تر بیتاب

تیرے دماغ نے حشر ہی ڈھایا شوق دیدار بھی قیامت ہے عشق میں صبر بھی ایدل شرط خوب تاثیر درد دل نے کی مجھ کو کرتی ہے اور روز غم دم نکلتا ہے ٹھیکہ کوئی دم حشر ڈھاسے نہ دلی بے چینی وعدہ حشر دور ہے ایدل کیسی تسکین میں تو اور سوا	شام سے تھا میں تاسحر بیتاب صورت دل ہے ہر نظر بیتاب کوئی ہوتا ہے اسقدر بیتاب بچھے بڑھکرتے چارہ گری بیتاب میری فریاد بے اثر بیتاب جادو مجھ کو نہ چھوڑ کر بیتاب اسکو اسے یاد تو نکر بیتاب ہوا ابھی سے نہ اسقدر بیتاب ہو گیا اس کو دیکھ کر بیتاب
---	---

۱۹

آئے گا وہ ضرور آئے گا
 عشق ہو تو نہ اسقدر بیتاب

۱۰۲

غم کے حدتے میں بلا دماغ ایک دو ساغر شراب
 ساقیا دیں گے دماغیں تجھ کو ہم پیکر شراب
 پہ بہار آئی ہے پہر کھینچنے لگی گھر گھر شراب
 بادہ کش پہر مستیاں کرنے لگے پیکر شراب
 ہاتھ آئے گی طفیل ساتی کوثر شراب
 حوض کوثر پر مٹیں گے خوب ہم چمک کر شراب
 عسرت عالم کے ہاتھوں ہو گیا نشہ ہرن
 اب دو اکو بھی نہیں ملتی ہے چلو بہر شراب
 ہسکی ہسکی باتیں رندوں سے نہیں بیوجہ آج

حضرت واعظ کہیں سے آئے ہیں پیکر شراب
 اسکی خوبی اسکی کیفیت کہوں میں تجھ سے کیا
 تو نے دیکھی ہی نہیں زاہد کہی پی کر شراب
 وصل کا اٹھتا مرہ ہوتا اگر دشمن نہ ساتھ
 بیخود و بدست وہ آیا تو تھا پی کر شراب
 خم کا خم منہ سے لگا دے رند دریا نوش ہوں
 کیا کروں کھالیکے ساتی ایک دوساغر شراب
 ہے مغاں بادہ کش کا آج کل یہ حکم عام
 طفل کو بلوائے بدلے شیر کے مادر شراب
 پیتے پیتے بڑ گئی ہے اس کی عادت ایسی کچھ
 خون دل پیتا ہوں میں ملتی نہیں ہے گر شراب
 میکدے میں یاد آتی ہیں جفا نہیں اسکی جب
 محتسب کو گالیاں دیتا ہوں پی پیکر شراب
 دیکھتے کس کس کا دل بہر گزک بریاں کرے
 منہ لگی ہے اس بت سفاک کے کافر شراب
 کچھ خارے سے اے ساتی نہیں دوران سر
 کہا رہی ہے کا سہ سر میں مرے چکر شراب
 کشتی مے سے کنارہ کش ہے کیوں اے شیخ تو
 کیا ڈبو دے گی تجھے یہ ایک چلو بہر شراب
 کیا تنک ظرفی سے ہے کمبخت کی مٹی پسید

شیخ کو آتو بتا دیتی ہے چلو بہر شراب
 اپنی عالی ہمتی کی بات اے ساتی نہ کہو
 ہم بلا نوشوں کو دیکر ایک دوساغر شراب
 کیوں نہ رکھیں شاہد پردہ نشیں ہم اسکا نام
 خم کے اندر رہتی ہے یا شیشہ کے اندر شراب
 نارودنخ سے بچالے کی مجھے ترداسنی
 صاف دہو دے گی مے اعمال کا دفتر شراب
 غم نہ کھا اے عشق اپنی تشنہ کامی کا ذرا
 دیں گے مجھ کو حشر کے دن ساتی کو شر شراب

۱۰۳	رولیف باے فارسی	۱۹
ریشک پری ہیں غیرت غلمان حور آپ اسطرح ہمسے بہتے ہیں کیوں دور دور آپ ٹھرائے نہیں کو نہ ملزم جناب شیخ بیہوش ہوتی صورت ہوسنی تمام خلق ابکیات خضر مبارک تمہیں کو ہو الشیخ اسکی ذات رحم و کریم ہے بندہ نواز ہم کو نہ جرات دلائیے ہم زندہ دفن ہوتے اگر جانتے یہ بات ناپائیدار حسن ہے دودنکا ہے شباب یہ وعظا دیند حضرت نامح فضاہل ہے	لکھا ایکو کہو نہیں سراپا ہیں نور آپ سجھ میں کیا جو کرتے ہیں اتنا غور آپ ہم عاشق صنم ہیں تو شیدائے حور آپ پر تو فگن جو ہوتے سر کوہ طور آپ ہم بادۂ فنا کے ہیں نشہ سے چور آپ ہو جائینگے معاف ہمارے قصور آپ ہر دم معاف کر کے عدو کا قصور آپ آئینگے بہر فاتحہ سوے قبور آپ کرتے ہیں کس گھنڈ پر اتنا غور آپ پالتے ہیں میری عقل میں بھی کیا غور آپ	

مشو حین میں ہیں اگر دور دور آپ آتے تو ساتھ لاتے عدد کو ضرور آپ اسیں پہنسا ہوا ہے دلِ ناصبور آپ مطمین ہے کہ میں شر شمع طور آپ سرتابا گناہ ہونیں بے قصور آپ زخموں سے تیغ نازکے ہوں چورچور آپ گھر آپ کا ہے غلبہ بریں اور حور آپ میں مست سے ہیں بادہ عرفاں سے چورکے	عشق و وفا میں شہرہ آفاق ہم بھی ہیں اچھا ہوا کہ بھول گئے وعدہ رات کا پھندے سے عشق کے مجھ پر کیا چڑا بیگا بجلی نہ میرے حرمِ دل پر گر ایسے شایاں رحم کوں ہے کئے جناب شیخ دو گے سزائے بوسہ چشم اور محبو کیا نادان نہیں کروں میں جو جنت کی آرزو ہے ایک میرا آپ کا مشرب جناب شیخ
--	---

۱۲

جس دن اکٹھے جنازہ عشق و وفا پرست

۱۰۲

کندہ نہ دیں نہ دیں مگر آنکھیں ضرور آپ

الارنگل میں کہاں ہے ترے خسا کا روپ
گر گیا نظروں سے ہر شوخ طوعہ ارا کا روپ
خفاں رخ ہے وہی اب تک ہی خسا کا روپ
جلوہ طور کو بشر ماتا ہے دیوار کا روپ
کیا سے کیا جا رہی نہیں ہوا گلزار کا روپ
بگڑے کیوں خط کئے نمو سے ترے خسا کا روپ
تہر ہے دوش پہ لے بت ترے زار کا روپ
دیکھئے چشم حقیقت سے جو گلزار کا روپ
پہر گیا آنکھوں میں تیرے درو دیوار کا روپ
یہ بگاڑینگے ترے جعبہ دستار کا روپ

کاشن حین سے ٹکڑے نہیں گلزار کا روپ
کہہ گیا آنکھوں میں کچھ ایسا مرے یار کا روپ
خط نکلنے سے بھی بگڑا نہ مرے یار کا روپ
جلوہ گر ہے جو مرے رختی تجلی سسرام
خاہیں گل کیجیہ چند میں لب لب کے عوض
باغ عالم میں نہیں خار سے خالی کوئی گل
ٹوٹ جائے نہ کہیں رشتہ جاں عاشق
خام ہر بول ہے ہر رگ ہے دستِ فہوس
حال ایدانِ جنان شیخ سے سنکراے حور
بید ہرک مجمعِ زما نہیں نہ آئے واعظ

آئینہ گاشوخیوں کا رنگ کہاں سے نہیں | حوریں جنت کی بہریں لاکھ مے یار کا روپ

۱۷

قابل دید ہے لے عشق ہمہ رات ناز
گل ترکی ہے نزاکت کمر یار کا روپ

۱۰۵

آئینہ دیکھتے کبھی میری نظر سے آپ
معشر کے رذرائے آفریدہ ہر سے آپ
ہر قطرہ کو سمجھتے زیادہ گہر سے آپ
کیا فائدہ جو بڑے ہیں شمسِ قمر سے آپ
دامن کشاں گذرتے ہیں جس رنگد سے آپ
آتے ہیں میرے دلیں اسی رنگد سے آپ
ہے احقر از میری دعا کو اثر سے آپ
حالانکہ بخیر بنوئیں اپنی خبر سے آپ
اٹھو اپنے مجھے نہ کہی اپنے در سے آپ
دور ہو آگے دیکھتے اپنی نظر سے آپ
واقف نہیں نزاکت موئے کر سے آپ
گو دیکھنے کو دور ہیں میری نظر سے آپ
ٹالیں ہزار و عدهٔ شام و صبح سے آپ
رخس ہزار و عدهٔ ہیں شمسِ قمر سے آپ
واقف اگر ہوں میری فغاں اثر سے آپ
اجاہے باز آئیں نہ گرا اپنے شر سے آپ

آگاہ حسن کے جو نہیں ہیں اثر سے آپ
مانا کہ ضد سے میری نہ نکلیں گے گہر سے آپ
ہو تا سر شک غم میں ہمارے اگر اثر
ہے روز ہی مواشب غم کی طرح سیاہ
ٹٹے ہیں مثل نقشِ قدم ہر روانِ شوق
احسان چشمِ شوق کا مانوں نہ کس طرح
احسان ہو کسی کا گوارا نہیں اسے
رہ رہ کے دل سے پوچھ رہا ہوں کس کا حال
ذلت پسند تنگ گوارا ستم قبول
سر ہوڑنے کی مٹی ہمیں دا کچھ نہ کچھ
بے سوچے باندھے نہ کمر قتل عام پر
ہے نقشِ دل کے آئینہ بر حسن و لفریب
ٹل جائیگا زانہٗ ٹالیں گے نہ ہم کبھی
ہے شمشِ جہت میں غلِ رخِ بابِ تابکا
فریادِ الوہس بھی نہ بیکار جائے پھر
فرمایا ہے چائیکے اک شور ہم ہی روز

۲۲

لازم ہے عاشقی میں میاں عشقِ صبر بھی

۱۰۶

یہ کیا ہے لوٹتے ہیں جو در در جگر سے آپ

کچھ پس پیش نہ فرمائیے آپ
اپنی محفل سے مجھے اٹھوا کر
لطف برباد ہوا جاتا ہے
کبتک انکار کما تک نہیں
جان آئی ہے لبوں پر میری
ہے جو انہیں نزاکت مانع
جان بلب کیسے ہے بیمار و فا
میرے نہیں کچھ اب دیر نہیں
غیر کے گھر سے ملا ہے مرا گھر
مینے اسے جو کہا مرنے ہوں
چپ ہیں کیوں کے سوال بوسہ
ہم بھی دنیا سے سفر کرتے ہیں
بھل کا وعدہ جو منظور نہیں
کیا بلا ہوں جو لپٹ جاؤ نکلا
ایسی کیا جلدی ہے گھر جانیکی
چھڑ کر میرے دل مضطر کو
حسرت قتل میں رکھ کر محکو
غیر کو دے کے جگہ ہیلو میں
کیسی ہوتی ہے عنایت کی نظر

دل یہ موجود ہے بجائیے آپ
میٹھے میٹھے نہ غضب لائیے آپ
وصل میں اتنے نہ شرمائیے آپ
نہر بان آج تو منجائیے آپ
اب تو بوسہ کوئی دے جائیے آپ
اپنے گھر ہی مجھے بلوائیے آپ
اس کا چارہ کہی فرمائیے آپ
دم کی دم اور ٹھہرائیے آپ
اس طرف بھی کہی آجائیے آپ
بولے اچا تو ہے مر جائیے آپ
ہاں نہیں کچھ بھی تو فرمائیے آپ
جانا ہے آج کو گھر جائیے آپ
صاف انکار ہی فرمائیے آپ
دیکھ کر محکو نہ کہہ لائیے آپ
رات کی رات تو رہ جائیے آپ
جان پر قہر نہ برسائیے آپ
قرج سے پہلے نہ ٹر پائیے آپ
محکو محفل سے نہ اٹھوائیے آپ
اک نظر محکو دکھا جائیے آپ

۴	اپنے ہاتھوں سے جو پلوائے آپ جہیں حب آئے چلے آئے آپ	زیر نیا ہی گوارا ہے ہمیں آپ کا گھر ہے ہمارا گھر بھی
	روح خوان لب شیریں ہے عشق شیرینی کچھ اسے کھلوائے آپ	
۱۷	ردیف تائے قرشت	۱۰۷
تو بہتے ایسے شخص کی تو بہ ہوئی شکست لائیک کا تازہ رنگ خمار مئے السرت یا رب نصیب خلد میں ہو کوئی دار السرت ہر دور میں شراب محبت سے ہوں مست کچھ رنج نیت کا ہے نہ ہے اتنا جہت صحرایں بولے آہوئے دُشی ہی اپنی جہت کو چھیں اسکے آجکل ایسا ہے بند و بست بے مے ہے ہی ہوں اور ہے رنگ سرت پچھلی کو بھی نہیں ہے سمندر میں تابست نمغلیں انکی کھرنی ناکس کی ہے نشست آخر لہو سے ہو گئے آلودہ حبیب و دست ایسی کہاں کی دختر زند ہے یہ گھر گرت دزد و خنا ہے ایک ہی چالاک تیز دست اُکینہ نے بنایا ہے اس بت کو خود پرست	رونی فرد ز سیکہ ہے شیخ دین پرست اٹھو نگاروز حشر ہی سرشار و دست نچو نہیں ہے خواہش قصر ز مودین ایام چھریوں کہ زمانہ وصال کا بین فکر چکو میرے تو کل لئے کر دیا دیکھئے سمندر و حشت دلی جو ترکتا ز انسان کیا نہیں ہے فرشتہ دیکھا ہی گذر اللہ نے فیض بار بباری کہ شیخ بھی ہو ناگوار خاطر انسان نہ کیوں بھی اب اٹھ گئے وہاں کے ادب قاعدے تمام دامن کپا کے جانہ سکا قاتل سشیر پر خفاں چھپا تا ہے کیوں مختص سے تو کیونکر کپاؤں ہاتھ سے اسکے میں نقد دل آپ اپنے حسن صاف کا ہے خود دیکھئے	

ہر بات اپنے ہاتھ وہ اگر نکل گیا میں سرخرو ہوا تو وہ غیر کٹ گیا	کیونکر ہر نہ کاٹے دانتوں نے پشت دست مقل میں میری فتح عدو کی ہوئی شکست	
۱۰۸	اگر کہہ بانو دیکھ بہال کے راہ وفا میں عشق ساک کو ہے ضرور خیال بلند و سپت	۱۲
اس دہن کی نہ کچھ بن آئی بات منہ ہی منہ میں چبا کے رہ گئے وہ درد دل کچھ نہ کہہ سکا ان سے نکتہ چینی سے نکتہ چینیوں سے مفت کی گرے ابھی پی لیں خوف افشا سے اپنے لب کو بھی ظرف لازم ہے میخوری کے لئے ذکر جنت نہ چھڑاے واعظ پاس اس شوخ عربہ جو کے غیر کے نام سے سپام دیا غیر کی بات ہو گئی جوٹی	شاعروں نے بہت بنائی بات جیسے کچھ چکی تھی مٹائی بات ضعف سے تا بلبل نہ آئی بات دہن بار کی جڑ لائی بات شیخ جی کی ہے پارسائی بات ہنسنے جی کی نہ کچھ بتائی بات لب ساغر کی محکو بہائی بات ہے یہ اپنی سنی سنائی بات کھیل جگڑا ہے اور لڑائی بات کوئی مجھے نہ جب بن آئی بات یار سچے ہوئے بن آئی بات	
۱۰۹	فیض اصلاح دل سے اسے عشق شاعری میں ہو تو لئے پائی بات	۱۸
ماں ظلم جو ہیں شوخ پر زاد بہت بند زنجیر میں کس کس کو کرے گاہ داد حبذا جوش جنوں فیض قدم سے تیرے	ڈھونڈتی بہرتی ہے تاثیر کو فریاد بہت تیرے دیوانے ہیں لے شیخ پر زاد بہت میرا ویرانہ دل ہو گیا آباد بہت	

کیوں شب بھر ہر آتی ہے مجھے یاد بہت
 قین و نل سکیڑوں اور دامنِ فریاد بہت
 مرغِ بستاں ہیں تری گہات میں صیاد بہت
 قتل کر کے مجھے پھٹا دیکھا جلا دہت
 کیوں ستاتی ہے مجھے اُسے تری یاد بہت
 دل کا کچا تھا محبت میں جو فریاد بہت
 حور و شایو تو ہزاروں ہیں پرزاد بہت
 دل سلامت ہے تو معشوق پرزاد بہت
 میرے دیکھے ہوئے ہیں ایسے تو آزاد بہت
 حضرت دل یہ بری ہوتی ہے افتاد بہت
 پہونچاتا ہے خوشی سے دل ناشاد بہت
 اگلے وقت تو نکلا ہے بوسیدہ ہے بنیاد بہت
 غلام تو دور میں تیرے ہوئے ایجا دہت
 تنہا کو اسے بت ہے ترا حسن خدا داد بہت

لے اہل تو کوئی معشوق پرزاد نہیں
 عاشقی ہوتی اگر سہل تو ہوتے پیدا
 رنگ لائے نہ کہیں نغمہ سرائی تیری
 ایسا جاننا کوئی پہ نہیں ملنے کا اسے
 تنہا کو اسے شوخ جو آنا نہیں منظور تو پہر
 مر گیا ہوڑ کے سر اٹھ نہ سکا اسے یہ بوجھ
 تجہیں جو بات ہے وہ اور ہیں اشوخیں کہاں
 کس نے ہو کسی لدار کے چھٹے کا ملال
 غیر کی پیش نہ جائیگی شرارت کوئی
 آفت عشق سے بڑھ کر نہیں آفت کوئی
 جو ٹہی کیوں نہ جو جب کرتے ہیں دھندل
 گر پڑے سر پہ نہ لے اہل میں ستف فلک
 نامِ بدنام ہے گردوں جفا پیشہ کا
 کوئی حاجت نہیں آرا کش گوناگوں کی

۲۷

عشق اسب و آدمی غریب ہے پھر دوسرے وطن
 کرتے ہوئے تمہیں سب اہل وطن یاد بہت

۱۱۰

کیا جانہ زمین سے ہے وہ گلبدن در
 ملتا نہیں کسی کو نشانِ دہن در
 لیکن ہوئی نہ تر گس بیمار نہ در
 تجھے نہوگا کام یہ اسے کوہن در

انگیا ہے چست کرتی پھنسی بہرین در
 وعدہ ہو نہ کیا بت چہاں نشکن در
 آئی بہار ہو گیا سارا چین در
 بہر کے کاٹنے کو نہیں کہتے عاشقی

کیا خاک ہو تو بکنی پرستش سے فائدہ
 مشاطہ ہمارے کیں دستکاریاں
 یوں ہونیکو ہوا کئے وعدے ہزار ہا
 ٹھارو یا کفن کو شہیدوں نے ناپسند
 بے سود چارہ گر کی ہیں سب چارہ سازیاں
 میرا بیاں سچ تھا کہ دشمن کی گفتگو
 ہے داغمانے دلی مرے بیخزاں بہار
 ہرزنگ سے قبائے ادا و حیا و ناز
 جب تک ہینگا یہ دل آشفستہ اس میں بند
 کیوں دخل دیتی آکے اجل انکے بیچ میں
 ٹوٹے نہ نیکدہ میں ترے کوئی جامِ نمک
 دنیا ہے بیسوا کرے اسے کوئی عقد
 پتھر کو پوجتا ہے جو معبود جان کر
 نقشہ ہے میرے یا کابھی نقش و لہریں
 پہلوں نہیں سہاتا ہے شادی سے باغیاں
 اپنے سوا کیکو سمجھتے نہیں یہ کچھ
 تیشہ سے اپنے کاٹکے چوڑا ہار کو
 چلتا ہے راست باز دنیے طیر فلکِ ملام
 عاشق کالے برہی دل صد چاک چارے
 وہ فصل گل رہی نہ وہ نے نوشیاں ہیں

رکھے نہ اعتقاد اگر برہمن درست
 بن ٹہن کے پہر ہوئی ہے عروسِ چین درست
 نکلا اگر نہ وقت پر انکا سخن درست
 آیا نہ انکے جسم میں یہ پیرہن درست
 ہو گا کبھی نہ عشق کا بیمار تند درست
 کیوں کسکا امتحان میں نکلا سخن درست
 رہتا ہر ایک فصل میں ہے چین درست
 بیٹھی ہے تیرے جسم میں لے گلبدن درست
 ہو گی نہ تیری زلف شکن در شکن درست
 ہوتا اگر معاملہ روح و تن درست
 ساقی شکست سے ہے یہ سخن درست
 اپنے طریق میں نہیں ہرگز یہ زن درست
 تیرا اگر دماغ نہیں برہمن درست
 گیسو درست عارضِ چشم و دہن درست
 دیکھا ہے فصل گل میں جو رنگ چین درست
 مذہب میں خود پسند نہ کہتے ماؤں درست
 تھا عشق میں جو عزم دل کو کہن درست
 اس چالباز کا نہیں بالکل چلن درست
 شانیے کیا ہوا زلف شکن در شکن درست
 پہر ہو چلے ہیں زاہد تو بہ شکن درست

پہنچا ہوں ایسے حالوں کو دستِ جنوں سے غربت کا پہر تو ہو لکے لیتا نہ کوئی نام	سب چاک ہے کہیں نہیں پیرنِ دست ہوتا اگر رویہ اہلِ وطنِ درست
۱۱۱	دست سے کر ہے ہو میاں عشقِ شاعری آیا مگر نہ آپ کو اب تک یہ فنِ درست
میرے رویے یہ بگڑی مرے گھرِ صورت بوتہ تو کہتے ہیں کمرانگی ہے لیکن ہم کو غم سے ہے خون کوئی رنج سے ٹکڑے کوئی جب کہی کوچہ جاناں سے عبا آتی ہے کوئی پل اس کے تصور سے نہیں منجھو فراغ گھر یہ دونوں ہیں تمہارے ہی رہو اور بسو لختِ دل کہاتے ہیں یاخونِ جگر بیتے ہیں غیر آیا کہ قیامت سرِ محفل آئی دیکھے دل آپ کو الزام نہ لیتا اٹھا دیدہ شوق کو حائل نہیں پردہ کوئی سکے زیادہ می اب تو کہلیں کچھ آنکھیں غیر آتا ہے تو آئے تمہیں ڈر ہی کیا ہے اپنے کوچہ میں ٹھہرنے نہ دیا اس بت نے دل مرا مثل کتاں ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے وصلیں ہی نہ ملی ہجر کے دھڑکے سے نجات	نہ ہے دیوار کی صورت نہ ہے در کی صورت نظر آئی نہ کبھی تارِ نظر کی صورت یہ محبت میں ہے نل اور جگر کی صورت غنی کھلے تاپے دلا کل تر کی صورت میری آنکھوں میں ہے وہ مری نظر کی صورت دل میں ارمان کی آنکھوں میں نظر کی صورت عاشقی میں ہے یہی اپنے گدے کی صورت فتنے بڑا ہوئے یہاں کوئی شر کی صورت سو جیتی منجھو اگر نفع و ضرر کی صورت دیکھ لیتا ہے ادھر سے یہ اودھ کی صورت دیکھ لی آپ کے کیوں اسکے اثر کی صورت کیوں اٹھاتے ہو مجھ پر وہ دھ کی صورت دیکھی منزل پہنچ کر ہی سفر کی صورت نظر آئی ہے جو اس رشکِ فکر کی صورت شام سے بہرتی ہے آنکھوں میں سحر کی صورت
چاندنی چٹکی جو اسے عشقِ شب بھر کہی	

عرشِ بریں سے بڑھ گئے ہے فرحت میں بامِ دوست
 ممکن نہیں جو پہونچے کوئی تا مقامِ دوست
 دیرو حرم میں کچھ بھی نہیں شیخِ دبر ہمن
 سچ پوچھئے تو خانہٴ دل ہے مقامِ دوست
 ہے دل میں دردِ عشق بھی اس کا خیال بھی
 غم کی جگہ کہوں میں اسے یا مقامِ دوست
 خدمت کا فخر ہے نہ ہے اپنی وفا پہ ناز
 اترار ہا ہوں اس پہ کہ میں ہوں غلامِ دوست
 کیا آرزوے زندگی جاوداں کریں
 ہم موت کو سمجھتے ہیں وصلِ دوامِ دوست
 منعمِ دبا ہوا ہے بارِ مال و جاہ
 کیوں کراٹھائے ہاتھ یہ بہرِ سلامِ دوست
 جن ویری تھے تابعِ فرماں جو اس طرح
 کندہ تھا کیا نگیں سلیمان پہ نامِ دوست
 بھتی ہے مجھ کو ظاہر و باطن اسی کی یاد
 دل میں خیالِ دوست ہے لب پر ہے نامِ دوست
 کیا جانے اسکے وعدہ کا ہوتا ہے کیوں یقین
 آیت نہیں حدیث نہیں کچھ کلامِ دوست
 ہر دم یہی ہے عاشقِ جاں باز کی دعا

عالم میں سرخرو رہے یارب حسام دوست

آنکھوں میں ہے خیال میں ہے حافظہ میں ہے

وہ ہر جگہ ہے دل ہی نہیں کچھ مقام دوست

اے عشق میرے کام ہیں سارے رکے ہوئے

۱۱۳

دشمن بنا ہے جب سے مدارا لہام دوست

اسنے جانا کہتے پتے کی بات
لاکھ کی ہو یہی ٹکے کی بات
گیا کہوں شیخ میکدے کی بات
ہو گی پہانسی مرے گلے کی بات
یاد آئی ہے اک فرے کی بات
میں کہوں آپکے بیلے کی بات
کسی مظلوم دل جلے کی بات
تھی بڑے لطف کی مرے کی بات
کیا کوئی ایس تھی پتے کی بات
یہ نہیں ہے مرے گلے کی بات
یہ بھی ہے کوئی بوچھنے کی بات

تھی مری گفتگو نشے کی بات
بات یارب نہ میری خالی جاے
دیکھنے سے علاقتہ رکھتی ہے
کیا سمجھتا تھا عرض مطلب پر
منہ ادھر لاؤ کان میں کہہ دوں
آپ مانیں برا خدا کی شان
سن کے کیا انکو آگ لگتی ہے
گفتگو وصل کی نہ ہو یوں گا
آپ کیوں ذکر غیر پر جھینپے
عاشقی اور صبر اسے نا صح
ہام نہ اور میں نہ لوں سانی

۷۰

عشق مرعوم کا نہ ذکر کرو
کیوں اکھڑو گرے دے کی بات

۱۱۴

طاہر قبلہ ناما کی طرح دل بستہ سوئے دوست
سو گئیے جس بھول کو اس بھولیں بوسے دوست

کعبہ مقصود ہے میرے لئے ابروئے دوست
دیکھئے جس نگ کو بیدار ہے رنگ روئے دوست

سیر ہے انکے سود میں پیشاں میرا حال
 ہے بظاہر مجھے وہ روپوش تو کچھ غم نہیں
 حضرت یوسف کے پیرا میں یہ بھی کم نہیں
 داغ کا ہے عیب سب نقص اس میں خار کا
 خفنگان خاک کے آرام سے کہتے ہیں دن
 عشق میں بھی اک ادائے حسن آتی ہے نظر
 میری نویت سر محشر تماشا ہو گئی
 قتل کی جہت میں محکوم اپنا مرنا ہے قبول
 کس خوشی سے جان نکلی ہے مری ہنگام فوج
 دفن کر دیں لاش کو بے غسل یوں ہی آشنا
 لکے رکھ سکے دبا تاہوں دل بیتاب کو
 اے محبت ہم خبر لیتے تری اچھی طرح
 ہر قدم پر خوف پیدا ہے خرام ناز سے
 دیکھتے ہیں خطِ زنگی آئینہ میں وہ بہار
 ذکرِ باغِ خلد بہنے دے ذرا چل کر تو دیکھ
 دیکھ نہتی ہے کب تک صحبت سوز و گداز
 عشق نے رنگ کدورت سے کیا ہے ایسا پاک

ہو گئے ہیں کیا دبا جانِ دل کیسے دوست
 دیکھ آئینہ میں ہے عکس رخ نیکوئے دوست
 دامن باد صبا سے آہی ہے بوئے دوست
 لالہ و گل کیا کریں دعوئے رنگ بوئے دوست
 گور کی آغوش ہے انکے لئے پہلوئے دوست
 سیر بدل ہے پریشان صورت کیسے دوست
 دیکھتے تھے سب تجھے میں کہتا تھا سوئے دوست
 یہ نہیں منظور دکھیں ساعد و بازوئے دوست
 خلق پر تھا دست نازک سینہ پر زانوئے دوست
 تازہ میرے جسم سے دل چاہے خاک کوئے دوست
 یاد آتا ہے شبِ غم غلبہ جب پہلوئے دوست
 کیا کریں چلتا نہیں بس دریاں ہاروئے دوست
 فقہِ محشر نہ بچائے قد و نحوئے دوست
 چر ہے میں سبزہ زار حسن میں آہوئے دوست
 پر فضا ہے کسی داعیِ غم مزین کوئے دوست
 موم سے بھی زرم میرا دل ہے آتش خوئے دوست
 دیکھتا ہوں مناد لکے آئینہ میں روئے دوست

۱۷	پہنس گئے جب ام الفت میں پہر آزادی کہاں عشق میں ہوں دیکھ بس میں دلہہ ہے قابوئے دوست	۱۱۵
دیکھتے تو کوئی اس ستم ایسا کبھی صورت	انسان کا سچ دج ہے پر زاد کبھی صورت	

کیا زندگی عاقل و ناشاد کی صورت
 تھی کس کو خبر ہوگی یہ فرماؤ کی صورت
 ظاہر ہے جو ہے سرور کی شہادت کی صورت
 بدلی ہے عجب نگ سے بیدار کی صورت
 آنکھوں میں پہرا کرتی ہے جلاؤ کی صورت
 آنکھوں کو نظر دور سے صیاد کی صورت
 نشتر کا یہ منہ اور یہ فضاؤ کی صورت
 وہ دام لئے پہرتے ہیں صیاد کی صورت
 دعوائے سخن کرتا ہے استاد کی صورت
 بیخود یہ ہوا دیکھ کے جلاؤ کی صورت
 اک یہ ہی تھی میرے لئے بیدار کی صورت
 دی ہے تجھے خالق نے پریراؤ کی صورت
 ہر روز بدل دیتے ہیں بیدار کی صورت
 کل دیکھئے کیا ہو مری فریاد کی صورت
 ہر گوشہ دل خاشاکاؤ کی صورت

ظالم جو یہی ہے تری بیدار کی صورت
 شیریں کی محبت میں ہوا تلخ اسے جینا
 پہل باغ جہان میں یہ ملاہو کے سرفراز
 وہ دیکھ کو آمادہ ہیں ابالٹی چہری سے
 اللہ نے عاشق شہادت کہ شرب روز
 کیا بلبل نالوں کے اڑے ہوش چمن میں
 چھپے ترے سوداؤ کو جو جوش جنوں میں
 زلفوں میں پہنسا لیتے ہیں عشاق کے دلوں
 کیا دور ہے اس عہد میں ہر طفل دستان
 اپنے میں نہ آیا میں سرور جزا بھی
 وہ باز ہے قتل سے مشتاق سمجھ کر
 کیوں دیکھ کے جھکے جھونکے اڑیں پیش
 فگار وہ بناتے نہیں عاشق کو کسی کا
 ناکام ہے محروم ہے تاثیر سے یہ آج
 لے بے محبت میں تری شوق سے معمور

۱۹

سرایہ حد تازہ ہے لے عشق یہ دیوان
 پیارا مجھے ہر شعر ہے اولاد کی صورت

۱۱۶

بستر پر شب غم نہیں اک تار کی صورت
 کچھ اور ہی ہو چرخ ستم کا کی صورت
 ہیں ساری رگیں جسم کی زناؤ کی صورت

پہچانی نہیں جاتی تن زناؤ کی صورت
 تاثیر دکھائے جو مری آہ سحر رباب
 اس بت کی محبت بتایا مجھے کافر

پہچانا اسکا تو بڑی بات ہے ظالم
جاہنچہ جہم ہی سرخسردم پرستش
لے مہر لقا طالب دیدار پڑے ہیں
پوڑ نیکے شرب صعل ہم اس سے سراپنا
دل چین لیا اسنے مراد ز ازل ہی
وعدہ بھی کیا ہے تو قیامت کا کیا ہے
کیا جرم محبت کو چپائے کوئی عاشق
جو دل سے نہوچن کی تاثیر کا قائل
خوش ہوں جو سائی نہیں اس بزم میں میرا
ہوتا ہے رکھائی سے ترے خشک مرادم
کہتا ہے عبادت کو میری آکے ستم گر
جنت میں بھی پڑ جاتے مجھے جانکے لالے
اچھے نظر آتے نہیں اس شیونکے تیور
سرا پڑ کے منہ میں ہنسی بکھو پڑ پیش
دیکھہ آئینہ انکار نہ کرو وصل عدو کا

دیکھی نہیں جاتی ترے بیا کر مصورت
اتنی سنی نکل آئی ستمگار کی صورت
کو جہم میں ترے سایہ دیوار کی صورت
تکلیہ جو رہا بیچ میں دیوار کی صورت
اس خفس نے دیکھی نہیں بازار کی صورت
اتوار میں ظالم کے ہے انکار کی صورت
چہیتی ہی نہیں اسے گنہگار کی صورت
وہ دیکھ لے اس شیخ طرحدار کی صورت
کیوں بچ بڑھے دیکھ کے اغیار کی صورت
کچن تر اے شیخ ہے تلوار کی صورت
سمجھا تھا کہ کچھ اور ہے بیا کر کی صورت
حوروں کی جو ہوتی مرے دلدار کی صورت
بگڑے نہ کہیں طالب دیدار کی صورت
بگڑے نہ کہیں اس درو دیوار کی صورت
کیا ہو گئی کیا تھی ترے خسا کر کی صورت

۱۰

ہم خفتہ نصیبوں کو کہی خواب میں اے عشق
آئی نہ نظر طالع بیدار کی صورت

۱۱

کیا ضرورت ہے کروں میں جو تقاضائے بہشت
اسکا بندہ ہوں جسے کہتے ہیں آقائے بہشت
دل کے سب داغ ہیں غیرت وہ گلہائے بہشت

مجھ کو حاصل ہے شرب و روز تماشائے بہشت
 کس کو خوش آئیگی گاہے تیرے تماشائے بہشت
 خار دیں گے دل عشاق کو گلہائے بہشت
 اچھے اعمال کے کیا کہنے ہیں اچھا ہے آل
 بند آنکھیں جو ہوئیں کھل گئے درہائے بہشت
 تیرے کوچہ کو اگر دیکھ لے اے غیرت حور
 سر میں زاہد کے نہ باقی رہے سودائے بہشت
 جیتے جی روضہ احمد پہ نبھے پہنچا دے
 تجھ سے کرتا نہیں یارب میں تقاضائے بہشت
 عاشق اے حور ترے قامت بالا کے تمام
 جا کے ٹھہریں گے تہ سائے جلو بائے بہشت
 مغفرت سوختہ عشق کی اے حور نہ چاہ
 کہیں کم نجات کی شامت سے نہ جلو بائے بہشت
 شیخ جی یاد رہے حرص بڑی ہوتی ہے
 کہیں دوزخ میں نہ لیجائے تمنائے بہشت
 بندہ عشق ہے یہ عشق ہے آزاد منش
 فکر دوزخ کی ہے کچھ اسکو نہ پروائے بہشت

کسی کے عشق نے درپردہ وہ لگائی چوٹ
 نگاہ ناز نے کیا تاک کر لگائی چوٹ
 نگاہ غیظ نے کیا چوٹ پر لگائی چوٹ
 کیسے عشق میں دیکھا گیا نہ دردِ عدد
 دل شکستہ کو چھڑا عدد کا چھڑکے ذکر
 وہ میرے دردِ محبت کو سنکے بول اٹھے
 کیسے عشق کا پہرہ دل میں دلو لہ اٹھا
 بشر کے دل کو تو دیکھ کوئی محبت میں
 بلا کی طرح سے آئی یہ سر پہ جب آئی
 یہ دوستی میں اٹھائی ہریا فتنیں مینے
 رقیب بواہوس و بے وفا کو دل دیکر
 بلائے عشق کو پوچھے کوئی مرے دلے
 جو غیر ہوئے برہم وہ کانپ اٹھا میں
 بڑا ہے انکا زاکرت سے ہاتھ خود اوچھا
 کیا کس آئینہ خسار نے یہ مجھ پر دار

کہ اپنی جان گئی پہ نظر نہ آئی چوٹ
 بجایا دل کو جو بھنے جگر پر آئی چوٹ
 کہ چشمِ لطف کے بہو کوں نے خوب کہاں چوٹ
 براہِ مور شک کا جو پہرہ پڑی پر آئی چوٹ
 غضب یہ تنے کیا چوٹ پر لگائی چوٹ
 بلا سے اپنی کیسے جو دل پر آئی چوٹ
 پہرا بہری آج پرانی دہی دہائی چوٹ
 فرشتوں سے نہ اٹھی اسے جو اٹھائی چوٹ
 کسی نے تیغِ قضا کی کہاں بجائی چوٹ
 ہوا ہے دل کیلئے نامِ آشنائی چوٹ
 جنھائے عشق کی اسنے ہی آزمائی چوٹ
 کہ لاکھ مرتبہ مینے یہ آزمائی چوٹ
 کہ میرے سر پہ نہ آئے کہیں پرانی چوٹ
 شکایت ہم سے اٹھی کہ کہیں بجائی چوٹ
 ابہرا بہر کے جو کرتی ہے خود نمائی چوٹ

۱۶	سنا کے دردِ جگر روز باز پرس اے عشق دکھاؤں کیا میں کہ دیتی نہیں کہاں چوٹ	۱۱۹
کرے قاتل کوئی ابرو کا اشارہ چوٹ مے پلا کر اسے شیشہ میں اتارا چوٹ لے ادا بہر خدا کوئی اشارہ چوٹ		تین سے ہو نہ اگر کام ہمارا چوٹ نشہ سے توڑ دیا شرم کا بھی ہنسنے طلسم بجگو مزا نہیں منظور قضا کے ہاتوں

نیکو اٹھ جائیگا کرتے ہیں اشارہ جٹ پٹ
 ایک ہی وار میں ہو کام ہمارا جٹ پٹ
 جھگو آنا جو ہو آشوب دل آنا جٹ پٹ
 دو بے قسمت کا چمک کر نہ سارا جٹ پٹ
 کبھی مشاطہ نے انگوٹہ سنوارا جٹ پٹ
 وعدہ وصل نیتا جو سہارا جٹ پٹ
 ہم سمجھ جاتے ہیں بدکارا اشارہ جٹ پٹ
 ملک الموت کو گھبراہٹ کے پکارا جٹ پٹ
 ہم نے ہی جڑے ہوئے گھر کو سنوارا جٹ پٹ
 کشتہ ہو گا نہ میرجاں یہ پارا جٹ پٹ
 لے خیراے ملک الموت خدا را جٹ پٹ
 وہ بتاتے ہیں بتا اسکو ہمارا جٹ پٹ

غیر آتا ہے جو محفل میں تو وہ بے غضب
 ہاتھ گرد نہ لگا جانچ کے ایسا قاتل
 ہے دم نزع براہے ترے بیمار کا حال
 آئے وہ ماہ مرے گھر تو ہے ہی کچھ دن
 صبح کو ہی نہوا شب کا کوئی وعدہ وفا
 ترے بیمار کا بچنا تھا بہت ہی مشکل
 بات کہلتی ہے ترے دل کی ترے تیرے
 ہنسنے آتے ہوئے دیکھی جو بلائے شب بھر
 ہو لکراہ جو اس سمت وہ آنکھ کبھی
 مرے بھی دیر میں ہو گا دل مضطرب ہنڈا
 بے اہل ہجر کے سدھ منسے مرا جاتا ہوں
 آسمان سے جو اترتی ہے بلا کوئی نئی

۱۷

اکیلے کر زرد وفا عشق کیا دل نے تباہ
 نقد جان ایک ہی باز ہمیں یہ ہارا جٹ پٹ

۱۲۰

پیدا کرے نہ خلق میں کیوں اعتبار جو ٹ
 کرتا ہے آدمی کو بہت بیوقار جو ٹ
 دشمن ہمارے حقیقی کئے گو ہزار جو ٹ
 نکلا زبان یار سے بے اعتبار جو ٹ
 لیکن نہ وہ تنکے سے وہی بار بار جو ٹ
 فردا کے حشر لذت دیدار یار جو ٹ

نہیں آیا ہے حسینوں نے اپنا شعار جو ٹ
 سچ کے سوا کچھ نہ کوئی زمیندار جو ٹ
 آخر نہیں گئے سچے ہمیں انکے سامنے
 چٹیری کبھی جو اپنی محبت کی داستان
 ہم سننے سننے کا نوٹے معذوری ہو گئے
 اللہ پردہ دار ہے کچھ پردہ در نہیں

ہو گا جو انکا وعدہ شب انتظار جوٹ کمل جائیگا وعدہ کامر الکیار جوٹ باتیں ہیں تیری راہ پر ہنر گار جوٹ کہنا پڑا فرشتوں سے زیر مزار جوٹ تا تیرا وہ نالہ دل بقرار جوٹ کہتے نہیں ہیں آپسے ہم جان نثار جوٹ وعدے سب لکے ہیں دل امیدار جوٹ عاشق کا جان وینا شب انتظار جوٹ ہوتا نہیں کسی کو بھی یہ ناگوار جوٹ کہدے جو درد بروئے خدا ہی ہزار جوٹ	ہم ناہمائے دل سے اٹھا بیٹھے ایک شہر وہ اپنے دلی بات جو کہہ دینگے راست سہر کبھی شراب خلد کمانگی کہہ ہر کی حور افشائے راز عشق میں تہیں سو قبا حشر ایک نہ آئیگا کبھی وہ بر سر وفا کیئے تو سر کو کاٹ کے رکھ دیں حضور میں آزار و صل حیلہ ہے پیمان بوسہ مکر یہ نہی سہی کہ یار کا وعدہ بجا درست کیا جانے تیرے وغیرہ ایسی بات کیا جھکو دفائے حمد کی ہو اس سے کیا امید
--	---

تقدیر کی بگاڑ سے بنتی نہیں ہست بات
اے عشق انکا وعدہ نہیں زینہار جوٹ

۱۵

روایف شمار مشلتہ

۱۲۱

عجز ہے سود گہ سچ ہے فریاد عبث
ہو گی اس طرح سے جان کاوی فریاد عبث
کہنچ لائی ہے سوئے عالم ایجاد عبث
جانو الی نہیں مظلوم کی فریاد عبث
ظلم تازہ کی ہے فکر اے ستم ایجاد عبث
تیرے سفاک کا ہے خیر فو لاد عبث

رحم کی ان سے توقع دل ناشاد عبث
عشق شیریں میں یہ معلوم تھا کسکو پرو
خانہ بہاد ہو جی کا کہ یہ انسان کو
اے جفا پیشہ کئے تیرے ہیں ہم یاد رہے
پہلی سید اوں سے جانیر تو مجھے ہونیدے
ذبح کیا خاک کر گیا نہیں دم ہی تجھ میں

دور دورانہ زما عہد بتاں میں اسکا بے پرو بال ہونیں اڑ کے کہاں جاؤنگا دشت و کسار میں لجا ئیگا کیا وہ معشوق اب نہ فصل بہاری ہے نہ تاب پرواز باغ عالم میں تو کس کش نہوا کوئی نہال بہو لکر ہی نہ کرے یاد جو برسوں میں کبھی پانچل ہی اسے دیکھا ہے جہاں دیکھا ہے وحشیوں کو ہے کئے رشتہ الفت ہی بہت	دہنوند مہتی پہرتی ہے تاثیر کو فریاد عبث بند کرتا ہے قفس میں مجھے صیاد عبث ایجنوں کرتا ہے تو کیوں مجھے براؤ عبث تجھ کو صیاد تو اب کرتا ہے آزاد عبث پہر ہوں پہونے پہونے پہنے کی ہے شمشاد عبث ایسے ہمیر کی ایدل ہے تجھے یاد عبث باندھتے ہیں شعرا سرو کو آزاد عبث فکر میں طوق سلسل کی ہیں حدا عبث
۱۲۲ یہ کہاں اور کہاں یار کا دامن لے عشق خاک کو میری صبا کرتی ہے برباد عبث	۱۵
گئے حواس دل بیقرار کے باعث جفائے یار سے اسکا بھی کم نہیں ستم انہیں ہے جھوٹے بھی وعدوں کے احتراز تو و فور اشک سے ہے خوف ڈوبنے کا مجھے زبان تیغ سے بڑھ کر رواں ہے میرا قلم خیال بروئے پر خم زبان جان ٹھہرا بلند نام تہو عشق قدس کیوں اجنا ہر اشک ہے در غلطان ہمارا الفتیں ہزار بار ملے ملنے کو عدو سے ہم شرب فراق مری جا کھو کسی پہلو	نہ کوئی کام بنا اضطراب کے باعث غضب میں ہونیں دل بیقرار کے باعث کہ یہ نہوں مرے صبر و قرار کے باعث میان بکھریوں اس چشم زار کے باعث عذر و دہیم ہے اسرف و الفقار کے باعث دوسیم دل ہے اسی ذوالفقار کے باعث ہوئی ہے شہرت منصور دار کے باعث خیال گو ہر بوندان یار کے باعث ہوئے نہ صاف دل پر غبار کے باعث ملانہ چین دل بیقرار کے باعث

بنا ہے رو بہ طریقا پناہ نام غم لیے جرح جوان کی چاہ نہوتی تو کہیں وہ ڈوبائے ظلم شباب میں تے خسار کیوں نہ لائیں رنگ یہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے نالو لکھی	تری ہی گردشِ سیل و نہار کے باعث ہوا ہے یہ دل بے اختیار کے باعث چمن کا حسن ہے فصلِ بہار کے باعث طپاں ہے برقِ دل مہرار کے باعث
۱۲۳ گنہ مرا کرم کر دگار کے باعث	۱۴ تو اب سے جو بد بجا لے کیا عجب اے عشق
ظلم کو تا ہے تو اپنی جان پر ایدلِ عبث یار کی بنیاد کا شکوہ ہے لا حاصلِ عبث نیم جاں ہو نہیں تر پر آبِ ہی مر جاؤ نگا جب عملِ جبکا پڑا وہ اور دشمنِ بنگیا کشمکان ناز کر سکتے ہیں کیا دعوائے خوں یارِ بڑا بھر الفت سے نہو گاتا بہ حشر کیا ضررِ خورشید کو چشمِ بدخفاش سے دھونڈنے پر ہی نہیں ملتا کبھی جبکا دہن زندہ جاوید کشتوں کو اگر سن لے کبھی ایک تیری دشمنی سے ہو گیا ہے میرے جاں وصل کا مانع نہیں پردہ حجابِ شرم کا عشق کے دعوے میں تیری کامیابی ہے محال پیش جانیگی نہ اس کی سخت جانی سے مری اتھا آئیگی نہ شیریں جان شیریں دیکھے ہی	جستوئے یار میں ہے سعی لا حاصلِ عبث داور میں ہی جب نہو فریاد پر ایدلِ عبث کر رہا ہے فکر میرے قتل کی قاتلِ عبث محنتیں کیں متیں کیں تیری اے عاملِ عبث فکرِ روزِ حشر کی ہے تجھ کو ایقانِ عبث ایدلِ ناواں ہے تجھ کو حسرتِ ساحلِ عبث ہے پے دفعِ گزندِ روئے روشنِ تلِ عبث ہو سلب کا نہیں اس شوخے سائلِ عبث قتل کو عشاق کے سمجھے مراقبِ عبث اتفاقِ مادو آتشِ ربطِ آبِ گلِ عبث میرے انکھے بیچ میں یہ چیز ہے حاملِ عبث ایدلِ ناواں تماشِ حاکمِ عادلِ عبث تیز میرے قتل پر ہے خنجرِ قاتلِ عبث ہے ترا سر ہو پڑا نافرہ و لا حاصلِ عبث

داغ سے خالی نہ لالہ ہے نہ مادہ چار دہ ضرب تیغ ناز جانماں تجھے اٹھنے کی نہیں	کون کہتا ہے رخ و لدا پر ہے تل عبث بواہوس تو ہے صف عشاق میں شامل عبث
۱۲۴	بے وفا ہے سیمروت ہے کدیکا ہو گا کیا اس بت سفاک پر ہو عشق تم مائل عبث
۱۵	اس بد زباں سے ٹھیک نہیں ہینا بحث اسا بھی ضرور نہیں بار بار بحث اس باتیں نہ مجھے بہت اے نگار بحث قابل ہزار کیجئے کیجئے ہزار بحث بیفائدہ بھی مجھے نہ لے ہرزہ کار بحث ہوتی رہی فرشتوں سے زیر مزار بحث گو باب صبر میں کرے ناصح ہزار بحث یار اے گفتگو ہی نہیں درکنار بحث امید و یاس میں ہے شراب انتظار بحث ناصر نہ مجھے بنے مرا غمگسار بحث پیکر شراب شیخ سے مستانہ وار بحث ہر چند انکی غیر سے ہے ناگوار بحث تکرا میری خو ہے نہ میرا شعار بحث گیسو کے ذکر میں ہوئی سب پیار بحث
۱۲۵	اس بد زباں سے عشق نہ جا کر لڑا زبان کہاے گام نہ کی دیکھ نہ تو بار بار بحث
۱۳	

جو خود ہی جان دے لے ترک اس پر ارجعت
 خیال باندھ رہے ہیں امید و ارجعت
 زبان یار کا ہے منجھو اعتبار عبت
 شب فراق ہے محشر کا انتظار عبت
 یا پنا عجز ہے سب ہیچ انکسار عبت
 پہرا مضطر ایسے اے جاں بقیر عبت
 ہمارا عشق ہوا انپہ آشکار عبت
 جنوں ہے پہر سر شوریدہ پہوار عبت
 ہوا میں نشہ غفلت ہے ہوشیار عبت
 فلک نے شیوہ کیا تیرا اختیار عبت
 غم معاش عبت فکر روزگار عبت
 لبوں پہ ٹھہری ہے کیوں کے جان زار عبت

ہمارے قتل کو ہے تیغ آبدار عبت
 وہ خواب میں بھی نہ آئیں گے دیکھنا کسی شب
 نہیں یہ عدد محشر جو ایک دن ہو وفا
 امید صبح کے ہو نیکی تو نہیں ایدل
 مزاج یار سے جائیگی سرکشی نہ کبھی
 وہ بت نہیں ہے مادل جو جھٹ سے آجا
 وہ اور رک گئے لینے لگے تجاہل کی
 نہیں لینے کی طاقت بھی ضعف سے مجہ میں
 ہزاروں آفتیں آئیں جو اس کیا آئے
 کہاں ہے تیری سی صورت جو ظلم تھا کوئی
 خدا کی ذات ہے رزاق و کار ساز جہاں
 امید یار کے آنے کی تو نہیں ایدل

وہ فاتحہ کو نہ اے عشق ایک دن آیا
 بنا ہے اسکی نگلی میں مرا مزار عبت

۲۲

رولیف جمیم عربی

۱۲۶

نٹ گھٹ شیریں شوخ شرارت بہر افراج
 ملتا نہیں کسی کو مے یار کا افراج
 انکا افراج ہی ہے عجب طرح کا افراج
 صدقے میں اس مزاج کہ ہے واہ کیا افراج

اے فتنہ زمانہ ہے تیرا ہی کیا افراج
 اچھا مزاج اسکو کہو یا برا مزاج
 ایسا کسی کا ہنسنے نہ دیکھا سنا افراج
 ہر بات پر گہر مٹا ہے اب آپ کا افراج

تمہ وقت نزع اور زباں ہو گئی اتنی بند
 کیا تجھے ہم ہمیں بت مفرد آجکل
 کیا کھئے وعدہ کر کے نہ آیا وہ رات کو
 یہ جانئے کہ اسکو غفل ہے دماغ کا
 باہم وصال یونہی رہا بد توں مگر
 ایشو خفتہ گرمی تقدیر کی طرح
 ہفتگی یہ لائے نہ رنگ نہ گہیں
 ملے نہیں یہ دونوں کسی سے کی طرح
 مانند زلف بل کی ہی لیتا رہا دما
 ہوتی ہے ناگوار انہیں اچھی بات بھی
 تو بہ تو کر چکا تھا مگر دیکھتے ہی سے
 دبتے ہی کو دباتا ہے عالم میں ہر کوئی
 انکو جفا پسند ہے تجکو وفا پسند
 تو بہ نہیں جو ٹوٹ کے ہو جا پہر درست
 دشنام دیتے دیتے وہ بوسے بھی دیکھے
 ہر در ایک رنگ بدلتا ہے یوں جو یہ
 اس بت کا من دیکھ کے بخود ہوا یہ میں

پوچھا ہی اسنے ہائے کب اگر مرا مزاج
 ملتا نہیں دماغ ہی تیرا مزاج
 پہ صبح پوچھتا ہے کہ کیسا رہا مزاج
 جسے کہ لی غور کی جسے کیا مزاج
 انکے مزاج سے نہ ہمارا ملا مزاج
 بگڑی ہوئی ہے خورتی بگڑا ہوا مزاج
 مانند زلف یا رہے برہم مرا مزاج
 بے رخ تری نگاہ ہے نا آشنا مزاج
 مجھے کہی نہ یار کا سید ہا ہوا مزاج
 ایسا خدا کیسے نہ دے چڑھا مزاج
 تقوے کے ساتھ ہاتھ سے جاتا رہا مزاج
 مجھے اجل نے ہی شب فرت کیا مزاج
 ہر شخص کی جدا ہے طبیعت جدا مزاج
 یہ مغال ہے شیشہ سے نازک مرا مزاج
 بگڑا ہوا اتہا راہ پہ ہی آگیا مزاج
 کیا آسمان بھی ہے کسی معشوق کا مزاج
 قابو سے دل تو ہاتھ سے جاتا رہا مزاج

۲۲

تڑپا دیا وصال میں بھی چھیڑ چھیڑ کر

اس شوخ کا ہے عشق غضب چلبلا مزاج

۱۲۷

آئینہ گاراہ پر نہ کہی یار کا مزاج

بگڑے ہزار عاشق غمخوار کا مزاج

کتنی ہے عرض حال سے پہلے وہاں نہاں
جو رنگ ہے نیا ہے جو انداز ہے نیا
دہ تیوری چڑھائے کہ اللہ کی پناہ
باد بہار اسکا گلوں کو کہاں دماغ
جو وعدہ آج کا تھا وہ پہر کل پہ رہ گیا
عجز و غرور میں ہے زمین آسمان کا فرق
مفلس بھی داغ ملے محبت کیا عجب
اس سے کہی نہ اٹھیکا احسان چارہ گھر
اشکوں نے میرے خوب خبر لی زمیں کی
منکر ہوا اپنے جرم محبت سے ایصنم
بہولی ہوئی ہے اسی دور و زہ بہار پر
انتار بد میں حال ردی ہے بے ہنس طور
حاصل اگر ہو گنج تو کل دست رس
توفیق اس صنم کو خدا نے یہ دی نہیں
رحمت کا حکم ہے یہی اے شیخ بے خبر
و عوامی علاج کا نکر اے چارہ گھر بہت
دل دیکے مفت مول نہ لیتے بلائے جاں
دیر و حرم میں انکو خدا جانے کیا ملا
یکساں ہے اسکے پاس عدو و ہموک آشنا
بیمار جاں بلب کی عیادت ضرور تھی

ہے تیرا اس بلا کا مرے یار کا مزاج
پہر اسپہ ہے لطیف مرے یار کا مزاج
پوچھا جو ہاتھ جوڑ کے سرکار کا مزاج
پوچھیں جو عند لیب گرفتار کا مزاج
بگڑے کہیں نہ طالب دیدار کا مزاج
کیونکر ملے فقیر سے زردار کا مزاج
پیدا کرے جو صاحب نیا کا مزاج
نازک بہت ہے آپکے بیمار کا مزاج
تالوں نے پوچھا چرخ شنگار کا مزاج
ایسا نہیں ہے تیرے گنہگار کا مزاج
لمتا نہیں ہے بلبل گلزار کا مزاج
سنبلے گا اب نہ عشق کے بیمار کا مزاج
پیدا کرے فقیر ہی زردار کا مزاج
پوچھے جو اپنے عاشق بیمار کا مزاج
تو یہ پسند ہو نہ گنہگار کا مزاج
جاتا رہے نہ ہاتھ سے مجھ سے زار کا مزاج
پہلے سے ہم جو جانتے سرکار کا مزاج
لمتا نہیں ہے کافرو دیندار کا مزاج
اس شوخ کا مزاج ہے تلوار کا مزاج
آیا نہ اس طرف کبھی سرکار کا مزاج

۱۶	جب تک کہلے گی عشق مکافات کی نہ راہ آئیگا راہ پر نہ سستگار کا مزاج	۱۲۸
گھوڑے پہ ہے ہوا کے ہر اک گل سوار آج کیوں کو بکواڑے نہ ہمارا غبار آج اٹھا ہے ابر رحمت پروردگار آج مجھ میں عدد میں خوب ہوا کا زار آج آتی ہیں ہچکیاں جو مجھے بار بار آج کبھوت دل پہ بھی تو نہیں اختیار آج ایکوت یا سیمیں ہے ترا انتظار آج اے پیچودمی شوق ذرا ہوشیار آج و اماں ہے ہر ہمارے گایوں لالہ زار آج بقتا ہے کوئے یار میں میرا زار آج خودائے عشر خلہ لے کوئے بار آج کیوں یہ عروس مرگ سے ہے ہکنا آج تہتا نہیں بعل میں دل بقیار آج تازی بلا ہوئی مرے سر پر سوار آج تتا نہیں دماغ نسیم بہار آج	اگلی خزاں ہے غصت فصل بہار آج سرگرم ترک تازہ ہے وہ شہ سوار آج مینو نیاں ثواب میں لے بادہ خوار آج ہم دونوں اک اشارہ پر وہ پہل پڑے اسے جفا کے واسطے شاید گیا ہے یاد تھے وہ بھی کوئی دن کے قابو میں تھا وہ امید انکے آئینکی محکوم نہیں رہی وعدے کی شیبہ آگے نہ چلے کہیں صوفی فرہاد کے لہو نے تو کہا یا نہیں ہے جوش خاک شفا نصیب ہوئی خاکسار کو دونوں جہان کی مجھے خوبی نصیب ہو کیا کیجیے میری موت کا بھی انکو رشک ہے اس برق و ش کی یاد جو آئی ہیں شوخیال آیا خیال گیسو کے مشکون یار کا پہلوں نہیں سمجھتی ہے گلشن کے رنگ	
۲۱	ستا نہ عشق ایک غزل اور بھی سنا کر جائیں وجد سکے جسے بادہ خوار آج	۱۲۹
ساتی ملا شتاب سے خوشگوار آج	کس رنگ پر ہے دیکھ تو ابر بہار آج	

وہ گل جو آئے باغیں بہر شکار آج
 آیا ہے یاد قصہ گیسو کے یار آج
 جلو سے دکھار ہی ہے عروس بہار آج
 سہمی کے ساتھ کی تھی جو گل پہنے نیکبشی
 مکن نہیں ہے یار کا آنا تو موت آئے
 شبنم کی طرح روئے ہیں گل پہوٹ پہوٹ کر
 وہ میں کہ تھا مقام مرا مرجع انام
 وہ میں کہ فرس گل پہ بھی رکھتا تھا قدم
 قربان تیرے آئینے اسے شردہ وصال
 اک بیوفا کے عشق میں جاتی بہرائی ہے
 مانگا جو ایک بوسہ عارض بند کے منہ
 ہے رذر ہجر آرزو سے مرگ ناگہاں
 مرگ عدد کا بھی مجھے کرنا پڑا ہے غم
 دن دوئے رات جو گئے ہیں صدے ہجر کے
 ہے کسا انتظار یہ تکتی ہے کس کی راہ
 بدستوں میں اپنی نہیں مجھ کو ذخیر
 آتی نہیں ہے اسکی مجھے خراب نظر
 پہنچا ہے آبِ فخر سفاک تا گلو
 سر میرا مجھ کو شوق شہادت میں دباں

بیل بنے نشانہ سر شاخسار آج
 ہوگی نہ صبح میری شب انتظار آج
 گلشن میں کیا ہی رنگ پہ ہے ناز ناز آج
 کیفیت سے رہا ہے اسی کا خار آج
 تسکین طلب ہے اپنا دل بے قرار آج
 ہے باغ سے جو خصت فصل بہار آج
 قطع کہتا ہے اک جہاں غریب لہیاں آج
 تلو و نہیں ہیں چبے ہوئے لاکھوں ہی غار آج
 کل سے زیادہ دل ہے مرا بے قرار آج
 آنسو کی آبرور ہے پروں دگار آج
 بولے وہ تیرے سر پہ ہے شامت سوار آج
 رخصت ہو مجھے زندگی مستعار آج
 سیکر وہ آئے ہیں مرے گھر سو گوار آج
 سو بچ کل جو تھے تو الم ہیں ہزار آج
 آنسو نہیں آسکے ٹھہری ہتھکیوں جان آج
 نا صبح ہے کس شمار میں روز شمار آج
 تھی ہے دل پہ الکی نظر بار بار آج
 ہے نامراد دل ترا میرا ہے یار آج
 بارگراں یہ دوش سے قائل تار آج

دردِ نمان عشقِ ہوا آشکار آج

گلو ار جو تو نے ہونے کہا ہے ادھر آج
 ہم مرگ پہ وہ قتل پہ پانہ ہے میں کمر آج
 ہے چاہہ کر عارضہ عشق کہ ہر آج
 اب دیکھئے کیونکر شب وعدہ ہو بس آج
 مرد پوش ہے کیوں اے شب غم مجھے سحر آج
 آیا نہ سرزمینِ جودہ مجھ کو نظر آج
 وعدہ ہے یہ سرغیر کی سو گند جو چاہی
 برائے تمنا نہ اگر کل بھی تو کیا ہو
 کس شوق کس ارمان سے مقتل کو چلا ہوں
 محفل سے تو اس بہت سے نکالے گئے کل
 جا تا ہے وہ گہرا پنے یہ دیکھا نہیں جاتا
 کیا فکر کروں کل کیلئے تا صبح مشفق
 نجات سے نہ کہتے تھے زمیں پر جو قدم بھی
 کیا خاک لے اس منزلِ ہستی میں کوئی دم
 ہو جائے نہ برہم کہیں یا رب صدفِ محشر
 وہ میں کہ نہتی حشرِ طرب سے بچھ کر صفت
 امید ہے طے کی کیا ہو بہت کافر
 کیچے گی بہت طویل شبِ ہجر ہماری
 مسجد نہیں میخانہ ہے یہ حضرت زاہد

بگڑی ہوئی اس کی نظر آتی ہے نظر آج
 ممکن نہیں رہنے دے تضادِ دُش پر آج
 کل سے بھی فزوں تر ہے مراد و جگر آج
 سنتا ہوں کہ ہمان ہے وہ غیر کے گھر آج
 کہا جائے گی کج بخت کو کیا میری نظر آج
 دوری نگہ شوق ادھر اور ادھر آج
 بول اٹھے وہ پیرا تو نہیں بہ تر اس آج
 تیرا ہے خیال ایدلِ ناکام کہ ہر آج
 دیکھئے کوئی ہمت مری اور میرا جگر آج
 اب دیکھئے لیجاتی ہے تقدیر کہ ہر آج
 آئے میں بلِ بہرِ خدا دیر نہ کو آج
 نقشہ میں نہیں ہے مجھے خود میری غیر آج
 پا مال ہے لاشِ انکی سمرانگند آج
 کل کوچ کسیکا ہے کسیکا ہے سفر آج
 اچھی نظر آتی نہیں اس ت کی نظر آج
 ہوتی ہے غم و درد و کسبت میں ہر آج
 ہے دور ہماری تو دعا ہے بھی اثر آج
 تار و قیامت نہیں ہو سکی سحر آج
 کچھ خیر تو ہے بہل بچے آپ کہ ہر آج

اس بت سے لڑا آہستہ جوروہ کے نظر آج
طوفان اٹھلے نہ کہیں دیدہ تر آج
کیوں نالہ دل سے مہے اٹھتے ہیں شہر آج

شامت تو نہیں آئی ہے تیری دل شیدا
ہے جوش پیداب مرے اشک رواں کا
ہو نکا تو نہیں سوز محبت نے جگر کو

۲۲

ہو تا تھا جہاں صدر مرے واسطے خالی
اس بزم میں دشوار ہے اے عشق گزر آج

۱۳۱

کر تقاضا قتل کا قاتل سے بیگانہ آج
دل تو کیا ٹوٹے نہ ٹوٹیکا کوئی پیمانہ آج
فرض سمجھو جان نثار سجدہ شکرانہ آج
کل جو میرے گھر تہادہ ہے غیر کا سخاوت آج
آسمان سے باقی کرنا ہے مرا کاشانی آج
کام آئی کچھ نہ میری ہمت مردانہ آج
اپنے ہاتوں سے بلا ساتی کوئی چمانہ آج
شمع بزم ناز میں روشن ہے بے پردانہ آج
خیر تو ہے گیسوے شگین کیوں بے شان آج
شیخ چلکر دیکھ تو کیفیت میخانہ آج
ہو گیا البرز اپنی عمر کا چمانہ آج
دل ہلکا توڑتا ہے نور کر چمانہ آج
اٹھ گیا صحرائے ہستی سے ترا دیوانہ آج
تیرے دیوانوں سے آباد کیا دیرانہ آج
ہول یوسف کا اگر ٹھہرے ترا بیخانہ آج

امتحان کا روز ہے اے ہمت مردانہ آج
ہے شکست دہرے مخوف ظاہر میخانہ آج
لی ہے اس سفاک نے شمشیر ہر اتحان
اجراے انقلاب دہلے ہمدن پوچھ
جلوہ فرما ہے جو تو اے غیرت شمسِ فخر
دست قاتل کی نزاکت بہت رسوا کیا
مست دل کچھ تو نکلا ہر ہی جھکو قبول
جلوہ کرتے کہ تہما وہ شوخ شعلہ رو
سوگ کہا ہے یہ تم نے کس پریشاں حال کا
آئی ہے فصل بہاری وقت زرجون پہ ہے
ہم پایہ غیر سے اس بے وفا کو دیکھ کر
محبت کل خدا جگھے بڑے اسپر بال
میں تغافل کش سے کہدے یہ لے باد صبا
لے پری دش ویکہ تو جھگل میں منگل ہو گیا
گرم ہے باز اوسن روز افزوں کیا عجب

کیا زمانہ کا تغیر ہے فلک کا انقلاب اس سرابِ ناز کو پہلو میں اپنے دیکھ کر تیر و جمعی میں مکر تار و سستی کی آرزو حوض کوثر پر لگا میس گے صدا جاتے ہی نہ دیکھے زندہ بچی شرارت کو تو کوئی بر ملا قید مہنتی سے نکچائے نہ گھبرا کر کہیں	کل جو عشرت خانہ تھا ایدل ہے و عجمانہ آج گر رہا ہے دل ہمارا ناز معشوقانہ آج یہ اگر میں جانتا جل جائیگا کاشانہ آج لے کوئی ساغر ہمیں بھی ساقی میخانہ آج شیخ کو ہبک کے لاسے میں سوئے میخانہ آج جان سے بیزار بیٹھا ہے ترادویانہ آج
---	--

۱۳۲	عشق کا کہتا نہیں نہ سب خدا جاتے ہے کیا کل مقیم کعبہ تھا سے ساکن بچانہ آج	۲۴
-----	---	----

عیش دشمن سے ہے سو کیا رنج کیوں کہیں ہم کسی سے اپنا رنج کیا چہاؤں میں اپنے دکھا رنج اپنا دشمن ہے آب ہی حاسد کیوں غوفی کا عدد کو موقع دیں جبکی دشمن سے بھی امید نہ تھی کس کو معلوم اسے دل ناکام عیش میں عیش ہے عدد کا عیش نہ سنو تم کہیں فسانہ عشق تری گالی سے شاد ہوتا ہوا ہم کو بھی ایک روز مرنا ہے جان دے کر تری محبت میں	نہ دکھا مج کو یہ خدا الہ رنج کون کرتا ہے کم کسی کا رنج صاف چہرے سے ٹپکتا رنج مول لیتا ہے اک جہان کا رنج کہہ کے اک ایک سے ہم اپنا رنج دوستوں سے وہ مج کو پہنچا رنج ابھی تقدیر میں ہے کیا کیا رنج رنج میں رنج ہے ہمارا رنج سر بسر درد ہے سدا پار رنج کیسی آرزوگی کشتاں کا رنج غم کریں کس کا اور کس کا رنج جسکو ملتا تو مول لیتا رنج
---	--

اکثر اس سے ہوا ہے پیدا رنج کہہ کے ہم اپنا درد اپنا رنج دل کا کبتک کوئی چہا تا رنج عجب کو پہنچا ہے انتہا کا رنج ایک دل کیلئے ہیں کیا کیا رنج انکی ہر بات سے ہم پیدا رنج بال کو بھی جو انکے پہنچا رنج نہیں دنیا میں کوئی ایسا رنج جائے کیا خاک میرے دلمکار رنج رنج یہ ہے بہت خوشی کا رنج کہہتے عشق بتاں سراپا رنج	دل لگی دوستی کی دشمن ہے دوست کو مفت کیوں طول کریں اگیا تا زباں آخر کو ابتدا ہی میں اسے محبت یار فکر دنیا کی عاقبت کا خیال کچھ عدد سے بگڑ گئی تو نہیں جان ہو جائے گی وبال مجھے درد حراماں ہے لا علاج ایدل بت بے درد پہلے خستہ ناداں آتے تو ہیں وہ قتل ہی کو سہی ہم کو اس کی خبر نہ تھی پہلے
--	---

۱۰

گذرے عیش و نشاط میں اس کی
نہ دکھا عشق کو خدا یا رنج

۱۳۳

بیٹھے بٹھائے ہو گئے ہم بٹھائے رنج پیدا مگر خدا نے کیا تھا برائے رنج ہے رنج میرے واسطے میں ہوں برائے رنج کیوں ناگوار عشق میں ہوں مددگار رنج منظور تھی خدا کو جو نشو و نماے رنج ستارے بہر خواب مرا اجوابے رنج یہ منزل نشاط و طرب نہ جائے رنج	حاصل نہ عاشقی سے ہوا کچھ بولے رنج راحت ملی نہ ہم کو کسی دن سوائے رنج کیسا نشاط کس کی خوشی اور کہا نکا عیش مشہور ہے یہ درپے ہر گریہ خندہ ایست بویا بشر کے دلیں محبت کے تخم کو اس سنگ دلو دیکھئے افسانے کی طرح دنیا کو کیا کہوں میں کہ لڑتی نہیں عقل
---	---

سنتا ہوں غیر کی بھی زباں سے جو تیرا نام
ہوتی ہے میرے دل کو سرت بجائے رنج
کنے کہا تھا مجھے کہ اس بیوفا کو چاہ
ایدل تو اپنے آپ ہوا مبتلائے رنج

اے عشق عاشقی میں اذیت پسند ہے
دل ہے شار در دگر ہے فدائے رنج

۱۸

روایف جمیم فارسی

۱۳۴

ہو گئی نالوں کی بھی تاثیر پہنچ
ہے کچھ انی تو ہی تصور پہنچ
ایدل دیوانہ ہے تدبیر پہنچ
ہو گئی مرینکی بھی تدبیر پہنچ
اسے بشر ہے کہ تشن تدبیر پہنچ
ہجر میں نالوں کے تے سب تیر پہنچ
خیخیاں ساری ہیں شیخ ہیر پہنچ
خاک کے مانند ہے اکسیر پہنچ
کہنچے کیوں نالہ شکیہ پہنچ
عشق کے ٹوم کو ہے تعذیر پہنچ
ہے مکان قصر کی تعمیر پہنچ
ہے پریشان خواب کی تعبیر پہنچ
ہو گئی فرہاد جوئے شیر پہنچ
ہے تری فریاد بے تاثیر پہنچ

ہجر کی شب نکلی ہر تدبیر پہنچ
گالیوں کی بھی نہیں اسے امید
پیش جائیگی نہ کچھ تقدیر سے
کچھ بھی بن آئی نہ ہم سے ہجر میں
ل رہے گا خود بخود تقدیر کا
ایک بھی بیٹھا نشانے پر نہ آہ
تیری پیری ہمسے چلنے کی نہیں
لے مہوس ہو نہ اس مسترس خاک
بخت ختمہ چو نکے دالا نہیں
در درخت خود ہنسائے سخت ہے
سغم بیوہ نہ کر گور کر
کیا سداؤں بخت آشفہ کا حل
کام آئی کچھ نہ جانکاوی تری
کون سنتا ہے دل اندوگہیں

ہے خیال منصب جاگیر هیچ ہے تری اس باب میں تقریر هیچ پہر خیال عزت و توقیر هیچ	چار دن کی زندگی ہے منمو صبر نامع ہے ہونیکا نہیں ہو چکے جب عشق میں رسولے خلق
۱۴	دل سی تے جب دیکھے ہوا سکو عشق جان دینے میں ہے پھر تاخیر هیچ
نہیں چلنے کا کچھ کسیکا هیچ خوب دشمن نے دلیس کہا یا هیچ سر بسر بل ہے یہ سر اپا هیچ مجھے اس زلف نے جو کھلا یا هیچ پڑ گیا خود بخود کچھ ابا هیچ عشق کا پیچ تھا بلا کا پیچ ایک دستار میں میں صد با هیچ زلف شکس کے ہیں تاشا پیچ رہ گیا سانپ کہا کے صد با هیچ اسے حب غیر سے لڑا یا پیچ یا الہی پڑا یہ کیا پیچ یہ زمانہ سے ہے نرالا پیچ اس دعا باز نے یہ کیلا پیچ آپکی بات کا جو کہتا پیچ نہ کہتا ہے نہ یہ کہلے گا پیچ	یاد اس زلف کو ہیں صد با هیچ چل گیا یار پر جو میرا پیچ گیسوئے یار کا کھلے کیا پیچ کر کے چوڑوں کا تار تار جدا بات بنکر بگڑ گئی اپنی ہو گیا میری جان کا جنجال شیخ رکھتا ہے جامہ تذویر بل کی لیتا ہے بال بال اسکا دیکھ کر تیری زلف پچاں کو کٹ گیا اپنے دلیس کیا کیا میں عشق گیسو ہوا د بال جان بل کی موئے میاں بھی لینے لگا نقد دل مفت ہار بیٹھے ہم پڑتے ہم پیر میں نہ وعدہ کنکے عقدہ دل ہے میرا لایخل

۱۳۶

دام میں آنڈ لطف پیچاں کے
عشق یہ بیچ ہے بلا کا بیچ

۱۸

ہیں اداسے یار کی تصویر کہنچ
شمع کوہ طور کی تصویر کہنچ
دیکھ کر ہلو سے میرے تیر کہنچ
سخت جاں ہوں جو کر تشنیر کہنچ
انکے ہم پہلو مری تصویر کہنچ
یار کی ہنستی ہوئی تصویر کہنچ
جھکو کانٹوں پر نہ اے زخمیر کہنچ
یار کے سایہ کی بھی تصویر کہنچ
تو بھی ایدل آہ بے تاخیر کہنچ
یوں نہ ایدل آہ پر تاخیر کہنچ
دار پر ظالم پے تشنیر کہنچ
یوں نہ تو آہیں دم تقریر کہنچ
اے اس میدان میں بھی تشنیر کہنچ
جاں بلب ہوں دیکھ کر تشنیر کہنچ
تھم کے ایدل نالہ بگسر کہنچ
دار پر جھکو نہ بے نقص کہنچ
طرکے حبیب دامن تاخیر کہنچ

اے مصور شوخی تقریر کہنچ
عکس لے ہزار اس زخار شکا
چارہ گردل بھی نکل آئے نہ ساتھ
شل نہو قائل کہیں شانہ ترا
اے مصور وصل کی صورت نکال
اس دہن کا چاہیئے مافی ثبوت
میں کہاں اور خانہ زنداں کہاں
اے مصور قابل تصویر نہ سے
کرتے ہیں بیداو پر بیداو وہ
غیر ہی کنچکڑے آئے انکے ساتھ
میں بھی حق گو صورت منصور ہوں
اسنے کہہ ایدل سنبھل کر اپنا غم
جی اٹھے ہیں تیرے کشتے روز خشر
دار سے پہلے نہ قاتل نیکلے دم
یک بیک سکر نہ گہرا جائیں وہ
میں نہیں ایچرخ خواہان عروج
کو تھی اجی نہیں دست دعا

عشق آئیگانہ تیرے دام میں

ہاتھ اس سے شیخ پر تندی رکھیں

۱۵

روایف حار حطی

۱۳۶

و چون دل ہے میرا باعث آلام روح
 حلقہ آغوش کو سبھوں نہ کیوں ماندام روح
 ہم بتا دیتے ہیں دھوکا دیکے اسکو نام روح
 جسم خلکی میں ذرا ممکن نہیں آرام روح
 رنج دل اندوہ تن درد جگر آلام روح
 چلتے چلتے رک گیا ہے تو سن خوشگام روح
 جسم کے آغوش سے بھی شاہد گفام روح
 دیکھے ہوتا ہے کیا روز جزا انجام روح
 موت کا پردہ بنا ہے جامہ احرام روح
 جسم خلکی سے نہوتا پابگل گر گام روح
 جسم کے جامہ سے کب آیا نظر اندام روح
 بنگئی ہے آہ میرے جسم میں مصممام روح
 ہو گیا خالی مئے عشرت اپنا جام روح
 سچ جو چو ایک ہے آغاز اور انجام روح

صدہ تیرے ہجر کالے راحت آرام روح
 آج کل شب میرے پہلو میں ہے وہ آرام روح
 پوچھتا ہے جب کوئی لے جو رہے تیرا نام روح
 ہے یہ قیدی قید یوں کو کیسا لیش نصیب روح
 ایک تیرے ہجر میں کیا کیا ہوا حاصل میں روح
 دم لبوں پر آکے ٹھہرا انتظار یار میں روح
 تو اگر اٹھے مرے پہلو سے تو اٹھ جائیگا روح
 عشق میں اس بت کے نکلی تو ہے میرے جسم سے روح
 جسم سے نکلی ہے غم کعبہ مقصود ہے روح
 کرتی جانے میں نہ یا موت تیرا انتظار روح
 کیا تن لا غمرا محسوس پر اس میں ہو روح
 عشق ابرو کے سبب دل پر غرض ہے کشمکش روح
 ساقی مگر وہ غم میں پیتے پیتے خون دل روح
 پہلے ہی زاد تھی آخر میں بھی آزاد ہے روح

۱۵

لکے یارب ذکر میں تیرے ہی جسم زار سے
 عشق کی یہ آرزو ہے ہو بخیر انجام روح

۱۳۸

سروال دوش ہے تن باعث آلام روح

قتل کے مشتاق کو حاصل ہو کیا آرام روح

جتنے اعضاء بدن ہیں اسے ہیں خدام روح
کیا سیکہا برحق رکھی ہے خدائے پاک نے
جسم خاکی خاکیں ملکر تو ہوتا ہے فنا
بیٹھے بیٹھے آگئی عین جوانی میں اجل
سنے ہیں محشر میں ہوگی از سر نو زندگی
تیرے ہی دم سے ہے میری زندگی میری خود
اتفاق چار عنصر پر نہ اترا اے کوئی
لاش میری گوہر ہے جان کوے یار میں
کانپاٹھے یاد کر کے اپنی ایدامیرا جسم
دیکھے آئینہ خاکستر سے پاتا ہے جلا
تبع ابرو ہی نہیں کرتی ہے میرے دکھاؤں
بنو دمی عشق سے تجھی ایسا میرا جسم
جسم خاکی بھی ہے عالم میں عجب نینت کی شے

جسم خاکی قصر شاہی ہے بے آرام روح
دست قدمیں عنان توں خوشگام روح
راز یہ کہتا نہیں ہوتا ہے کیا انجام روح
اک بیک گل ہو گیا اپنا چراغ شام روح
راستی پر آئیگا پہر نجات نافر جام روح
اے تشریف بخش دل اے باعث آرام روح
گر ٹیگا خود بخود اک دن یہ قصر خام روح
خاک کوئے یار کو کھنڈے نہ کیوں اندام روح
سنلے گرد و قیامت بھی کسی سے نام روح
جسم خاکی سے نہو سطح روشن نام روح
ہے تری اک لک داہی ترک غل شام روح
کہتے ہیں خود چارہ گراسمیں نہیں نام روح
ہے اسی لبوس سے آرائش اندام روح

۱۳۹	عشق جا کر پہر نہ آئیگی تن خاکی میں جان سنبل باغ ارم ہو جائیگی گلدام روح	۱۷
-----	--	----

۱۳۹	پڑتی ہے مری ذرات ہجر یار میں روح عجب نہیں کوئی اعجاز دست قاتل سے سماتے پہر تو نہ جاعے میں حضرت انسان شب فراق نہ برائے گی کوئی امید بلا میں ساری گئیں جسم ہی کے سر ایدل	۱۷
-----	--	----

بلا میں نہیں گئی ہے اکے جسم یار میں روح
پڑے جو تہفہ شمشیر آبدار میں روح
ہوئی یہ خیر نہیں انکے اختیار میں روح
عبث ہے ایدل مجھ انتظار میں روح
پڑی نہ آئے کبھی قبر کی فشار میں روح

پڑھی ہے اپنی دم نزع آتش میں روح ہمارے جسم سے نکلی ہے کس بہار میں روح یہ بہونکدیتی ہے ہزار زلف یار میں روح الہی آگئی کیوں انکے اختیار میں روح نہ آئی ساتھ مرے جسم کے مزار میں روح انکے گئی جو کسی زلف پیچہ دار میں روح نہ دل پہ ہے مرقا بوند اختیار میں روح طہاں ہے دل مرے پہلو میں جسم دار میں روح جو ایک عمر جلے عشق کے بخار میں روح کہ بہونکدیتی ہے جسم بادہ غوار میں روح پس فنا بھی ہے باقی مرے غبار میں روح	خیال یار بھی ہے حر کی تمنا بھی پیام موت کا عین شباب میں آیا ہوا بھی رکھتی ہے اعجاز عیسوی دِل جلاتے مارتے رہتے ہیں عاشقوں کو حسین یہ سچ ہے کوئی رب وقت کا شریک نہیں چہرہ نہ سیکہ گانہ پہر پنجہ قضا بھی اسے خیال جب ہے اس گرفت دل جاں کا سنبھالوں اسکو کہ رو کوں سے شبِ درت ڈرے دگر مئی نارجم سے کیا خاک ہو اے فصل بہاری کا واہ کیا کہنا پہنچ ہی جاتا ہے اڑاڑ کے انکے دامن تک
--	--

۱۷

دصال یار کے مرزہ نے بہونکدی لے عشق
نئی مرے دل محزون و جسم زار میں روح

۱۴۰

نہیں ہے نام کو بھی میرے جسم دار میں روح بدن کو ڈھونڈتی آئی مرے مزار میں روح ہزار بند سہی جسم کے حصار میں روح ترپ ترپ کے ہوئی سرد جسم دار میں روح ملا ہے حبت میں صد گئی ہے ہار میں روح بہنکستی پہرتی ہے صحر کو ہار میں روح رہنکی زیر کد بھی مری خمار میں روح	ہوئی۔ پنج سے تحلیل ہر پار میں روح ہوئی جو دم سر حشر انکے آنے کی کسی کے روکے روکے گی نہ وقتِ آخر یہ کنارہ کش جو وہ آرام دل ہوا مجھ سے بتوں سے کیلکے بانڈی عشقِ نادم ہوں پس فنا بھی نہیں چین تیرے وحشی کو شراب عشق کا نشہ نہ سر سے جائیگا
--	--

چمن کی سیر کو جائے جو وہ میعاد شراب ناب کے چھپٹوں بغیر روزِ شر جلا جلا کے ترے پھرنے تو پہونکٹ یا فراق یار میں کیونکر رہیں حواسِ بجا عذابِ قبر سے بدتر ہے زندگی کا عذاب نکال لے ملک الموت تو جہی سمجھوں گلے میں پہنا ہے تم نے کہلیں نہ کیونکر پہل ہوا حباب میں جس طرح بند ہے ایدل نجات پیٹ کے دہندے سے آدمی کو انہیں	گلو نہیں جان پڑے آئے شاخار میں روح نہ آئی گی تن بجان میگسار میں روح کہاں رہی ہے مرے جسم داغدار میں روح کہ دم ہے لب پہ مرا چشم اشکبار میں روح وہاں جسم ہے مجھ کو فراق یار میں روح بجائے جسم ہے اب میری دست یار میں روح کہ بوئے تن سے تمہارے پڑی ہے ہار میں روح نہ نہیں ہے چند نفسِ جسم کے حصار میں روح غم معاش میں دل فکر روزگار میں روح
--	--

۲۰

براہم و عدہ خلا فی یار کا اے عشق
بہونہ آگئی ظالم کے انتظار میں روح

۱۴۱

پڑ ہیں عزیز مری قبر پر دعائے قدح
جو میکدہ میں نہیں صورت آتائے قدح
کہ سو جتا نہیں زاہد کو کچھ سوائے قدح
ملا کے نام میں لکھتا ہوں خاکپائے قدح
زبانِ حضرت زاہد ہے کیوں دے لے قدح
نہ کچھ خیالیں لائے اسے گداے قدح
خوش ضیائے قدح مرجہ صفاے قدح
طرحی پڑھتی ہے کس مطف سے دعا قدح
جو اسکے دل کو کرے آئینہ صفاے قدح

پس فنا بھی میرے دلیں ہے ہوائے قدح
خبر ہے کیا اسے کیا جانے وہ صفاے قدح
بند ہی ہے فصل بہا نہیں یہ بولے قدح
وہ خاکسار ہو میں بندہ و فائے قدح
نہیں ہے آپکے دلیں اگر ہوائے قدح
لے جو دولتِ چشمید بھی بجا ہے قدح
کہاں ہے ماہ کو یہ نور آسماں نصیب
نہیں قیقل مے کان دہر کے سن دغلا
نہ رکے زندوں سے پھر تیرب کہ درت بغض

عجیب نگہ ہے بزم جہانکا تو ام ہیں جو دیکھ کے بغیریت بزم سے نکل جائے لے جویشہ سے تو رنگا لوں سینہ سے یہاں شراب ملی ہے وہاں سے کوثر ہوا ہے آپ ہی بدنام زاہد کمظرف قدح کی اپنے مناتا ہوں میکہ سے میں خیر نہ اسکو توڑ کے اے محتسب گناہ میں پڑ انہیں کے ساتھ بسر ہوتی ہے فرسے کے کشا نہ محتسب پہ ہوئے فتیابے ند کبھی قسم ہے ساتی کو شرکی دلیں زندہ نکے	صدائے گریہ مینا و خند ہائے قدح زبان شیخ سے بے اختیار ہائے قدح جو دست رس ہو تو انگہونہ رکھ لوں پاک قدح یہ ابتدائے قدح ہے وہ انتہائے قدح گنہ شراب کا ہے کچھ نہ ہے خطائے قدح سب کو پڑتا ہوں پڑھ پڑھ کے دہم عاتے قدح کہدی ہوئی ہے مے جام پر دعائے قدح رفیق شیشہ ہونیں اور آشنائے قدح ٹہلی نہ ٹالے سے آئی ہوئی بلائے قدح نہیں ہے اور کوئی آرزو سوائے قدح
۱۳۲	خوشی سے پی لے اگر نہ رہی پلائے یار مقام روکا ہے اے عشق یہ نہ جائے قدح
یہ تھے دیکھنے کی سیکھی ہے کہاں کی طرح کمر ہی یار کی ملتی نہیں دہاں کی طرح تری گلی کی زمیں کو بھی اے جفا پیشہ فسانہ کو کہن و قیس کا ہے معمولى سوائے رنج نہیں اس سے خلق کو حاصل نشہ بکا ساقی شراب میں تو نہیں نچے یقین ہے کہ خوش قطع دلکشائے حو کر و نمیں کیا ہوس سیر بے ترے اے گل	۲۶ لنگاہ گزاتی ہے دلیں مے سناں کی طرح جو وہ ہے وہم کی صورت تو یہ گناں کی طرح ستم کی سو جنتی ہے روز آسماں کی طرح وہ دردناک نہیں میری داستان کی طرح جو سر بلند جہاں میں ہے آسمان کی طرح جو پی کے اینٹھے ہیں یہ نہ جواں کی طرح نہو کار و خنہ رنواں ترے مکان کی طرح ہمارا باغ ہے وحشت فراخزاں کی طرح

شہید عشق کو کہتے ہیں زندہ جاوید
ستم سے ہاتھ اٹھا اب تو اے بت کافر
ہو اہت سر پہ جو احسان تیغ قاتل کا
جدانہ ہم سے کبھی غم ہوا نہ ہم غم سے
پس فنا ہی وہی بخت کا رہا جس کو
خدا کی واسطے کر صبر اے دل مضطر
نہ بچ ہے نہ تاسف نہ کوئی ہمدردی
عجب نہیں کوئی وحشت میں مرغ دل مرا
ہو لاکھ بال سے باریک ہو نہیں سکتی
چمن پہ ہاتھ سے گلچیں کے وہ ستم ٹوٹا
رواں ہیں یوسف گم گشتہ کے تصور میں
ملا ہے حکم مرے قتل کا عدد کو آج
شب فراق تو کیا حشر تک نہ آئے کبھی
ہزاروں تیشہ فرہاد گھس کے رہ جاتے
تمام خلق سے رہتے ہیں منہ چپائے ہوئے
بڑا ہو باد خزاں کا کہ اسکے جو کون نے
گن دو سو تیرہ رحمت اگر تو ہم بھی کبھی

ہماری مرگ بھی ہے عمر جاوید کی طرح
بدن پہ جاں مری آئی ہے فغاں کی طرح
رواں رواں ہے مرا شکر گویاں کی طرح
لے چلے رہے آپس میں جسم و جاں کی طرح
مرا غبار ہے گردِ شمس آسمان کی طرح
نکل نہ جائے مری جان ہی فغاں کی طرح
وہ درد دل مرا سننے ہیں دستان کی طرح
ہر ن کی شاخ پہ ڈالے جو آشیاں کی طرح
میان یار مے جسم ناتواں کی طرح
بہارِ خاک اڑانے لگی خزاں کی طرح
سرسبز دیدہ یعقوب کا رواں کی طرح
نکالی خوب یہ ابابا نے امتحاں کی طرح
اجل چلے جو مری بنض ناتواں کی طرح
پہاڑ سخت نہ تھا تیرے سخت جاں کی طرح
حیات خضر ہی ہے مرگ جاوید کی طرح
چمن کو پہونکد یا میرے آشیاں کی طرح
اگر نیلے پیش گنا ہو نکو ارغاں کی طرح

۱۳۳	ہوا بلند مرزا میں سے مرے اے عشق	۱۳۴
	زمین شعر کا ترسہ ہی آسمان کی طرح	
چلے مرا نصیب خدا یا کسی طرح	ہم تیرے مہر کا ہو یہ ذرا کسی طرح	

آئے نظر عدم کا کتا را کیسی طرح پروانہ درمیان سے اٹھا کیسی طرح سمجھا کے ہم تنکے یہ نہ سبھی کیسی طرح نکلا نہ میرے دل سے یہ کانا کیسی طرح عاشق نے تیرے چین نہ پایا کیسی طرح وہ بت ہوا نہ اپنا خدا یا کیسی طرح لیکن فہم ہوا یا رکاوٹ عدا کیسی طرح قابو میں پہننے دلوں نہ پایا کیسی طرح نکلا مرے دہن نہ نکالا کیسی طرح نکلن نہیں ہے یار کا آنا کیسی طرح	ہستی کا جلد پار ہو پڑا کیسی طرح وہ روز وصل بھی نہ ہوا مجھے یہ حجاب تاصح سے بڑکے دل کو محبت میں بار بار تھا وہ مسلمیں بھی ہجر کا کھٹکا لگا ہوا مگر مہی درد دل سے نہ اس کو ملی نجات مرنے کے زور سے سعی و سفارش سے زور سے محشر کی سختیاں بھی الہی ہیں قبول دیکھا جو دخت زکوٰۃ تو توبہ کے بعد بھی ہر چند دل نے چاہا مگر ضعف کے سبب وعدہ کی صبح روز قیامت بھی ہوا اگر
کبے میں سرگسے کوئی یا بتکد میں عشق تقدیر کا مٹے گا نہ لکھا کیسی طرح	
۳۶	۱۴۴ رولیف خار معجم
شمشاد کی ہے اسی نہ سرو چمن کی شاخ گوہر لاکے تاز کے پہل بانگین کی شاخ پہو لوٹے ہے خمال خمال چمن کی شاخ لالے کے پہول لئے چمن میں شمن کی شاخ اس نخل ہی سے نکلی ہے لکھن کی شاخ ہونا مرے مزار پر تم نسترن کی شاخ	قد بلند یا رہے طرفہ بہین کی شاخ رکھنا ہے باغ حسن میں اس محل کا نخل قد اللہ رے فیض ابر بہاری کہ آج کل پانی دے اپنے دست حنائی سے تو اگر انسان بلغہ دہر میں ہے موجد کمال حسن صبح یار کا کشتہ ہوں دو سستو

اصلاح سے نہ جا نیگی پیدایشی کجی
 کلکیف زبردستوں کو پہنچانے کے سوا
 پہل پہل غیر حسرت و حرم ہزار حیف
 اسے کاش میرا قد خمیدہ کیسطح
 دیتا جواب حضرت نامح کی بات کا
 تقدیر کے بگاڑ سے مجبور ہے بشر
 کشتے کو اپنے ہسنے ہی لئے تو پڑا ہوا
 مرگاں سے خشم یا کر نیگی مجھے شہید
 کل جسے طاہران چمن نعمہ سنج تھے
 اس موکر کے عشق میں ایسا ہوا ہوں زار
 غیرت سے قد کشیدہ کو دکھ کر
 غوث نابہ جگر سے نہ ہم سینچتے اگر
 سوز و گداز قیس دکھائے اگر اثر
 مگر کہہ ہی ہے مویذ ظالم جفا سرشت
 بے یار سرباغ ہے سامان موت کا
 بیار ناتواں کو ترے فرط ضعف میں
 رخسار پر چکپتی ہوئی آئی جب نظر
 تعظیم سن رسیدہ کو دے کوئی کسطح
 وہ شوخ لالہ فام جو آئے برائے سیر
 قد سہی یار سے نسبت جو ہے اسے

سید ہی کہی ہو ہی ہے نہ ہوگی ہر کجی شاخ
 لائی ٹھرنے اور کوئی گرگدن کی شاخ
 لائی نہ نخل از دے کو کہن کی شاخ
 ہوتا مکان و لبرناؤک نکلن کی شاخ
 مجھ میں لگی ہوئی جو دیوانہ پن کی شاخ
 عاقل کو یہ لگاتی ہے دیوانہ پن کی شاخ
 لے تیغ زن نکال نگہ رو کفن کی شاخ
 خنجر بنے گی میرے لئے اس ہرن کی شاخ
 وہ آج ہے نشین باغ و زغن کی شاخ
 گو یا تن خفیف ہے مئے بدن کی شاخ
 گرہنے لگی زمیں میں سرچمن کی شاخ
 کب ہوئی بار در شجر علم و فن کی شاخ
 صحر میں مثل شمع ہو روشن ہرن کی شاخ
 قبضہ میں میں نبض کے ہے گرگدن کی شاخ
 سبلی سے کم نہیں مجھے سرچمن کی شاخ
 موے بدن کی شاخ ہی ہے لاکھ من کی شاخ
 سمجھا میں لف یا کو سینہ قن کی شاخ
 جسکتی نہیں جبکے سے نخل کہن کی شاخ
 تسلیم کو چمن میں جکے نارون کی شاخ
 کیا کیا دکھا رہی ہے ادا باکین کی شاخ

ابرو کا اکل شارد ہے عاشق کشتی کو بس خانہ خراب آتش فرقت کا ہو برا موتی برد کے بالونیں اس شوخ نے کہا آتا ہے بھول جیتے جو وہ شوخ گلزار آنکھوں کو اسکی دیکھ کے بھولامیں چڑھ کر حاصل کسی کو نفع ہو کیا چرخ پیر سے ہو گا کوئی دغا سے نہ سر سبز اور نہ مال رتبہ شریف کا نہیں ملتا زریں کو پہلی پہلی ہے رنگ مضامین تازہ سے	نامق نکالی اپنے دار و درسن کی شاخ کیا میرے دل کو لگ گئی ہے سو خن کی شاخ لاتی ہے ایسے پہل کہیں یاسن کی شاخ پہولی نہیں ساقی نہال حین کی شاخ نبالہ دار سر سے کو سمجھا ہرن کی شاخ کم رنگ بار لاتی ہے غل کہن کی شاخ لائیگی بھول سہل نہ کہی مکر و فن کی شاخ کہنے کو کب نصیب ہوئی ہے ہرن کی شاخ کیوں اس غزل کو کیئے نہ باغ سخن کی شاخ
---	---

۱۹

دستی کو عشق کیا سرو ساماں سے واسطہ
محتاج آب فصل نہیں ہے ہرن کی شاخ

۱۴۵

ہم کو ہے روز وصل یہ تیری نقاب تلخ زاہد سے طور میں یہ بات ہے کہاں ہم سے نہ چاشنی محبت کو پوچھے بیخود بوسہ لب شیریں کا کر سوال نامح کی گفتگو نہو کیوں ہم کو ناگوار کائی میں ہنسنے راتیں وصال و فراق کی گلبرگ لب یار کے کالی نہ نکلے کیوں جب تک مشرک ساقی شیریں ادا نہو ہوتی ہے جب یہ مانع نظارہ جمال	کر زندگی ہمارا ناے پر حجاب تلخ کیا اٹھے کیفیت نہو جب تک شراب تلخ تلخی مرگ سے ہے سوالے جناب تلخ ایدل میں وہ کریم نہ گئے جواب تلخ ہوتا ہے اسکا ہر سخن ناصواب تلخ شیریں یہی ہے اور کہی آنکھوں میں خواب تلخ ہوتا ہے ذائقہ میں ہمیشہ گلاب تلخ میرے مذاق میں ہیں شرابی کباب تلخ سنی ہے ہمسے بانیں کسی نقاب تلخ
---	---

تم عمل شکر میں جو دد گے جواب تلخ کر زندگی نہ ایدل خانہ خراب تلخ ملتا ہے تلخ بات کا اکثر جواب تلخ ہے اسکے پاس ذائقہ شہد ناب تلخ شربت بھی ذائقہ میں ہو مثل شراب تلخ شیریں ادا جو تو کہی دیکھا جواب تلخ ہو جائے کیوں نہ زندگی شیخ و شاب تلخ ہے انتظارِ مرگ میں آنکھوں کا خواب تلخ ہر چند سانپ کے ہے دہن کا عذاب تلخ	بوسے بڑے اسیں ملیگا ہمیں مزہ ہو چاشنی عشق سے ہرگز نہ آتش لے لب شکر نہ چاہیے تلخی ہر ایک سے پایا ہے جسے اس لب شیریں کا ذائقہ وہ رند تلخ کام ہوں لب تک جو میرے لئے مر جاؤنگا میں پھوڑے سر مثل کو بہن ڈھاتا ہے تھراں بت شیریں ادا کا شبن کیا خاک سوئیں ہجر کی شربت میٹھی نیند ہم عاشق کو جان نواز عرق زلف کا ہوا
---	--

۱۸

پوچھا کہی نہ اس بت شیریں ادا سے عشق
 گذرے ہماری زسیت کے دن بحساب تلخ

۱۳۶

آنکھ جمتی ہی نہیں کیا کہوں میں کیا ہے وہ رخ
 چشم بد دور عجب نور کا بقل ہے وہ رخ
 وادیتے ایمن قدرت کا تجلا ہے وہ رخ
 باعث بے خودی حضرت موسیٰ ہے وہ رخ
 جس کا ثانی کہیں پیدا نہیں ایسا ہے وہ رخ
 خوب سے خوب ہے اچھے سے ہی اچھا ہے وہ رخ
 کیوں نہ ہوئے دل عشاق جگر کیوں نہ جدا ہے
 برق ہے آگ ہے شعلہ ہے بہو کا ہے وہ رخ
 آنکھ میں شوق بنا دل میں تمنا ٹھرا

جلوہ گر ایک نئے رنگ سے ہر جا ہے وہ رخ
 جس نے دیکھا نہ رہے اسکے بجا ہوش و حواس
 دجہ دیوانگی و باعث سودا ہے وہ رخ
 پردہ چشم نہ جل جائے دم نظارہ
 شعلہ آتش قہر اے دل شیدا ہے وہ رخ
 معجزے ہم کو دکھائیں گے یہ موسیٰ کی طرح
 ہے عصا زلف رسا تو دید بیفا ہے وہ رخ
 سینکڑوں شکوے مرے دلیں بہے ہیں یونٹو
 یاد آتا نہیں کچھ جب نظر آتا ہے وہ رخ
 مردنی سی رخ عشاق پہ چا جاتی ہے
 رنگ غصہ کا کسی دن جو دکھاتا ہے وہ رخ
 کیوں نہ لپچائے طبیعت مری بوسہ کے لئے
 خوب ابھرا ہوا ہے خوب ہی پیلا ہے وہ رخ
 کیجئے قامت جاناں کو سوانسہ فرض
 کیجئے خورشید قیامت کا نمونہ ہے وہ رخ
 موحس گیسو میں بہنور چاہ ذقن خط دہرا
 سچ اگر پوچھیے تو حسن کا دریا ہے وہ رخ
 صفت حور سے پہلے یہ بتا اے زاہد
 چشم انصاف سے تو نے کیسی دیکھا ہے وہ رخ
 عکس آئینہ کا خود اس میں نظر آتا ہے

اس قدر صاف ہے اس درجہ مجلا ہے وہ رخ
 اس کو حجب دیکھتے ہیں پاتے ہیں جان تازہ
 مردم چشم کے نزدیک میما ہے وہ رخ
 غیر ہی ترسیں گے بوسوں کو بہاری ہی طرح
 جو کسی کے بھی نہ کام آئے تمہارا ہے وہ رخ

۱۴۲

اسیہ کیوں مرتے ہیں آپ اس میں ہر ہی کیا ہے
 حضرت عشق نہ کعبہ نہ کلیسا ہے وہ رخ

۱۴۳

رقتا رخ طرز سخن شوخ رنگ شوخ
 ہے سر سے پانو تک بت شوخ و رنگ شوخ
 کیا ہوگی جو مثل بتان رنگ شوخ
 رنگ حنا سے میرے ہو کا ہے رنگ شوخ
 گل سے سولہ ہے عارض جانا ہکا رنگ شوخ
 رسوا ذلیل بیہودہ بے نام و رنگ شوخ
 مثل شراب نرخی ہو پانی کا رنگ شوخ
 ایشوخ کس بلا کا ہے تیر لونگ شوخ
 وہاں بجے ٹہرے جو وہ خانہ جنگ شوخ
 نکلی سوپا پری سے وہ تصویر رنگ شوخ
 آیا ترا خیال جو خانہ جنگ شوخ
 ایشوخ ہے بلا کا خط سبز رنگ شوخ
 ناوک فتن غنیمت کا ہے تیرا رنگ شوخ

کس بلا کا وہ منم شوخ و رنگ شوخ
 رنگ گ میں ہے شہارت و شوخی بہر مائی
 زائد خیال خام میں کو تا ہے اپنی عمر
 قاتل کا ہاتھ غیر کی منت اٹھائے کیوں
 فصل بہار سے نہیں کم موسم شباب
 سرکاریار سے ہیں کیا کیا ملے خطاب
 وہ شوخ لے جو دستِ حنائی میں جام آب
 آنے دیا نہ پاس ہی عاشق کی گرد کو
 ہو جائے صاف گھر میرا میدان کا زار
 جو ہنگ میں تراشی گئی یار کی شبیہ
 فتنہ بچا بکاڑ پڑا عقل و عشق میں
 آتے ہی چا گیا ترے رخسار سرخ پر
 پہلو میں اور دلیں کہ نکلتا ہے بار بار

۱۴	جولانیاں قلم کی رہیں ہرزین میں اے عشق ہے بلا کا ہمارا سرنگ شوخ	۱۴۸
قد رقی ہیں یار کے رخسار سرخ جیسے تب میں ہو رخ بیمار سرخ ہو گئے وہ نازنین رخسار سرخ جب ہوا غصہ سے روئے یار سرخ نہ ہے ہمارا چشم دریا بار سرخ ہو گئے اس شوخے رخسار سرخ نشہ سے نہیں زہار سرخ فصل گل آئی ہوا گلزار سرخ شکل گل ہوں جب تے رخسار سرخ ہو گئے مقتل کے رب بیمار سرخ ہو گیا بیکار سے تاسو فار سرخ میرے قاتل کی نہیں رستا سرخ خون عاشق سے ہے دہت یار سرخ	خون غار سے نہیں زہار سرخ یوں ہے سوز عشق سے ل میں سرخ جب تصور میں لیا بوسہ کوئی انگیا چہر بیکار میرے رنگ صاف خون رونے سے فراق یار میں موسم گل کی طرح آیا شباب ہجر ساقی میں ہے پر خوں مرئی نگہ کیوں نہ ہو کافور زردی خزاں خال کو بلبل نہ کیوں ٹھہرائے تو قیامت تیرے کشتہ بکی ترپ خون عاشق سے خند گد لہر با چڑ گیا ہے سر پہ خون بے گنہ زنگ اینا کیا جمائے اب حنا	۱۴۹
۱۱	رہ گیا ہے گھٹتے گھٹتے غم سے عشق جسم میرا اب کوئی دو چار سرخ	۱۴۹
ہمنے اس کو بنا دیا گستاخ گالیاں بھی تو دے چکا گستاخ شوق نے جھکو کر دیا گستاخ	شوخی تو تھا مگر نہ تھا گستاخ اب ہمارا لحاظ کیا اس کو پاس اسکار ہا نہ کچھ رہنے صل	

اور نشہ کرنے کرو یا گستاخ رفتہ رفتہ وہ ہو چلا گستاخ وہ صیٹ بے خوف جہلا گستاخ منہ لگانے سے تو ہوا گستاخ ایک سے ایک ہے سوا گستاخ کس بلا کہ ہے آئینا گستاخ ہو چلی ہے بہت ہوا گستاخ	شوخی پہلے ہی وہ غضب کا تھا اول اول تھا کچھ لکھا حجاب شوخیوں نے بنا دیا ہے اسے بوسہ جب مانگا بول اٹھے وہ ہیں حسین ہرکے سب نصیب کے شیر منہ پہ کہتا ہے صاف صاف اسکے تیرے گیسو سے بل کی مٹی ہے
سن لیا جب گنہ دوست اسے ہو گیا عشق پر خطا گستاخ	
۱۳	۱۵۰
دل و جان کو ہے آرزوئے محمد خدا کو بھی ہے آرزوئے محمد کہ تعبہ کا رخ بھی ہے سوئے محمد جہاں سب سے رنگت ہوئے محمد نظر آئے گا صاف روئے محمد نہو جس میں سودائے مئے محمد نہیں ایک میں رنگت ہوئے محمد نظر آئے روئے نکوئے محمد نہ ہوتا جواب و ضوئے محمد	مجھے کیوں نہ ہو جستجوئے محمد نہ کیوں ہو ہمیں جستجوئے محمد عجب قبلہ اسے دل ہے روئے محمد کسی سے نہیں ملتی خوئے محمد خدا کا سر حشر دیدار کیسا وہ سر نہ کہد کو ب عالم الہی گلستانِ قدر میں ہیں پھول لاکھوں ہمیں خواب ہی میں کہی تو الہی بزرگی یہ کوثر کو حاصل نہ ہوتی

اگر در میان ہونہ روئے محمد کہ دیکھیں قیامت میں روئے محمد خوشا عادت نیک خوئے محمد	سر شہر بخشش کی بہر کون صورت ملی ہیں اسو اسطہم کو آنکھیں مخالف سے بھی بات کرتے تھے سید ہی	
۱۸	تمنائے جنت نہیں بعد مردن ملے جیتے ہی عشق کوئے محمد	۱۵۱
جس شوخ کو کچھ اور نہو غیر جفا یاد افسوس ہے اک روز بھی اسنے کیا یاد ہیں سیکڑوں اس شوخ کو انداز جفا یاد انداز تغافل میں اسے تجھے سوا بار بات آجکی آج اسکو نہیں ہتی ذرا یاد کس وعدہ فراموش نے اسوقت کیا یاد اس بت کو ہے اب تک ہسخن نام خدا یاد اسے بت وہ بلا آئی کہ آیا ہے خدا یاد آتے ہی مری بزم میں دشمن کو کیا یاد اس بت کو ہیں انداز ستم تجھے سوا یاد بیجا یے دل کیجئے گا آپ بھی کیا یاد اس لطف میں بھی مجھے اب تک نہ فرما یاد مر کر بھی جو آئینگا محبت کا مرا یاد رہ رہ کے جو آتی ہے تجھے انکی ادا یاد تھالم تجھے مطلب ہی کا فقرانہ رہا یاد	پیمان محبت کو مرے رکھے وہ کیا یاد جس شوخ کی رہتی ہے مجھے صبح و سیا یاد کس کس کو سے ایک دل خستہ و مغزول کیا آئے قضا میری شب بھر ستم گر کیا خاک کرے گا وہ وفا و عہہ فردا کیوں پچھیاں آتی ہیں دم نزع الہی طفلی میں جو ہم کہتے تھے بہلانے کی خاطر سو دہیں تری زلف سیکے مرے سر پر سو جی جو شرارت نہی اس عہدہ جو کو دور اپنے کو یوں کینچ نہ لے دون کی کھینچ ہم مفت دئے دیتے ہیں بے منت و احسان بہولانہ شب و صبح ہی اندوہ جدائی ہوگی ہوس زلیست مرے دل کو دوبار کیا سر پہ قضا کویل رہی ہے دل ناداں پیغام رساں بہول نے تیری مجھے مارا	

بجلی انہیں کیا آئی غضب آگیا ہمبر چیرا جو کبھی قعدہ غم سن کے وہ بولے	وہ رہ کے خفا ہوتے ہیں کیوں اسے کیا یاد کبخت کو کچھ اور نہیں اس کے سوا یاد
۱۵۲	۲۴
آزادیوں کے بند میں دیوانہ ہوا بند رہنے کا نہیں عشق کوئی کام مرابند آتا ہے نظر مجھ کو کف اہل سخا بند دل رشتہ الفت میں زل سے ہے مرابند دیوانہ الفت کو کرے گا کوئی کیا بند مطلب دل نا کام کا پیوستہ رہا بند مارا نہ کبھی زلف کے کاٹے کو کسی نے کمل جائیگا اک روز مرے دل کا بھی عقدہ میں پرستش عشر سے بجا نصف باغ لے جو راداسے تری کیا کوئی بے گاہ کہو لگا زباں کیا ترے آگے کوئی اشوخ یلے مے پیے ممکن نہیں مجھ زند کا جیتا آیا جو کبھی یار کی جانب سے خطا شوق روکے سے رکے گی نہ مری آہ فلک سیر ہوتی ہی نہیں ان سے کبھی ترک صبر حی خونابہ دل بیتا ہے کھاتا ہے غم ہجر	یہ بند تیا بند ہے یہ بند جدا بند ہو گا نہ درہمست مردان خدا بند مرغس کے پڑا کام میں لگا ورنیا بند کہو لے سے کسی کے یہ کہنے گا کہلا بند آزاد ہر ایک قید سے ہے عشق کا پابند سو عقدے پڑے اور اگر ایک کہلا بند مندی کا کبھی چور نہ زندا نہیں ہوا بند کہتا نہیں بندے کا کوئی کام خدا بند دفتر وہ مرے جانیسے پہلے ہی ہوا بند یہ مان لیا خلد میں ہے راہ قضا بند غنج کا دہن بند ہے بلبل کا گلا بند مر جاؤں اگر مجھ پہ ہو یہ آب بقا بند سوار پڑا کہول کے سوار کیا بند مشی میں کسی طرح سے ہوگی نہ ہوا بند زاہد سے سوار نہ ہیں اوقات کے پابند بیار محبت پہ نہیں آب و غذا بند

لے آد سہارے پترے جیتے ہیں عاشق کیونکر نہ ہشتنگی پیریں عاشق کی نگاہیں کر اور پریشان نہ شب ہجر ٹٹا کر یہ حکم ہے انکا نہ ملے کوئی کسی سے یاد آئی چو زت ترے بوسوں کی شربِ خم رندوں کے جو منہ لگتا ہے کیا آئی ہے شمع آتا نہیں کچھ عقل میں کیا رنگتے ساقی	ہو جائیگا دم بند جو ہوگی یہ ہوا بند اب روزن دیوار کی بھی اسے کیا بند ایدل ہے مراد رو سے اک ایک جدا بند دیوانہ محبت کے ہوں اک ایک جدا بند لب اپنے عذوبت سے پونے وقت بکا بند اگر اپنی زبان ناصح بیہودہ سرا بند نشیہ میں پری ہے کہ مے ہوش رہا بند
۱۵۳	۱۷
مرد کش ہو تیرے رخسے جوں مہ عذار چاند دیکھا جو تیرے رنگ ہو اس شہسار چاند کیا منہ جو داغ دل سے ہو میرے دو چاند ساحرِ عید کی تو منایا کہے خوشی اس دم کے نقشہ کو نہ پہنچے گا حسن میں دل کی نہ تاخن نہ نو سے گرہ کہلی نظارہ میرے یار کا منظور ہے اسے اپنے کو کہینچتا ہے جو تو دور اس طرح امید وار وصل پڑے گا محقق میں نسبت ہو خاک اس رخ پر نور سے درست ہر داغِ عشق کی ہے سوا اس کے آفتاب	ایسے کہاں کے لگ گئے ہیں اسکو چار چاند کیوں پیش آفتاب نہو بے وقار چاند چمکائے گو لگا کے فلک اسکو چار چاند اسے رشک مہ ہوں تجھ کو مبارک ہزار چاند اپنے کو آسماں پہ کہینچے ہزار چاند ایچرخ تجھ کو ایک نہیں سا نگار چاند چڑھتا ہے آسمان پہ جو بار بار چاند اسے آسماں لگ گئے کیا تجھ کو چار چاند غرہ ہوا جو ایک ہی اے مہ عذار چاند سحرش ہے آفتاب میں ہے داغدار چاند کیوں اپنے دلیں مجھ سے نہ کہنے غبار چاند

تیرے ہی عکس رخ سے دو بالا ہے کما حق اس آسمان حسن کا اللہ سے عروج خورشید کے طلوع کا سب کو گماں ہو تو سن کا تیرے کیوں نہ فلک پر ناع ہو اس مہ کو چاند ماری کا جیسے ہوا ہے شوق	ایما تیرے آگے ہے آئینہ دار چاند ہوتا ہے آفتاب تصدیق نثار چاند کوٹھے پہ دیکھنے کو اگر آئے یار چاند ہیں اسکی ٹھوکروں میں سر رکھنا چاند ہلے سے ہو گیا ہے درون حصار چاند
۱۵۴	۱۳
ہلال گنگے نہ کیوں رشک سے ہوا سارا چاند ترجی حضور میں لے آسمان حسن و جمال اٹھائے پردہ جو وہ شوخ روئے رخسار اس آفتاب کی خاک قدم کا ذرہ ہوں طلوع مہر کا عالم کو ہو گیا دھوکا چڑا جو بام پہ وہ رشک ماہ وقت سحر اگر نہ تو کف پائے یار کے مانند لے آسمان نہیں بوس کنار کے قابل جو تیرے ابرو رخکا پڑا فلک پر عکس کس آنفتاب تجلی کی ہے تلاش اسکو خدا کو مان کے انصاف بنا ایچرخ بتایا غرہ مجھے اس ہلال ابرو سننے	اگر آفتاب سے پر نور ہے ہمارا چاند سما ہے مہر جہاں تاب اور تارا چاند گناں کی طرح سے ہو جاے پارہ پارا چاند کہ اکل شاربیہ جس کے ہوا دو پارا چاند جو چاند دیکھنے نکلا کہی ہمارا چاند کنا چرخ سے کرتے لگا کنا را چاند نیوں فلک پہ چمکتا تراستارا چاند اگرچہ دیکھنے کو ہے نظر میں پیارا چاند ہوا ہلال نمودار آشکارا چاند جو پھر رہا ہے شب روز مارا چاند یہ تیرا چاند منور ہے یا ہمارا چاند خوشی میں غیر کو کوئی نہ کرے نہ سارا چاند
۱۵۵	۱۹
سانچو اس غزل نو کو عشق اسنے کہا	

کمال خوب کیا چرخ سے آمارا چاند
 بھولے بھٹکے میری آنکھوں میں جو آجاتی ہے نیند
 تیرگی شام غم سے کیا ہی گہمراہی ہے نیند
 یاد میں تیری جو اسے آرام جاں آتی ہے نیند
 خواہاں غم سے مجھے کیا کیا دکھا جاتی ہے نیند
 وعدہ کی شب بار سے بھی بڑھکے ترساتی ہے نیند
 مردان چشم پر کیا ہی ستم ڈھاتی ہے نیند
 ہجر کی شب میری آنکھوں میں کہاں آتی ہے نیند
 جب خیال آتا ہے اسکا صاف اڑ جاتی ہے نیند
 اختیاق غمیران کو ہم کو ان کا انتظار
 اوس طرف ان کو نہ ہم کو اس طرف آتی ہے نیند
 اس بلا کی ہے ہماری شام غم کی تیرگی
 ڈھونڈ رہتی ہے راہ آنکھوں کی نہیں پاتی ہے نیند
 جس طرح سوتا ہے سیرِ بخت گھوڑے پیچ کر
 اس طرح کب خفقان خاک کو آتی ہے نیند
 کیوں نہ ہو انسان کو پیری میں غفلت بیشتر
 کس غصہ کی دیکھتے وقت سحر آتی ہے نیند
 ان کو تنہائی میں ہی تنہا کہی پاتا نہیں
 جب وہ آتے ہیں مری خلوت میں آ جاتی ہے نیند
 بارے کے آنے کی ملتی ہے جواڑتی سی خبر

دیدہ مشاق سے عاشق کے اڑ جاتی ہے نیند

دیکھئے کیا دیدہ مشاق کا ہوتا ہے حشر

موت آتی ہے نہ فرقت میں بچے آتی ہے نیند

ہجر کی شب جب سا تا ہے بہت درد جگر

اشک بنگر میری آنکھوں سے نکل جاتی ہے نیند

یاد قمارت میں کسی کی ہم ہیں بے آرام کیوں

لوگ تو کہتے ہیں سولی پر بھی آ جاتی ہے نیند

خون روتے ہیں شب غم مردمان چشم شوق

مرغ بسل کی طرح کیا انکو تر پاتی ہے نیند

شاہد پردہ نشین ہے یہ بھی یا تازہ عروس

اسے شب غم میری آنکھوں سے جوش راتی ہے نیند

صورت آرام و راحت کیا نظر آئے ہیں

یار آتا ہے شب وعدہ نہ تو آتی ہے نیند

سوچ لیتا ہوں مالی کار کو آغساز میں

موت اپنی بچ کو یاد آتی ہے جبرگاتی ہے نیند

وعدہ کی شب غیر نے روکا اگر اس شمع کو

کون مانع ہے ترا تو کیوں نہیں آتی ہے نیند

۲۰

صورت جاناں نظر آتی ہو جس کو خواب میں

عین بیداری اسی کی عشق کہلاتی ہے نیند

۱۵۶

اور ہی لمے چارہ گر ہے یہ مرض آزار درد

قابل درماں نہیں ہے عشق کا زہاؤں

تو ہے نادان یہ سمجھ میں تیری آنیکا نہیں
 نالہ بلب کی پروا باغ میں گل کو نہیں
 باز آنے ظلم سے مہر و فاسے پیش آئے
 جب خیال آتا ہے تیرا جھکواے بیدار
 گردن ہفت آسمان ہے نصیب شقا
 مانع اطہار سوائی جاناں کا ہے خون
 جیسے میتی ہو اسی کے دل سے اسکا حال بچھ
 جس سے امید نسلی ہو نہ امید علاج
 عشق کے بیمار کی کیا اور ہوگی دیکھ یہاں
 جان لینے میں ٹانے میں لذت دینے میں
 پوچھا ہے چارہ گردہ رہ کے موقع درد کا
 دیکھئے جس سمت آتا ہے نظر سامان غم
 ضعف سے ہے ہمیں طاہرات کر سکی کہاں
 تیرا عاشق مر کے بھی غم سے نہ پائیکا نجات
 ہجر میں اس بت کے ہے ہر دکو تیری تجو
 یاد آتی ہیں شب و وقت جو انکی شوخیال
 دشمنی آپس کی بدلی دوستی سے عشق میں
 سنتے سنتے ہرٹ گئے ہیں انہیں گل گل کاں

ہم بتائیں اپنے دل کا کیا تجھے اے یار درد
 سچ ہے مفلس کا نہیں کرتا کوئی زردار درد
 عاشق دل خستہ کا جانے اگر دلدل درد
 دلمیں اٹھتا ہے بے تعظیم سو سو بار درد
 پنج حراں سبھی اندوہ غم آزار درد
 کیا کہے دل کا کسی سے عاشق ناچار درد
 غیر کیا جانے مراے شوخ دل آزار درد
 کیا کہے ایسے سے اپنا کوئی دل افکار درد
 چارہ گر حراں ہے ہمدرد پنج ہے غمخوار درد
 تجھ سے بڑھ کر ہے مرا القاتل غمخوار درد
 کیا بتاؤں ہے سراپا میرا جسم ناز درد
 جھکو ہنچاتے ہیں بے اسکے درو دیوار درد
 چارہ گر سے کیا کہے گھا عاشق بیمار درد
 قبر میں ایجا نیکا ساتھ اپنے یہ بیمار درد
 آج کل ہے خوب تیری ردفی بازار درد
 دلمیں اٹھتا ہے نئے پہلو سے ہر مہار درد
 درد کا غمخوار اب میں ہوں مرا غمخوار درد
 تیرے نالوں میں ہے کیا اے بلب گلزار درد

داع کا شاگرد ہو نہیں عشق میرا نام ہے
 کیوں نہ ہر دلمیں کریں پیدا مرے اشعار درد

عشق ہوگی نہ مصیبت کی مری شام سپید
 ہو گیا دیکھ کے تیرا رخ گلغام سپید
 صبح کی طرح نہ ہوگی نہ ہوئی شام سپید
 فطرتی موتے کمر ہے بت خود کام سپید
 روتے روتے ہی ہوئے دیدہ ناکام سپید
 دور گردن کو سمجھتے ہیں یہ اک جام سپید
 صبح کا رخ ہو سہ اور رخ شام سپید
 نہوئی سرخ رہی یار کی صمصام سپید
 ہو سہ خال بھی شکل گل بادام سپید
 ہو گیا خوف سے انکار رخ گلغام سپید
 ہاتھ میں اپنے اک لے وہ کوئی جام سپید
 خوف سے ہو رخ خامہ دم ارقام سپید
 سرخ لب خال سیاہ سبز خط اندام سپید
 میرے فحاشے کے ہو گئے نہ درو بام سپید
 ہوئے درد رو کے مرے دیدہ ناکام سپید
 چشم آہو ہو برنگ گل بادام سپید

یار کی ہو ہی اگر زلف یہ نام سپید
 رشک سے چرخ پہ متاب ہی اکھر جمال
 لاکھ چاہے کوئی فطرت کا بدنا ہے محال
 اس سے گئے کا نہیں داغ جو انی کو تری
 رنگ لاکر ہی رہی صبح جدائی میری
 ظن کی طرح ہے زندگی نظر ہی عالی
 انقلاب فلک پیر سے کچھ دور نہیں
 دار سے پہلے فنا ہو گیا دم عاشق کا
 رنگ تاثیر دکھائیے جو ترا حسن صبح
 کی شربتِ وصل جو کچھ دست درازی میں
 پر تو دستِ خانی سے گلابی ہو جائے
 نیکے مضمون مری شام مصیبت کا اگر
 قابل دیدہ ہے نیزنگی حسنِ جاناں
 لاکھ خورشید قیامت ہی سفیدی پسیر
 غم میں اس تانی یوسف کے بساں یعقوب
 دیکھ کر چشم یہ کو تری غیرت کے سبب

۱۴

عشق کی راہ ہے اسے عشق و آفت آگیز
 رنگ رخ ہوتا ہے سالک کا ہر کام سپید

۱۵۸

دم قدم سے ہے ترے گنج نشیدانِ باد
 میرے قاتل نے کیا شہرِ غموشاںِ باد

قاتلِ عربدہ جو خانہ احساںِ آباد
 خمر لوگوں کو بساے ہوئے سکر خود بھی

دم قدم سے ہے مرے خانہ زنداں آباد
 شہر ویراں نظر آتے ہیں بیاباں آباد
 میرے اللہ ہے محفل زنداں آباد
 انکے ہی دم سے ہیں کسار و بیاباں آباد
 گھر تو گیا خاک ہمارا شب بھراں آباد
 ہم سلامت ہیں پھر کوچہ جاناں آباد
 پھر بہار آئی ہوئے سائے گلستاں آباد
 ہو گئے آگے یہاں بے سرو ساماں آباد
 مصر میں آگے ہوا ہے مہ کنعاں آباد
 میرے خالق نے کیا عالم مکاں آباد
 سر سے ہو جائے ہر آغوش گریباں آباد

طوق و زنجیر کی رونق ہے مری وحشت سے
 تیرے سود میں زمانہ کا ہوا اور ہی رنگ
 صورت جام ہے چرخ کو گردش جہنک
 تیرے دیوانہ نگو اللہ سلامت رکھے
 سب عیا ہیں جو سامان ہیں بربادی کے
 کوئی پردہ انہیں جنت بھی جہنم میں جو جائے
 مژدہ اے بلبل گلزار پہرے تیرے دن
 رکھ لیا وحشت نے پردہ ترے دیوانہ نکا
 جاگزیں دلیں نہیں اس بت خوشرو کا خیا
 اپنی قدرت کا دکھانا تھا جو جلوہ منظور
 دیکھیں تجھ کو تو ہوں محبوب حسناں جہاں

۱۶

آدمی جس کو کہیں وہ نہیں ملتا اے عشق
 یونہی شہر میں ہیں سیکڑوں انساں آباد

۱۵۹

بلبل کو گل شجر کو ٹہر جھکو تو پسند
 میں ناپسند اور مری آرزو پسند
 آیا نہ میرے دل کو کوئی خوبو پسند
 ہوتی اگر نہ ہم کو تری گفتگو پسند
 تم کیا کرو گے یکے دل آرزو پسند
 آجائے گا جو آپ کا ظرف وضو پسند
 ساتی ہے تجھ کو نشید جام و سبو پسند

ہر ایک کو اپنے رنگ کی ہے رنگ بو پسند
 یہ بھی ہے کوئی اے صنم حید جو پسند
 جب تک خیال یا رکا پیش نظر رہا
 سنتے رنگایاں کہی یوں چہر چہر کر
 حصہ ہے یہ تو عاشق حسرت نصیب کا
 زند اسکا خم بنا بیٹھے اک روز شیخ جی
 بزم جہاں میں یونہی تو ہیں سامان ہزار ہا

ہم کیا کریں ہمیں ہے یہی گفتگو پسند جائے کا اپنے مجھ کو نہیں ہے رفو پسند دلو ہمارے جیسے ہے وہ ماہر و پسند مست ہے ہنر کو نہیں ہا وہ پسند طوبی پسند ہے نہ مجھے سرو جو پسند اے ہر دل غم مرے دلو ہے تو پسند قاتل کو ہے تیغ و گلو پسند قاتل کو اسے ہے ہمارا لہو پسند آیا کہی جو چاک جگر کا رفو پسند	اس بد زباں نے شکوہ دشتام پر کہا اے سوزن مسج نہ لے لوک کی بہت دامان میں مثل کتاں چاک چاک ہے سچ ہے ہر اگر انہیں دیتا کہی صدا اک نو نال حسن کا جب سے خیال ہے وہ چاہتے ہیں دعویٰ الفت سند کے ساتھ منظور یوں تو وصل کسی کا نہیں مگر رنگ حایں بوسے و قانا م کو نہیں ہم کو فلک نے خاک کا پیوند کر دیا
--	---

۱۷	داعظ کے سائے و عظمیٰ یا ہے مجھ کو عشق لا تقنطو پسند کلو و شر بو پسند	۱۶۰
----	--	-----

بڑا کر ہے دوست سے ہی مجھے اب عدو پسند
 کیوں تا پسند ہو وہ کرے جس کو تو پسند
 یہ چاٹ رہے دیگی نہ پھر میان میں اسے
 قاتل کی تیغ کو اگر آیا لہو پسند
 محنت مری ٹھکانے لگی لاکھ لاکھ شکر
 آیا انہیں پسند دل آرزو پسند
 بیڑا و ٹھاپے ہیں وہ عاشق کے قتل کا
 اب ان کو ہے حنا سے زیادہ لہو پسند
 روتی ہے خون دیدہ جو ہر سے تیغ تیز

تسلی کو ہے جو خندہ زخم گلو پسند

میں اور ترک عشق بستاں پر ہی جمال

اے پسند گو نہیں یہ تری گفتگو پسند

پانی سے پاک ہو گا نہ ہرگز دل سے

اے شیخ ہے شراب سے غسل و وضو پسند

کیا جنس دل کو تجھ سے کریں گے دریغ ہم

اپنی تو آرزو ہے کرے اس کو تو پسند

آنسو کے تار سے جگر چاک چاک کا

اے چارہ گر ہے عشق میں جھک جو رفو پسند

بگڑا عدد کی بات سے بھی داہ رے فراج

اس شوخ تسنید شوکی ہے جھک جو یہ خو پسند

ہم باز آئے لطف سے بے داد ہی سہی

تیری ہر اک ادا ہے بت کینہ جو پسند

ہر ایک کی پسند جدا ہے جہان میں

اے فتنہ جہاں ہے مگر سب کو تو پسند

باغ جہاں میں اے گل خوبی ترے سوا

آئی نہ ایک پھول کی بھی جھک جو پسند

حوروں پہ ڈالے خلد میں کیا وہ نگاہ شوق

آیا ہو جس کی آنکھ کو اے شوخ تو پسند

ہر ایک میں غضب کا ہے عاشق کی آنکھ ہی

موسے میاں یار ہوا موبو پسند

بے ساختہ نظر نہ پڑے تجھ پہ کیوں مری کا
ہر آنکھ کو جہان میں ہے خوبرو پسند

۱۷

خالق سے مانگنی ہے دعا عفو جرم کی
اے عشق اشک شرم سے ہے اب خوبرو پسند

۱۶۱

کیا پوچھتا ہے اسکا کہ جسکو تو پسند
کچھ کام کا نہویہ دل آرزو پسند
ہوتی اگر نہ اسکو مری جستجو پسند
آیا جو میری آنکھ کو وہ جنگ جو پسند
ماتا ہے یار کا بھی پس جستجو پسند
انکو نہ اسکا رنگ نہ اسکی ہے بول پسند
سینہ ہے یا کلیجہ ہے یا ہاتھ گلو پسند
لکھو اگر ہے جنگ بت جنگ جو پسند
سو حسرت تو نہیں ایک تری آرزو پسند
اس فتنہ گر کو ہے دل بے آرزو پسند
عزت پسند ہے نہ مجھے آبرو پسند
بزم جہانیں کس کو ہے خالی سبو پسند
معدوم چیز کی ہے مجھے جستجو پسند
بزم جہانیں مجھے یہ خوش گلو پسند
آیا ہے جب تو ہمیں اے خوبرو پسند

کہ ہے اک جہاں تجھے اے خوبرو پسند
لے میری جاکے نہ اگر اسکو تو پسند
ہر رنگ میں چپا تا وہ اپنے کو کس لے
بر پا دل جگر میں ہوئیں خانہ جنگیاں
کس کام کی وہ چیز جو بے سعی ہاتھ آئے
بیزار ہیں وفا سے محبت سے ہیں نفوا
الیشوق ڈرے ناوکا قاتل سے پوچھ تو
آنکھیں لڑا کبھی کبھی ہم سے زباں لڑا
تیرا خیال لاکھ خیالوں سے خوشنما
اب اور غیر ترک تمنا نہیں علاج
رسوائے عشق جو ہے ہوا ہوں جہانیں
کس کام کا وہ دل نہو جہاں دلیں جو عشق
گم ہوں کسی کے موئے کمر کی تلاش میں
پیر مغال ہوں قلقل مینا کا مشیفتہ
کرتے ہیں سب پسند ہماری پسند کو

ایدل نہ آج اشکِ مذمت کی کرے	فرد گناہ کی ہے مجھے شستِ شو پسند
۱۴	دیتے ہیں جان اس بت بے نام و تنگ پر اے عیشِ قیاس آپ بھی ہیں بڑے آبرو پسند
گزرے گی اور کیا مرے سرِ قضا کے بعد خاکِ ارٹھی دیکھ لیتا جن میں صبا کے بعد دل نے انہیں پسند کیا ہے جفا کے بعد اچھا مریض غم نہوا کر دوا کے بعد کبھوت کیا وہ آئینہ کا میری قضا کے بعد ایدل ہر ایک دوست اس کی شاکہ کے بعد کچھ کچھ کرم بھی چاہیے جو رخصت کے بعد پوچھے گا کون آپ کو اس مبتلا کے بعد نادم ہوا تو کیا مستم ناروا کے بعد پہلے قضا سے آئینے وہ یا قضا کے بعد آفت یہ اور آئینگی تجھ پر قضا کے بعد کر تا تھا شکوہ جو کا شکر و ثنا کے بعد ہم کیا جنہیں گے ہی تری جو رخصت کے بعد وہ بولے تھیں تجھیں گے روزِ جزا کے بعد تم نے تو آنکھ کھولی ہے اب جیسا کے بعد	تو کیا کرے گا اے ستم آئیں جفا کے بعد بولیں گے زلفِ بلبل شیریں نوا کے بعد کس بات کی کرے گی شکایتِ روزِ حشر پہر تیرا کیا علاج بتا پہلے چارہ گر قاہد کا کچھ بتا نہیں بدلت گذر گئی ہمدرد میرا دروس ہے بڑھ کر نہیں کوئی خوگر نہ ایک بات کا بھگت بناؤ تم نام و نمود حسن کی ہے عشق کے طفیل ہم مر کے جینے سے رہے پر وہ ستم شعار ہمان دگر گھڑی کا ہو نہیں یہ خبر نہیں اس فتنہ گر کا ہو گا سرِ حشر سامنا فریاد کی جو پہلے ہی ہم سے ہوئی یہ چوک کیونکر جفا پسند ہو امیدِ لطف پر بیدار پر دلایا جو کچھ خوفِ باز پرس کیا جانو تم کہ مٹ گئے عشاق کس طرح
۱۵	اے عشقِ تابہ زیت زمانہ رستہ بکام بہر کچھ بھی ہو بلا سے ہماری قضا کے بعد

انداز دلبری کے ہیں سائے تجھی کو یاد
 رہتا نہیں خوشی میں تو کچھ آدمی کو یاد
 ہر برگ کی زبان پر افسانہ ہے ترا
 نادان بہو بجاتا ہے دودن کے عیش پر
 پہر جاتی ہے نگاہ میں تصویر یار کی
 طول شب فراقتیں کن حسرتوں کے ساتھ
 کچھ خیر و شر سے واسطہ دلو لے کو نہیں
 کیا ہم بچائیں غم من صبر و شکیب کو
 عادی جفا کے ظلم کے خوگر ستم پسند
 جو بات تجھ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں
 اک تازہ حشر روز جن میں سپا کرے
 اچا سبق یہ عشق نے ہم کو بڑھا دیا
 الفت کا انکی لطف نہ بہو لو نگاہ کے ہی
 جاو جو تیری چشم فسوں نگر کو یاد ہے

ایشیخ یہ کرشمے کہاں ہیں کسی کو یاد
 کیوں یہ کرے عروج میں افتادگی کو یاد
 تیرے دہن کی بات ہے اک لک کھلی کو یاد
 رہتا نہیں گذشتہ الم آدمی کو یاد
 کرتا ہوں میں کلیم کی جب بنجودی کو یاد
 کرتا ہوں روز وصل کی میں کوتاہی کو یاد
 رکھتا ہے کب جہاں میں نیکی بدی کو یاد
 انداز برق کے ہیں تمہاری سنہری کو یاد
 جنت میں بھی کرنگے ستم گر تجھی کو یاد
 یہ نازیہ ادا نہیں حور و پری کو یاد
 چائیں اگر ہوں آپ کی سرو سہی کو یاد
 ہوئے جو دل سے ہلکو کریں ہم اسی کو یاد
 برسوں کو گنگا خلد میں اس لنگی کو یاد
 یہ شبہ یہ سحر نہیں سامری کو یاد

۱۱

اے عشق تیرے بعد بھی کرنے رہیں گے لوگ
 تھکیو اگر نہیں تو تری مشاعرے کو یاد

۱۶۴

ہے ہجر کی شب وصل و ملاوٹ کی امید
 ہو جس لب نازک سے نہ شام کی امید
 برائے نہ ایدل تو وہ کس کام کی امید
 مرنے کی توقع ہے نہ آرام کی امید

اللہ رے میرے دل ناکام کی امید
 کیا اس سے مجھے بوسہ و پیغام کی امید
 امید پہ جینا بھی ہے بیکار جہاں میں
 کیونکر مرے کانٹے یہ شب ہجر کے لگی

یارب یہ شب غم ہو مری روزِ مسرت جز ترکِ تمنا نہیں اب اور تمنا ساقی نظرِ لطف و کرم ہو کچھ ادھر ہی بیمارِ محبت کا بہت حالی برا ہے پتے سحر و شام نہ یوں خون جگر ہم کہتے ہیں کہ امید یہ قائم ہے زمانہ	برائے کہیں اس دلِ ناکام کی امید کیا پوچھتے ہو عاشقِ ناکام کی امید تا میکدہ لائی ہے مجھے جام کی امید زندہ جو رہا صبح نہیں شام کی امید ساقی سے جو ہوتی ہے گلفام کی امید کیوں دلوں کو نہ وصلِ دلا رام کی امید
کیوں اسکی ستائش کریں بے فائدہ اے عشق ہو جس سے نہ تحسین کی نہ انعام کی امید	
۱۴۵	۱۴۲
دو دن کا ہے حسنِ نکر میر جاں گھنٹ سنگِ فشاں کا کام بندے تیغِ یار کو یہ جنس ہے وکال کی ماہزار کی شمع تیرنگہ ناز کے کھتے ہیں دادِ خواہ لے بت یہی جہان میں ہے عجبہ گاہِ خلق بولی یہ قبر دیکھ کے منعم کی لاش کو دیکھا جو آئینہ میں کبھی اپنے حسن کو تو بھی بنے گا تیرا جل کا کبھی دھن ناپائدار ہے گلِ گلزار کی ہسار کوئے منعم میں دولتِ قاروں گڑی نہیں	ناپائدار چیز یہ ہے رائیگاں گھنٹ کر سختی گلو پہ نہ اے سخت جاں گھنٹ یوسف کے حسن پر کرے کیا کارواں گھنٹ کیا ہوگا تیرا قاتل اب وہ کہاں گھنٹ جتنا کرے بجاہت تر آستان گھنٹ ہے وہ ترا غرور کہاں اب کہاں گھنٹ پیدا دلِ منعم میں ہوا ناگہاں گھنٹ تاوکِ مگن نہ کنیچ کے کج بکمان گھنٹ دودِ کنی فصل پر نکرے باغباں گھنٹ ناحق ہے استغدر تجھے اے پاسباں گھنٹ

ڈرتا ہوں بے پست ہو نہ کہیں صورت میں ہم سرخرو ہوئے تو حد و زور نہ ہو گیا تیرے سخن کی دہم ہے دنیا میں ہر طرف	رفتہ بہ کر رہا ہے بہت آسماں گھمنڈ آیا نہ کام اسکا دم امتحاں گھمنڈ زیبا ہے تجکو بلبل ہندوستان گھمنڈ	
۱۶۶	اے عشق ہے کمال کے حق میں مفر غرور ٹوٹا ہنر کا سلسلہ آیا جاں گھمنڈ	۱۲
کہاں ہے بادہ گساروں کو ناگوارا تہنڈ لپٹ لپٹ کے وہ سوتے ہیں سرے پہلو دہوئیں یہ تیرے شب غم از اندے تو سہی جو دکھ دیتی ہے تکلیف سرد مہری یار ہمارے سوز جگر کا کہ شمع ہے گرمی کہاں سے یار کو لاؤں جو گرم ہو پہلو اٹھاتے بوجہ دشالے کا اسطرح نہ ایہ جو سرد مہری جا مانے کہنیوں آہ سرد جگر کی آگ ہے موجود تا پنے کے لئے کبھی پڑ گیا جو بالا فراق ساتی سے کھڑے ہیں رونگٹے مکمل کے ہی لرز رہے ہوئے	مزا شراب کا دیتی ہے انکو دونا تہنڈ شب حال کہاتی ہے لطف کیا کیا تہنڈ پڑے تو اس دل سوزاں سے جھک پالا تہنڈ برہنہ جسم کو دیگی نہ ایسی ایذا تہنڈ جو سرد مہری جانا نکا ہے نمونا تہنڈ پڑا ہے مجکو شب بھر تجھے پالا تہنڈ اگر نہ دیتی زمناں میں انکو ایذا تہنڈ تو گرمیوں میں ہو جاڑے کی طبع پیدا تہنڈ کر گئی بال ہی عشاق کا نہ بیک تہنڈ مزا بخوار و نکو بھی ہوگی ناگوارا تہنڈ یہ خوف خلق یہ چایا ہوا ہے تیرا تہنڈ	
بغل میں یار اگر ہو خبر ہی ہوگی نہ عشق ہزار دے تب لرزہ کی مجکو ایذا تہنڈ		
۱۶۷	رویت ذال معجم	۱۳
عشق آتا نہیں اس عمد شکن کا کاغذ	غم سے کیوں گل کے نہ گوشت بڑھکا کاغذ	

اس نوشی میں نہ دریا رخ غریبی ہیں یاد لکھوں مغموں اگر وحشت دلکا پنی سادہ روضت میں تیرے ہے پیلامر حال انگوڑت ہی نہیں عیش طریکے اتنی ہے کوتر کو پروبال کے حلجانے کا خوف دشمنوں کی نہو منظور ہے دل شکنی تجھ کو کرو نکاز و مال سے میں مالا مال ہو گیا تجھ کو یقین باد ہبسا رسی آئی قدرداں ہی نرم اسکا زمانہ میں کوئی اس سے کیا اٹھے قلم تو ہی بتا ایقاصد کس صفائی سے دیا اس نے مجھے صاف جواب	مل گیا کوئی جو یارِ ان وطن کا کاغذ شاخ آہو ہو قلم پوست ہرن کا کاغذ سار مسطر ہیں رنگیں گوشت بڑنکا کاغذ چٹکے دیکھیں جو میرے رنج و غم کا کاغذ خاک لیجا کر کجا کجہ سوختہ تن کا کاغذ آنے کیونکر مجھے اس عہد شکن کا کاغذ لا تو قاصد کوئی اس سم بدن کا کاغذ نامہ بر لایا جو اس رشک چمن کا کاغذ ردی ہو جائے نہ کیوں شعر و سخن کا کاغذ ضعفت جسکو ہو اب سیر طوں شکا کاغذ سادہ بالکل ہے خطا سیم بدن کا کاغذ
--	---

۱۵

عشق اس شوخ کو اب خون جگر سے اپنے
لکھے اندوہ و غم و رنج و غم کا کاغذ

۱۶۸

غیر بھیجیں مرے شکو میں جو لکھ کر کاغذ میرے نالوں کی جو بندہ بجائے شب ہجر ہوا تھا جو بیتابی دلکا مرے مغموں رقم جس میں ہے مطلب لکھئے تپکوں پر تمام ہو گیا شمارے اشک ندامت کے سبب ضعف ہے کہو قلم کا بھی اٹھانا ہے محال میرے نامے کا جو انکا مرے قاصد نے جواب	ہو وہی ہائے مرے قتل کا خضر کاغذ آسمان اڑتے پہر میں جیسے ہوا پر کاغذ گر پڑا بال کبوتر سے تڑپ کر کاغذ یار کو بھیجے اس طرح ہوا پر کاغذ میرے اعمال بونکا سر محشر کاغذ لکھئے اس وعدہ فراموش کو کیونکر کاغذ میرے نامے کا ہوا داخل دفتر کاغذ
--	--

یونو آتے ہیں مرے پاس ہر اک کا غم
ہو گیا صفحہ خورشید کا ہر سر کا غم
آپ اپنے کو نہ کیوں کہنے فلک پر کا غم
ہاتھ سے اسکے نکل جائے ٹپ کر کا غم
آیا یا ران عدم کو نہ میسر کا غم
آگ میں جہنمک دیا یا رنے جگر کا غم

حرف مطلب کسی عنوان نہیں لکھتا وہ شوخ
تیری تصویر نے وہ نور عطا فرمایا
شوق اس طفل حسن کو ہے تنگنوکا بہت
شوخیوں کی ترے کہنے جو صورت تصویر
بیچے لکھ کے ہمیں اپنا وہ کچھ حال ضرور
ماجر اسوز جدائی کا جو لکھا کسی دن

۱۳

خط میں لکھنا کبھی مطلب تو سمجھ کر کے عشق
کہیں دیدے نہ عدد کو وہ اٹھا کر کا غم

۱۶۹

بن گیا گردن عشاق میں پسند آتوینہ
بنے گنگا میں بھی لکھ لکھ کے بھایا تھوینہ
نقش دینا حقیقت میں ہے اچھا تھوینہ
نقش پایار کا ہو میری لحد کا تھوینہ
چاہئے عاشق جاننا زکے دل کا تھوینہ
گردن یار سے پیدا کرے رشتہ تھوینہ
لے پر رہے ترے خط کا لغافا تھوینہ
پر اثر ہم نے کوئی اور نہ دیکھا تھوینہ
خون عشاق سے تحریر ہوا لیا تھوینہ
ہاتھ آئے جو مرے تیرے گلے کا تھوینہ
خاک لایاں محبت نے جو لکھا تھوینہ
تہا میری قسمت برگشتہ کا لکھا تھوینہ

حفظ جان کیلئے کچھ کام نہ آیا تھوینہ
رام وہ طفل بہمن نہ کسی شکل ہوا
زر کی خواہش میں کہنچا آتا ہے سیم بدن
مر کے آسیب جدائی سے لے کچھ تو نجات
تیری چوٹی میں پے دفع بلائے گیسو
حیف جلتے رہیں ہم نقش محبت کی طرح
مرض ہجر میں عاشق کو تسلی کے لئے
بہر تخیل تباں نقش وفا سے بڑھ کر
رہ کے چوٹی میں اس شوخی گردن پہ سوار
اسکو میں دلکی جگہ حیر کے پہلو رکھ لوں
خاک اڑاؤں کے بہرے نقش کے ہر خانے میں
اور بھی حب کے عمل سے وہ بنا دشمن جان

نفل حق سے نہوا بل بھی بیکا اسے عشق
غیر لکھ لکھ کے جلایا کئے صد ہا تعویذ

۹

رولیف لے مہلہ

۱۷۰

چل مدینہ کی طرف طالب ہوا ہو کر
بیٹھ جاتا ہے جو در پر ترے تیرا ہو کر
اسکی کرسی کو نہ پہنچا فلک اعلیٰ ہو کر
بیٹھ جاتا جو ترے روضہ کا سایا ہو کر
پاتے ہیں عمر ابد خضر و مسحا ہو کر
رہ گیا ہائے نہ کیوں روضہ والا ہو کر
اڑ کے جاؤنگا مدینہ کو پرند ا ہو کر
حق طلب تجھے میں حیوان بھی گویا ہو کر

ہتی جبکا ہے رہ عشق اسیکا ہو کر
یا بنی اور سے رکھتا نہیں وہ کچھ سر دکا
ہے یہ ادنا صفت روضہ ویشان بنی
پاتا اعزاز مدینہ کی زمیں پر گردوں
یا بنی راہ میں تیری جو فنا ہوتے ہیں
ہے یہ پوش اسی غم کی بدولت کعبہ
ہے یہ شوق تو پر پرزے نکل آئینگے
تو وہ فریاد رس خلق ہے انسان تو کیا

۲۸

سلطنت کی بھی کہی اس کو نہ ہوتی پروا
عشق رہتا جو گدا آپ کے در کا ہو کر

۱۷۱

روشن آئینہ ہو اگر تا ہے اندھا ہو کر
تو وہ خاک نہ ہو گا فلک اونچا ہو کر
پایا موسیٰ نے جو مشتاق تجھلا ہو کر
سوئے گسار نکلتا تا ہوں صحر ا ہو کر
ہم ادب انہیں دیکھیں گے خمید ا ہو کر
جو ہمیں یہ نذوق نقش کف پا ہو کر

انکا دل صاف نہوگا کبھی بیلا ہو کر
روکش اعلیٰ سے ہو کیونکر کوئی ادنا ہو کر
طالب جلوہ جاناں بھی وہی پائے گا
کچھ خیال سر شوریدہ جو آجاتا ہے
آنکھیں تالو میں نکل آئیں تو کیا غم شہر
خاکیں لگئے عاشق تو ہوا انکو خیال

زلت عشق کو ذلت نہیں کہتا کوئی
 جان دیتے ہیں مرلیان محبت شب غم
 لطف توجیب تھا شب ہجر چہاری ایچرخ
 روح کی طرح گر پے میں ہے درد الفت
 شربت وصل زہ دارد ہے تو قسمت کے ملے
 آتے آتے وہ پھرے راہ سے تھی کسکو خبر
 گر یہ عاشق ناکام کو سمجھو نہ مہنسی
 بات کوئی مرے دلکی نہ نکلنے پائی
 شعلہ رو ہے نگر گم سے تیری مجھے خوف
 دادی عشق کا ہر ذرہ ہے آفت انگیز
 لے بری سیریاں سے حذر لازم ہے
 اسکو اللہ کا بندہ نہ کہے گا کوئی
 مر گئے ہم شب غم انکو شکایت یہ ہے
 اڑکے لپٹے مری خاک ترے دامن سے
 قتل کرنا ہو تو کر ڈالو تامل کیا
 چارہ گر نام دوا کا جو کہی لیتا ہے
 حسرت دید میں نکھیں نکل آئیں پس مرگ
 نہ ہے بخود ہی شوق میں کچھ ہوش و حواس
 میرا ٹھنا نہیں آسان ہیں مٹجاؤں گا
 ایک سا غریب کیلے دل مرا ساقی نہ دکھا

قیس مشہور ہوا غسلی میں رسوا ہو کر
 شرم آتی نہیں کچھ تم کہ مسیحا ہو کر
 کہنی چچی طول جو اس زلف کا سایا ہو کر
 سخت دشوار ہے جینا مرا چاہا ہو کر
 عاشق جاں بلب اٹھ بیٹھے تو انا ہو کر
 یوں مرا بخت الٹ جائیگا سید ہا ہو کر
 اشک طوفان کی خبر لاینگے دریا ہو کر
 رہ گیا یار کا شکو ابھی تمنا ہو کر
 ظاہر روح نہ چلجائے بتنگا ہو کر
 تنکا ہی پانویں چھبہ جاتا ہے کاشا ہو کر
 خاک یوانوں کی لپٹے نہ بگولا ہو کر
 اگر انسان رہے بندہ دنیا ہو کر
 جان دی اسنے اجل کو مرا شہید ہو کر
 پاک رہنے کا نہیں یہ کبھی اونچا ہو کر
 ہاتھ کو روکتے کیوں ہو ستم آرا ہو کر
 درد ڈرتا ہے دلوں کے دونا ہو کر
 خاک تربت مری نرگس شہلا ہو کر
 آپ ہم کو گئے اس شوخے جو یا ہو کر
 در پہ بیٹھا ہوں ترے نقش کف پا ہو کر
 بیٹھ جائیگا یہ درد نہ مینا ہو کر

حشر میں جہنمی تمہیں سب فن ہوئیں اپنے ساتھ | ہم ہے کنجِ لحد میں بھی نہ تنہا ہو کر

۱۸

نہ چلا اسکا پتہ درودِ حرم میں اسے عشق
تنگ کے شل ہو گئے ہم بادیہ بیجا ہو کر

۱۶۲

ہم چلے عالمِ فانی سے ہی کیا کیا لیکر
کس نے آواز دی نام تمہارا لیکر
مر گیا عشق کا بیسار سنبھالا لیکر
ہم ہیں وہ جیتے ہیں جو نام تمہارا لیکر
آپ پچھتاؤں گے میرا دل شیدا لیکر
جب چلا جوشِ جنوں جانب صحر لیکر
ہم جو فریاد کریں نام تمہارا لیکر
درد میرا نہ بڑھا نام دوا کا لیکر
آپ کیوں بیٹھے ہیں یہفت کا جگر لیکر
یوں کرتا ہے کوئی مال پرایا لیکر
ایسے وعدے کی کریں آپ کے ہم کیا لیکر
جان دیں کس لئے احسان اجل کا لیکر
ایک ہی بار نہ مل ڈالو کلیف لیکر
دی کسی نے نہ صدا نام ہمارا لیکر
آپ ہیں کون جو آئے ہیں سندبا لیکر
جاؤنگا خلد میں میں تیر ہی تمنا لیکر
دون کی لے نہ بہت چوڑو ننگا بدلا لیکر

مر گئے دردِ غم و یاس و تمنا لیکر
غیر کو تم سے نہ تھا کام تو میرے در پر
آپ کے آنیکی امید پہ کب تک جیتا
تم ہو وہ ہو لکے بھی ہکو نہیں کرتے یاد
ایسے دیوانے کی مشکل نگرانی ہو گی
ہے کیا کیا درد و دیوار سے لہٹا ہونیس
ایسے بے شرم نہیں روزِ جزا پیش خدا
چارہ گر کچھ تری تدبیر سے ہونیکا نہیں
امتحان میں کہی اترینگا نہ پورا کوئی غیر
دل مرا یکے ہے انکار قسم کھاتے ہو
حشر کے دن بھی نہو جیکے وفا کی امید
ہکو اس ننگے رو کا شبِ غم مرنے سے
چٹکیاں لیتے ہو رہ رہ کے عبت پہلو میں
نہ لگی دادِ عدالت کہ محشر میں بھی کچھ
درد دل ان سے جو کہتا ہوں تو فرماتے ہیں
سیرور نکو دکھاؤنگا دل شیدا کی
ایفلک خاک نشیں کو چہ دلدار کا ہوں

چہرہ بگڑا ہوا دیکھا جو مریض غم کا
رہ گئے ایسا سامنے عشق مسیحا لیکر

سخت حیراں ہوں زمانیکی ہوا کو دیکھ کر
ان تونکے دور میں محکموں کی ۱۰ کیا
ہٹ گیا بیداد سے دل بائی بیداد کا
عاشقی میں وادری از خود فراموشی مری
اے بری محکمو ہوا ہو کا نکل آئے ہیں پر
ہے جدا کوئے وفا میں سب اپنا راستہ
آسمان پر ہی دوزخ اک جگر میں ہے
نکلی جاتی ہے مرے پاؤں کے نیچے سے زمیں
اپنے کو چسپ نہ کہیں گے وہ میرا کچھ لگاؤ
شوخیوں انداز چٹون نیچے آنکھیں میں غصہ
جان لیکر ہی رہا عالم بتوں کے من کا
پس گیا دل حسرت پا بوسے دلدار میں
ہو چلا انکو بھی کچھ کہہ اپنے وعدہ کا خیال
گر جواب خط نہیں آتا تو ایقا صد بتا
کیا امید و یاس کے جگر ڈوٹ وہ آزاد ہے
دلربا غزہ ہے دلکش حشوہ ہے کھسپناز
کیسی یہ بدعت تیرے دور میں اے خستہ ز
ٹھوکریں کھاتے نہریوں راہ وفا میں نہ ہمار

غیر کا ہوتا ہے دھوکا آشنا کو دیکھ کر
منصفی کرتا نہیں کوئی خدا کو دیکھ کر
میرے استقلال کو میری وفا کو دیکھ کر
آپ میں رہتا نہیں اس دلربا کو دیکھ کر
دو دنوں شانوں پر تیری زلف دو ما کو دیکھ کر
ہم نہیں چلتے کسی کے نقش پا کو دیکھ کر
تیری طرز جود انداز جفا کو دیکھ کر
غیر کے کوچہ میں تیرے نقش پا کو دیکھ کر
خاک بھی میری اڑا دینگے ہوا کو دیکھ کر
لوٹ ہے دل الیکا تیری ادا کو دیکھ کر
آگئی اپنی قضا ان کی ادا کو دیکھ کر
میرے تلووں سے لگی رنگ خدا کو دیکھ کر
رفتہ رفتہ میری تاثیر دعا کو دیکھ کر
کچھ کہا ہی اسے حرف مدعا کو دیکھ کر
حسرت آتی ہے دل بے مدعا کو دیکھ کر
دیجئے اب ایک لک کس ادا کو دیکھ کر
محکمو ہوتا ہے اچنیا پار سا کو دیکھ کر
ہم اگر چلتے زمانے کی ہوا کو دیکھ کر

جی اڑا جاتا ہے گلشن کی ہوا کو دیکھ کر
سرنگو بھی اپنے گیسوئے رسا کو دیکھ کر

نام کو بھی اب کسی گل میں نہیں بوئے وفا
سرکشی سے وہ بت مغرور باز آتا نہیں

۱۶

آشنائی سے نہیں لے عشق کوئی آشنا
چوڑ بیٹھا ہوں میں اک اک آشنا کو دیکھ کر

۱۷

پہٹی پڑتی ہے کیا مستی نشی انکی چتون پر
مگر آئے کسی دن وہ خراں میرے مدفن پر
گماں برق و شرکاء ہے ترے چالاک توسن پر
نہ پوچھو تم اسے دامن سے آنچ آئے نہ دامن پر
اثر کیا آتش دوزخ کر گئی ایسے دامن پر
کچھ اس انداز سے وہ سیر کو نکلے ہیں توسن پر
نہ بیٹھا داغ کوئی گرد کا دریا کے دامن پر
یہ خون بیگینہ لے غائب لے تو نہ گردن پر
نہ آدھل نالاں سے آنچ آجائے دامن پر
پڑی بجلی کی پہلے آنکھ میرے ہی نشیمن پر
نہ جائے کوئی ناواقف ہماری انکی ان بن پر
نظر تھرے ہماری سطح اس فوے روشن پر
جھپکتا کیوں ہے خون قتل عالم میری گردن پر
نہ ٹھہرا بیگینا ہونکا لہو تک انکی گردن پر
گرا کرتی ہے یہ بجلی ہمیشہ ایک خرمین پر

انگوں پر جوانی ہے شباب من جو بن پر
بلا سے شوخی رفتار سے پامال ہو جاؤں
ادھر چکا ادھر چکا نظر سے ہو گیا غائب
شرہ میں سو زرق سے ہوائے اشک کے قطرے
مرا تر دامن لودہ ہے نہادے کے چھٹیوں سے
عنان صبر شتاقان نہیں ہے آج قابو میں
کدورت زمانہ کی زیاں کیا صاف باطن کو
جو توڑ گیا کوئی پیمانہ دو گنا جان میں اپنی
بری ہوتی ہے دلکی آگ لے گلچیں ذرا بجو
دباں جاں ہوا شوق نمود و نام گلشن میں
یہ جگر ہے ہی نیت کے ٹٹیں گے دیکھ دل ہی میں
شرہ ہے برق ہے شعلہ ہے خورشید و خشاں ہے
نرا کت دے اجازت تو اٹھائے ناز میں خیر
نرا کت نے کیا کیسا سبکدوش ان حسنین کو
نگہ جب اسکی پڑتی ہے مرے دلیر ہی پڑتی ہے

۱۶

انہیں جلتا کیسا بھی گوارا عشق عالم میں

۱۷

وہ ہواں اٹھتا ہے دل سے جب نظر پڑی ہے گلشن پر

حسینان جہاں اترائیں اتنا ہی نہ جو بن پر
کہ پہر جائیگا پانی دوہی دن میں رنگ روغن پر
نہیں معلوم کی ہے اسے کیا بات انکے ساتھ ایسی
کہ تھوڑے تھوڑے ہوتے ہیں وہ دلیں کر دشمن پر
توقع نفع کی اس سے نہ کچھ بہم ضرر اس سے

نظر کیاں ہے ہر حالتیں میری دوست دشمن پر
یہ پوشی کسی کی رنگ لاکر ہی رہی آخر
بھائے ہی پڑے آنسو مجھے بھی مرگ دشمن پر
شعاع حسن تیرے تن کی چمک رہا ہر آئی ہے

نہیں تصویر یہ اسے مہر خوبی تیری چلن پر
خدا جالے نظر آتا ہے کیا جسلوہ پس پردہ
جو پڑتی ہیں ہزاروں کی نگاہیں تیری چلن پر

غبار پاؤں لان ستم کو وہ نہ کم سبب نہیں
جھائے گا کبھی یہ رنگ اپنا انکے دامن پر
ہوا کیا دوستوں کے رنگ بوجے آشنائی کو

کوئی دو پھول بھی لے کر نہ آیا میرے مدفن پر
فرشتوں سے نہ اٹھتا تو اٹھاتا دوسرا کوئی
لیا آدم نے کیوں بار امانت اپنی گردن پر

ذرا محشر تو ہو رہا تھا شاید کچھ لے گا تو

* پڑیں گے سینکڑوں کے ہاتھ ظالم ترے دہن پر
 اشاروں پر ترے چلنے کو سب تیار بیٹھے ہیں
 نظر اک ایک اہل بزم کی ہے تیری جتوں پر
 اگر یہ جانتا ہرگز نہ بہرنا تحہ کہتا
 خبر کیا تھی وہ آئے گا عدو کے ساتھ مدفن پر
 جو ترے حسن کا جلوہ نہوتا اس میں اسے خوشرو
 یہ پروانے ہبلایوں ٹوٹ پڑتے شمع روشن پر
 کبھی تو دیکھ آکر دیدہ عبرت سے اے غافل
 کہ کیا حسرت برستی ہے ترے عاشق کے مدفن پر
 چمکتے ہیں ستارے روز روشن مہر کی صورت
 نہیں یہ داغ چچک کے تھلے لڑنے روشن پر

۱۶۶	کے قاتل نے میسوں دار مجھ پر تیغ کے اے عشق برا ہو سخت جانی کا پڑا خط بھی نہ گردن پر	۲۰
-----	---	----

عالم میں پہنچے خوب ہی ڈھونڈا ادھر ادھر ہستی کا تہا جو وقفہ ہوا دم میں ختم غش سے ملا فاقہ تو بالائے گوہ طور وہ رد بردنوں کا تو مشتاق روز حشر چلن نہیں ہے مانع عکس جمال یار وہ بے کی رات چین نہ آیا ذرا مجھے جب چو کلمہ ہوں خواہیں اس بت کو کھنکھ	ایا نظر نہ کوئی بھی اپنا ادھر ادھر میں دیکھتا ہی رہ گیا کیا کیا ادھر ادھر حیرت دیکھنے لگے موسا ادھر ادھر دیکھیں گے آنکھیں پہاڑ کے کیا کیا ادھر ادھر کیساں ہے اس شعل کا جلو ادھر ادھر بیٹھا اٹھا کبھی کبھی ٹھلا ادھر ادھر پہرتی ہے آنکھ شوق سے کیا کیا ادھر ادھر
---	---

ہوگا تمہارے حسن کا چرچا ادھر ادھر اک تو ہی تو مجھے نظر آیا ادھر ادھر کیا خاک دیکھے نرگس شہلا ادھر ادھر ساقی ہیں کیوں یہ ساغر و مینا ادھر ادھر وہ بغلیں جانا کھنکھانے لگیں کیا کیا ادھر ادھر بڑھتی چلی ہے رنجش بیجا ادھر ادھر گرا مضطرب ل نہ لٹاتا ادھر ادھر پہرنا ہے کیوں تو اے سگت نیا ادھر ادھر بہتر ہی ہوتے کوئی نہ پایا ادھر ادھر بے بہرہ پر رہتے ہیں وہ تنہا ادھر ادھر ہیں کچھ نشان نقش کف پا ادھر ادھر کیا جانے یہ لگتا ہے کیا کیا ادھر ادھر	شہرت ہمارے عشق کی لا کر رہی رنگ کعبہ میں کوئی تھا نہ کوئی تبتک میں تھا آخر ہے ایک چشم زدن میں بہار باغ آیا تھا محتسب کا قدم میکہ میں کیا ڈھبیر ہو گئی جو کبھی ہم سے راہ میں کیا جانے ذکر غیر نے کیا زہرا گل دیا مردہ سمجھتے ضعف کے عالم میں مجھ کو دوست خود ہی ترے نصیب کا ملجا بیگنا تھے کرتے علاج درد سہر عشق اے صنم مشتاق وصل ایسے میں کئے تو لطف ہے کیا جانے اس گلی میں آیا تھا آج کون پیغام برسے ہونے لگیں بد گمانیاں
---	---

۲۵

اے عشق چلکے بیٹھ ہی رہ کوئے یار میں

۱۷۷

پہرنا ہے کیوں خدائی کا مارا ادھر ادھر

بیکار مباحش کچھ کمیا کر
نالے کرتے ہیں دل لگا کر
کیا فائدہ درد دل سنا کر
ہر رنگ سے خاکیں ملا کر
شرمندہ ہوں درد دل سنا کر
چل دیتے ہیں سید ہیاں سنا کر

اے دل نہو صبر تو بکا کر
کیا عالم بے دلی میں عاشق
آیا ہے نہ انکو آئے گارحم
بر باد کیا فلک تے محکو
اس شوخ کے دل پر چوٹ بیٹھی
کوٹا ہوں جو ان سے حرف مطلب

ڈر رہے مری جاں لے دو دشمن
 کو نین کی فکر سے کر آزاد
 دل بیٹھ گیا ہے لے سنگم
 اسے ظالم حیلہ جو بتا تو
 عقیبی کی بھی مل گئی جو دولت
 ہنڈک پڑی اب تو تیرے دلیں
 تقدیر بگاڑتی ہے کیا کیا
 دم مار نہ عاشقی میں ایدل
 وہ شکوہ جو پر یہ بولے
 بڑا ہر نہیں آپ سے مراد دل
 پورا نہیں دوستی کا کوئی
 محشر میں نہ ڈھائے مشر تازہ
 ہر تیغ ستم کو دیکھتے ہیں
 دزدیدہ نگاہ تیری ظالم
 بے فائدہ جمع زر ہے منعم
 رند اور خیال تو بہ دا عطا
 بیمار ہوں میں سیج ہو تم
 بڑا کا یا مری طرف سے اس کو

مردہ مجھ وصل کا سنا کر
 ساتی کوئی جسم مے ہلا کر
 بار غم عشق اٹھا اٹھا کر
 کیا تجھ کو ملا مجھے ستا کر
 دید و نگاہوں کو میں اٹھا کر
 اسے شوخ مرا جگر جلا کر
 ہر کام میرا بتا بتا کر
 جو کچھ وہ سنائیں سب بتا کر
 کس نے یہ کہا تھا دل سے آکر
 لیجائے شوق سے اٹھا کر
 دیکھا ایک ایک کو آ کر
 آتا وہ کسی کا سر جھکا کر
 وہ دل پہ ہمارے آ کر
 دل لے ہی گئی مرا چرا کر
 لے جائیگا ساتھ کیا اٹھا کر
 اے مرد خدا خدا خدا کر
 اعجاز دکھا دو لب ہلا کر
 اغیار نے کچھ لگا بھسا کر

اے عشق نہ آئی عاشقی را اس
 دی جان ہی ہم نے دل لگا کر

کس قدر بافیض ہے سرکار یار حشر پر موقوف ہے دیدار یار چھپے ہوئی نہ اپنی داستان مول یوسف کا یہاں بیعانہ ہے سخت جانو کی نہیں چلنے کی کچھ دیکھ لوں تصویر ہی اسکی کہی جسے ٹپکی پڑتی ہے اک تازگی خواہش بال ہماں کو نہیں پس کے بجائیں گے ہم مثل حنا بیش جانیگی نہ کچھ اغیار کی ہیس میں وہ غیر کے آئے تو کیا طالب یدار آکھیں سینک لیں	لٹ رہی ہے دولت دیدار یار کس قیامت کا ہے یہ اقرار یار ہم ہیں ست جلوہ دیدار یار کیا کہوں میں گرمی باز یار ہے قیامت تیغ جو ہر دار یار کچھ تو لکے حسرت دیدار یار وہ گل شاداب ہے رخسار یار ہیں جو زیر سایہ دیوار یار گر یہی ہے شوخی رفتار یار عرصہ محشر نہیں دربار یار ہمے چپتی ہے کہیں رفتار یار آتش بے دود ہے رخسار یار
---	---

۲۴

پھیرتا ہے میری گردن پر چہری
عشق عشق ابروئے خمدار یار

۱۷۹

زور کچھ چلتا نہیں تقدیر پر مل رہی ہے غیر کی تقصیر پر لوٹ ہیں وہ اپنی ہی تصویر پر نیزہ و خنجر کمان دیر پر باندہ کر بھیجے جو خط ہی تیر پر رحم کھانا عاشق دلیگیر پر	کیا بہرہ سا کیجے تدبیر پر واہ کیا انصاف ہے ہکمو سزا یہ نرالا عشق ہے یہ طرفہ چاہ ہے گماں ابرو مرنگان یار اس سے کیا امید مجکو صلح کی اس ستم پیشہ کو آیا ہی نہیں
---	--

بڑے قسمت کہیں ملتا ہے کچھ
 تازہ دم ہوتا ہوں شوق قتل میں
 مجرم الفت کا بلا کا ڈھیٹ ہے
 غیر کا لکھا تو اے قاصد نہیں
 عشق سے بڑ بکر بلا ہے کونسی
 سخت جانوں کا نہیں آسان قتل
 ہم اسی تقصیر کو کرتے ہیں بھر
 انکے آگے لگ گئی چپ کیا کہیں
 لیے دشمن سے مے گہرا کے وہ
 ناز سو سو ہیں ترے دیوانے کو
 کس قدر ہے شوخ رنگ حسن ہی
 گور کی تو فکر منعسم کو نہیں
 جسکو دولت خاکساری کی ملے
 انکے ہمنے کو نہیں اب گھر نصیب
 کو کہن ہے عاشق شیریں کہاں
 بل بے شوق قتل جسم کر رہ گیا
 جب نظر آیا دل شہید کوئی

آدمی شا کر رہے تقدیر پر
 برب نظر پڑتی ہے اس شمشیر پر
 یہ ذرا نام نہیں تقصیر پر
 شک ہے اس نامے پر اس تحریر پر
 آئے گی جو عاشق دلگیر پر
 بن ہی جائے گی تری شمشیر پر
 وہ سزا دیتے ہیں جس تقصیر پر
 ہکو کیا کیا ناز تھے تقریر پر
 نف ہے اسی آہ کی تاثیر پر
 ہتکڑی پر طوق پر زنجیر پر
 چا گیا ہے یار کی تصویر پر
 مر رہا ہے قصر کی تعمیر پر
 خاک ڈالے کیوں نہ وہ اکسیر پر
 تھے جو نازاں منصب جاگیر پر
 مر رہا ہے وہ تو جوئے شیر پر
 خون میرا یار کی شمشیر پر
 رکھ لیا ظالم نے اسکو تیر پر

۱۵

حصن غم سے عشق پا بیگناخت
 رکھ بہرہ سا شاہ خیر گیر پر

۱۸۰

شہد عہد مجھے آتا ہے ایدل یاد رہہ مگر
 مگر جانا کسی کا وہ زباں سے بات کہہ مگر

بہا لیا جس میں مجھ کو بھی نہ میرے اشک بہہ سکر
مصیبت کا یہ عادی ہو گیا ہے ظلم سہہ کر
شرارت جفا جو مسکرا نا تیرا رہ رہ کر
ہوئے بیزار سنتے سنتے وہ ہمارا میں کہہ کہہ کر
برا فحشے بنایا جھوٹی سچی باتیں کہہ کہہ کر
جو روز وصل کا آتا ہے ساماں یاد رہ رہ کر
خدا جانے کہاں نکلے ہماری ناؤ بہہ بہہ کر
سر محفل نہ اٹکے رو بردا سطر عرق قہقہہ کر
نہیں ہے چاند کچھ یہ جو کلک آتا ہے گمہ گمہ کر
شرک سنج رو زخم مری آنکھوں سے بہہ بہہ کر
خدا سمجھ اسی دل نے ابھارا ہم کو کہہ کہہ کر
کلیجے میں ہاں سے جھکیاں لیتا ہے رہ رہ کر
بڑی ہی ہنوس سے راہ پر لایا ہوں کہہ کہہ کر

خیال آتا ہے جوش گریہ حرمانیں رہ رہ کر
ترجمہ کر اگر منظور ہے تکلیف عاشق کی
دم گریہ ستم کی بجلیاں مجھ پر گراتا ہے
نتیجہ اور کچھ نکلا نہ میرے قصہ غم کا
خدا سمجھ عہد سے اس بت ناواں فکسن کو
شریف وقت مصیبت پر مصیبت دل اٹھاتا ہے
نظر آتا نہیں تہل بڑا دریا سے محبت کا
بچھ لے قفل مینا ادب زندہ نکال لازم ہے
ستار از زندگی کا ڈوب کر ایدل نہ نکلے کھا
عجب کیسا ہند میں ہی بھرا حمر گر کریں پیدا
الہی ہم کہاں اور آفتیں کسی کہاں کا عشق
ترا غم تجھے بھی ہے شوخ شوخ عہدہ آئیں
وہ سنتا تھا کسی کی کہ کہ آتا تھا باتوں میں

۱۹

تغافل جیسا کشمیر ہے کجاہل جس کی عادت ہے
ساتی ہے اسی کی یاد مجھ کو عشق رہ رہ کر

۱۸۱

نابت ہوئی ہے کون سی تعمیر دوش پر
سر ایک کا نہ کھے گی تعمیر دوش پر
پیدا کر لگی سانپ کی تاثیر دوش پر
ہے نیچہ کمر میں نہ شمشیر دوش پر
انفوس رہ گئی وہی تقریر دوش پر

کسو اسطے ہے زلف کی زنجیر دوش پر
قاتل نے میرے رکھی ہے شمشیر دوش پر
اگلے گی زہر زلف گر گمیر دوش پر
کرتے ہیں وہ اشارہ ابرو سے قتل عام
اس بذر باں سے آج ہی کرنی تھی جو مجھ

اعمال زشت کی ہے یہ تصویر دوش پر بکھری ہوئی ہے زلف گر بکیر دوش پر سودا رہے گا زلف کا جاگیر دوش پر حداد لائے گا مری زنجیر دوش پر ہوتی ہے سر پہ دیر نہ تاخیر دوش پر پڑتی ہے مہر رخ کی جو تنویر دوش پر اس سیم تن کے کوچہ سے اکسیر دوش پر رکتے تھے جو دوشالہ انکشیہ دوش پر چلے کہاں کا ہاتھ میں پنجیر دوش پر گھر زلف کا ہے کسے تعمیر دوش پر ناحق فرشتے کرتے ہیں تحریہ دوش پر کبتک رہی زلف گر بکیر دوش پر رکھے ہوئے وہ پہرے ہیں شیر دوش پر رکھ دو نہیں ہاتھ بھی دم تقریر دوش پر	مار سیاہ شانہ ضحاک پر نہیں کیا جانے کسے سوگ میں ہیں وہ جو اجل سرکٹ بھی جائیگا جو ترسے جان شارکا باس اوسکے زلف کے دیوانے کا غرور پڑتے ہی پاؤں تک اڑاتی ہے ان کی تیغ دوشن ہے شل روز شب زلف یار ہی کچھ کم نہ ہو جو لائیں ہمیشہ موسین ننگا پہرا ہی ہے انہیں گرخی جنوں آیا شکار گاہ سے وہ اس ادا کے ساتھ ایشوخ اسکی خانہ بدوشی کا کیا سبب اسکے کرم کے آگے یہ کاریاں ہیں کیا ہوگی یہ سرکشی سے نگوں سر ہی ایک دن کیا جانے اگلی ہے قضا کس کی اجل مرگوشیوں کا یار سے موقع اگر ملے
--	---

۱۵	۱۸۲
زند و نہیں عشق آج ہے شہرت بہار کی مے کے ترابے ہیں پے تشہیر دوش پر	آیا ہے تیغ رکھ کے جو جانانہ دوش پر زلف سینہ نہیں تری جانانہ دوش پر بر تو پڑانہ ہولب میگوں یار کا ہیں ایکلے ایک حلقہ میں ل سینکڑوں سیر
پڑتی ہے چشم بہت مردانہ دوش پر تعمیر مرے دل کا ہے کاشانہ دوش پر کرتی ہے زلف بازئی مستانہ دوش پر کیوں بل کی لے نہ گیسوئے جانانہ دوش پر	پڑتی ہے چشم بہت مردانہ دوش پر تعمیر مرے دل کا ہے کاشانہ دوش پر کرتی ہے زلف بازئی مستانہ دوش پر کیوں بل کی لے نہ گیسوئے جانانہ دوش پر

یہ اپنی سرکشی سے ہوئے آپ سرنگوں وہ زند ناتواں ہوں کہ مجھے نہ اٹھ سکے اعمال یہ ہیں کاتب اعمال روز و شب تراخیل اسمیں جو رہتا ہے اے صنم محتاج ہیں کفن کے بھی افسوس آج وہ دھوکا ہوا ہے کیا دل صد چاک کا مجھے جس نازنین سے اٹھ نہ سکے باز لطف ہی حسرت ہی رہ گئی ہمیں ہنگام سیر باغ ہمت کا سارا کام ہے یہ کچھ عجیب نہیں مرغ نگاہ سوخت زانوار حسن او	رہنے نہ پائے گیسوئے جانانہ دوش پر رکھتوں سب کے بدلے جو پیمانہ دوش پر لکھتے ہیں میرے عشق کا افسانہ دوش پر سر ہے مرا کہ گنبد بتخانہ دوش پر رکھتے تھے کل جو خلعت رشا ہانہ دوش پر جب لطف سے انجم کے گرا شانہ دوش پر کس طرح کچھ تیغ وہ مردانہ دوش پر ہاتھ اسنے ناز سے کبھی رکھنا نہ دوش پر عورت ہی رکھتی تیغ جو مردانہ دوش پر در نرم جوں کشاد جو یروانہ دوش پر
---	---

۲۳

اے عشق نقل کفر نہیں کفر کہہ دو تم
 زاہد بھی ڈالے سچہ صد دانہ دوش پر

۱۸۳

بیتقراری سے شب و عدد ہوں اندر باہر لاکھ بریا ہو تو کیا فتنہ روز محشر ہاتھ آیا ہے نصیبوں سے کفن بھی ناقص آہ تو پہلے کہیں اپنا ٹھکانا کر لے ہجر ساقی میں کہا شیخ کا بھی مان لیا پس دیوار چلتے ہیں جو غل دیوانے میرے دھوکوں نے کیا ہے یہ خبر دار نہیں عمر بھر جو دل عاشق میں رہا ہو چپکے	چین گھر میں ہے گھڑی بہن گھڑی بہر باہر گھر سے آئے کا نہیں وہ بت کا فر باہر پاؤں باہر ہیں اوہ راہ دور ہر سر باہر کیا کرنگی دل مضطر سے نکل کر باہر توڑ کر پھینک دے شیشہ و ساغر باہر گھر سے وہ ہینکدیا کرتے ہیں پتھر باہر پہرے بیٹھیں قیدیوں کے اب اندر باہر اس طرح آئے وہ اسے داور محشر باہر
---	---

صاف پتھر ہی ہے کعبہ میں تو اندر باہر
اہل دوزخ ہی پکاراٹھے کہ باہر باہر
قبر سے میں نکل آؤنگا تر پکر باہر
ڈھونڈتے ہیں اسے ہم آپسے ہو کر باہر
شیخ میخانے سے جادو کیہ سنسکر باہر
شب کو دالان سے بیٹھو نہ ٹکٹکر باہر
آرزو دیا رکی رہ جائے نہ کیونکر باہر
حکم سے آپ کے ہو گا نہ یہ دم بہر باہر
ہم بہر کرتے ہیں اس کو چہ سے باہر باہر
ہو گئے آپ سے شمشاد و صنوبر باہر
اپنے قابو سے ہے میرا دل مضطر باہر
آگیا میان سے اس ترک کا خنجر باہر
تلکما کر نکل آیا دل مضطر باہر
اور محفل سے تری تیرا ثنا گر باہر

یک نہ اک دیر میں صورت بھی نظر آتی ہے
جھگو اعمال نے میرے نہ کہیں کا رکھا
بعد مرن بھی رہی گریہی بیتابی دل
واہ ایسے بخودی شوق تر کیا کہنا
نام بدنام نہ کر مفت قدح خواروں کا
ہے گماں دیدہ بدیں کا مجھے اختر پر
کثرت حسرت حرموں سے نہیں دلیں جگہ
ہے وفا پیشہ ہمارا دل الفت آئیں
انکی تاکید ہے دیوانے نہ آنے پائیں
وہ مرا سر و خراماں چین آرا جو ہوا
جب سے وہ راحت جاں زینت آغوش نہیں
جب کبھی ابروے پر خم پہ ذرا بل آیا
سوز غم سے جو لگی آگ مرے سینہ میں
غیر بدگور ہے ہم بزم خدا کی قدرت

۱۵

خانہ برباد عزیزوں سے بنے گی نہ کبھی
شہر سے جا کے بنا عشق کہیں گھر باہر

۱۸۴

نہ آئی گا وہ اگر وعدہ مقرر پر
پڑا ہوا ہے کوئی تار زلف بستر پر
یہ سانپ بیٹھے ہوئے ہیں خزینہ زر پر
مرے لہو سے نہ آنچ آئے تیرے خنجر پر

قیامت آئیگی عاشق کے جان مضطر پر
ہوا گماں انہیں میرے جسم لاغر پر
نہیں ہیں زلف ترے عارض منور پر
بہری ہے آگ محبت کی آسیں اے قاتل

گیا کوئی سوئے تنجانہ کوئی سوئے حرم
 نقاب رخ میں ہوا دھوپ چھاؤ نکاح
 گیا تو ہے میرا خط لیکے کوئے قاتل میں
 تمہارے رخ کی صفت جس میاض میں ہوگی
 قسم خدا کی ہو بالفرض کعبہ امید
 پس فنا بھی بیاباں کی کمار ہی ہے ہوا
 امید وصل ہوا اس شوخ حیلہ جو سے کیا
 جمایا رنگ یہی ستی نے میکدہ میں آج
 عجیب شک فرا ہے تری گلی ظالم
 ہر ایک کام کو عادت ہے شہر طائے زاہد
 ملی جگہ نہ کسی کو بھی یار کے در پر
 جو بکھری زلف کبھی عارض منور پر
 چہری پرے نہ کہیں گردن کبوتر پر
 ارکھیں گے صورت فراں ہم اسکو بھی سر پر
 کرینگے ہم کبھی سجدہ نہ غیر کے در پر
 سوار ہو کے مری خاک دوش صرصر پر
 جو رکھے آجکے وعدے کو روز محشر پر
 کہ زندہ جبک پڑے شیشہ پشیشہ ساغر پر
 کہ اعتماد نہیں محکوب اپنے رہبر پر
 مرنے تو زندگی لوٹیں گے حوض کوثر پر

۱۵

عدہ سے بگڑے ہیں وہ عشق میں لڑتا ہوا

۱۸۵

کہ آنے جائے پرانی بلا مرے سر پر

نہ آئے کیوں مجھے افسوس اس مقدر پر
 کبھی جو رو کے گادرباں یار کے در پر
 پنک کے توڑ دیا سنگدل نے پتھر پر
 کمر کا اپنی انہیں صاف ہو گیا دھوکا
 تمہاری وعدہ خلافی اگر پڑ جائے سبق
 ہزار درجہ ہو پہلے سے اسکی آب سوا
 یہی ہے میرے لئے کعبہ تنگہ جنت
 ہوا کے گھوڑے پہ ہوں میں سوار خوشیت
 دل ستم زدہ آیا بھی تو سنگر پر
 اٹھائیگی مری فریاد آسمان سر پر
 ہوا جو شبہ اسے میرے دل کا ساغر پر
 نظر پڑی جو کبھی میرے جسم لاغر پر
 اجل نہ آئے کبھی وعدہ مقرر پر
 مرے لہو کی جو پڑ جائے دہار خنجر پر
 بڑا ہوں پائے طلب توڑ کر ترے در پر
 ہے میرا پاؤں گولے کی طرح صرصر پر

کبھی سنسی مجھ آجاتی ہے کبھی۔ ووتا
برا بہلا میں ہو جائے فیصلہ دلکا
نچڑوں اسکو تو بہ جائے چشمہ کوثر
خدا کے سامنے بے اختیار روز جزا
شب آکے سبکدوش کر مجھے ایموت
دہ گرم خون ہے میرا جو چاٹ لے اسکو

امید و یاس میں نیرنگی مقدر پر
اٹھانہ رکھیں اسے آپ روز محشر پر
نہ جائے شیخ کبھی میرے دامن تر پر
پڑیگا ہاتھ مراد امن سنگم پر
اگر اس ہے روح کا بھی بوجہ جسم لاغر پر
ہزاروں آبلے آئیں زبان خنجر پر

۱۸۶

بچا یا ضعف نے مرے روزِ غم کے عشق
پڑی نگاہِ اجل کی نہ جسم لاغر پر

۲۰

اترا نہ عندلیب دورِ درہ بہار پر
فیتے ہیں جان اپنی یہ ابروے یار پر
پاہنیں یہ میرے دل داغدار پر
میں کیا کہوں جو گزری دل میقرار پر
آغاز عشق ہی سے ٹھکانے نہ تھے وہیں
بلبل کی اصل کیا دل نالاں کے روبرو
کیا جائے اسکی سیر ہے کسے نصیب میں
سنے ہیں قاتح کیلئے آئینکے وہ آج
آئے اگر نہ حشر کے دن ہی وہ فتنہ گر
بیدار یا کانہیں اس میں ذرا بھی لطف
چٹکی اداسے لیکے کیا اور مضطرب
دل جنس بے بہا ہے ضمانت ضرور ہے

کبتک کھلے رہیں گے یہ گل شاخسار پر
عشاق کی برات ہے خنجر کی دھار پر
چھایا ہوا ہے ابرو سے لالہ زار پر
ہم دم خدا کی مار شب انتظار پر
ہم خاک ڈالتے نظر انجام کار پر
طرہ ہے ایک نہ مزہ اسکا ہزار پر
ہے باغ من آج کل ان کا بہار پر
سیلا لگا ہوا ہے ہمالے مزار پر
کیا جائے گذرے کیا دل امیدوار پر
کیا صبر کیجئے ستم روزگار پر
آیا جو اسکو رحم دل بے قرار پر
دوں اس دغا شعار کو کس اعتبار پر

ہوتا ہوں اپنی توبہ سے کیا کیا خفیف میں نادان ہے بشر ہی امید میں ہزار ہا دشمن ہزار درپے ایذا ہو غم نہیں مجھے زیادہ ہو گیا بیتاب چارہ گر مجھ جاں نلب کا حال جو نکلتا ہے یا کو پھر مجھے پوچھو طیش دلو چارہ گر اٹھکھیلیوں سے چلتی ہے گلزار میں صبا	بڑتی ہے جب نگاہ سے خوشگوار پر رکھتا ہے ایک زندگی مستعار پر تائید ایزدی سے ہوں بہاری ہزار پر رکھا کہی جو ہاتھ دل بے قرار پر چھائی ہے مردنی رخ نامہ نگار پر رکھنے دے پہلے ہاتھ دل بیقرار پر پہولی نہیں ساتی دو روزہ بہار پر
---	--

۱۸۷	کس جو مصلہ سے جیل رہا ہے بلا عشق اے عشق آفریں دل جرات شعار پر	۲۸
میں خانہ وقف کردیا رندوں کے نام پر اترائیں کیا میاں کے دوروزہ قیام پر سرسبزی اپنی چاہے اگر کوئی عشق میں وارفتہ تیری چال کا طاؤس ہی نہیں ساتی کے دم سے حلقہ رنداں ہے برقرار منظور متعموں کو نہ ہوتا جو اپنا نام کیا جائے نامہ لیکے وہاں مرغ نامہ بر تیرا یہ خط سبز ہی اے مایہ حیات انسان تو وہی ہے جو بہرے نہ آپ کو ملک عدم ہی کیا کوئی آفت زدہ ہے شہر کوڑکا مستحق ہے دہی رند خلد میں	صد آفریں ہے پیر مغاں تیرے کام پر جانا ہے سکو بہر کے پیرا گلے مقام پر دے جان زہر کہا کے خط سبز فام پر کبک دری بھی لوٹ ہے طرز خرام پر تسبیح کا مدار ہو جیسے امام پر دیتے نہ ایک پائی بھی اللہ کے نام پر جبریل پر نہ مار سکیں جس مقام پر مہنہ آرہا ہے خضر علیہ السلام پر دنیا میں جاہ و مال و زر و احتشام پر خیرات ہم جو دیتے ہیں مرد و نیکے نام پر دی جسے جان ساتی کو شکر کے نام پر	

زندوں سے بڑھکے کون ہے مستغنی المزاج
دل سے علائقہ رکھتی ہے عشاق کی ساز
ہو گا وفانہ وعدہ دیدار حشر تک
جلنا ہمارا صورت پر وانہ شمع رو
دل ہی میں ساری حسرت پرواز رہ گئی
اندیشہ شکست زمانہ ہے اسقدر
عشق مجاز عشق حقیقی کو ہے ضرور
ڈرتا ہوں دخت رز کی نہ خرم تیں آئے فرق
ہے شیخ ہرزہ کار بھی کس درجہ بے بھر
جسے بجاڑا دیو قوی بال نفس کو
اس ظلم کو تو دیکھئے اٹھی ہماری لاش
ایشوخ پہلے اپنی نزاکت کا کرفیال
اللہ سے تیری ابلق ایام شوخیاں
بیٹھا ہوا ہے غرض میں وہ آفتاب حسن
ردہ کے اسپہ ناخن غم سے رہا ہے رون
دیکھتے تو ٹپکے رال ہی زہا خشک کی

کو ترک کو سچ دیتے ہیں یہ ایک جام پر
موقوف یہ نہیں ہے سجود و قیام پر
ٹلے گا مجھ کو یار یونہیں صبح و شام پر
روشن ہے بزم دہر میں ہر خاص عام پر
کنج نفس میں جہر گئے میرے تمام پر
پڑھتا ہوں نہیں دعائے قدح ذکر جام پر
بے زردباں محال رسائی ہے بام پر
بے ڈھب نگاہ پڑتی ہے زاہد کی جام پر
دیکھا نہیں ہے جو کو عاشق ہے نام پر
غالب ہے وہ ہزار زریں دسام پر
کو چہ سے انکے غیر کے ہی اذن عام پر
اگر تجھ کو بلند مہنی ہے کمر قتل عام پر
کیا جائے کسکا ہاتھ ہے تیری لگام پر
برسے نہ نور کیوں درو دیوار دہام پر
زخم جگر نہ آئے کبھی التیام پر
عیش دوام پر حرے شرب مدام پر

۱۴

کیا بات ہے سخن کی ترے عشق خوشیاں
اہل زباں بھی لوٹ ہیں طرز کلام پر

۱۸۸

و نور شرم سے ہے غرق آب میں تلوار
الچہ نہ جائے دوال رکاب میں تلوار

ان ابروؤں کے نہیں جو جواب میں تلوا
فرس ہے شوخ سنبھکر سوار ہو ایشوخ

مقابلہ جو کرے ابرو فرہ سے ترے وہ کیا ہے جسے حسین قتل عام کرتے ہیں ہے اک اشارہ ابرو ترا وہ باسا ماں قضا کسی نہ کسی کی ضرور آئی ہے رقم ہے ابروئے قاتل کا وصف دیوانہاں شراب پینے سے ڈرنا بجا ہے زاہد کا بلند رتبہ ہیں محفوظ ضرب عالم سے شہید لوٹ رہے ہیں جو صورت مٹاں جو سحباب ہوئے وہ تو قتل ہو گئے ہم نہیں ہے مرد کو کوئی زن صفت سار خالق یہ دونوں ابروئے پر خم ہیں نیلے ایقان	مٹاں کا حوصلہ کیا کس حساب میں تلوار نہ ہاتھ میں کوئی خنجر نہ ڈاب میں تلوار جلو میں جسکے ہے خنجر کا ب میں تلوار لگا کے لکے ہیں وہ آج ڈاب میں تلوار کنہچی ہوئی ہے ہماری کتاب میں تلوار کہ شکل موج ہے جام شراب میں تلوار در آئی کب سپر آفتاب میں تلوار بجائی تو نہ تھی اسے شراب میں تلوار خبر تھی کس کو کہ ہوگی نقاب میں تلوار اٹھائے کون جان خراب میں تلوار گچی میں کاٹ میں خم خم میں آب میں تلوار
--	---

۱۶

بندہ خیال جو ابروئے یار کا اے عشق
تمام رات نظر آئی خواب میں تلوار

۱۸۹

بچے ہیں شکوہ بیداد سے کیا وہ حسین بنکر
کہ آتا ہے گلہ بھی ان کا لب پر آفریں بنکر
فلک کا چل سکا جب کچھ نہ بس ہم خاکساروں سے
ستم ڈھاتے لگا کو چپ کی ان کے سرز میں بنکر
سوال وصل پر اس بت کا چپ رہنا ہی اچھا ہے
نتیجہ کیا اگر نکلا سخن منہ سے نہیں بنکر
بسی رہتی ہے ہر دم تیری صورت اپنی آنکھوں میں

کہیں تو ہم سے چُپ مکتا بھی ہے پردہ نشیں بنکر
خدا ہی جانے ٹہرے خون عاشق کسی گردن پر
الگ ہو جائیگے معشر میں وہ تو ناز میں بنکر

ہمیں ہیں دوست بھی اپنے ہمیں ہیں اپنے دشمن بھی
سنہلتے ہیں ہمیں گر کر بگڑتے ہیں ہمیں بنکر
عدو جب میرے انکے بچیں کچھ بول اٹھتا ہے
بگڑ جاتی ہے ساری بات قسمت سے وہیں بنکر

چہری رہ رہ کے دل پر بھیرتا ہے کیا شبِ فرقت
خطِ تقدیر میرا یار کی چیں جبیں بنکر
تسلی بھگو سوزِ غم سے روزِ ہجر ہو جاتی
نکل جاتی جو حسرتِ دل کی آہ آتشیں بنکر

محبت کا یہ آئینہ عجائب چیز ہے اے دل
کہ آتا ہے نظربہ شکل بھی اسمیں حسین بنکر
عقاب آلودہ تیور کی ادا نے ماہری ڈالا ڈا
قضا آئی ہماری آپ کی چیں جبیں بنکر

وہ عاقل ہیں کہ پروا جانِ نثار دیکھی نہیں کرتے
دیا کرتے ہیں ناحق جان دیوانے ہمیں بنکر
ترے ہی سن کا جلوہ ہے ہر سو تو ہی رہتا ہے
پرستوں میں پری بنکر جنوں میں حور عیں بنکر

اثرِ مہرِ سلیمانی کا بسختی اے پری تجھ کو

رہے گھلے اگیسو میں دل میرا نکلیں بنکر
بتوں کا حسن دلکش بھی ہے تیرے قہر کی صورت
غضب ڈھاتے ہیں ہم بریا الہی یہ حسیں بنکر

۱۷

زباں کا فی فریاد پر اے عشق سنئے ہیں
گئے تھے کیا نگلی میں اسکی فریادی تمہیں بنکر

۱۹۰

پہرہا من نگاہ کو رخ کی نقاب کر
اے دل بسر جہا نہیں مثل جباب کر
مجھ کو نہ مضطرب دل پر اضطراب کر
لے رندا آج شوق سے شغل شراب کر
آگے ہمارے آگے سوال و جواب کر
ظالم نہ دل جلا کے کسی کا کیا ب کر
ناحق نہ آئے ہوا مری مٹی خراب کر
جو تجھے ہو سکے دل خانہ خراب کر
ایسوخ شوخیوں سے بھی اپنی جباب کر
آرام گاہ چشم زلیخا میں خواب کر
پھیلا کے پاؤں گوشہ مدفن میں خواب کر
لے نادہند پاک ہمارا حساب کر
ناصر تو بند و عطا کی اپنے کتاب کر
ان میں جو ہو پند اسے انتخاب کر
اے ترک اسکو اپنا دواں رکاب کر

آنکھوں میں میرے گہر صنم جباب کر
تعمیر کر مکاں تو برودے آب کر
تمکلیں پسند خاطر جاناں ہے آجکل
دیکھیں گے کل کی کل وہ غفور الرحیم ہے
غیبت میں اعتراض سے اے مدعی حصول
یہ خانہ خدا ہے پڑے گا و بال میں
کوچہ سے اس پری کے اڑا کر ادھر ادھر
مقدور بہر دریغ نہ کر میرے باب میں
یہ شرط شرم ہے یہ تقاضا حیا کا ہے
اے حسن یوسفی تجھے یعقوب کی قسم
راحت کی ہے تلاش اگر اے بشر تجھے
مکمل ار روز روز کی بوسوں پہ تاج کجا
احکام عشق یاد ہیں سب مجھ کو حرف حرف
لے تیرا زینہ ہی دل بھی جگر ہی ہے
گردنیں گرفتار کے تسمہ لگا رہے

گوش شنو ہو جسکو سنے کہتی ہے قضا | مٹی میں ملے سیر جہاں خراب کر

۱۷

اے عشق جہاڑ پلکوں سے اس سرزمین کو
آنکھوں کا سرمہ خاک دربو تراب کر

۱۹۱

غنیے کریں چنگ کے سلامی کی توپ فیر
یوسف کے سب عزیز ہی بدخواہ تھے غیر
منظور میری بات نہیں آپ کو تو غیر
روتے ہیں میرے حال پہ سب آشتا وغیر
کہنا کسی کا مابسلامت شما بخیر
ہے بہتری اسی میں تری اور اسی میں خیر
سوئی بڑی ہیں سجدیں بڑیاں ٹپے ہیں دیر
یار بھگر کی غیر مٹاؤں کہ دل کی خبر
کعبہ ہو یا کنشت ہو مسجد ہو یا ہو دیر
اس فتنہ جہاں سے ہے امید صلح و خیر
کیسا اتفاق کسی عداوت کہاں کا بیر
ہمکو بھی کوئی جام ملے میکدے کی خیر
ہمراہ میرے مہر کے نگہیں جابیں تیرے پیر
کرتی ہے یونہی تو آہ مری لامکاں کی سیر
دل سامرا غریز ہی جب ہو گیا ہو غیر
صحر میں جہد کرتے دودام وحش و طیر

وہ گل کہی جو آئے چمن میں برائے سیر
بابل ہی کے وقت سے ہے بھائیوں نہیں سیر
کیوں اک سوال وصل پہ ہوا سقد رخفا
دشمن کو بھی نصیب نہو درد عاشقی
آتا ہے کیا ہی یاد وہ صبح شبصال
اے دل خیال وصل سنگمر سے باز آ
جب تیرا مقام مرے دلیں ہے صنم
اک جان ناتواں مری اور سینکڑوں ستم
یار ہے ہر مقام میں تیرا ہی سجدہ فرض
کیا میری عقل جوش محبت میں گم ہوئی
سب کچھ بھلا دیا ہے مے دلے صلح نے
ساتی ہے تیرے فیض کی بزم جہانیں دہوم
کثرت سجدوں کے مجھ اے بت یہ خوش ہے
اے سنگدل محل ہے دلیں ترے گذر
امید ہو کسی سے مجھے دوستی کی کیا
ہو لے جو اس دیکھ کے دیوانہ کو ترے

نکلے زباں سے نام محمد ہی مرتے دم

کہاں کا دوزخ عذاب کیسا خدا خدا خدا خدا خدا
 نہ مارے موت محکو زابہ ڈرا ڈرا کر ڈرا ڈرا کر
 قدم ہی جوئے بلائے ہی لیں خوشامدیں کیس ہزاروں پہننے
 سنی نہ ظالم نے ایک اپنی تھکے ہم آخر منا مناکر
 نہیں ہے آسان اے برہمن بڑی ہی شکل کا کام ہے یہ
 کرے گا اس بت کو رام کیا تو خدا خدا خدا خدا خدا
 اگرچہ بیمار نا توں ہوں جو اپنے والی پہ اب بھی آؤں
 تو آسمان کو زمین پہ بچکوں اٹھا اٹھا کر اٹھا اٹھا کر
 تمہیں ہے خون و خطر ہی کسکا تمہارا روکا ہے ہاتھ کسے
 لگا و چوٹیں ہمارے دل پر جتا جتا کر جتا کر
 سر قیامت ہمارے سر پر بلا جو آئیگی جہیل لیں گے
 ہمیں تو عادت سی ہو گئی ہے ستم توں کے اٹھا اٹھا کر
 یہ خانہ دل خدا کا گھر ہے تو نکو واجب ہے اسکی حرمت
 ادب کے آئیں یہاں جو آئیں سر و نکو اپنے جکا جکا کر
 ہماری انگوٹھ کے پونچھ آنسو تغافل اچا نہیں سنگر
 عدو کے گھر کو بہانہ ڈالیں کہیں یہ طرفان اٹھا اٹھا کر
 خیال سنگ حوادث ایدل فلک سے بالکل نہیں نہیں ہے
 ہماری چپاتی بنی ہے پتر ستم توں کے اٹھا اٹھا کر
 کہاں نہی پہلے یہ تیکی چتون کہاں تہیں بیابیاں یہ پہلے

ہوا ہے وہ شوخ شوخ ایسا ہیں سے آنکھیں لڑا لڑا کر
 وہ چشمِ زردیدہ گہات میں ہے تلاش میں ہے نگاہ پر فن
 رکھو نگاہوں میں دل کو بے تک چھپا چھپا کر چھپا چھپا کر
 کہاں کے مجذب کیسے صوفی کہاں کا وجد اور کیسی حالت
 تو سیر زندوں کی دیکھ ساقی شراب انکو پلا پلا کر
 سخاوت اپنی خمیر میں جو گنج قاروں ہی ہاتھ آئے
 تو کہو لکھ دل رہ خدا میں تو تنکو دیدیں اٹھا اٹھا کر
 براہو کم بخت کا الہی برائی ڈالی ان کے دل میں
 عدو نے میری طرف سے جو ٹی ہزاروں باتیں لگا لگا کر
 اٹھائیں طوفانِ غم کے آفسونہ درد دل لائے رنگ ظلم
 رولانہ بزمِ عدو میں بھگو ہنسی ہماری اڑا اڑا کر
 جو قتل کرنا ہو دیر بہر کیوں گلا ہی حاضر ہے اور سر ہی
 ڈراتا بھگو ہے کیا تو قاتل یہ تیوری اب چڑھا چڑھا کر

۲۴

براہو اے عشق سوز دل کا کاسے بے موت بھگو مارا
 تاسا کر دولا کر دولا کر جیلا کر گھلا کر گھلا کر

۱۹۳

کرے بات زندوں سے زاہد سنبھل کر
 مزا تھا جو گرد رہ یار ہوتا
 جو دل دیکھے پوچھا اسے کیا کر دگے
 مری دیکھی بہالی ہیں یہ سب ادائیں
 طبیعوں کو دیتی ہے ہر درد و ہوا کے
 کہ ہو جگ ہنسائی نہ بکڑھی اجیل کر
 بنا سرمہ بے فائدہ طور جل کر
 کہا ہینک دیں گے رگڑ کر مسل کر
 ڈراتے ہیں کیا آپ تیور بدل کر
 مریض محبت کی صورت بدل کر

بہری ہے محبت کی وہ آگ دل میں
 ہمیں اور ہی کچھ نظر آیا عالم
 یہاں کی سی ہوتیں ہاں ہی جو باتیں
 کہوں اپنی افتاد کیا عاشقی میں
 بہلے عبت ہننے اشک انکے در پر
 شب عہد اس بت کی رہ دیکھتی ہے
 سر حشر تو دم لے بیتابی دل
 خیر دل کے جلنے کی کیا ہو کسی کو
 بہرائی میں آنکھیں شب غم ہماری
 روتے ہیں عشاق کوچہ میں کیا کیا
 نہیں بڑے بادہ کوئی راز کی بات
 وفان کا وعدہ ہوا ہے نہ ہوگا
 تماشا ہے ساقی کی گرمی محفل
 منالے کوئی تو جانوں جہی میں
 شب ہجر میں نے مصیبت کاٹی
 بتایا یہ گر مجھ کو سپر مغاں نے
 یہ بہر کی عداوت کی آگ اسکے دلیں
 مرا حال سن کر وہ آتے ہی ہوں گے

شر ربنتے ہیں اشک آنکھوں سے ڈبل کر
 گر اوہ دوپٹہ جوشانے سے ڈبل کر
 تو آتے نہ جنت سے آدم نکل کر
 کہ سنبھلا ہوں گر گر اہوں سنبھل کر
 گر ایک ن ہی نہ دشمن پھسل کر
 نگہ میری آنکھوں سے باہر نکل کر
 مجھے حال کھنے دے اپنا سنبھل کر
 نہیں ہے یہ کچھ عود بوئے جو جل کر
 اٹھائیں نہ طوفان یہ چشمے ابل کر
 ذرا سیر دیکھو تو گھر سے نکل کر
 یہ کیوں پل جاتی ہے منہ سے نکل کر
 تو اپنا ہی وعدہ وفا سے اجل کر
 نکلتی ہے شیشوں سے خود ابل کر
 وہ بیٹھے ہیں اڑ کر بگر کر محسوس کر
 یہ پہلو بدل کر وہ پہلو بدل کر
 کہ پی پھلے پھر جو چاہے عمل کر
 کہ دشمن مرا ہو گیا خاک جل کر
 توقف ذرا کے ذرا سے اجل کر

نڈا دے دل و جان کا جگر اہی اے عشق
 وہ دے یار کو اس کو نذر اجل کر

۱۵	رولیف ڈاء ہندی	۱۹۴
لیکن اس دے تعلق کا نہ مجھ سے تار توڑ ہو سکے تو زور عرفاں سے بت پندار توڑ دل نہ اپنے عاشق جانبا زکا لے یار توڑ زور بازو سے قفس اے بلبل گلزار توڑ بستر غم پر پرکیر دم نہ اے بیمار توڑ مار کر پتھر پر اے قاتل نہ تو تلوار توڑ دیدہ تر دیکھ اشکوں کا نہ اپنے تار توڑ کھینچ کر انکو بھی لے دست جنوں کی یار توڑ دل کیسی کا تو نہ لے مرد خدا ز نہار توڑ لے سرور دیدہ فکر اگر درد دیوار توڑ یوں تم ناتق نہ لے گردوں کھنڈار توڑ آس میری زبیت کی بھی لے غم غوار توڑ ٹھوکروں سے اسکا سر ایقا تل خونخوار توڑ اس ظلم چار عنصر کو تو جان زار توڑ	جس قدر چاہے تم ایسوخ دل آزار توڑ زہد سے زاہد نہ آفت جان پر بیکار توڑ ٹوٹ کر ہر اسکا جڑ نا غیر ممکن بات ہے ہے ہونے سیرکشن ٹوٹ کر کہ حل ہی ہے جان جب بینی ہے دے تو صبر و استقلال سے سخت جانوں سے نہیں چلنے کی تیری ایک ہی عالم درد و الم میں آبر و اپنی نہ کہو ہیں قبائے جسم میں باقی جو کچھ تار حیات یہ بھی گہر اللہ کا ہے واجب التعظیم ہے وحشت خاطر کو میری قید خانہ تنگ ہے دل کے نالوں اڑا دینے ترے ہم ہی نہیں انچے آئینگی اگر باقی نہیں تنج کو امید پلٹے قدموں سے تر اسبل جو بعد قتل ہی نخلصی بند علاقے سے اگر منظور ہے	
۱۴	لاکھ کوئی دشمنی تجھے کرے عالم میں عشق سلسلہ خلق و مدار کا نہ تو ز نہار توڑ	۱۹۵
ہے کوئے یار کعبہ امن اماں نہ چھوڑ ایدل تلاش یار میں کوئی مکاں نہ چھوڑ	لے جبہ نیاز سر آستان نہ چھوڑ کعبہ ہو یا کینشت ہو دیرانہ ہو کہ شہر	

اے بت ہماری دجہ سے اپنا مکاں چھوڑ
 اللہ کی طلب ہے تو عشق بتاں چھوڑ
 اے عذریہ اپنا کبھی آسٹیاں چھوڑ
 زاید جگہ یہ اور ہے کوئے بتاں چھوڑ
 ناوک ابھی مکاں سے ابرو مکاں چھوڑ
 اے بلبل اسیر تو اپنا فغاں چھوڑ
 مجھ کو یونہیں رڑپتا ہوا نیم جاں چھوڑ
 عالم میں ایک لگو بھی اے دلتاں چھوڑ
 اے بندہ وفا کبھی کوئے بتاں چھوڑ
 مقتل میں دیکھ ایک کو بھی نیجاں چھوڑ
 تو اپنی کجروی کبھی اے آسماں چھوڑ
 اچھی ہے غمے زشت ہی اے بد زبانی چھوڑ
 تو اپنی بدظنی کبھی اے بد گماں چھوڑ
 یہ جنس کام کی ہے اسے میری جاں چھوڑ
 مجھ کو گھلا گھلا کے کوئی استخوان چھوڑ
 اے منعہ سپہ گنج ہیراں رائگاں چھوڑ
 اے بادہ نوش صحبت پیر مغاں چھوڑ
 اس کو چمپ کی کو بھی اے پاساں چھوڑ
 چن چنکے مار ایک ہی خوش رو جاں چھوڑ

بے حکم تیرے کعبہ بھی ہو تو نہ آئیں گے
 اے شیخ سن ہماری یہ ہے معرفت کا راز
 بے کھٹکے دور دور سے نظارہ گل کا کر
 کعبہ نہیں طواف کیا پھر چلے گئے
 لینے دے ہکھو کاوش فرگا کئے کچھ نہ
 صیاد تنگ ہو کے نہ جلتک رہا کرے
 قاتل خدا کو اسطہر پور کوئی ہاتھ
 ہر سمت پھینک تیرنگہ تاک تاک کر
 جیسے جی باغِ خلد بھی تجھ کو اگر ملے
 قاتل رڑپ رڑپ کے اٹھائے گئے حشر یہ
 پا مال ہو کے خاکیں کوئی ملے ملے
 بوسہ سے بڑکے ملتا ہے دشنام میں مزہ
 ہم خوش ہیں اس سے غیر کی قلعی اگر کھٹلے
 بکتا ہے ایک بوسہ پُل مال مفت ہے
 گور و گفن کی فکر سے اے غم نجات دے
 لیجا تو انکو ساتھ ہی دیکر خدا کے نام
 جینے کا لطف زندہ دلی پر ہے منحصر
 آجائے کون ہمیں بد لکھ کے خبر
 ترکِ قضا سے کہتا ہے رہ رہ کے پیرِ حریف

ہے شوقِ لغمہ سنجی تازہ جو بزم میں

۱۳	اے عشق طرز بلیں ہند و ستاں چھوڑ	۱۹۶
مانند بولے گل نکل آس چین کو چھوڑ گر حق کی ہے تلاش تجھے ماؤمن کو چھوڑ تاوان لے جو اس کی دیوانہ پن کو چھوڑ ایدل خیال وصل بت سیم تن کو چھوڑ شیریں ادا صنم سخن کو کہن کو چھوڑ ایدل جو تہ ہے مرد تو اس پیر زن کو چھوڑ احسان ہوگا دست جنوں پیر میں کو چھوڑ امید وعدہ بت پیاں شکن کو چھوڑ ایشوخ اس ادا کو نہ اس بانگین کو چھوڑ شیخ حرم کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ موسے کمر کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ اے عند لیب زار نہ صحن چین کو چھوڑ	پیری کا روح پر ہے تقاضا بدن کو چھوڑ لے شیخ ظاہری نہ تقدس یہ جا کہی ایدل وصال یا رہنسی دل لگی نہیں زر کی طلب ہاں ہے یہاں خاک بھی نہیں دو کو کہن تھا کام ہمارا ہے جاں کنی دنیا سے دوں کے دام میں پسند نہ کہو قاتل ہے اس میں خاک کو چہ جاناں لگی ہوئی ایدل بروز حشر خدا جانے کیا بنے یرمی بلا سے قتل جو ہو جائے یک جہاں اے بت تار دو نو نکو میں دونوں خود پرست نقاش کہینچ یار کی تصویر ہو بہو فصل خزاں کا ریخ نکر آتی ہے بہار	
	بے فکر تو ہے تجھ کو ہی مشغلہ سہی اے عشق ہرزہ کار نہ فکر سخن کو چھوڑ	
۲۲	رولیف زاء معجم	۱۹۷
لیتے ہیں اکٹھے کے صبیح کو ہم انکا نام روز اپنے سے آپا ہتے ہیں غافل تمام روز رہتا ہے کوئے یار میں اک از دھام روز		ہوتا نہیں نصیب جو حیر اسلام روز پیتے ہیں ہم کسی کی محبت کے جام روز کرتا ہے تیغ ناز سے وہ قتل عام روز

رات انتظار میں گئی گذرا تمام روز
 ہوتا ہے انکا وعدہ یونہیں صبح و شام روز
 فتنے اٹھا رہا ہے وہ محشر خرام روز
 ملتے رہے ہیں خضر علیہ السلام روز
 تیرا دیا ہی کہاتے ہیں ہم صبح و شام روز
 ہوتی دکھائی دیتی نہیں غم کی شام روز
 کرتا ہوں اسکے آنیکا میں اہتمام روز
 بیہودہ یوں ہی پرتا ہے یہ بد لگام روز
 آتے ہیں انکے یونہی بانی پیام روز
 خون جگر کے پیتے ہیں بہرہ کے جام روز
 باد صبا گلوں کا پیام و سلام روز
 پہرتے ہیں آسمان پہ شب بہر تمام روز
 ہے چرخ فتنہ گر کا یہی ایک کام روز
 آئیں زمین پہ عیسیٰ گردوں مقام روز
 سنتا ہوں اب وہ پڑھتے ہیں میرا کلام روز
 لیتے تو ہیں زباں سے وہ میرا نام روز
 دود و پیر کھڑے رہیں ہم زیرِ بام روز
 پھیلا کے اپنی زلف دو کا وہ دام روز

وعدہ وہ کر گئے تو نہ آئے کسی طرح
 ایدل گھڑی وصال کی کیا جانے آئے کب
 افتادگان خاک کی مٹی خراب ہے
 غیرت اس گلی کا نہ پوچھا کبھی پتا
 اے عشق خوان غم سے بمقدار اشتہا
 اب انتظار حشر کروں کس امید پر
 وعدے نے جنگے دیکھی نہیں صورت وفا
 اچھی نہیں ہے اشہب گردن کی کوئی چال
 کیا فائدہ کہ کام کی اک بات ہی نہیں
 ساتی سے دور رہ کے بھی بے شغل ہم نہیں
 پہنچا تی بلبلوں کو ہے دامنِ قفس میں ہی
 کسکی تلاش ہے جو یہ متاب آفتاب
 اس شوخ کو سکھاتا ہے کوئی نہ کوئی چال
 منظور ہو علاج جو ہمیں اے عشق کو
 اک چڑسی ہو گئی تھی جنہیں میری بات سے
 نیکی سے یا بدی سے نہیں اس کوئی بحث
 موقع ملے جو دید کا اے رشک آفتاب
 کوئی نہ کوئی طائر دل کرتے ہیں اسیر

کیا فائدہ کہ ملتی نہیں مجھ کو داد عشق
 یوں تو اٹھاتا حشر ہے انکا خرام روز

مرے آگے اپنے رخسے نہ اٹھانا نقاب ہرگز شب وصل کی دولت مرے لیے بہو لے کیونکر شب عدہ کام آیا نہ ہمارا بخت خفہ یہی بخت ہے جو ایدل کبھی وصل سے تونکے تری بخششوں کی جیسے نہیں کوئی حد و غایت مجھے بوسہ کی طلب ہے اسی بے تکلف سے جسے مری ریت ہے اسی پر یہ نہیں تو جان دوں گا نہیں آسمان ہے چھالامرے پائے جستجو کا کہی جا کے ہیں صنم کو یہ سناؤ وعظ و اعظ	تجھے یہ جواب دیکھوں یہ نہیں ہے تاب ہرگز یہ نہیں خیال ہرگز یہ نہیں ہے خواب ہرگز کوئی وصل کا بھی انکے نہیں دیکھا خواب ہرگز نہ تو شاد کام ہو گا نہ تو کامیاب ہرگز مرے جوم کا بھی یارب نہیں کچھ حساب ہرگز کسی ایک بات کا بھی نہ دیا جواب ہرگز نہیں عین اک خط مجھے بے شراب ہرگز یہ ہے داغ جوش سودا نہیں آفتاب ہرگز کہ ہے دل بھی گھر خدا کا نہ کرے خواب ہرگز
--	---

۱۴

عبث انکو بھیجتے ہو خط شوق سیکڑوں تم
تمہیں عشق کچھ نہ نیگے کہی وہ جواب ہرگز

۱۴۹

ہر ایک کو کہا نہیں ہے یون تو زر عزیز خجھر دکھا دکھا کے تو دھمکارا ہے کیا کچھ غم نہیں ہمارا مددگار ہے خدا ہوتی ہے انکی قدر اسی سے ہر اک جگہ پیاری ہے مجھ کو جان سے بھی انکی ناز کی تجھے رہے غبار نہ ایچرخ ہم کو پھر بیچارہ دل ہے کشمشوں میں پڑا ہوا دنیا کے بچ ہوئے نہ تلخی فزا کہی وہ صلح کل ہو نہیں کسی سے نہیں عنای	تجھ سے کریگا کیا کوئی اسے سبب عزیز لے ترک عاشقی میں نہیں مجھ کو سہ عزیز گردشمنی پر باندھے ہوئے ہیں مکر عزیز اہل ہنر کو کیوں نہ ہوا اپنا ہنر عزیز تار نفس سے بڑکے ہے موئے مکر عزیز مٹی ہو بعد مرگ ہماری اگر عزیز مجھ کو ادھر عزیز ہے اسکو ادھر عزیز رہتے جو اتفاق سے شیر و شکر عزیز دشمن بھی مجھ کو دوست ہے بیشتر عزیز
--	--

مرنے نہ تم بہ یہ انہیں ہوتا جو سر عزیز بڑا ہر جگر سے ہے مجھے زخم جگر عزیز ہر شخص کو جانیں ہے اپنا گھر عزیز ہم ہیں ادھر کہنے ہوئے برہم ادھر عزیز تر دامنوں کو کیوں نہ دامن تر عزیز گالی بھی ہے مجھے تری اے لب شکر عزیز	دل دادگان عشق کا ہے امتحان عبت تیرنگہ ناز کا یہ یادگار ہے جائیگا چوڑا کر مے پہلو کو دل کہاں اب گفتگوئے صلح کی بھی کچھ نہیں امید نکتہ نواز تو تری بخشش بہانہ جو مرغوب ہر ادا ہے ہر انداز دلپسند
---	--

۲۰۰	میرے لہو کے پیاسے ہیں اسکی ستر ہے عشق	۱۲
	ہر دم حسد سے پیتے ہیں خون جگر عزیز	

رکھتی نہیں بیمار محبت سے دوا ساز محفل میں مری غیر کا وہ چمڑے ہیں ذکر پہرا سکو نظر آئے نہ کچھ فرق بد و نیک یار ب یہ ملے زید و ریاضت کا ایسے چل کیا اس سے کہوں حال تجاہل سے جو پوچھے سنبل بھی پریشاں ہے زنگس بھی ہے بیمار اس بت کے ہمیں وصل کی امید ہی کب تھی کچھ فائدہ بیمار محبت کو نہ ہو گا دلکش وہ ترانہ ہے ایشیخ جو سن لیں دم بہر میں یہ کہو دیتا ہے باطن کی کدور اچھی دہی آواز ہے جو درد بہری ہو	کیا فائدہ تدبیر سے قسمت ہو جونا ساز یہ راگ نیا راگ ہے یہ ساز نیا ساز جس آئینہ دلکی محبت ہو چلا ساز زائد کو ہو انگلشن رضواں کی ہونا ساز ہے کیسے مزاج آپ کے بدخوا ہوں نگانا ساز کس درجہ ہوائے چین دہر ہے ناساز سچ پوچھو تو یہ کلام بنا اپنا خدا ساز ہوں حضرت عیسیٰ ہی اگر آگے دوا ساز غیرت میں توڑ دیں سب اہل غنا ساز ہے آئینہ دل کے لئے عشق جلا ساز جس ساز سے کچھ بوزن ظاہر ہو وہ کیا ساز
---	---

اے عشق بدل آرزوئے وصل چو داری

۲۰۱	خود را به تلاش و طلب یار فنا ساز	۱۶
اے شہنشاہ غریب نواز ایک عرصہ سے ہے بسجودہ عجز شرم آتی ہے عرض پیہم سے دیرگیوں اتنی سرفرازی میں تو نے میرا بنا دیا ہے جو کام قتل کر تیغ قہر سے اون کو بے وسیلہ ہوں بے سہارا ہوں اے کس بکیاں توئی بجاں ایک بیمار نا توں ہوں میں تیرے در کا گدا ہوں رکھ تجکو بودہ ام بستہ سلاسل غم از سر لطف کن معین الدین بہر اجرائی وظیفہ شتاب تجہ سا آقا ہو جبکا عالم میں دار در بزم دہر شمع صفت گر نہ ہندا میں عروج مرا	رکھ مجھے ہم سروس میں سرفراز تیرے در پر مری جبین نیاز نہیں پوشیدہ تجہ سے میرا راز میں غریب اور تو غریب نواز اس میں حاسد ہیں کچھ خلل انداز بد بلا ہیں یہ خانہ بر انداز کوئی ہمدرد ہے نہ ہے ہمراز نگہ لطف سوتے من انداز تو ہے عیسیٰ نفس دکھا اعجاز دونوں عالم میں صاحب اعزاز زحفا ہاے جرخ شعبدہ باز در عیش و طرب بردیم باز حکم فرما دو کار عشق بساز کیوں نہ ہو وہ غلام سرفراز دشمنان مرا بسوز و گداز خاک در چشم حاسدان انداز	۲۰۲
۱۴	روایف سین محملہ	۱۴
خیشہ کی آرزو ہے اے جام کی ہوس	زاہد یہی ہے رندے آشام کی ہوس	

اب آرزو قفس کی ہے نایام کی ہوس نادان کو ہے عشق میں آرام کی ہوس اشد رے مرے دل ناکام کی ہوس راحت کی آرزو ہے نہ آرام کی ہوس ود آرزو ہے صبح کی یہ شام کی ہوس اس سے ہے وعدہ سحر و شام کی ہوس ساتھ اپنے لگیا درم و دام کی ہوس نکلی نہ میری گردش ایام کی ہوس مدت تھی جو یار کے پیغام کی ہوس دل ہی میں رہ گئی دل ناکام کی ہوس کس کام کی امید وہ کس کام کی ہوس دشمن کو رہ گئی تری دشنام کی ہوس	جی بھر گیا ہے شوق اسیری میں باغ سے خواہان وصل یار دل معیار ہے ہے آرزوے روز قیامت شب فراق غم نچکو درد کا ہے نہ ہے درد رنج کا آئی کی آنکے آئے خبر اور وہ بھی آنکس وعدے پہ چشر کے بھی نہ ہے جو زبان مجھ منعم سے حُب زرنہ پس مرگ بھی چھٹی رستہ عدو کے گھر کا نہ بولا کبھی وہ شونخ آیا پیام مرگ تو دل سے نکل گئی اس شونخ یوفا کا نہ حاصل ہوا وصال نیکے کبھی نہ دل سے جو مثل خیال یار اس اپنی کامیابی دلیر ہیں شاد ہم
--	--

۱۵

اے عشق دل جو عشق کی دولت ہے غنی
اسکو صلے کی ہے نہ ہے انعام کی ہوس

۲۰۳

جاتی نہ ہو لکر کبھی بلبل چین کے پاس ہے خانہ عدو مرے بیت الحزن کے پاس جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چین کے پاس ہم لے گئے دین جو کسی کے دین کے پاس جاتا ہے آپ لف شکن دشمن کے پاس نکلا نہ ایک تیر ہی ناوک فتن کے پاس	ملتی جگہ جو اسکو کسی گلبدن کے پاس دشمن کہاں بغل میں وہی ہو گئی مثل لاکھوں ہی خار غم ہیں دل و اندام میں گالی سے لطف بوسہ یہ پیغام مل گیا آئی ہیں شامتیں دل آشفہ حال کی کاوش کی آرزو مرے دل ہی میں رہ گئی
--	--

واللہ قال سبز نہیں ہے دہن کے پاس
جادو گر کہ ہے نگہ سحر فن کے پاس
ہو ایک بات جس بت پیاں شکن کے پاس
جو ہو بجائے راستہ اگر وطن کے پاس
اک آسمان تازہ ہے چرخ کھن کے پاس
جاتا ہوں دوڑ دوڑ کے میں راہن کے پاس
جب تک رہینگے دست جنوں پیرن کے پاس
دہوکا ہو اپری ہے کوئی اہرن کے پاس

بیٹھے ہیں خضر خشیہ جیواں کے متصل
تسخر دل کو کہتے ہیں و شوار یو تو سب
کیا دل لگائے اس سے کوئی دلکا توڑنا
پوچھو نہ اس مسافر غربت نصیب کی
پہنچا ہے دودا ہ مرا آسمان تک
رہبر کی جستجو نے نہ رکھا کہیں کا ہاں
محنت تری ٹھکانے لگے گی نہ بخیہ گر
ایشوخ تکو دیکھ کے قبضہ میں غیر کے

۲۰۴ شعر و سخن کا شوق میان عشق ہے اگر
کچھ روز رہے داغ سے صبا سخن کے پاس
۱۰

رب خوشی دل کی خوشی سے تھی ہوا جب دل اوداں
عیش و عشرت کی نظر آئی مجھے محفل اوداں
آرزوئے بے نتیجہ سے ہے ایسا دل اوداں
جیسے دہقان و بکھ کر ہو کشت بے حاصل اوداں
اپنی بے شغلی کی اس کو فکر پیدا ہو گئی
ہو گئے لبیل جو سب عاشق ہوا قاتل اوداں
منتظر بیٹھے ہیں سارے رند پردے سے نکل
بے ترے ہے بزم سے اے صاحب محفل اوداں
لے چل اے جوش جنوں صحرائے جانب بھی کہی
بیٹھے بیٹھے خانہ زنجیر سے ہے دل اوداں

ساری چہل بل درخت ز کے دم سے ہے جب یہ نہیں
 مجلس غم کی طرح زندوں کی ہے محفل اوداس
 ساکن عالم فانی کا کچھ پوچھو نہ حال
 تھک کے بیٹھے ہیں مسافر کچھ سہ منزل اوداس
 باندھ ہمت کا ر ساز خلق کا بندہ ہے تو
 ہو نہ مشکل میں دل دیوانہ بے حاصل اوداس
 ناز کی اپنی ہماری سخت جانی دیکھ کر
 دل ہی دل میں کٹ کے ناکامی سے ہے قاتل اوداس

عشق میں لے عشق کیا ہے یاس حراں کے سوا
 کوئی دل ہوا سکو کر دیتی ہے یہ مشکل اوداس

۱۶

ردیف شین معجمہ

۲۰۵

وہ کیا کرے فلک کینہ خواہ کی گردش
 بہت ہے انکو تری آنکھ کی گردش
 فلک جو سیکھ لے تیری نگاہ کی گردش
 لگی ٹھکانے دل داد خواہ کی گردش
 لگے ٹھکانے مرے پیک آہ کی گردش
 ہمارے بخت کا چکر پوراہ کی گردش
 فقط ہے راہب زاہد میں راہ کی گردش
 اڑانے لے فلک کینہ خواہ کی گردش

کرے جو کام تمہاری نگاہ کی گردش
 چہری نہ ہم سے ضعیفوں پہ پیر اقبال
 اماں زمیں پر سیکو نہ پہرے ہرگز
 ملی نجات پس مرگ رنج دنیا سے
 پتا اثر کا الہی کہیں تو مل جائے
 چلا ہے کوچہ دلدار کو عدو یارب
 مراد کعبہ و بتخانہ ایک ہے ابدل
 زمین کو چہ جانناں سے خوف ہے مجھ کو

یہی ہے گردشِ سموت تو اسکے کوچ میں فقیہ سے نہ چکر کے عمر بھر میں وہ کام ملا کسی کو نہ آرام دست گردوں سے مرے ہی دل پہ پڑا سب بال بے اثری رہوں ہمیشہ میں ثابت قدم قناعت پر غضب سے اس صفحہ نگار کی جنبشِ حرکت ستم جو توڑ رہی ہے مرے دل و جان پر	بنے گی پاؤں کی زنجیرِ راد کی گردش جو ایک پل میں کرے چشمِ شاہ کی گردش بتا رہی ہے یہ خورشید و ماہ کی گردش رہی بس اپنے ہی مرکز پہ آہ کی گردش ندے خدا طلب مل جاہ کی گردش ٹوٹے ان کہیں ایدل سیاہ کی گردش یہ گردشِ فکری ہے کہ آہ کی گردش
۲۰۶	کہاں یہ خوف سے یا راتوں کے عشق ۲۱
رہی بیکار عمر بھر کی تلاش بے زری نے مٹا دیا جھگڑا کوئی حسرت نکل نہ جلے کہیں خط جو نکلا وہاں تو جھگو بہاں چاہ میں اسکی خود ہی کہو گے ہم ڈھونڈتے ہیں کسی کو روزِ عشر دینِ دنیا سے جھگو کہو دے گی خاک چنواے گی زمانے میں کعبہ و دبر سے نہیں مطلب حشر میں تو لے وہ بت یا رب لے ہوس کہہ رہے وہ میان ترا	اب ہے حشر میں فتنہ گر کی تلاش نہی شوخ سیمبر کی تلاش چاک دلو ہے بخیمہ گر کی تلاش نہی مرغِ ناسہ بر کی تلاش جستجو کس کی اب کہہ رہی تلاش ہے قیامت مری نظر کی تلاش آخر اس شیخِ فتنہ گر کی تلاش خضر سے تیری رگند کی تلاش ہے فقط جھگو اسکے در کی تلاش رائیگاں ہو نہ عمر بھر کی تلاش خاک کر دیگی جھگو زر کی تلاش

پاں ہے خدا کو اپنے میں رہنے دے گی نہ میان میں دم بہر دلوں سب سے نوجوانی تک جھکو جانے نہ دیگی منزل تک ناوک درد و غم کو بہتی ہے ایک دن بے نشان کر دے گی ہوں جو عاشق کس یکاثر گان کا یوں نہ غصے سے گہورے صباب چار دن کے لئے زمانے میں اے فرشتہ یہ ہے بشر کی تلاش تیغ قاتل کو روز بہر کی تلاش اب کہاں ہے وہ پیشتر کی تلاش چار سو میری راہ بہر کی تلاش میرے دل کی مویہ جگر کی تلاش عاشقوں کو تیری مکر کی تلاش ہے رگ جاں کو نیشتر کی تلاش ہے مجھے لطف کی نظر کی تلاش ہے بشر کو جہاں بہر کی تلاش	۲۰۶ ہم دعا ہی سے باز آئے عشق کون کر تا ہے اثر کی تلاش ۱۹
---	--

مجسا ہی نہو عاشق بیداد فراموش تم لا کہہ کر دشنوہ بیداد فراموش ساقی جو یہی رنگ سے ہوش رہا ہے ہم حشر میں بھی سر نہ اٹھائینگے کج دست جنت میں بھی بے گانہ حوروں سے مراد کیا خاک کرے نو نکاد عویں سر محشر ہم یاد لاتے ہیں وہ خوگر ہیں جفا کے جب تو نظر آتا ہے تو ہو جاتے ہیں دے تاریخ رہائی کی خوشی کوئی مناسے بھولا ہوں فغاں اور ہے فریاد فراموش عاشق نکر ننگے کبھی فریاد فراموش کر بیٹھیں گے تسنیم کو زلمہ فراموش ہو نیکی نہیں عشق کی افتاد فراموش ہو گانہ تو اس شوخ پر نیا د فراموش مقبول کو ہے صورت جلا د فراموش ہو جاتی ہے ظالم کو جو بیداد فراموش سب تیرے ستم اسے ستم ایجا د فراموش جب تیرے اسیر نہ ہو مینعا د فراموش	۲۰۷ ہم دعا ہی سے باز آئے عشق کون کر تا ہے اثر کی تلاش ۱۹
--	--

تو لاکھ بھلائے مجھے اے شوخ ستم گر پیدا ہی نہ تھا نکادہن یاد تصویر سر ہو چکے مر نیو مرے دیکھ ستم کیش الطاف دور روزہ یہ جو انکے یہ خوشی ہے تھوڑی ہی اگر بوے و فاکل میں ہو پیدا شاعر ہے کیوں یاد خدا میں نہ ہمیشہ ہیں نام رقیبوں کے انہیں یاد برابر یجاہنگے پس مندو کی ہم یاد حد میں بے مونس ہمدرد ہیں یہ کنج قفس میں لا نہیں یہ خون جا ہے سر کسار	ہو گی نہ مرے دل سے تری یاد فراموش یہ نکتہ ہوا تجھے ہی ہزار فراموش ہے تجکو اگر قصہ فرہاد فراموش کیا ظلم ہوئے ایدل ناشاد فراموش فریاد کرے بلبل ناشاد فراموش شاگرد کو ہوتا نہیں استاد فراموش ہے ایک یہی عاشق ناشاد فراموش ہو گا نہ کبھی عالم ایکب فراموش کراپنے اسیر و نکونہ صیاد فراموش کیونکر ہو جگر کا دلی فرہاد فراموش
---	---

استاد جہاں داغ کا آیا جو زمانہ
 اے عشق ہوئے ناسخ و آباد فراموش

۲۰۸	رولیف صادق مہملہ	۱۷
-----	------------------	----

رہے آغاز میں انجام کی حرص فرض عاشق ہے دلارام کی حرص شوق راحت کا ہے آرام کی حرص ہے توی آنکھ کے بیماروں کو دل بھی لیکر نہیں راضی مجھے مرغ دل شفیقہ زلف ہے کیوں	مرد عاقل ہے یہی کام کی حرص عاشقی میں ہے یہی کام کی حرص کوئی دیکھے دل ناکام کی حرص نزع میں شربت بادام کی حرص ہے بلا زلف یہ فام کی حرص کسی طائر کو نہیں رام کی حرص
--	--

بڑھ گئی ناموس و بیعہ کی حرص حرص کو تریبہ نے وجہ کام کی حرص دل نادان کو ہے آرام کی حرص درد و رنج و غم و آلام کی حرص جس کو عالم میں ہوئی نام کی حرص رہ گئی دلیں مے و جام کی حرص دل سے بولے کہ نہیں کام کی حرص دلو اس نور درد بام کی حرص نہ مٹی عاشق ناکام کی حرص بڑھ گئی رند مے آشام کی حرص	مل گیا جب کوئی قاصد مجھ کو مجھ کو لے جائیگی سب سے پہلے دور گردوں جفا پیشہ میں بیٹے کی ہے شرب غم میں پوری وہ مٹا نقش قدم کی صورت مہر توبہ نے لگا دی لب پر باغ جنت سے نکل کر آدم طور کی طرح جلا دے نہ کہیں مٹکے برباد ہوا خاک ہوا ذکر کو تریبہ جو سنا زاہد سے
---	---

۱۵

بندہ عشق ہے سب سے آزاد
 خواہش کفر نہ اسلام کی حرص

۲۰۹

وہ نہیں جانتے وفا اخلاص کام آیا نہ کچھ مرا اخلاص قبر پر میری فاتحہ اخلاص اور شیوہ مرا وفا اخلاص غیر کے ساتھ آپ کا اخلاص ہے نہی دوستی نیا اخلاص دشمنی دل میں ظاہر اخلاص ہو جو تیرا غلام با اخلاص	ہم بڑھائیں گے ان سے کیا اخلاص اسنے چوڑی نہ دشمنی اپنی وہ تو وہ غیر آکے پڑھتے ہیں بیوفائی دغا تری عادت جان لیگا وفا پرستوں کی انکی دشمنی کی خوب گشتی ہے الحذر ہمدم منافق سے اسکو عالم کی دشمنی سے غرض
---	--

کس امید اور کس توقع پر ہو گئے ایک کافر دیندار اس کا انجسام دشمنی پایا دشمنی ہی ہے مجھ سے پرے میں آج کل رہ گیا ہے عالم میں کام نکلا نہ کوئی خاطر خواہ	ہم کریں تجھ سے بیوفا خلاص زلفِ رخ میں جو ہو گیا خلاص اپنے حد سے جو بڑھ گیا خلاص اور دشمن سے بر ملا خلاص نام کا عشق نام کا خلاص ہننے دشمن سے ہی کیا خلاص
---	--

۲۱۰	نام الفت مٹا زمانے سے نہ ملا عشق کوئی باخلاص	۱۷
-----	---	----

کچھ زاد راہ ہے نہ کوئی راہبر ہے خاص بولے فرشتے بار محبت کو دیکھ کر کسطح تیری نذر کروں اپنا نقد دل جب دیکھے تصور جاناں ہے جلوہ گر مضمون سائے صل کے جسے مٹائے کیا کام ہے کسی سے جو اسپر ستم کریں لے آزد نہ گھر دل اندو گھیس میں کر مٹی خراب کرتے ہو کیوں دلکی اسے بتو میں شیوہ دغا ابھی دشمن سے سکیہ لوں دیکھا بروہ حشر جو اس حیل ساز کو جسمِ خکھن ہزار کرے مشق ہی تو کیا اس پر بھی بدگماں ہونہیں اسکا کیا علاج	تنہا چلا ہوں سوئے عدم یہ سفر ہے خاص اس کام کا جہاں نہیں یارب بشر ہے خاص لے پا باں اسے کیسی نظر ہے خاص خلوت سر لے ل نہیں ایسا گھر ہے خاص تحریر کیا اسی کی یہ لے نامہ بر ہے خاص انکی نگاہ لطف مرے حالیہ ہے خاص تیر نگاہ یار کی یہ رہ گزر ہے خاص کیا جانتے نہیں کہ خدا کا یہ گھر ہے خاص تکو مری وفا سے عداوت اگر ہے خاص سمجھے یہ ہم کہ جذبہ دلکا اثر ہے خاص ایجاد ظلم و جور تمہارا ہنر ہے خاص ہر خد شوق دل ہی مرا نامہ بر ہے خاص
--	--

ہم چار دن کیواسطے دنیا میں ہیں مقیم پہنچائے بے دوست ہمارے مقام تک مرگ حدود پہ رونے چلا کیوں دکھ میں بیوجہ وقت صبح وہ آیا نہیں ہے یہ	کہتے ہیں جبکو گورنہارا وہ گھر ہے خاص اس کام کیلئے تو نسیم سحر ہے خاص یہ میرا غمگسار مرانوچہ گر ہے خاص بیری دعائے نیم شبی کا اثر ہے خاص
میرے سخن پہ کہتے ہیں اسے عشق ذی کمال یہ رنگ خاص تیرا یہ تیرا ہنر ہے خاص	
۲۱۱	۳۶
خط سے کچھ اور ہوا نقش و نگار عارض دل مخیوں کو مرے پھر نہ ہی اسکی جاہ بو سے ہر روز لیا کرتا ہے دشمن اسکے خطا کے بڑھتے ہی گٹھاسن کا ترس بالکل من کو خوف جو پیدا ہوا چشم بد کا اسقدر حسن دور دراز پہ نہ اترا ہرگز خال مشکیں نہیں یہ اسکے رخ روشن پر تازگی آگئی اس رخسے میں کیا بھیگیں درد نے در محبت جو ہم اسے کہا کسکے بوسوں نے جایا ہے یہ رنگ پنا آج وانہ و دام میں صیاد کے خال و گیسو زرد پڑ جاتے ہیں ہو جاتے ہیں غیرت سفید	بڑھ گئی ایک سے دس حصے بہار عارض جب ہوئی ایسی خط ناقہ سوار عارض کیوں جلاتی نہیں کیفیت کو نار عارض خکی وہ شان رہی ہے نہ وقار عارض سنگیا سبزہ خط انکا حصار عارض عارضی اسے گل خوبی ہے بہار عارض ایک رنگی کے ہے قبضے میں دبار عارض سبزہ خط ہے کہ ہے فصل بہار عارض دل گئی اشک سے سب گرد و غبار عارض دیکھئے آئینہ میں نقش و نگار عارض کیوں نہ ہو طائر دل اپنا شکار عارض مہر و مہجہ کہی ہوتے ہیں دو چار عارض

رنگ بلب کا جدا اور ہے رنگ اپنا جدا
 کیا چڑ ہے رنگ گل لالا نظر پر اس کے
 اشک لالہ نظر آتے ہیں رخسار اس کے
 کیوں جوانی کی خزاں کا نمود لگو افسوس
 تو ہے وہ بادشہ حسن کہ باغ و ادب
 دو نہیں تشبیہ وہ دھڑ سے کیا خاک نہیں
 اسکی صرف کو کیا قدر وہ کیا جانے گا
 شرم دامن کے اٹھانیسے اگر آتی ہے
 بند ہے حسن دین سے ترے غونکا دہن
 اس سے بوسہ کی ہمتا ہوں توقع جسکو
 حسن خویاں کا ہے دنیا سے نرالا عالم
 شمع خود رشک سے پروانہ کی صورت چلی جائے
 دل ہے اک بوسہ کا مشتاق بڑی مشکل ہے
 جلوہ تیرا ہی نظر آتا ہے انہیں مجھکو
 واہ کیا رشک ہے دیکھا نہیں جاتا مجھے
 طالب بوسہ کرے کیا انہیں لیکر اکر رخ
 یار کے حسن کا کیا پوچھنا اللہ اللہ
 تم بھی ہیں غیر ہی ہے اور وہ غصے سے ہیں لعل

وہ فدا گل پہ ہے اور ہم ہیں شاعر عارض
 جسکی آنکھوں میں سمائی ہو بہار عارض
 مر گیا ہو نہ کوئی عاشق زار عارض
 آنیوالی نہیں پہر جا کے بہار عارض
 ہے زر گل سے چین باج گزار عارض
 کہ وہ ہے ننگ جیس اور یہ عار عارض
 پوچھ لے سیم بدن مجھے عیار عارض
 آستین سے ٹوک و صاف غبار عارض
 پہول کہا تا ہے ہر اک باغیں خار عارض
 نظر شوق بھی عاشق کی ہے بار عارض
 لیل گیسو سے سسل ہے نہار عارض
 شعلہ زن ہو جوتری بزم میں نار عارض
 صدقے ہو ترے دین پر کہ تار عارض
 ماہ خورشید ہیں کیا آئینہ دار عارض
 آنکھ بھی میری جو ہوتی ہے دو چار عارض
 ماہ خورشید سے نکلے گا نہ کار عارض
 ماہ قریاں جہیں مہر نثار عارض
 دیکھے کس پہ نکلتا ہے بخار عارض

کی تھی جو وقت بادہ خواری عرض پہلے سن لیجئے ہماری عرض جاؤ سنتے نہیں تمہاری عرض آپ سے ہے ہی ہماری عرض ہو گئی روئے داساری عرض ہم کریں کیا جناب باری عرض جو کریں دلی بےقراری عرض کرتی ہے میری جان نشاری عرض کر کے ہم حال آہ و زاری عرض اور میری گناہ گاری عرض بندگی اسے صبا ہماری عرض قطعہ بلبلیہ موسم بہاری عرض اور گلکاریاں ہیں ساری عرض	ہوئی مقبول وہ ہماری عرض پر جو کہنا ہو شوق سے کہئے پوچھا بوسہ کو تو بگڑ کے کہا سب کچھ ارشاد ہو نہیں کے سوا جھوٹا ہے نہ بن پڑا سر حشر تنکو معلوم ہے حقیقت حال اتنی فرصت کہاں قرار کہاں تیری تلوار کی زبان قاتل ہوئے شرمندہ شکیب و قرار ہے الہی تر اکرم جو ہر کیجو اس رشک گل کی خدمت میں کر رہی ہے زبان سوسن سے بے ثباتی باغ جو ہر ہے
۱۴	بخشندے عشق کو طفیل نبی سن لے اتنی جناب باری عرض
انکو واجب ہے مگر حیلان فرض نہ الٹ کر بنالے اپنا فرض نہ ادا ہو سکنا خدا کا فرض کہ ادا کرتے ہیں یہ اپنا فرض کون اس بزم کا تھا جانا فرض	عاشقی ٹھری ہے جو میرا فرض صرف زنداں بادہ کش کو شیخ محو تھے ہم یہ طاعت بت میں جانہ زندوں کے فعل پر و اعظا مفت اختیار میں خفیف ہوا

مانیئے یا نہ مانئے صاحب مرچکے ہم تیری محبت میں جان دینا ادا پہ واجب ہے ٹہری ہے خاطر عدو واجب آپ کو بغض ہے جو اپنوں سے جو کسی وقت پر ادا ہی نہ ہو بخش دینا گناہ گاروں کا ترک نے ہے محال زندوں سے	کدیا ہننے تھا جو اپنا فرض ہے اگر جان کا بچا نا فرض نہ کرینگے قضا ہم اپنا فرض یار کو ہے مرا ستانا فرض غیر ہی ہم کو کیجئے کا فرض ان بتوں کا ہے وعدہ ایسا فرض اے کریم جاں ہے تیرا فرض یہ سمجھتے ہیں اسکو اپنا فرض	
کون واجب ہے زندگی ایسی ایک دن ہے جو عشق مرنا فرض		
۲۰	رولیف طائر محلہ	۲۱۴
اسکو بہت ہے اس بیت پر فن سے ارتباط جی میں ہے اب بڑھائیے دشمن سے ارتباط کیا کچھ جنوں میں رخنہ گری تجبیہ کرنے کی چھوٹا مگر نہ چاک کا دامن سے ارتباط ہے اس کی چشم شوخ و تماشا پسند کو چلمن سے در سے غزو سے روڑن سے ارتباط میری شب فراق انہیں سے ہے دل لگی نالے سے اختلاط ہے شیون سے ارتباط		

اس شوخ کا جدا ہے زمانے سے رنگ ڈھنگ
ہے ہم سے اختلاط نہ دشمن سے ارتباط

کہتی ہے طالبان شہادت سے تیغ یار
رکے مری بلا کسی گردن سے ارتباط

ادر بس آسمان نهم سے نہ بڑھ سکے

دنیا میں تہاذرا سا جو سوزن سے ارتباط

آزاد ہوں میں کش مکش دین و کفر سے

ہے محکو شیخ سے نہ برہمن سے ارتباط

قاتل ہے ایک خنجر بے داد کو ترے

دل سے جگر سے سینہ سے گردن سے ارتباط

جو ہر تیغ کا ہے کہ رکھتی ہے ایک ساتھ

قاتل کے ہاتھ سے مری گردن سے ارتباط

کیسے ہوئے ہیں ساتھ کے مجنون و کوہن

ہے انکے ساتھ میرا لڑکپن سے ارتباط

دیکھ نہ آکھ اٹھا کے کسی حور عین کو وہ

جس کی نظر کو ہوتی چتون سے ارتباط

کوئی تو ساتھ ہو سفر دور دست ہے

دہر نہیں تو کیجئے رہزن سے ارتباط

دونوں کے دونوں اپنی امنگوں میں مست ہیں

ہے میرے شوق کو ترے جو بن سے ارتباط

اپنا یہی ہے رشک تو دیکھا نہ جائے گا
 آئینہ کا بھی اس رخ روشن سے ارتباط
 درہ کے پڑتی ہے مرے دل پر نگاہ یار
 اس برق کو مے میرے ہی خرمن سے ارتباط
 اونچا وہ آسمان سے بھی ہو تو کیا عجب
 ہو جس غبار کو ترسے تو سن سے ارتباط
 دیکھیں جو تیرے جلوہ گہ ناز کو کبھی
 موسیقی نہ رکھیں وادی ایمن سے ارتباط
 بعد فنا بھی رکھتی ہے عاشق کی مشقت خاک
 اے دشمن و فائرے دامن سے ارتباط

۱۶

اے عشق جانتا ہے وفا کو بھی وہ دغا
 تم نے بڑھایا کیوں بت یرفن سے ارتباط

۲۱۵

ساری شرط نہیں ہے یہ بہاری شرط
 ہو چکی آپ کی ہمارے شرط
 عاشقی میں ہے رازداری شرط
 تمہیں کھدو کہ کس نے ہاری شرط
 تھی تو سیلی کی پردہ داری شرط
 ہم میں انہیں ہے کسی پیاری شرط
 پئے انسان ہے خاکساری شرط
 شب وقت ہے آہ و زاری شرط

دوستی میں ہے جان نزاری شرط
 اچھے لے نہ کوئی نام عدو
 داور حشر سے کہیں کیا ہم
 میں کہو نگاہ جو جیب جاؤ گے
 تو نے اے قیس کچھ کیا نہ خیال
 بوسہ بوسہ بد ہے بازی میں
 یہ بنایا گیا ہے مٹی سے
 مشغول کوئی تو ملے دل کو

اور میری گناہ کاری شرط بخودی میں ہے ہوشیاری شرط تھی ہماری بھی پاسداری شرط ہے نمک اور زخم کاری شرط آسمان نے بھی تجھے ہماری شرط کیا یہی تھی مری تمہاری شرط آج زندہ ہے بادہ خواری شرط	یا الہی ترا کرم ہے جزا بجکے انسان نہ نشہ از رے تم نے دشمن کا جب لحاظ کیا لذت درد کے لئے قاتل تو شکر ہے وہ ستم پیشہ غیر کے ساتھ آدھ شے پر ابر رحمت گرج کے کہتا ہے	
۱۵	حالم اتفاق میں اے عشق ہے عدو سے بھی صلح کاری شرط	۲۱۶
اوس کو عزیز جان نہو سر بسر غلط سر تا پا خلاف ہے یہ سر بسر غلط رہ رہ کے پڑتے ہیں قدم راہ بسر غلط ڈرتا ہوں میں نہ راہ کرے نامہ بر غلط بالفرض ہے نوشتہ قسمت اگر غلط تاثیر کو نہ اسکے سمجھ بے خبر غلط کیا جائے اڑائی ہے کس نے خبر غلط کی تو نے راہ کو بجا ناں اگر غلط اگر کیس نے آپ کو دی ہے خبر غلط ٹھہرا ہے پیش چشم حقیقت نگر غلط مانی نہ ایک اسکا بیاں جان کر غلط	کر تا ہے غیر عشق کا دعویٰ مگر غلط بوالے وہ دیکھ کر ماضیوں خط شوق ہر بیچ راہ عشق ہے اسی کہ کیا کہوں بیچارہ خوف جاں سے بہت بچا اسی اصلاح کی مجال نہیں کیا کرے کوئی اے آسمان پیر نہ لے عاشقوں کی آہ مرنا ہمارا اسکے شکر کرنے یہ کہا پھر خیر سری جان کی لے نامہ بر نہیں میں اور ترگ عشق و محبت خدا کی شان وہ زار ہو نہیں عشق کمر میں کہ میرا جسم ہر چند محکوب شیخ نے دھوکے دئے مگر	

دعویٰ کا اعتبار نہ اقرار کا یقین غم عاشقوں کا کہاتے ہیں معشوق بھی ضرور کوثر کہاں شراب کہاں کیا یقین ہو	ہر بات مجھے کہتا ہے وہ حیلہ گر غلط خون جگر ہے سرخی پان ہونٹھ پر غلط کافر نہیں نہ سمجھیں ہم اس کو اگر غلط
--	--

جسے کہا ہے اسے بہت سچ کہا ہے عشق
معشوق سے امید وفا سر بسر غلط

۱۷

روایف ظاہر معجمہ

۲۱۷

مخفل میں کیا کرے وہ ہمارا ادب لحاظ اچھی نہیں ہیں آپ کی یہ بد زبانیوں تیری جو ہے ادا وہ قیامت کی ہے ادا شائستگی مخفل جانان نہیں وہ اب بوسہ طلب کیا سر مخفل جو یار سے ہم پنج بد زبانی دشمن کا کیا کریں دل دیکھو دشمنوں کو ہوئے خلق میں ذلیل وہ اور ہم وصال میں کھل کیسے ایسے کچھ دربار کے عوض سنگ باں ہی کیوں نہو آتا ہے مانگنے کے مجھے نام سے حجاب سکر بھی بد زبانی جانان نموش ہوں اوصاف نیک ہیں بھی انسان کو واسطے طفلی سے بڑے شوق ہوئے وہ شباب میں	دشمن کو ہو ذرا نہ تمہارا ہی جب لحاظ پہر کیا ہے جو ہم ہی اٹھا دیں دب لحاظ آفت ہے شرم تو رہا ہے غضب لحاظ دشمن کے بیٹھے ہی سب ٹھا ادب لحاظ بول بگڑے کے تجھ کو نہیں بے ادب لحاظ تم کو نہ ہو لحاظ تو ہو اس کو کب لحاظ کہو بیٹھے ہم وہ بات جو کرتے تھے سب لحاظ سب درمیان سے اٹھ گیا پہلی شب نچا تیرے بیٹے کرتے ہیں سکا بھی سب لحاظ کو تا ہو نہیں خدا سے ہی وقت طلب لحاظ کیا دوں کوئی جواب کہ ہے ہر لب لحاظ اخلاق انکار تو اضیع ادب لحاظ تہا پہلے جھوٹے ہمیں اتنا ہی اب لحاظ
---	---

دشوار آدمی سے ہے دقت غضب لیا اسے شکر میں ہے تیرا عجب لحاظ جن آئینوں کا کرتے ہیں اہل حلب لحاظ	غصہ نہ تیرے آگے دلائے مجھے عدد آئینہ سے ہے سنگ تجھے اسی سے عار وہ آئینہ ہے آپ کے رخسار پر ضیا
--	---

۱۹

جو بات راز کی تھی وہ عالم پر کھل گئی
پہر آپ کو ہے عشق سے کیوں ہے سبب لحاظ

۲۱۸

دل لگا کر جو نہیں تیری نصیحت واعظ رو برو زندوں کے رندوں کی نصیحت واعظ نہ تو دوزخ ہے کہیں اور نہ جنت واعظ کیا تری بندگی رندوں میں ہو وقعت واعظ مجھے یسود ہے اسباب میں محبت واعظ پاک لگو نہیں رندی سے مصرت واعظ چاہتے ہیں نہ یہ تقسیم نہ جنت واعظ غیر طاعت پہ ہے انکو نہ عبادت گہنڈ واعظ سر پہ دستار یا بر میں قبا سے تدویر اسکو لائی ہے یہاں کہیں کچے شامت انگی مے جوتی نہیں یہ خون جگر پیتے ہیں ہو گا کب حشر یا ہم کو تو معلوم نہیں کیوں یہ کہتا ہے وہاں زند نہیں جا سکتے زہد و تقویٰ کی ضرورت نہیں مینوشو گمو خلد میں بادہ کشی ہو نہ طبیعت کے خلاف	ہے کہاں بادہ کشی سے ہمیں فرصت واعظ کہیں آئی تو نہیں ہے تیری شامت واعظ وہ اک افسانہ ہے یا ایک حکایت واعظ یہ سمجھتے نہیں خود تیری حقیقت واعظ تجھ کو معلوم نہیں حال محبت واعظ دیکھی جاتی ہے ہر اک شخص کی نیت واعظ تجھ کو بوجہ ہے رندوں سے عداوت واعظ رند میکش میں فقط طالب رحمت واعظ وہ کیا خوب بنی ہے تری حکمت واعظ بچکے زندوں سے نہ جائیگا سلامت واعظ انگی رستی نہیں رندوں کی ضرورت واعظ تیری تقریر ہے بالفعل قیامت واعظ کچھ ترے بابکا گھر تو نہیں جنت واعظ انکو کافی ہے گناہوں کی ندامت واعظ کرے اس بات کی پہلے ہی سے عادت واعظ
---	---

جگمگے محفل زنداں کے ہیں عشرت افزا
و خستہ زبہ جو رہ کے نظر پڑتی ہے
نہیں معلوم کہ کیا ہے تری نیت و اعظ
ہوش سے انکی بہت اچھی ہے غفلت و اعظ
فکر کو نین سے آزاد ہیں زندگیش

۲۱۹ ہے وہ چیز در اچاٹ جو اسکی لگ جائے
عشق زندونگی کے روز بجا جت و اعظ
۱۹

عشق میں تیرے وہ آئی سر پر آفت الحفیظ
الحذر لے در عشق لے پنج الفت الحفیظ
خوف ہے انسان بھی شیطان نہ بجا کہیں
ایک جان نالوں میری اٹھائے عشق میں
مرد ہا ہوں روزِ فرقت اور اجل آتی نہیں
یا رکھا پہلو سے اٹھا حشر بر یا ہو گیا
حور کے بدلے جو ہو تجھ سا ستم آرا دہاں
دل تو جلتا تھا لگی ہے تن بد میں آگ اب
آسمان کینہ و رکی دشمنی خود قہر تھی
چارہ گر تو چارہ گر کہتا ہے وہ بے رحم ہی
آفت جاں تھی حسینونگی محبت بھی مگر
لیکنے یار نے میں وہ جان بھی ایمان بھی
چہر چہاڑا غیار سے بھی ہے ادھر سے بھی ہے
دخت رز کا دیکھ کر جو بیک پڑتی ہے ال
جاں لب میں مردنی چہرہ نہ ہے چھائی ہوئی

کتنے ہیں سب دیکھ کر میری مصیبت الحفیظ
الاماں لے موج غم اے یل آفت الحفیظ
یہ کبر اماں یہ عجب و نخوت الحفیظ
یہ بلا یہ پنج یہ غم یہ مصیبت الحفیظ
آ پڑی ہے کسی یہ آفت پر آفت الحفیظ
بیٹھے بیٹھے آگئی کسی قیامت الحفیظ
کہ اٹھنا رہا یہی سکر نام حنبت الحفیظ
عاشقی پہر اس پہ یہ رشکے قابت الحفیظ
اسہ طرہ ہو گئی تیری عداوت الحفیظ
دیکھ کر اپنے مریض غم کی صورت الحفیظ
چار دن میں ہو گئی کیا اپنی صورت الحفیظ
دوستی جب یہ ہے کیا ہوگی عداوت الحفیظ
چلبلی ہے کس قدر انکی طبیعت الحفیظ
اچھے اچھونکی ہے ڈانوا ڈول نیت الحفیظ
کیا بری ہے تیرے بیمار و نکی حالت الحفیظ

جگلیا گرمی سے میری نبض کی دست طپت میر کو نکر مجھے ہو ہے خانہ بر انداز دل فتنہ ہے آشوب ہے ہنگامہ ہے دکلے لئے	اف بے اف کیسی تپ غم کی ہے شدت الحفیظ یہ ادا یہ ناز یہ سچ دہج یہ صورت الحفیظ تیری شوخی تیرا شر تیری شرارت الحفیظ
---	---

۲۲۰	دیکھئے جب مست سے مخمور ہے سرشار ہے پرگئی ہے عشق کو کیسی بری لت الحفیظ	۹
-----	--	---

دل ہوا مبتلا خدا حافظ آمد آمد ہے یاس و حواں کی ہے رہ عشق پیچہ از تو ہو ہے حمایت تجھے نیمبر کی غیر کے ساتھ کرتے ہیں وہ سفر جاتے ہیں ہم تو سولے تنہا نہ دل ہوا مبتلائے عشق صنم سفری دیکھ کر عدم کا بچھ	سر پر آئی بلا خدا حافظ دل کے ارماں کا خدا حافظ رہنا ہے خدا خدا حافظ نامہ بر جا ترا خدا حافظ میں کہوں دے کیا خدا حافظ تیراے پاس خدا حافظ ہے مری جان کا خدا حافظ بولے وہ جا ترا خدا حافظ
---	---

دل تو دے بیٹے ہو بتو نکو عشق اب ہے ایمان کا خدا حافظ

۲۲۱	رو لیف عین تاملہ	۱۱
-----	------------------	----

روز بردا نول کو جلا کر شمع دیکھ لےوا عشقوں کا سوز و گداز تیری محفل میں جلتے رہتے ہیں	خون ناحق نہ لے تو سر پر شمع رو بردا اپنے تم جلا کر شمع دل اس بند و عود و عنبر شمع
--	---

۲۲۲	عشق کا دل ذرا سمجھ کے جلاؤ کہ نہیں ہے یہ بندہ پروا شمع	۲۲۳
میرے دلیں ہیں یاس حرمیں جمع ہر نگہ اس کی تیغ و خنجر ہے سو جھ بندے کو پہر خدائی کی آغوش ساز چرخ ہے ہر چند چوٹے یارب تعلق دنیا چہرہ پر نور اور دل تاریک نہ پریشان ہو مصیبت میں لطف صحبت میکدے میں شیخ پیلے عشاق کو کرو زخمی چپکے کسل چہ نہیں ہم اس تک ہیں مرے دلیں کاوش غم سے	ایک گھر میں ہیں لاکھ مہماں جمع سیکڑوں ہیں قضا کے سماں جمع عیش کے ہوں جو سارے سماں جمع پہر بھی کرتا ہے غم کے سماں جمع ہو مری خاطر پریشاں جمع شیخ تمہیں ہیں کفر و ایماں جمع رکھے اوسان اپنے انسان جمع یہیں ہوتے ہیں چار انسان جمع پہر کو شوق سے نمکداں جمع در دلدار پر ہیں درباں جمع سیکڑوں تیر لاکھوں پیکاں جمع	

حیدر آباد کیا پرستان ہے میں کروں تمسے ذکر کس کس کا تری دہلیز کی زیارت کو ہیں لگائے بجائے کو شب غم کی رفوگر نے دوڑ دھوپ بہت دل پر داغ کا نہ رنگ اڑا ماحصل اسکا ہے پریشانی ڈھونڈ سکتی پہرہ ہی ہے جنت حق نہیں دو زخمیں اتنے انگارے امتحان کا ہے شوق قاتل کو میں تصدق تری تسلی کے	کہ ہزاروں یہاں ہیں پریاں جمع ہیں ہزاروں ہی دلیں ارماں جمع ہیں سبھی ہندو مسلمان جمع دل بریاں و چشم گریاں جمع نہوے تار ہائے داماں جمع کر کے دو پھول اے گلستاں جمع نہ کرے مال کوئی نادان جمع کہ ہیں کس سمت اہل عصیاں جمع جتنے دلیں ہیں داغ سوزاں جمع آکے ہوں سارے مومیداں جمع ہو گئی خاطر پریشان جمع
--	--

۱۲

مل گئی عشق مجسکو داد سخن
ہو گئے جب کبھی سخن داں جمع

۲۲۳

تھی میرے راز کی تو نہ دشمن کو اطلاع کہتا ہے جو لگائی بجائی و ہاں عدد تو بیخبر سہی مجھے اسکا یقین ہے قاتل صفائی ایسی دکھا تو کہ تیغ تیز لے باغباں آمد فصل ہسار کی بپٹی ہوئی ہے گرد کسی پائمال کی اس خوف سے سفر میں بھی تنہا رکھا مجھے	کیونکر ہوئی پہر اس بت پر فن کو اطلاع واقف ہوں اسے ہے دل روشن کو اطلاع گم گشتہ دل کی ہے تری جہن کو اطلاع شہ رگ پیو چلے ہو گردن کو اطلاع دے سب سے پہلے بلبل گلشن کو اطلاع جس کی نہیں ہے آپ کے دامن کو اطلاع رہبر نہ جا کے نے مری رہن کو اطلاع
---	--

کیا جانتا تھا دل پہ پڑے گی نگاہ یار سب جانتا ہے حال ہمارا رقیب کا ایدل شب فراق تحمل ضرور ہے ایدل ملیگا شکوہ دشمن کا پھر مزہ اپنی حقیقت آپ ہی وہ جانتا ہے خوب فرہاد کا سنا تی ہے قصہ صداے کوہ	اس برق کی انتہی ہے خمین کو اطلاع ہر بات کی ہے اس بت پر فن کو اطلاع کیوں ہو چارے حال کی دشمن کو اطلاع ہو گی جو اس کی اس بت پر فن کو اطلاع زاہد کو ہے خبر نہ برہمن کو اطلاع مجنوں کے حال کی ہے ہر اک بن کو اطلاع
---	---

۲۲۴	آزاد عشق ہو گیا مذہب کی قید سے ہو جائے اسکی شیخ و برہمن کو اطلاع	۱۲
-----	---	----

اے شعلہ روح جلا نہ مجھے تو بسان شمع گو یا کبھی ہوئی ہے نہ ہو گی زبان شمع آتا ہے انکی موت پکیا دل جلوں کو رشک ہے تازہ ماجرا ہے دلکی جلن کا حال روتی ہے انکے حال پہ خود شمع زار زار نقصان سے فیر نہیں روشن دلوں کو کچھ جلتا ہوں شمع و جو ترے سوز ہجر سے سرگرم اہتمام جو دیکھا رقیب کو سوز و گداز کا کوئی انسانہ چھیڑتی بانگ در اسے غلغلہ صبح کم نہیں لائیں نہ رنگ یہ شررافتا نیاں کہیں	یہ دود آہ دل ہے نہیں ہے دھان شمع کیا اہل بزم پر کھلے راز نہان شمع جاتی ہے جب نگاہ سوئے کشتگان شمع پردائے کا ہے ذکر نہ یہ داستان شمع زیبا ہے ناز جتنا کریں کشتگان شمع مانع ہوئی ضیا کی نہ قطع زبان شمع میں میرے اشک گرم بھی اشک لوں شمع جلتا رہا میں بزم میں انکی بسان شمع اے اہل بزم ہوئی جو گو یا زبان شمع راہی ہر ایک بزم سے ہے کار روان شمع فانوس کو نہ پہونکے رکھ دے زبان شمع
---	--

اے عشق شعلہ اٹھتے ہیں دلیے شب فراق	
---	--

ہم صورت زمانہ آتش فشاں شمع

۲۲۵

رولیف غلین معجمہ

۲۲

غم نہیں کچھ قبر پر ہویا نہ ہو روشن چراغ
داغ دل کا محکوک کافی ہے نہ مدفن چراغ

رات بھی ہے دن کی صورت جیسے آئی ہے بہار
ہیں گل و لالہ کے لاکھوں باغ میں روشن چراغ

اس کی چوری آنکھ سے بلبل کے چہنہ کی نہیں
دست گلچیں میں بنے گاہر گل گلشن چراغ

اور بھی اندھیر ڈھائے گی ہزار سی شام غم
ہم یہ قسمت کریں گے گر کوئی روشن چراغ

طاقت برقی دکھائے سوز دل میرا اگر
خود بخود اس بزم کے ہو جائیں سب روشن چراغ

چشم عالم سے نہیں چہنہ کا تیرا جہانکشت
پر تو رخ سے بنے گا ایک اک روزن چراغ

پر تو خورشید سے بڑھ جائے اس کی روشنی
تیرے صدقے کا جلاؤں لیکے گر و غن چراغ

بزم پر دانوں کے جلنے سے بھی یہ ہوتا نہیں
سج اگر بوجھ تو رکھتا ہے دل آہن چراغ

صبح کے ہونے ہی تک ہے شعلہ کا سارا فروغ

رات بھر کا ہے فقط تیرا یہ سب جو بن چراغ

سینہ میں داغ محبت اک طلسم تازہ ہے

اس طرح جلتا نظر آیا نہ بے روغن چراغ

دیکھ کر گرتے ہوئے افشاں کو روئے یار سے

ہو گیا دھوکا کہ ہے کوئی شررا نکلن چراغ

تو پے تفریح جہانکے گر کہی اے شعلہ رو

روزن دیوار و در بنجائیں سب روغن چراغ

جل رہا ہے دل میں کیا کیا قرب میرا دیکھ کر

بن گیا ہے محفل دلدار میں دشمن چسراغ

میں بھی جلنے کے لئے ہوں وہ بھی جلنے کے لئے

میرے دشمن آپ ہیں پروانے کا دشمن چراغ

آپ اپنے سوز دل سے جلکے یہ ہوتے ہیں خاک

سچ اگر پوچھو نہیں پروانوں کا دشمن چراغ

جلوہ گردہ عارض پر نور ہے زیر نقاب

یا تہ فانوس رکھا ہے کوئی روشن چراغ

بترے ہی دم سے وجود عاشق جانبا زہے

شمعو پروانہ کیسا گر نہ ہو روشن چراغ

اے پری دیوانہ آتش قدم کے فیض سے

ہو گئے ہیں خانہ زنجیر میں روشن چراغ

میرے پہلو میں ضیا کے داغ دل کو دیکھ کر

بول اٹھے وہ یکسیا ہے یہ دامن چراغ
 بلبلیں بھی جل کے ہوتیں خاک پر دانو کی شکل
 آتش گل سے جو ہوتا بزم میں روشن چراغ
 رات کو تم لاکھ چپ کر جاؤ بزم غیر میں
 صبح کو بن جائیں گے نقش قدم روشن چراغ

۲۲۶	دعہ آنے کا کیا ہے آج اس دلدار نے عشق سے کھدو مرادوں کے کرے روشن چراغ	۱۲
-----	---	----

لیتا ہوں سر پہ شوق سے بارگراں تیغ سینہ سپر ہیں میرکف اے ترک جان نثار مشہور میرے قتل کا قصہ جو ہو گیا بجلی کی طرح خرمین ہستی کو میرے پھونک میں ناتواں ہوں اور وہ سفاک نازنین بسل نہ مارتے کبھی یوں اپنے ہاتھ پاؤں قاتل یہ خون پیتی ہے لاکھوں کا کسطوح بھر قضا میں ہوگی نہ قاتل کبھی رواں ضد ہے یہی ہے اور بھی قاتل کو میسے بار زندہ رہے گا نام بھی تیرے شہید کا دل کھول کر بیاں کرینگے ہم اپنا درد	نچسا جانیں ہے کہاں قدر داں تیغ مانع ہے کون غوق سے لے امتحان تیغ ہر شخص کی زبانہ ہے داستان تیغ اے لمحہ زبانہ آتش فشاں تیغ یارب اٹھائے کون یہ بارگراں تیغ اونچا نہوتا سر سے جو آب رواں تیغ ظاہر میں تو نظر نہیں آتا دہان تیغ کشتی ہمارے عمر کی بے بادباں تیغ میں سخت جانیوں سے ہوں سنگشاں تیغ جب تک بہیگا خلق میں قاتل نشان تیغ قاتل دہان زخم میں رکھ دے زباں تیغ
---	---

۲۲۷	پہنچا نہ طالبان شہادت سے کوئی عشق بام مراد پر کبھی بے زردباں تیغ	۲۰
-----	---	----

منعم ہے کہ تمیز تو ہرگز نہ کر دماغ
انداز عشق اور ہے انداز حسن اور
آشفہ روئے یار کا ہوں گل سے کیا غرض
روشنکے خاکسار کہ پتلا ہے خاک کا
سارے جہانیں نہیں اب تجھ سے دوسرا
دیتے نہیں جواب بھی عاشق کی بات کا
عزت گزین فقیر ہوں کیا ان سے مجھ کو کام
ناپائیدار دولت حسن و جمال ہے
پرساں نہیں کمال کا کوئی جہاں میں
بے فائدہ نہ ماش کے آٹے کی طرح اٹھ
دیوانگان عشق سے کرتے رنگ گفتگو
سرکش سے بعد مرگ یہ پوچھا زمین نے
پامال ہوں جو بائے نگاریں یار کا
اپنے کو اس قدر بھی نہ کہنچ آسمان پر
پہنچا دہاں جہاں نہ ہوا کا بھی ہو گذر
وہ بولے تو یہ بولے مرا سن کے درد دل
تم نے جو اسکی بڑ کو سنا کان دیکھے کچھ
اتنا ہی زور دل پہ نہ دے اے خیال یار
ہے ہے وہ چیز سو گئے اگر اسکی بولے خوش

مغرور کو جہانیں کہتے ہیں خود دماغ
ہے انکسار و عجز ادھر اور ادھر دماغ
اے نکمت بہار پریشاں نہ کر دماغ
لایق نہیں ہے تجھ کو ذرا لے بشر دماغ
زیبا ہے اہنم تو کرے جس قدر دماغ
دودن کے حسن پر ہے انہیں کس قدر دماغ
پاپوش سے مری ہو کریں اہل زرد دماغ
تو گورے رنگ بن کر اے سیم برد دماغ
کیا خاک آجکل کریں اہل ہنر دماغ
اے خود پسند ٹھیک نہیں استعد دماغ
واعظ صحیح آپ کا ہوتا اگر دماغ
نادان کدھر غرور گیا وہ کدھر دماغ
مشت خبار کا ہے مرے عرش پر دماغ
تجھ کو زمین دکھائے نہ اے بیخبر دماغ
ہے مرغ نامہ بر کا مے عرش پر دماغ
کہنخت دور بھی ہو پریشاں نہ کر دماغ
دیوانے کا بھی آگیا اصلاح پر دماغ
پہلے ہی سے ضعیف ہے میرا جگر دماغ
صد سالہ پیر کا بھی تو ہو جائے تر دماغ

ہوتا اگر نہ ساری خدا کی پر اختیار

۲۲۸	اے عشق بت نہ کرتے کبھی اسقدر دماغ	۲۲۸
پہرتے ہیں طائران خوش آواز باغ باغ سوں گئیں جو ہم نہیں ہیں اسکا دماغ باغ حاصل کرے خزاں سے تو پہلے فراغ باغ باد بہار ڈھونڈتا پھرتا ہوں بلغ باغ دیران آشیانے میں سب بھجراغ باغ کیا کیا دکھا رہے یہ روشن چراغ باغ رکھتا ہے تیرے عشق کے سینہ پہ داغ باغ شبنم سے بہرے پھول کالے ایلغ باغ دیکھے ہیں تو نے میرے جگر کے بھئی باغ ہے سر سے پاؤں تک بت خوشدماغ باغ ہر پھول تو چین میں خوشی سے ہے باغ باغ	ہے موسم بہار میں ہر کوہ و راغ باغ اپنے ہی پاس رہنے دے پھولوں کی اپنے بو کیا ناز کر رہا ہے دو روزہ بہار پر اس فونہال حسن کا ملت انہیں پتا فصل خزاں میں بلبل و گل کا پتا نہیں پھولوں سے رشک سرو چراغاں ہر نہال لالہ کہلا ہوا ہے نہ پھولا ہوا گلاب بلبل کو ہو جو شوق صبوحی تو صبح کو اترا رہے کیا گل و لالہ یہ اس قدر قد سرو گل عذار دہن غنچہ سبزہ خط زیادہ عندلیب کا کہلتا نہیں سبب	
	اے عشق ہر بہار میں ہے پیش اہل علم تفریح طبع کے لئے گلزار داغ باغ	
۲۲۹	ردیف ف	۲۲۹
ہم اور دیکھیں مجمع اغیار کی طرف جب بکھواسکارخ ہے دریا کی طرف آنکھیں لگی ہیں روزن دیوار کی طرف جائے کہیں یہ سیل نہ دیوار کی طرف	اے شوق لے نہ جا در دلدار کی طرف دل بھی نہیں ہے طائر قبلہ نما سے کم اللہ رے شوق دید کہ سہٹی نہیں نظر ہے خوف کوئے یار میں روتے ہوئے بچے	

جاتی ہے ہر نگہ اسی دیوار کی طرف
 ہوتے ہیں وہ جو میرے طرفدار کی طرف
 جاتی ہے ان کی چشم فسون کا کی طرف
 رحمت کی ہے نگاہ گمنگار کی طرف
 آئینہ کی نظر ہی ہے رخسار کی طرف
 حبلی گراؤ طالب دیدار کی طرف
 ساقی کی ہے نگاہ قدح خوار کی طرف
 آنے کو ڈرتی ہے ترے بیمار کی طرف
 رہ جاتی ہے جو جا کے نظریار کی طرف
 ظالم لگی ہے تیری ہی رفتار کی طرف
 دیتی وہ تیغ قاتل خو خوار کی طرف
 آئے اجل جو عشق کے بیمار کی طرف
 رہ رہ کے دیکھتے ہیں وہ تلوار کی طرف
 بلبل کی ہے نظر گل و گلزار کی طرف
 سر کو جکادے ابروئے خمدار کی طرف
 اچھا نہیں نہ جانئے بازار کی طرف
 دیکھوں نگاہ باندھ کے سونہار کی طرف
 پہلے ہی دیکھ لیتے اگر دار کی طرف
 پڑھنے لگی نظرت پندار کی طرف

کہولا ہے تازہ غرض سراہا سنے آج
 اسکا بھی رشک ہوتا ہے اللہ بے ظنی
 جادو اگر نہیں تو یہ کیا ہے کہ ہر نگاہ
 ایشیج چشم کم سے نہ مجھ بادہ کش کو دیکھ
 اللہ رب صفایے رخ و سادگی حسن
 موسیٰ کی طرح دید کے مشتاق ہم ہی ہیں
 نہ نظر ہے طرف کی اسکے جو دیکھ بہال
 کیا جانے بات کیا ہے اہل ہی شب فراق
 گلزار حسن ہی چین خسلد تو نہیں
 فتنے کی آنکھ شر کی نگہ حشر کی نظر
 ہوتے نہ داغ خون تو شہادت ہزار میں
 ہم یہ کہیں سچ نے آکر جلا لیا
 عشاق سخت جاں سے پڑا ہے جو بلبلا
 ہے گو قفس میں بند گرفتار دام میں
 کعبہ کا سجدہ فرض ہے زاہد جو تپ پاس
 یوسف کی طرح آپ کے گاہک ہی ہیں بہت
 وہ مشق تیر کرتے ہیں تاکید ہے مجھے
 منصور حرف حق نہ زبان سے نکالتے
 زاہد کو فخر زہد نے کا فر سنا دیا

زاہد ہو کعبہ میں کہ برہمن ہو دیر میں

روز ازل سے سر میں بہری ہے ہوائے زلف
 سودائے زلف سر میں ہے نہیں ہوائے زلف
 ٹالے مرے ٹلے گی نہ سر سے ہوائے زلف
 لائیکے تھک چوچ میں یہ حلقہ ہائے زلف
 حصن حصین بن گئے ہیں حلقہائے زلف
 تیل ان تلوں کا چاہیئے انکو برائے زلف
 سنبل کو لگ گئی تو نہیں کچھ ہوائے زلف
 کچھ اور سو جتا نہیں دلیکو سوائے زلف
 کہو لے ہوئے ہیں دام بلا حلقہائے زلف
 کافی ہیں بٹیروں کے عوض حلقہائے زلف
 کہلے ہیں اسے ہاتھ سے سب عقد ہائے زلف
 جب تک کہلیں گے انکے نہ سب عقد ہائے زلف
 کیا کم ہے میرے دلکے لئے اک بٹا زلف
 طوق گلوبین نہ کہیں حلقہائے زلف
 میں ہوں نثار زلف مراد فدا زلف
 پہننے چلا ہے دام میں ہو کر فدائے زلف
 ایسا طیکا تم کو نہ شانہ برائے زلف
 کہتا ہوں بیخ بیخ کے میں ہائے زلف
 صد چاک ہو کے ہی نہ بنا آشنائے زلف

میں کوئی آجکل کا نہیں مبتلائے زلف
 کچھ اور سو جتا نہیں نیکو سوائے زلف
 لیکر رہی جان ہی اک نہ ہوائے زلف
 ایدل نہ جان بوجھ کے ہو مبتلائے زلف
 محفوظ رہا سے ہے وہ پوسنی جمال
 پروردہ خون میں ہوئے ہوں جو ایک عمر
 اسکا دماغ ہی نہیں ملتا ہے باغیں
 ظلمت پرست صورت خفاش یہ بھی ہے
 اے مرغ دل نہ خال کے دانے نہ ٹوٹ پڑ
 اے غیرت پری ترے دیوانوں کے لئے
 شانے کو کیوں نہ پنج عقدہ کشا کیوں
 چوری کا میرے دلکے کھلے گا نہ حال کچھ
 ڈھاتی ہے اور تیرگی بخت کیوں ستم
 سودا نہ انکا دام بلا میں مجھے ہنسائے
 ایسا سیاہ کار بھی ہو گا نہ دوسرا
 شامت جو آئی ہے دل آشفہ حال کی
 لازم ہے قدر میرے دل چاک چاک کی
 سو دیں اسکے دلکا جوڑتا ہے بیچ و تاب
 کہتا ہی نصیب دل شانہ کی طرح

معلوم ہے حقیقت اسے بال بال کی

شائے سے کیا کہے گا کوئی ماجرائے زلف

۲۳۱

اے عشق ہے دورنگی جاناں مجھے پسند
میں آشنائے رخ ہوں کبھی آشنائے زلف

۱۸

دشمن سے ساز کر کے ہو جب نامہ برخلاف
اے عشق بات ہے یہ زانیگی برخلاف
کرتے ہیں روز و عدے وہ مجھے مگر خلاف
رکھتا ہے دل جگر سے نہ دل سے جگر خلاف
رکھتی ہے اب ہماری دعالے سحر خلاف
رکھتا ہے ہر علاج سے درد جگر خلاف
فصل خزاں ہے چلتی ہے باد سحر خلاف
بولے کبھی جو بات کوئی نامہ برخلاف
کہتا نہیں کبھی کوئی پیغام برخلاف
ہوتا برادری میں نہ باہم اگر خلاف
نکلا ہر ایک عہد بت فتنہ گر خلاف
رکھتا ہے راہ رو سے یہاں راہبر خلاف
کیوں ہمے تنگ کو ہے فلک کینہ در خلاف
برہم ادھر اہل ہے اودھر چارہ گر خلاف
تیری نظر کو دیکھ کے اے فتنہ گر خلاف
سب کچھ یہ ہو مگر نہ تیری نظر خلاف
اہل ہنر سے رکھتے ہیں اہل ہنر خلاف

کیونکر نہ پہنچے یار کو میری خبر خلاف
معشوق سے امید وفا سرسیر خلاف
ہوتی نہیں تشفی خاطر کبھی نصیب
ایشیخ تیرے عشق میں ہیں دونوں اک باں
احسان نہیں قبول کسی کا اثر سے ہی
حیران ہیں مسیح کرے اسکا کیا علاج
گلشن پہ آبڑا ہے برا وقت آج کل
ہو جائیگی مرے دل آگاہ کو خبر
کیونکر یقین آئے نہ قاصد کی بات کا
دنیا ہی اک بہشت تھی انسان کیلئے
میں منتظر ہی روز قیامت بھی رہ گیا
برخوف راہ عشق ہے اسی کہ کیا کہوں
معلوم ہو تو ہو ہمنے بگاڑا ہے کیا تیرا
کس کشمکش میں جان ہے ہمارے عشق کی
جوات ہوئی کیونکہ پہر عرض حال کی
برگشتہ آسماں ہو مقدر ہو غیر ہو
اب کون انکی قدر کرے گا جہان میں

اے عشق ہاتھ اٹھا کے نہ تاکہی خفیف
میں جانتا اثر کا دغا سے اگر خلاف

رولیف قاف

۲۳۲

خدا کا گھر جسے کہتے ہیں ہے وہ خانہ عشق
لگی نہ ہاتھ کسی کے متاع خانہ عشق
چلا ہے کعبہ کو چھوڑا ہے آستانہ عشق
لگی نہ ہاتھ مے کچھ متاع خانہ عشق
گر گڑا ہوا ہے اسی میں تو سب خزانہ عشق
جولامکاں ہے حقیقت میں وہ خانہ عشق
چلیں گے سر سے لبید عجز سوئے خانہ عشق
کہ ہے نصیب میں اسکے تو آب دانہ عشق
وہ آستانہ عالی ہے آستانہ عشق
پہولے دل کے سیوئے شہر انجانہ عشق
سنو تو میری زباں سے سنو فسانہ عشق
نہ چاہتا جو وہ نشوونماے دانہ عشق
جو پی لے ایک ہی جام شہر انجانہ عشق
گر گڑا ہوا ہے ہر اک سینہ میں خزانہ عشق
خدا نے غیب سے بخشا ہمیں خزانہ عشق
وہ کان کیا نہ سنے جو کبھی ترانہ عشق

امید گاہ در عالم ہے آستانہ عشق
ہوا نصیب نہ مجنوں کو بھی خزانہ عشق
سمجھ یہ شیخ کے کیسے یہ پڑ گئے بہتر
سوا سے درد و الم اور غیر رنج و بلا
خرا بہ دل عاشق کی قدر کر غافل
نہیں ہے عالم الفت کی بھی جہت کوئی
بلا سے ضعف گر باؤ نہیں نہیں طاقت
بچے گا دام سے گیسو کے مرغ دل کیا خاک
سرنیاز جب کاتے ہیں گبر و شیخ یہاں
بنے ہیں ہجر میں ساتی کے سوزش غصے
عدو کو اسکی خبر کیا وہ بوالہوس ہے فقط
بنا تا خاک سے خالق نہ آدمی کو کبھی
خیال بادہ کو زخروں سے شیخ در گذرے
نہیں ہے داغ محبت ایک دل خالی
طے جو داغ جنوں و حشویں تے یہ جانا
وہ آنکھ کیا ہے نہ دیکھ جو حسن کا عالم

عجیب چیز ہے محراب تیغ قاتل بھی تمہارے کام کے دل آجکل نہیں بنتے نہ رہتی ابلق گردوں کی بکھروی باقی	جبکایا سرتو او اہو گیا دگانہ عشق ہے ہند ایک زمانہ سے کارخانہ عشق جوڑتی اسپہ کبھی ضرب تازیانہ عشق
--	--

۲۳۳	ہزار بار تم آ سکتے ہو اگر چاہا ہو کچھ ایسا دور نہیں ہے غریبانہ عشق	۱۸
-----	---	----

اس کہاں ابرو نے مارا تاک کر یوں تیر عشق
طاہر جہاں مرغ دل دونوں بنے نچیر عشق
فصد لی یسلی نے تو نکلا رگ محبوں سے خون
ہو تو یوں ہو ایک سی دونوں طرف تاثیر عشق

جکو نفرت ہم سے تھی اب ہے ہماری انکو قد
حسن بب گشتے لگا بڑھنے لگی توقیر عشق
دل سی شے ہی نذر دیکر کب صلا ہو کو ملا
حسن کی سرکاریں بالکل نہیں توقیر عشق

عاشق و معشوق دونوں بے خطا ہے جرم ہیں
جرم نہارا حسن کا ہے اور سب تقصیر عشق
آجکل کایں نہیں دیوانہ اے یسلی جمال
صورت محبوں ہوں طفلی سے ہی دامگیر عشق

حسن کی چالیں زالی ہیں انوکھے داؤ گھات
سکار گر ایدل نہیں ہونے کی کچھ تدبیر عشق
میرا پہلو ہے کہ قدرت کا مرقع ہے کوئی

پارہ دل ہے کہ رکھی ہے کوئی تصویر عشق

اوس طرف ہوتا دہن اور اس طرف تاب سخن

وہ بیان حسن کرتے اور ہم نقسیر عشق

دیدہ باطن سے دیکھے کوئی روغن دل اگر

حسن کے آئینہ میں آئے نظر تصویر عشق

بے سبب کب کہنچتے ہیں دور اپنے کو حسین

کو تہی ساری ہے جذب دلی یا نقسیر عشق

خضر کے مانند اس دل زندہ جاوید ہے

زخمی تیر محبت کشتہ شمشیر عشق

لوٹتے ہیں ہم ادھر اور وہ ادھر بیاب ہیں

ہو گیا ہے دونوں جانب کارگر اک تیر عشق

ایک دل کے سیکڑوں گاہک نظر آنے لگے

لڑ گئی کیا حسن کی سرکار میں تقدیر عشق

میں ہوں وہ مجھیں کہ طفلی سے پنہائے ہیں مجھے

مادر گیتی نے طوق و حشمت و زنجیر عشق

دم کے دم میں بے چہری اللہ اکبر کس طرح

سیکڑوں کو ذبح کر دیتی ہے اک تکبیر عشق

بے بلائے اب تو دوڑے آئے ہیں وہ میرے گھر

جذب کامل اسکو کہتے ہیں یہ ہے تاثیر عشق

اس سے بڑھ کر ملتی عزت بعد مردن اور کیا

۲۳۴۷ یار نے دی آکے مٹی ہو گئی تو قسیر عشق ۱۲

کہوں جو میں رخ جاناں ہے آبِ تاب میں برق
کہاں ہے حسن جہاں سور کے جواب میں برق

نظر ٹھرتی نہیں ہے شوخیاں غضب کی ہیں

دکھائی دیتے ہیں وہ عالم شباب میں برق

تمام چشمِ زدن میں ہے کچھ نہیں ہے قیام

یہ اپنی عمر رواں ہے مرے حساب میں برق

تصور نگہ شوخ و شنگ قہر ہوا

در آئی میرے دل خانانِ خواب میں برق

کسی کے کان کے بجلی طپاں ہے یہ تہ زلف

نہیں چمکتی ہوئی دامنِ سحاب میں برق

نہیں ہے نعل سے آتشِ فشاں تراؤ سن

ترے جلو میں شر رہے تری رکاب میں برق

خیالِ کان کی بجلی کا تھا جو سونے میں

چمک چمک کے نظر آئی محکومِ خواب میں برق

کہلا یہ حسن جہاں سوز کی تجلی سے

چمک رہی ہے ترے گوشہ نقاب میں برق

نہ پہنچے گی دل پر اضطراب کو میرے

ہزار سال رہے لاکھ اضطراب میں برق

بوقتِ بادہ کشتیِ غمِ ہائے ساقی سے

چمک کے گری پڑی ساغر شراب میں برق

تمام ذرے ہیں یوں تو ترے لئے بیتاب

مگر یہ ایک نکل آئی انتخاب میں برق

۱۴

کہلا نہ آج کلے عشق رازیہ ہم سپر

۲۳۵

نقاب میں رخ روشن ہے یا سحاب میں برق

بے راہبری کرتی ہے یہ قطع راہ شوق
رکتی ہے روکنے سے کسی کے نگاہ شوق
دہو کا نہ کہا نیگی کہی میری نگاہ شوق
رخسار ڈالے اس میں کسی کی نگاہ شوق
پڑتی ہے اک جہان کی تجھ پر نگاہ شوق
اٹھیں گے بنکے حشر کے دن خاک راہ شوق
ہوگی کہی نہ سیر بہاری نگاہ شوق
ہے یاس ناخدا سے جواز تباہ شوق
مجھ رند بادہ خوار کی ہر دم نگاہ شوق
تھا ایک لہو پاس مرے خیر خواہ شوق
بنجائے چشم بد نہ کسی کی نگاہ شوق
ہے دلکو اختیار سفید و سیاہ شوق
نابت ہوا نہ حشر کے دن ہی گناہ شوق
کیا جانے کس کا حسن ہوا داد خواہ شوق
ظالم مری خطا نہیں یہ ہے گناہ شوق

محتاج خضر کی نہیں چشم و نگاہ شوق
دل کی طرح سے اس کا بھی ہے تہا منا محال
پہچان لے گی تجھ کو ہزار و نہیں دیکھ کر
ہشیار رہ نقاب سے ایشوخ چو جاب
کس کس سے توجہ ایسا اب آنکھ اچھین
یا مال عشق آرزو سے دیدار میں
گہوارا کرے ہزار حسنیوں کو رات دن
کیا خاک اب یہ پہنچے گا تا ساحل مراد
رہتی ہے سوئے ساغر و مینا لگی ہوئی
یا یوسیوں نے اس کو بھی بے رخ بنادیا
ایشوخ بے حجاب نہ گھر سے نکل کہی
مبطل چاہتا ہے یہ لیتا ہے اس کا
عاشق کے چشم و دل ہی کا ٹہر گناہ سب
ڈھانے لگا ہے حشر مرا اضطراب ل
بوسہ کے مانگے پہنہ تغذیر دے بجھے

بے سود ساری سہی ہے بے خضر مدعا
کائے مرے کے مگی نہ اے عشق راہ شوق

۱۶

ردیف کاف تازی

۲۳۶

گویا ترے دامن میں ہے یہ تاکہر چاک
وہ پردہ محل نہیں ہونیگا مگر چاک
اے دست جنوں اب تو گریباں کو کر چاک
سینہ ہے مرا شکل گریباں سحر چاک
ٹٹا کوں سے ہوا اور مرا زخم جگر چاک
ہو تلہ ہے رفو جامہ او دہر اور دہر چاک
کرنے دل عاشق کی طرح پردہ در چاک
ہے لطف تو حجب جامہ سہی ہو اگر چاک
نظارہ ترگاں ابرو سے ہی ل او جگر چاک
کر ڈالیکا تران ہی بچوت و خطر چاک
اے کا دش غم بہر خدا دل کو نہ کر چاک
پردہ انہیں ہو جائے مرا جامہ اگر چاک
کننگی کے عوض سنجہ عشاق جگر چاک
ہلو ہے ادھر چاک تو برقع ہے ادھر چاک
احسان تر ابھرے نمک کے جگر چاک

اے ترک نہیں ڈاب میں شمشیر سیر چاک
بے فائدہ کوشش ہے تری قیس جگر چاک
دامن کو تو کانٹوں نے کیا دشت میں پینے
ہے دغ غم صبح جدائی جو شب وصل
مرہم سے بڑھی اور مرے داغ کی سوزش
اس سمت رو کر ہے ادھر دست جنوں ہے
نظارہ کا ہو شوق اگر اس کی نظر کو
ایدست جنوں میرے گریباں کی ہے کیا چیز
کاٹوں میں لکھنا مری قسمت میں لکھا تھا
واعظانہ سنا قصہ یوسف اے اللہ
ڈرتا ہوں نہ افشا ہو کہیں راز محبت
ایدست جنوں دامن کسار ہے کافی
شایاں ہے تری لاجھی ہوئی زلف کو ظالم
کی پردہ دری دو ذہن طواف تیغ نظر نے
قابل مجھے زخموں میں لے کچھ تو حلاوت

اے عشق ہے یہ عشق کا جامہ دم خنجر

۱۹	ساک کا بیاں ہوتا ہے دل و جگر چاک	۲۳۰
پر کالہ آفت ہے وہ بت سر سے قدم تک ہے گرمی بازار و قافیرے ہی دم تک دشوار ہے جانا مرا ہستی سے عدم تک پورا نہیں آتا جسے انداز ستم تک دیکھا جو کبھی آگ لگی سر سے قدم تک کیوں جائے بغاوت پر دیر و حرم تک بیدار ہی کر نکو وہ آئے کبھی ہم تک انے فصل بہاری ہے یہ سب تیرے ہی دم تک کیا جانے کیا ہونگے جو آئینے قدم تک آیا نہ کوئی جام کبھی بزم میں ہم تک گیسو کو برائی نہ ملے ان کے قدم تک گرڑے پہنچا کبھی اس بکے قدم تک پہر پہر کے انہیں دیکھ گئی چالیس قدم تک اس شوخ کا سہکونہ ملا نقش قدم تک بس بس کے پہنچتی ہے حنائی کے قدم تک ہو جائے رسائی جو کبھی ان کے قدم تک ہے شوق پہنچ جائے یونہی تیرے قدم تک اک نور عیس ہے وہ بت سر سے قدم تک	اغیا کے ساتھ آیا جو آیا کبھی ہم تک سچ کہتا ہوں یہ جان لے ایغیر یوسف یار بونقاہت ہے ہی اور بھی ضعیف کیا لطف کی ہوا اس توقع مرے دل کو لے شمع تجلی تری محفل میں عدم کو مطلوب جو ہے اپنا وہ شہر گ سے ترس سے درگزر سے عنایت سے نوازش سے کرم سے بیل کی چمک گل کی چمک باغ کا جو بن اب تا بکر ہیں تو بلا ہیں ترے گیسو ساتی کی نہ کیوں چشم تغافل سے ہو دل خون مجھ عاشق ناکام کی اسیر جو پڑے چاؤں لے کاش مرا بخت یہ زلف ہی ہوتا اس کو چہ سے گزرے جو جنازہ تو میری روح یرباد ہوئے خاک ہوئے جسکی طلب میں آسان نہیں وصل حسینان جہاں کا آنکھوں سے شہت روز ملیں ہم وہ کفیا بسل کارٹین نہیں تکلیف کے قاتل پتہ انکس نکمیں دم نظارہ ہماری	
	ہر جانی اگر ہے وہ صتم آپ میان عشق	

۱۸	کیوں اسکی تجسس میں گئے دیرو حرم تک	۲۳۸
رہیگا پھر نہ ایدل رازداں تک کردنگا صبر میں آخر کہاں تک نہ آیا کوئی نالہ بھی زباں تک جو جو بٹے متہ نہیں بیتے زباں تک شکایت رکھی اگر زباں تک عدو سے مل گیا ہے رازداں تک کروں اس باتکا میں غم کہاں تک یہ جیتے ہی رہینگے امتحاں تک جو لائے کینچرا اسکو یہاں تک نظر کرتی ہے کام اپنا جہاں تک ٹھہر جائے مری عمر رواں تک نہیں بلبل کو فکر آشیاں تک جو پہنچے ہی تو پہنچے لامکاں تک پہنچا ہے زمیں سے آسماں تک نہیں سنتے عدو کی داستاں تک نہیں سنتا ہماری پاسبان تک	جو راز عشق آئیگا زباں تک ارے ظالم ستم کی کوئی حد بھی گلا گھونٹا یہ ضعف دل نے میرا کریں کیا وصل کا وعدہ وہ پکا لحاظ انکا ہوا مانع سر جھڑ کہیں اب کس سے اپنا حال لہم تری جو بات ہے سوہان جان ہے تغافل عاشقوں سے استفاد کریں تراے جذب بل احسان مانوں نظر آتا ہے تیرا ہی تماشا یقین ہو تیرے آئینکا جو اس کو خیال گل میں ہے کچھ نحو اسی ترے بے خانماں کا نالہ دل غبار خاکساران محبت انہیں حرف و حکایت سے یہ چڑھے منائیں کس طرح سے انکو جا کر	
	الہی عشق کو پہنچا دو بار جناب مصطفیٰ کی آستاں تک	

رولیف گاف فارسی

۲۲

۲۳۹

بد لاکہ اک نگاہ میں سو چشم یار رنگ
 کیا فائدہ جولائے زمانہ ہزار رنگ
 بدلیں گے عاشقوں کے نیل و ہزار رنگ
 یارب نہ لائے گردش نیل و ہزار رنگ
 گل موسم بہار میں بدلے ہزار رنگ
 اڑتا ہے عاشقوں کا ہر رنگ غبار رنگ
 لائی ہے باغ حسن کی فصل بہار رنگ
 جل جائے لالہ زار کا مثل شہرار رنگ
 لائی ہے آج باغ میں فصل بہار رنگ
 لائیگا روز و عدہ وصل انتظار رنگ
 خورشید بدلے صورت عروبا ہزار رنگ
 اڑ جائے روئے شمع سے مثل شہرار رنگ
 اڑتا ہے روئے غیر سے بے اختیار رنگ
 مہندی سے ہاتھ دہویہ نہیں پائدار رنگ
 اچھا نہیں یہ لے فلک بد شعار رنگ
 لائی ہے قتل گاہ میں کیا تیغ یار رنگ
 دنیا کے سارے رنگ ہیں ناپائدار رنگ
 تیری جفا ہزار دکھائے ہزار رنگ

ہم دیکھتے رہے ہی نیل و ہزار رنگ
 بدلے گا بخت بد نہ مرا ہزار رنگ
 لائیں ہزار دور خزان و ہزار رنگ
 ہوتے نہ پائے صبح کبھی میری شام وصل
 پہنچے گا لالہ رو نہ کبھی تیرے رنگ کو
 لے شہسوار حسن ترے عجب حسن سے
 آغاز خط سبز نہیں روے یار پر
 دیکھ جو میرے داغ جگر کو توڑ شکستے
 ساتی پلائے پہول کے ساغ میں جگو پہول
 ہو جائیں گی سفید مری آنکھیں دیکھنا
 دیکھ جو تیرے عارض رخشاں کی آب تابا
 دیکھ وہ میرے دیکے جو سوز و گداز کو
 آتا ہے امتحاں کا جب نام درمیاں
 اہل وفا کا فوں ہے زیر با ترے لئے
 دیتا ہے تو روزیل کو سبقت شریف پر
 بہتا ہے عاشقوں کا لہو مثل جوئے آب
 ملنے کیو اسطے ہیں یہ نقش و نگار سب
 بدلیں گے اپنی طرز وفا کو نہ ہم کبھی

لائیں نہ عاشقوں کے دل بقرار رنگ
لاگو ہے گی گردش میل و نہار رنگ
لایا ہے خوب عشق تراے نگار رنگ

اتنا ہی ان سے ٹھیک نہیں تجھ کو اجتناب
نابت ہو اودورنگی عالم کو دیکھ کر
ہے خوشچکلاں کسی کا جگر تو کسی کی آنکھ

۲۱

کیا ٹھہرے امتحان محبت میں کوئی عشق
دنیا سے ہو گیا ہے وفا کا فرار رنگ

۲۲۰

ہوئی ہے دونوں جانب کا گر آگ
لگائی تو نے کیا اے فتنہ گر آگ
ہوا و شعلہ رو کس بات پر آگ
لگا دی عشق نے دلیں مگر آگ
تماشا ہے ادھر باپنی ادھر آگ
جو چیرا دل کو تو آئی نظر آگ
نہ لگ جائے کہیں اے بخیر آگ
بجائے دل ہے پہلو میں مگر آگ
دبی تھی بزم دشمن میں مگر آگ
نہیں ملتی ہے حقہ کو اگر آگ
لگی تلوں سے میرے سر سبر آگ
لگا دی تو نے کیا باد سحر آگ
لگا دی اور تو نے چارہ گر آگ
ہمارے دل کی بچہ جاتی اگر آگ
نہ دوزخ کی کرنگی کچھ اثر آگ

محبت بھی ہے ایدل طرفہ تر آگ
عدو مجھے تو میں جلتا ہوں اس سے
خدا جانے لگائی کیا عدو نے
ہوئی جگر مستاع صبر برباد
دل پر سوز و چشم تر کو دیکھو
لہو کے بدلے ان اے سوزش عشق
دل پر سوز ہے گیسو میں تیرے
نہیں بے وجہ یہ جلتا ہمارا
جلا ہوں دیکھ کر کیا کیا میں انکو
دل عاشق کو تم رکھ دو چہلم پر
عدو کو دیکھ کر محفل میں انکی
بھڑک اٹھے ہیں شعلوں کی طرح گل
تسلی سے بڑھی بنے تابئی دل
تمہاری سرد مہری کام کی تھی
سلامت ہے گر اپنا دامن تر

نکلکتی ہے فغاں بھی شعلہ بن کر ہماری آہ ہی بد نام ہو گی لکھا ہے خط میں سوز دل کا مضمون نہ دیکھ اے چارہ گر تو ہاتھ رکھ کر تمہارے دل میں کیسی سرد مہری	مرے دلمیں بہری ہے اس قدر آگ لگے گی جب کہیں دشمن کے گھر آگ لگے تجھ کو نہ مرغ نام نہ بر آگ کہ سوز عشق سے ہیں دل جگر آگ تو ہر سنگ سے ہے جلوہ گر آگ
---	---

۲۴۱	جلادے گی تو نکا دل بھی اے عشق ہر طک اٹھی محبت کی اگر آگ	۱۱
-----	--	----

دیکھ تیری اگر ادا کا رنگ اختلاف اتفاق میں کیسا ٹنگے سارے دلو لے د لکے رنگ لائے خزاں نہ لے بلبل ٹنگے خاک میں بھی ہم لیکن اب چڑ ہے گانہ انکے دل پہ کوئی کیوں گریباں نہ اپنا ہاڑیں گل شب غم نے مری اڑایا ہے خون عاشق پسند ہے انکو وصل میں بھی رہو نگا میں ناکام	نہ جے پہر کہیں قضا کا رنگ کیوں الگ ہے ہر آشنا کا رنگ اب کہاں وہ مری وفا کا رنگ آج اچھا نہیں صبا کا رنگ ہے وہی آپ کی جفا کا رنگ جگلیا ہے مری وفا کا رنگ ہے قیامت تری قبا کا رنگ تیرے گیسوے مشک کا سا رنگ کیوں نہ پھیکا پڑے حنا کا رنگ ہے یہی گر تری حیا کا رنگ
---	--

عشق چلنے سے پہلے عالم میں دیکھ لے آدمی ہوا کا رنگ
--

کنتے کے ترے آج ہیں اے غنچہ دہن پل
 لکھ ہوئے عارض پہ ہے وہ سمبدن پھول
 ہم آنکھ سے برساتے ہیں موتی دم گریہ
 دل پہلگیا داغوں سے تو وہ دیکھ کے بولے
 خاموش کبھی ہے کبھی سرگرم سخن ہے
 دودن بھی نہیں پہنے کایہ رنگ تو پورا
 ساتی ہو ذرا موسم گل کی بھی رعایت
 مستان بہار آئی ہے تقوے کو بجا اب
 گل توڑ کے رکھ لیتے ہیں وہ آنکھوں پر اپنی
 کی فصل بہار میں یہ شاخوں نے ترقی
 اے گل تو اگر گیسو کے مشکیں میں پڑے
 کچھ سوختہ جانوں کی نہ عالم میں ہوئی قدر
 کیوں صورت بیل نہوں دیو لئے ترے ہم
 پانی تراسب کینچ یا سبزہ خطائے
 باندھے مری مشکیں جو وہ گل ہاتھ سے اپنے
 جو پھول کھلائے ہیں مری شاخ قلم نے
 صحرا میں اگر پہاڑیں شاخیں کبھی انکی
 ہیں برگ خزان دیدہ کے مانند چین میں

پڑہ فاتحہ کچھ منہ سے جبراً وقت سخن پھول
 ایکاش بنا ہوتا ہمارا ہی دہن پھول
 جڑتے ہیں ہاں منہ سے اگر وقت سخن پھول
 لائی ہے نئے رنگ کے یہ شاخ کمن پھول
 غنچہ کبھی اور کبھی انکا دہن پھول
 یوں فصل بہار ہی پہ نہ اے مرغ چین پھول
 دے پھول کے ساغر میں مجھے شفق من پھول
 زاہد نظر آتے ہیں مجھے تو بہ شکن پھول
 یہ طرفہ تماشہ ہے کہ چرتے ہیں ہرن پھول
 پہنچا ہے ہر اک تا سردیوار چین پھول
 مشکیں صفت نافہ آہوئے ختن پھول
 بیکار چراغوں سے جڑے سیکڑوں من پھول
 تو گلشن خوبی کا ہے اے رشک چین پھول
 کھلا گئے رخسار کے اے چاہ ذقن پھول
 حق میں مہم ہو جے ہر اک عقد سن پھول
 لاتی ہے کہاں ایسے کوئی شاخ سمن پھول
 اے قیس جڑ ہاتے تری تربت پہ ہرن پھول
 اگے ترے رخسار کے اے غنچہ دہن پھول

پنتی ہے کد سوختہ جانو کی کچھ ایسی
 لے ماہ نہیں عارض گلگوں پہ ترے خط
 اس گل کا سراپا نہیں اک خرمین گل ہے
 خرگاہ نہ مرے اشک کے قطر و نکو جو دکھا
 یہ تازگی و رنگ کسی گل میں کہاں ہے
 دشنم سے آغاز سخن ہونے لگا اب
 کیوں کانوں کو تیرے نہ کہوں کان جو اھر
 محفوظ خراں سے ہے بس اک نظم کا گلشن

جلجائیں جو ڈالے ہی کوئی سیکڑوں میں پہول
 رکھتے ہیں یہ خورشید کے مانند کرن پہول
 گرد نہیں ہے چپا کلی کا نو نہیں کرن پہول
 اس گل نے کہا لائی ہے کیا شاخ سمن پہول
 عارض ہیں ترے اور ہی لے رشک چمن پہول
 کیا جانے کہلائے گا ابھی کیا دہن پہول
 پتے ہیں زمرد کے تو ہیرے کے کرن پہول
 ہر وقت ترو تازہ نہیں غیر سخن پہول

۲۵

غربت میں ماحین ہی تو لطف نہ آیا
 سچ کہتے ہیں اے عشق کہ ہے خار و طن پہول

۲۴۳

واسطے اس گل کے لیکر آئے ہیں غیار گل
 لا کہ تم باندہ ہو ہو اے یاس و حرامی مال
 اے گل خوبی سہارا عشق لاتا اور رنگ
 میرے دل کو دیکھئے رکھتا ہے دافو کا چمن
 وعدہ کی شب یاس اور امید میں شمع جلتا
 یادہ گوئی سے عدو کی کیا گٹھے میرا فروغ
 خار سے بھی پہول کو کم سچوں کا تھکا آئیں اگر
 خون روئی ہے خزا نہیں ایک رت عنایب
 عاشقو نکلی اکلمہ کے تل کا اگر تھکے تیل
 ہم سے خوش قسمت بلغ دہر میں بس کہیں

کھٹکیں آنکھوں میں ہماری کیوں نہ مثل خار گل
 میری شمع شوق ہو نیکی نہیں زہار گل
 ہوتے تجھے باغ عالم میں اگر دو چار گل
 کائنات ناز بیل ہیں فقط دو چار گل
 ہو گئی سو بار روشن ہو گئی سو بار گل
 ایسی پہو کوں سے نہو گی شمع یہ زہار گل
 تیرے چلوں کے مجھے لے آتشیں بخسار گل
 جب کہیں فصل بہاری میں کھلے ہیں چار گل
 یہ چراغ حسن پہ تیرا نہواے یار گل
 سال بہر میں تو دکھاتے ہیں اسے دیدار گل

بیک رہے ہیں جا بجا آکر سر بازار گل
 بو جتی بلبل کہاں ہوتا نہ گرزوار گل
 چہرہ گئے میرے کلیجے میں برنگ خار گل
 بڑکے کانٹوں سے جوئے ہیں باعث آزار گل
 کیا خبر تھی یہ کہلائی گئے ترے خسار گل
 کچھ کہلا یا جاہتے ہیں آپ کے بیمار گل
 اسنے دو کترے گلستا نہیں دم رفتار گل
 کاٹ لے پروانہ شمع نزم کا یکبار گل
 تیرے کوچے کے کہلائی گئے درو دیوار گل
 کراٹھے فریاد مثل بلبل گلزار گل
 بیٹھے ہیں پنے ہوئے کیا موتیوں کے مار گل
 باغ میں رہتا جو بلبل کی طرح منقار گل
 قبر بلبل پر چڑھا جا کر کبھی دو چار گل
 ہے سر گلچین پہ جب زینت دستار گل

کستور گلچیں کے ہاتھوں انیہ ٹوٹا ہے تم
 قد و ساری زر کی ہے جب نہیں کچھ ہی نہیں
 بے ترے سرچن سے جانیر ہی بن گئی
 ہجر کی شب لوٹتا ہوں بستر گل پر ہی میں
 غیر کے ہوس کے آتے ہیں نظر جھکو نشان
 رنگ اک آئینے اک جاہتے حالت غیر ہے
 شگلی نقش قدم کی طرح بلبل دیکھ کر
 صورت بلبل اگر منقار اسکو بھی ملے
 رنگ لا کر ہی رہے گا میرا یہ سر چھوڑنا
 اے گل ناز و نراکت دیکھ لے تیرا جو رنگ
 واہ اے شبنم عجب ہے گوہر افشانی تری
 بڑکے کانٹوں سے یہ کراہ دست گلچیں کو فکا
 مول لے گلچیں لگے ہاتھوں ثواب عاقبت
 عرش کی لانے لگا ہے نالہ بلبل خبر

۳۳

رنگ لا کر ہی رہیں گے عشق پائے خوبیاں
 وادی وحشت کے بنجائیں گے سارے خار گل

۳۳۴

کہہ لے بارہ صبا ہوش سنبھالے بلبل
 ڈال دینگے یہ زبان تری چالے بلبل
 بڑنجائے کسی صیاد کے پالے بلبل
 پہرے جان کے پڑ جائیں گے لالے بلبل

بیو قاتل ہے بڑے اسکے نہ پالے بلبل
 گرم سطح کے تو کہنہ بیخ نہ نالے بلبل
 باغ میں پہرتی ہے پر پر نہ نکالے بلبل
 کوئی صیاد جس لیگا یہ نالے بلبل

یہی تاکید ہے اب کوئی نہ پالے بلبل
 ہوتی رکھو الی اگر تیرے حوالے بلبل
 منہ سے اپنے کوئی کلمہ نہ نکالے بلبل
 سارے ارمان لیکھا زکالے بلبل
 خاک صیاد کو یا تو نہیں لگالے بلبل
 فصل گل میں ہیں تے ڈھنگ لالے بلبل
 دل دکھا دیتے ہیں میرا ترے نالے بلبل
 مخبری کر کے رہیں گے ترے نالے بلبل
 گل سمجھو وہیں آنکھوں سے نکالے بلبل
 ہنسانے کی ابھی طرح نہ ڈالے بلبل
 پھول کو اپنے گلچے میں چپالے بلبل
 کسے روکے کسے تھامے کسے ڈالے بلبل
 گل سنبھلنے کے نہیں تیرے سنبھالے بلبل
 خوب گلچہرے گلتا نہیں اڑالے بلبل
 کر لے دل کہو لکے گلزار میں نالے بلبل
 آپ اپنے کو کرے اسکے حوالے بلبل
 زور بازو سے قفس توڑ نہ ڈالے بلبل
 چارون تو بھی یہاں رنگ جالے بلبل

اس قدر نام سے عاشق کے ہے چڑاس گل کو
 آتا گلشن میں نہ گلچیں نہ پھٹکا صیاد
 آرزو دام و قفس سے ہے رہائی کی اگر
 یہ فضا گل نہیں رہنے کی جو آئیگی خزاں
 بات اسکی سمجھتی ہے نہ وہ اسکا سخن
 پھولی بہرتی ہے ہر اک شاخ پہ پھولوں کی طرح
 سچ بتا نہیں یہ تاثیر کہاں سے آئی
 چشم صیاد سے تو لاکھ چپے کیا حاصل
 اے گل تر ترے منہ کا جو طے اسکو اکال
 ہر طرف باغیں ہے آتش گل بھڑکی ہوئی
 چشم گلچیں سے جو منظور چپا رکھنا ہے
 آفت و قہر میں صیاد و خزان و گلچیں
 آگے اس گل کے یہ ہر آنکھ سے گر جائینگے
 مفت کا مال زر گل کے خزانوں کو سمجھ
 بوجھ دکھاترے ہو جائیگا اس سے ہلکا
 باغیں آئے جو صیاد گل اندام مرا
 دیکھ بہال چمی طرح چاہیے اسکی صیاد
 باغلی ہے یہ بہار گل و ریحاں نیرنگ

عشق بے یار پئے سیر حن کیا جاؤں
 یہ تو امید نہیں رنج بٹالے بلبل

حجاب بیجا ہے وصل کی سب نہ منہ سے رکھو لگا کے آنچل
 مرا تو دم ہی بجھ رہا ہے دکھاؤ چہرہ ہٹا کے آنچل
 کہیں نہ ہو جائے تم کو سایہ کہ اب ہیں یہ دنوں وقت ملتے
 نہ آؤ زیرِ فلک کیلے سر ذرا سار کہہ لو اٹھا کے آنچل
 ہوئے ہوا مادہ قتل پر جب سینہا لو خنجر نہ ہار دہمبت
 چڑھاؤ جلدی سے آستینیں مکر سے باندھو اٹھا کے آنچل
 کسی کی محفل میں بے محایا خفیت ناحق ہوا ہوں جا کر
 وہ دیتے تعظیم تجھ کو مگر عدو تھا بیٹھا دبا کے آنچل
 سنہ ہی کرتے ہیں مدتوں سے بیان تجلی طور کا ہم
 ہماری آنکھیں بھی منتظر ہیں دکھاؤ چہرہ اٹھا کے آنچل
 ہمارے دست ہوس کو یارب کہی تو حاصل یہ دسترس ہو
 کسی کے بند قبا کو کولے اٹھا کے پردہ ہٹا کے آنچل
 ملیں نہ ہیات ہاتھ کیوں ہم کریں نہ افسوس عمر ہر کیوں
 وہ ہاتھ اگر نکل گیا ہے بجا کے دامن چٹا کے آنچل
 نہ کیوں ہو عالم کو صاف دھوکا کہ چمکی بادل سے ایک بجلی
 وہ منہ سے اپنے بعد نزاکت اٹھاے جب مسکرا کے آنچل
 کرو نہیں تعریف و خست رز کی مجال میری کہاں ہے اتنی
 یہ پاک دامن ہے ایسی زاہد نماز پڑھتے بجا کے آنچل
 تجھی پہ پہنتی ہے جامہ زریں تجھی سے زینت لباس کی ہے
 قیامت انگلیا غضب کی کرتی ستم روپٹہ بلا کے آنچل

نہیں مجھ سے عشق کا گھر رہو سو تم بلا تکلف
لحاظ کس کا ہے کھل کے بیٹھو ہڑا کے زانو اٹھا کے آنکھیں

ہمارے کام کا یا رب نہا دل
کسی کو کیا جو اس بت کو دیا دل
نہ مقتل تہا نہ یہ قاتل کا کوچہ
کھیں ٹوٹا ہوا جو سا غریبا
خوشی منظور تھی ایسی کسی کی
کہاں کا یہ تغافل ہے ستم گر
جو اسے ترش ہو کر گالیاں دیں
نہ پڑتے جان کے اسطرح لالے
جگہ کرنا ہے پیدا دلیں تیرے
ذرا تو دل میں سوچو منصفی سے
رہیں دل ہی کی دلیں سب انگلیں
مجی تھی اور ہی کچھ دل میں ناصح
بلا تھی یا قیامت ہجر کی شب
بنائے کیوں نہ تو بڑ بڑ کے باتیں
نکھل سے ستم سہتا ہوں انکے
مرے کانوں نے یہ ہائی قیامت
تصور کا ہو نہیں ممنوں احسان
مجھے پر مل گیا دنیا میں سب کچھ

اسی سے تو بتوں کو دیدیا دل
مری مری مری خواہش مراد دل
مرے پہلو میں کیوں ترپا کیا دل
اٹھا لائے سمجھکر وہ مراد دل
کہ بے مانگے اٹھا کر دیدیا دل
ستم کو بھی ترے ترسا کیا دل
لب شیریں سے کٹھا ہو گیا دل
مرے بس میں اگر ہوتا مراد دل
عدو کی بات ہے گویا مراد دل
مریجاں بیوفا ہیں آپ یا دل
جوانی ہی میں اپنا بچہ گیا دل
ترمی باتوں پہ کب میرا جاد دل
کہ حبکو دیکھ کر تھرا اٹھا دل
ترے قابو میں ہے ناصح ترا دل
مرے لے لیکے دکھتا ہے مراد دل
ہوا نادیدہ انیر مبتلا دل
بنا ہے اس حسین کا گھر مراد دل
مرے دلے اگر اکلا ملا دل

محبت میں جگر میرا مراد دل بتونکود دیکھتے ہی آگیا دل مرے قابو میں کب آیا مراد دل مرادیراں مرا اچڑا ہوا دل نہ لائے جان بر کوئی بلا دل محبت میں نہ دم پر کھیتا دل	کہاں سے لایا گیا اینٹوخ کوئی مری تعمیر کیا اسمیں الہی نہ آیا یار تو اس کا گلہ کیا ترے اک دم سے ہے آباد انغم لگا ہے خوف اسکا عاشقی میں جو اس بازی کے حاصل کو سمجھتا	
۱۸	نہیں انجام الفت عشق اچھا کئے کا اپنے پائیگا مزا دل	۲۴۷
یہ ایک دل تو کیا ہے صدق ہزار دل مینے کہا پکار کے بے اختیار دل سنا نہیں ہے ایک مری بقرار دل لاؤں کہا نے نذر کو میں بار بار دل آیا انہیں پسند مراد اغدار دل مایوس کیوں ابھی سے ہے امیدوار دل پر فلک کا عشق میں ہے بیقرار دل اک عمر سے ہے طالب دیدار دل اک جان زار رکھتے ہیں اک بقرار دل ہمت نہ چھوڑ عاشق مضطر نہ ہار دل روسے نہ ڈھڑکیں مار کے کیوں بار بار دل امید سے ذرا بھی نہو ہمکنار دل	تجھے مجھے عزیز نہیں زینہار دل قاتل نے جب کہا کہ ہے شتاق قتل کون اے میرجاں اسکو تسلی تم آکے دو لے چشم یار تو ہی بتا میں ترے نثار کیونکر نہ اپنے عیب پہ ہو مجھکو فخر و ناز وعدہ تو روز حشر کا ہے حشر دور ہے دیکھا طپاں جو برق کو اس شوخ نے کہا یار بیا ہو حشر کہیں کبتک انتظا ہے اپنی کائنات یہی کائنات میں آسان ہوگی عشق کی مشکل بھی صبر کر دیکھا ہے اسکو سوگ نشیں مرگ غیر سے مایوسیوں کا ہے یہ تقاضا شب و راق	

دیکھا جو اس پری کو تو دیوانہ بن گیا مٹی میں کچھ چپا کے وہ کہتے ہیں نانہ سے کیا کہنے ہے حسینو نکا اندازہ لے کر لے آرزوے یار سہیل کے ادھر کو آ اکسار ہے محکوم یہ کہہ کہہ کے میرا شوق	مطلب کا اپنے ہے یہ بڑا ہوشیار دل پایا ہے آج پہنے سر رہ گذر دل کبخت آہی جاتا ہے بے اختیار دل پہلو میں اپنے رکھتا ہے برق شرار دل جا کر قمار خانہ الفت میں ہار دل
--	--

اے عشق ہو گیا ہے یہ تیری عجب کو کیا
دیتا ہے یوں کسی کو کوئی اکیلا ر دل

۲۱

رولف میس

۲۴۸

نکلے وحشت میں جو اپنے گھر سے ہم وہ روادار اب نہیں اک بات کا کعبہ و بتخانہ میں رکھا ہے کیا کیا ہوا ساقی کے فیض عام کو دست قاتل ہے اگر نازک تو کیا راز داری عاشقی میں شرط ہے ہوگی جب تک شیشہ و خم میں شراب فطرتی ہے شوق بے طفلی میں ہی رو برو ہوتا نہ وہ کافر اگر دیکھنا اے شیخ اپنے ظرف کی حشر میں موقع اگر مل جائیگا	رہ گئے ٹکڑے کے تیرے در سے ہم کام آئے جبکے مال و زر سے ہم پھوٹتے ہیں مفت سر پہ سے ہم رہ گئے محروم کیوں ساغر سے ہم کاٹ لینگے خود گلا خنجر سے ہم کیا کہیں اب داور محشر سے ہم ہاتھ اٹھانے کے نہیں ساغر سے ہم کیسے تھے شیشہ و ساغر سے ہم دلکی کہتے داور محشر سے ہم داد لیں گے چشمہ کو تر سے ہم فیصلہ کر لیں گے اس کافر سے ہم
--	---

جائیں کون مھو کو اپنے گھر سے ہم چھوڑتے ہیں جب اسے نشتر سے ہم چاک کرتے ہیں اسے خنجر سے ہم اب نہ اٹھیں گے کوئی اس در سے ہم کیوں کھٹکتے ہیں اسے نشتر سے ہم ضعف میں اٹھیں بھی تو تبر سے ہم تاڑ جاتے ہیں ترے تیور سے ہم تنگ کر اپنے دردِ دوسرے ہم چپکے نکلے تھے عدو کے گھر سے ہم	کیا یہاں سامانِ وحشت کم ہے کچھ راگ لاتی ہے رگ سودا نیا دیکھ لو اچھی طرح جو دل میں ہے خاک ہو کر خاک میں مل جائیگی آسمان بھی بن گیا کیا آبلہ خدا اچھی ہے تو زاہد کیا کریں اک نظر میں ترے دل کی بات کو چارہ جو سنگ درجہاں سے ہیں سچ ہے تھے آپ اپنے گھر میں راگو
۱۴	۲۴۹
عجب شریر ہو بیباک ہو بلا کے تم جنابِ شیخ سزاوار ہو سزا کے تم عجیب شخص ہو قابل نہیں قضا کے تم جو شایق ایسے نظر آتے ہو جفا کے تم کہ آتش ہو فقط اپنے مدعا کے تم اس ابتداء ہی میں ہو شوخ انتہا کے تم کہا نے ڈھنگ یہ سیکھے ہو التجا کے تم کہو سنو نہیں کچھ سامنے خدا کے تم جو ہم وفا کے ہیں عاری تو ہو جفا کے تم	نہیں ذرا بھی جو قابل مری وفا کے تم گناہ بڑے نہیں کوئی بیگناہی سے گلا ادا کا جو کرتا ہوں سکے کتے ہیں مری وفا کا مگر امتحان ہے منظور ہوا ہے تجربہ یہ ہم کو دل سی شے کہو کر ادا شباب کی نام خدا ہے طفلی میں عدو کے نام سے بوسہ جو مانگا انے کہا بہانہ بے دہنی کا ہے روزِ حشر بہت طبیعتوں نے کیا ہے ہمیں تمہیں مشاق

عدو کی اسکو ضرورت نہیں جہاں میں بہر وفا کر نیکا کوئی غیر کس بہر سے پر یہ داد خواہوں سے دیکھا نہ جائیگا کہ شب وصال لپیٹ کر کسی سے کہتا ہوں	بنو جو دوست کسی اپنے آشتا کے تم جو قدر داں نہ بنو مجھ سے آشتا کے تم کہ آؤ حشر کے دن سامنے خدا کے تم کہ اب تو ہو گئے قابل مری دعا کے تم
۲۵۰	غم فراق سے جیتے بچے جو ہم اس عشق کہا یہ اتنے کہ ہو سخت جاں بلاء کے تم
جوانے دل ہوا ہی سے نظر بچا کر تم جو امتحان سے ڈر جاؤں بواہوس تو نہیں زانہ دار مکافات ہے خدا عادل خدا وہ روز کرے اور وہ گھڑی لائے عدو میں مجھیں ہے بیکار صلح کی کوشش یہ کون رسم ہے اسے مہرباں شب وعدہ کو نگاہ قبر پر آنیکو تو شرارت سے	خدا ہی جانے کہ کیا ہو گئے آگے جا کر تم عدو سے کہتے ہو بہر کیوں مجھے سنا کر تم نہ پاؤ گے کبھی راحت مجھے سنا کر تم کہ منتوں سے ہمیں لے چلو منا کر تم بجھاتے پھرتے ہو کیوں آگ اب لگا کر تم عدو کو لائے ہو ہمراہ کیوں لگا کر تم کرد گے بس نہ مری خاک بھی اڑا کر تم
۲۵۱	شب وصال غضب ہے یہ انکا کہنا عشق ساتے کیوں ہو مجھے اپنے گھر بلا کر تم
انہیں ہماری محبت ابھی نہیں معلوم لگاؤ بیٹھے ہیں دشمن سے دل وہ بے سمجھے سنہے مینے کہ لاتا ہے انکا خطا قاصد ہوئی ہے میری ملاقات آج پہلے پہل دل اپنا شیفہ ہے صرف اچھی موڑ کا	ہوئی ہے دل کی جو حالت ابھی نہیں معلوم مگر وفا کی حقیقت ابھی نہیں معلوم مگر نوشتہ قسمت ابھی نہیں معلوم کچھ انکا رنگ طبیعت ابھی نہیں معلوم اسے حسینوں کی سیرت ابھی نہیں معلوم

مگر کہا آئے قیامت ابھی نہیں معلوم
 کہ ہر سو حشیم حنایت ابھی نہیں معلوم
 انہیں ہماری ضرورت ابھی نہیں معلوم
 ہمیں حقیقت جنت ابھی نہیں معلوم
 بری ہے اچھی ہے نیت ابھی نہیں معلوم
 شراب کی انہیں لذت ابھی نہیں معلوم
 کہاں ہے میری بضاعت ابھی نہیں معلوم
 جو اسکی ہوتی ہے قیمت ابھی نہیں معلوم
 جو آنیوالی ہے آفت ابھی نہیں معلوم
 اسے کوشمہ رحمت ابھی نہیں معلوم
 اڑی ہوئی ہے جو شہرت ابھی نہیں معلوم

کیا ہے وعدہ تو اس بیوفانے ملنے کا
 اوہ ہر وعدہ ہے اوہ ہم میں منتظرانکے
 شبابیں بھی وہی بچپنے کی باتیں ہیں
 سنا کر کرتے ہیں زائد سے لے کر صف
 نہ آئے رو بروئے شیخ دخت رز ساقی
 زباں چاٹتے رہ جائیں گے پس گے جو شیخ
 ادا نے انکے لیا ہے کہ ناز نے دل کو
 وہ ایک بوسہ پہلے لگو گراں سمجھتے ہیں
 شرب ذوق سرشام ہی سے ہوں مضطر
 نہ کیوں گناہ سے ہوا حشر از زائد کو
 وہ اپنے جن کو سمجھ ہوئے ہیں پردہ میں

۱۷

بنی ہے جانہ آغاز عشق ہی میں عشق
 مال کار کی صورت ابھی نہیں معلوم

۲۵۲

کیا حوصلہ واہ کر گئے ہم
 کھٹکا جو ہوا ٹھہر گئے ہم
 حسرت ہی میں تیرے مر گئے ہم
 بہا گے بہا گے جدہ مر گئے ہم
 کچھ روز یہاں ٹھہر گئے ہم
 معلوم نہیں کہ ہر گئے ہم
 غصے سے ترے جو ڈر گئے ہم

بے آئی کسی پہ مر گئے ہم
 ڈر تمارہ عشق میں بہر گام
 اپنا نہوا تو اسے ستم گر
 بیچا چوڑا نہ بخت بدے
 دل خواہ جو تہی سرائے ہستی
 اللہ ری بے خودی جو نہیں
 پھر کر چکے عاشقی مر بجاں

امید نے روکی یا س کی راہ کیا بات تمہاری بات کی ہے کیا شرم گندہ ہے روز محشر کیا حسن کے پردے میں قضا تھی بھٹکے یہ کسی کی جستجو میں اس شوخ کو دیکھ جان سی ٹھہ خفت کے سوا ہوا نہ حاصل اچا کہ برا جان میں آکر وعدہ نہ وفا ہوا جو کل کا	چل بنے کو تھے ٹہر گئے ہم وعدہ کر کے مکر گئے ہم پانی میں مکر مکر گئے ہم کیوں دیکھ کے انکو مر گئے ہم سوا بارعدو کے گھر گئے ہم عشاق میں نام کر گئے ہم جانا نہ تھا انکے گھر گئے ہم جو ہو سکا ہم سے کر گئے ہم سن لو گے یہ تم کہ مر گئے ہم
---	--

۱۹	اے عشق بے نگاہ جاناں ہدیہ لیکر جگر گئے ہم	۲۵۳
----	--	-----

یہ کون کہتا ہے عاشقوں سے تم کے بدلے وفا کرو تم
فقط تغافل کی ہے شکایت یہی اس نے کیا کرو تم
کرم کرو یا جفا کرو تم وفا کرو یا دفا کرو تم
تمہاری مرضی خوشی تمہاری جوجی میں آئے کیا کرو تم
نہ باز آئینگے عاشقی سے دیا ہے جیل تو جلن بھی دینگے
ہزار ہم پرستم کرو تم ہزار ہم پر جفا کرو تم
نجال کیا ہے کہاں ہے قدرت زباں ملاے جو کوئی تم سے
تمہارے منہ کو ہے کس نے پکڑا جو جیسے آئے کہا کرو تم
تمہیں ہے میرا وہ بخت خفتہ جو شوہر کہنیسے چونک اٹھے

ہزار فتنے اٹھائے دیکھو ہزار محشر بپا کرو تم
 تمہارے کشتے نہ سر اٹھائیں نہ کھوج پیدا ہو مرنے کا
 تمہاری چالیں تو ہیں قیامت سمجھ کے محشر بپا کرو تم
 وہ ہم سے کہتے ہیں قتل کر کے کیا سبکدوش تم کو ہم سے
 ہمارا احسان دلے مانو ہمارے حق میں دعا کرو تم
 دکھا کے اس بت کی آستان کو یہ ہم سے کہتے ہیں حضرت دل
 یہی ہے قبلہ یہی ہے کعبہ ادھر ہی سجدہ کیا کرو تم
 غضب خدا کا یہ کیا تم ہے نئی شرارت ہے تازہ شر ہے
 ہمیں تو دشنام ہی نہ دو تم عدو کو بوسہ عطا کرو تم
 عدو کو اسکی خبر ہی کیا ہے وہ خاک اسکو بیان کر گیا
 ہمارا قصہ اگر سنو تم ہمارے منہ سے سنا کرو تم
 کہا جو ہم نے کہ ہجر میں ہم تپ جدائی سے جل رہے ہیں
 کہا بلا سے مجھے غرض کیا جو جل رہے ہو جلا کرو تم
 اتارو برقعہ نقاب کو لو ہمارے پہلو میں کھلے بیٹھو
 لحاظ بیجا ہے وصل کی شب نہ ہم سے اتنی حیا کرو تم
 ہمارے مرنے میں کیا رہا ہے کہ دم ہی آنکھوں میں آگیا ہے
 کہے خدا را یہ کوئی ان سے شباب وعدہ وفا کرو تم
 تمہارے قدموں کی آرزو میں بچے ہی جاتے ہیں یہ وہ دل
 ہماری آنکھوں میں گھر کرو تم ہمارے دلیں رہا کرو تم
 اسی میں غرت ہے اور راحت یہی ہے ہم دیار الفت

ذلیل ہو ہو کے حضرت دل خراب خستہ بہر اگر دو تم
 دکھا کے محراب تیغ ہم سے کہا یہ اسنے بچشم و ابرو
 حضور دل سے جھکا کے گردن نماز حاجت ادا کرو تم
 عدد کے آگے نہ گالیاں دو سنبھالو منہ بسن یاں رو کو
 سنا ظاہر ہی اٹھا کے آخر جواب کچھ دیں تو کیا کرو تم
 جناب قادر تمہیں ہے قدرت دریغ ہمسے کرو نہ ہمت
 ہماری امداد چاہو حق سے ہمارے حق میں دعا کرو تم

۲۵۴	دہی ہے جس عشق دینے والا دہی ہے حاجت رواے علم اسی سے مانگو اسی سے چاہو اسی سے ایسا بجا کرو تم	۱۲
-----	---	----

دہر میں مجسا بھی ہو گا عاشق ناکام کم اضطراب بدل رہا ہے ابتدائے عشقیں جان میری نکلیگی سننے ہی فردہ وصل کا گہات میں صیاد بیٹھا تھا کہ بیٹی تھی جل نخل بار و غنچہ و گل ہیں یہ باغ حسن کے لیکے وہ دل چرا کر کا دشوں سے ہم بچے عشق کے آئے ہی ملیں ایک بہا کر ٹوٹ گئی ہفت اقلیم جہان کی واقفیت پہنچ ہے تو وہ دریا دل ہے ایسا قی وہ عالی منزلت خام کار و نچی طبیعت میں کجی ہے فطرتی ازل دیوانہ مثل حواس خمسہ کرو	سایہ سے کرتے ہیں میرے راحت آرام دم مان میری صبر کروم لے جگر کو تمام بھرم لائیگا میرے لئے اس شوخ کا پیغام غم بلبل شیدا کا نکلا دیکھتے ہی دام دم قد بالا سبب غنچ عارض گلغام فرم سستے چوٹے چین پایا ہو گیا اک کام کم کر گئے صبر و قرار و راحت و آرام رم جب نہ معلوم اپنے حال کا انجام بھرم تیرے دروازے کی مانگے بیک لیکر جام بھرم سو کہہ کر پدا کرے کیونکر نہ چوب خام خم صبر و سکین قرار و راحت و آرام رم
---	--

بعد مردن ہی نہ ہو لیگا نبخ عشق عزیز
قبر میں پھر تادہ بیگانیہ ترلا مدام دم



۲۵۵ ردیف نون ۱۰

الہی ظاہر و باطن رہو نہیں مجھ مدحت میں
نکھو عین حق ہے اور حق عین محمد ہے
جسکی جاتی ہے گردن خود بخود کیوں اہل ایمانی
یہی ہے مقصد اصلی خدا کا محشر عالم سے
کبھی ممکن نہیں مثل محمد کوئی پیدا ہو
بے جنت ہی جیتے جی تو لیکر کیا کرے کوئی
شرف دیکھو گنہگار ان امت کا سر محشر
فرشتے امت امی سے محکوم خود سمجھ لیں گے
غزل سے بے سبب ایمین نہیں فصول ترا گلشن
زباں ہو ذکر حضرت میں تو دل پہیا حضرت میں
عیاں وحدت کثرت یہاں کثرت وحدت میں
مگر ہے ذکر اربے بنی سجدے کی آیت میں
کہ دیدار محمد سب کو حاصل ہو قیامت میں
یہ مانا نہیں سب کچھ ہے خدا کے دست قدرت میں
شرف کو نین کے حاصل میں شرب کی زیاہ میں
جو ڈوبے شرم عصیاں تو ڈوبے بحر رحمت میں
نہو نگاہی اگر میں کچھ جو اصناف تربت میں
بہار و شربت غیر ہے مگر گلزار جنت میں

۲۵۶ بحق نہایت یارب مدد کر عشق معزوں کی
کہ ہے رنج و غم و اندوہ حیران مصیبت میں ۱۲

بسر کی زندگی مرمو کے پہننے جسکی فرقتیں
سیاں ہو آشکارا سر وحدت و رزق کثرت میں
خیال یار کو شکوہ ہے مجھے جوش و شہت میں
اگلی ہیں چہیت انگہیں انتظار راہ طلعت میں
ادھر رحمت ادھر عیاں پڑے ہیں ہم مصیبت میں
قیامت بنکے اسکی یاد لے کیوں نہ تربت میں
زباں پیدا اگر ہو جائے انگشت شہادت میں
کہ آوارہ کیا محکوم ہی تو نے دشت غربت میں
نئی صورت کچھ دور وزن یہ پیدا ہو گئے چہیت میں
نرہ نکلتے ہیں دوزخ میں نہ جاسکتے ہیں جنت میں

کہ وہ شکوہ مکر میں خیاالت کی امانت میں
ترہی بھرا کا مضمون ہے سجد کی آیت میں
کہ چالے سنگے میں سخت تہر دشت وشت میں
نہیں معلوم کیا لکھا ہوا ہے میری سمت میں
ترہی ہی بات سن لو لگا کبھی ایشیج فرصت میں
مزا ہے دوستی کا دور کی صاحب سکا میں
مشکل زاہد مکار محراب عبادت میں
ہماری ناتوانی بڑھ گئی تم سے نزاکت میں
جہاں ہے جلوہ معنی بتو کی اچھی صورت میں

نہم جاناں ہی میں کھلتے ہیں دیا ہوں فتنیں
بنے کعبہ سنگ آستانہ تیرے قائم ہے
رکیں دیوانہ صرصر قدم کاٹو سے اب کیونکر
نہیں وعدہ جیتو نکلامید و بیم سے خالی
ابھی تو شغل ہے میں ہوں ٹھہرا ہوش آنے
ہمارا پاس خاطر اکتو کھو ہے لحاظ انکا
ترہی نگہیں ہیں کافر زرا بردھانتے ہیں ہم
تصو میں تم آئے ہو مگر ہم نہیں سکتے
خدا چشم بصیرت ہے تو غمی ہی بیکار اٹھے

۱۲

مدد کو یا علی مشکل کشا بہر خدا پہنچو
اگر ہے دست فلک عشق آفتیں مصیبت میں

۲۵۴

درد ہے میرا میرا طیف سید شہ برہان الدین
ایکھا خام ایکھا بند اسید شہ برہان الدین
بہر بی و خالق یکتا سید شہ برہان الدین
اے مرے مولائے مرے آقا سید شہ برہان الدین
تمارے کیا طالب حق سید شہ برہان الدین
تو ہے مرا سر تو ہے سراپا سید شہ برہان الدین
سب ہے اعلیٰ ربہ والا سید شہ برہان الدین
نکو ہی دیکھا نکو ہی پایا سید شہ برہان الدین
پیر ہے میرا پیر ہے میرا سید شہ برہان الدین

نام تمہارا ذکر تمہارا سید شہ برہان الدین
دست عدد سے سخت زبوں ظلم فلک سے چیراں
غمے پریشان دل ہے میرا واد کو کچھ تو سکین دو
آپے بڑھ کر امن ماو ادونوں جہاں کوئی نہیں
عارف کامل انہیں اصل عالم فاضل بلدی خلق
محو عبادت صرف ریاضت مہرباوت نور خدا
تو ہے معظّم تو ہے مکرم ذات تیری قبلہ دین
جان شریعت روح حقیقت حامی دین مغیر
مرشد کامل رہبر رجب سب افضل بہتر خلق

لے لے ہادی لے لے مرشد جلد ہو حال بقصد دل تیری کرامت تیرے تعریف کیڑوں کیسے ہی میں	صبر کا جکواب نہیں یا راسد شہ برہان الدین جلد روا ہو مقصد میرا سید شہ برہان الدین
۲۵۸	تیرا گدہوں میں جو صد ادوں درگتھی سے صاف ہو عشق سدا را عشق سدا را سید شہ برہان الدین
۱۰	
سلامی قیامت کا سامان سے نہیں گرفتار عابد ہیں رنج و محن میں خبر کوئی نائی نہ بابا ہی آئے ملی حرم کو کونین کی بادشاہی رفاقت کسی کی نہ چوڑی کسی نے کیا صبر کچھ منہ سے شہ کے نہ نکلا میتھی کا روتی ہے رونا سکینہ گل دوستان شہادت کے غم سے ملا شہ کو گو تین دن تک نہ پانی	جدائی کی ٹھہری ہے بہائی بہن میں کہہ ہے طوق گردن میں بازو رسن میں یکہمتی تھی رہ رہ کے صفا وطن میں غلامی شاہ زمین و زمین میں بند ہے تیرے بہتر گلے اک رسن میں مصیبت میں آفتیں رنج و محن میں خیال امام زمیں و زمین میں جگر خون ہے ہر گلی کا چین میں دبان شکر خالق سے تر تھی دہن میں
۲۵۹	اسی کے لئے عشق عیش ابد ہے رہے جو غراے حسین و حسن میں
۲۲	
اکیار ہاتھ غم سے مجھ حیراں میں کیسے کیسے مٹ گئے ارمان میں یاد آئی ہے فرے کی ایک بات عاشق ناکام نے دی اپنی جان میں ہوں یاد دشمن ہو یا کوئی بھی ہو	تم جو آئے جان آئی جان میں چلکے دیکھو سیر گورستان میں منہ اوہر لاؤ کوئی ننگا کان میں آرزو میں شوق میں ارمان میں کب وہ لاتے ہیں کیکو دہیا نہیں

شک ہے کوئی کچھ نہ دے پائیں
 لیکے خنجر آئے ہیں میدان میں
 ایک ہو تم ہر ادا میں آن میں
 دم نکلیجے اسی ارمان میں
 بعد محشر بتلگئی لبان میں
 کہہ دے جو گئے ترے ایمان میں
 دب گیا جو آپ کے احسان میں
 آنکھ میں لینے میں دلیں جان میں
 چٹکیاں لیجے کسی کی ران میں
 وہ سفینہ آئے کیا طوفان میں
 دیدیا سب کچھ جو تھا امکان میں
 زق کیا انسان میں حیوان میں
 یہ بھی کچھ بیان ہے بیان میں
 پھول لائے کے ہیں یہ گلستان میں
 آگئے ہم نفع کے نقصان میں
 رہ گئی شمشیروں ہی میان میں

وہ گلوری اب نہیں کھاتے کہیں
 تہا زاکت کا جنیں عوی وہ آج
 تم سے بڑھ کر بس خدا کا نام ہے
 آرزوئے وصل یارب کم نہ ہو
 طول کہینچا یہ شب غم نے مری
 فیصلہ ہم چاہتے ہیں تجھے آج
 حشر میں بھی سراٹھائیگا نہ وہ
 ہے تیری دک آرزو کس کس جگہ
 گدگداتی ہے طبیعت بار بار
 نا خدا جس کا خدا خود آپ ہو
 جان دل ایاں دین ہوش خرد
 آدمیت شرط ہے جب یہ نہ ہو
 آجے کل کل سے پرسوں کتے ہو
 دلیں میرے داغ لائے غم نہیں
 عشق میں لینے کے دینے پڑ گئے
 دیکھتے ہی مر گئے قاتل کو ہم

۳۵

دل کا سودا بھی عجب سودا ہے عشق
 نفع کی امید سے نقصان میں

۲۶۰

کاٹے رہ جنوں سر شوریدہ بنے پاؤں
 گر جائے سرو کو چھ جانا نہیں بنے پاؤں

اٹتے نہیں ہیں صوفی بچہ خستہ تن کے پاؤں
 خواہاں چن ہوں نہیں مشتاق بن کے پاؤں

دامن کا قصہ پاک کر لے سب جنوں
 راحت یہ خفتہ بختی کے پاؤں ملی بکھے
 بے دست و پا پٹے ہیں وہ کنج خزار میں
 نقش قدم کی طرح نہ اٹھی کبھی حبس
 اس نو نہال حسن کے قد کشیدہ کو
 تہاے ہوئے تہا دامن ہمت جو ہا تہاے
 دور و درہ فصل گل پر ہے پولا ہوا یہ کچھ
 پامال ہوئی واہ یہ اچھی سزا ملی
 فانوس میں چمکوں کو دیکھا ادھر ادھر
 جاگے نصیب تو یہ ہوئی دست رس نصیب
 ٹکے نہیں زمین پر وہ شوخی سے دیکھا
 ہوتے ہیں ٹھوکر و نہیں تن زار پاشاں
 کوچہ سے میں تھما سے جو جانے کا نام لوں
 مل ڈالے لکڑی پر و نکلے نیچے چین میں پھر
 شیریں نے کچھ ہی قدر نہ کی جوئے شیر کی
 مرہم کی جستجوئے کیا اور بھی دنگار
 غربت میں محکوم کیا ہی سبک بار کر دیا
 اے گل تو پامال نکر ہم کو دیکھ تو
 ہے کچھ تو بات بتکدے کے رہنے والوں نہیں
 وعدہ ہوا ہے آئینا تو فکر ہے مجھے

الجیس نہ اسکے تار و نہیں مجبختہ تن کے پاؤں
 دست جنوں میں سو گئے مجبختہ تن کے پاؤں
 رکھتے تھے مکت زبیں پر جو تن کے پاؤں
 اس آستان پہ جگیا سر میر ابن کے پاؤں
 دیکھا تو بس اکھر گئے سر و چین کے پاؤں
 رہے نہ میستوں پر ذرا کوہن کے پاؤں
 ٹکے نہیں زمین پر مرغ چین کے پاؤں
 باندھے حنائے اس بت گل پر چین کے پاؤں
 سمجھا ہیں پانیوں میں کسی گلابن کے پاؤں
 سونے میں داتا ہوں بت میمن کے پاؤں
 کیا کیا دکھا رہے ہیں چلن یا نگین کے پاؤں
 کرتے ہیں مشق جو یہ اس تیغ زن کے پاؤں
 کو بچوں سے کاٹ ڈالنا مجبختہ تن کے پاؤں
 بلبل جو دیکھ لے غم غنیمت دہن کے پاؤں
 دھوکہ کھینے نہ بھی پئے کوہن کے پاؤں
 شل ہو کے ہاتھ سے گئے مجبختہ تن کے پاؤں
 رکھ لوں اٹھا کے سر پہ نہ کیوں اپزن کے پاؤں
 سب پھول سر پہ رکھتے ہیں مرغ چین کے پاؤں
 کیا بے سبب ہی پوچھتے ہیں برہمن کے پاؤں
 و کہیں نہ مفت میں بت نازک بدن کے پاؤں

یا تو کہے ہیں ہاتھ عقیقہ بین کے پاؤں چھلنی بنے ہیں کانٹوں سے مخمخستہ تن کے پاؤں رکھے گی بہو لکر ہی نہ باہر لگن کے پاؤں گر تیکدے میں پوچھتے بت برہمن کے پاؤں خسر و کا زعم توڑ دیا پیر زن کے پاؤں ٹکے نہیں زمین پر غزال ختن کے پاؤں زاہد کے ہاتھ چوم لئے برہمن کے پاؤں ہسبات ہاتھ آئے ناس گلبدن کے پاؤں کیوں چوستے ہیں ایک غریب لوطن کے پاؤں دوہی قدم پر اپنے ہوئے لاکھ من کے پاؤں آئیں جو ہاتھ اس بت نازک بدن کے پاؤں دوش نبی پہنچے تھے جن بت شکن کے پاؤں	سر تابا ہے کان جو اہر وہ سیم تن کیا خاک خاک چھانو نگارشت خونیں اب خارفتیش ہے شمع تماشے ہزار ہوں اے انقلاب ہر تجھے جب سمجھتے ہم فرہاد فائدہ نہیں سر ہونڈے سے کچھ اس زلف غیرت ہے نسبت جو مشک کو آزردگی کسی کی گوارا نہیں ہمیں دل ہی میں ساری حسرت پاؤں رکھی کانٹوں نے مجھ میں پائی ہے کیا اسی منزلت بہاری کچھ ایسی عشق کی منزل ہے راہ بر رکھ لوں اٹھا کے میں بسر و دوش شوئے کافی ہیں دستگیرئی عالم کو اسکے ہاتھ
---	--

۲۰ لے عشق سے زیں سر ایا ہے سنگ لاخ کسطح و کبیں جھتے ہیں اہل سخن کے پاؤں	۲۶۱ بارخا سے کیوں نہ نہیں لاکھ من کے پاؤں آتے ہی خطا کے صاف نکل بہاگی سادگی ستانہ وار پہرتی ہے فصل بہار میں کرتا ہے سید ہے سادہ ہونے ہی کھردی فلک جلفے کے بعد ہی ہے انہیں حسرت وصال دست نبوہے تمامے ہوئے ہاتھ ساقیا
---	---

جیراں ہوں دیکھ کر کہ یہ چلتی ہے کس طرح اغیار کو جگہ نہ دے اپنی گلی میں تو اٹتے نہیں قدم نور گزرتے ہیں اڑیاں کوتاہ بخل چرخ سے ہنکو ملا کفن ہر رنگ لال یار نہ ہاتھ آیا ایک لال غربت میں لی کسی نے نہ اگر مر سی خبر بیٹھا تھا غیر لگ گئی تلواروں سے میرے آگ ایشخ ترکا دیوں آنکھیں بچاؤں گا آیا ہے لیکہ نامہ شوقیہ دور سے کرتا ہوں قصداً اٹنے کا جب کوئے یار سے صحرانوردیوں سے اوٹھا دنگا میں نہ ہاتھ حسرت کے کیوں نہ ہاتھ میں پائمال عشق جاتا ہے دور دور نکال کر زبان سے	ظاہر میں تو نہیں ہیں نسیم چین کے پاؤں لائق نہیں ہیں باغ کے زارع و سخن کے پاؤں ایسی زمیں بکڑتی ہے اہل سخن کے پاؤں پسلا سکیں گے قبر میں کیا خاک تنکے پاؤں اس جستجو میں تھک گئے اہل مین کے پاؤں کیا ایک بار ٹوٹے سب اہل وطن کے پاؤں رکھنا نہ انکی بزم میں مارے جلن کے پاؤں جو مونگا اس طریق سے میں فرش بٹکے پاؤں کیونکر نہ جو حوں قاصد اہل وطن کے پاؤں کیا کیا زمیں بکڑتے ہیں مجھ خستہ تنکے پاؤں ہر چند سو جہ سو جہ کے ہوں لاکھ منکے پاؤں ہندی کے ہاتھ لگ گئے اس گلابن کے پاؤں ہر چند دیکھنے کا نہیں ہیں سخن کے پاؤں
--	--

۱۶	۲۶۳
اے عشق دستیاب اگر روز حشر ہوں	انکھوں پر رکھ لوں بادشہ ذوالمنن کے پاؤں

جستجو نہیں ہیں میرے جگہ وطن میں پاؤں اب پیٹ سے نکالی گئی گلیں چین میں پاؤں نامہ کے جسے نہ کسی روز نہیں پاؤں پسلا کے سوراہوں نریسے کفن میں پاؤں ہونے اگر نہ رہا ہی میرے بدن میں پاؤں	جوش جنوں ہے کیا عجب اپنے کو نہیں پاؤں آمد بہار کی ہے خزاں ہو گئی اخیر میدان رہا ہمیشہ جو انمرد ہی کے ہاتھ آغوش دایہ میرے لئے ہے کنار گور کر دیتا سب کو وقت طواف درتباں
--	---

رکنا ہوں جان بوجہ کہ دامن میں پاؤں
پہنسی میں ہے چنپی ہوئی گردن میں پاؤں
رکھی نہیں زیب پہ بلبل میں پاؤں
دہ غلہ دکھڑا زور کہہ کر فگن میں پاؤں
سین بیٹھے ہوئے میرے وطن میں پاؤں
کھٹے ہیں آپ دیئے دھن میں پاؤں
رکتی ہے ہونک ہونک کے بل میں پاؤں
سیکھیں نظر کا نہ چاہ دقن میں پاؤں
ہم بچہ رہتے توڑ کر اپنے وطن میں پاؤں
کیونکر نکالے تیس نہ دیوانہ پن میں پاؤں

صبا میرے شوق اسیری کو دیکھ تو
چوڑی قید و بند غمت سے کیا کوئی
پہلی ہوئی ہے ایسی روزہ بہار پر
دھوکا ہو صناساق بلوریں پہ شمع کا
دل ہی میں شوق وادی غربت کا رہ گیا
پوچھو نہ عاشقان ازیت پسند کی
بادخزاں کے خوف سے وقت بہار بھی
ڈرتا ہوں دیکھتے ہوئے اس رُئے صاف کو
ہوتی امید مدتی بھی جو بے تلاش
آزادیاں جنوں کی بدولت ملیں اسے

۲۱

کتنے ہیں عشق کے غزل مجھ سے آشنا
اچھے لگائے آپ یہ بحر سخن میں پاؤں

۲۶۳

چمڑے نشتر کی طرح آٹھ پیر کرتے ہیں
اس طرح روز کو شب شب کو سحر کرتے ہیں
دیکھ کر سر معرکہ عشق کو سر کرتے ہیں
مفت وہ اپنا زبان اپنا فر کرتے ہیں
سینہ دل ہدف تیر نظر کرتے ہیں
حشر بربادہ سر راگنڈر کرتے ہیں
خوف کس کا ہت جو چپ چپکے نظر کرتے ہیں
وہ جو غصے سے بھی دشمن پہ نظر کرتے ہیں

اور کیا خار غم سہجہ اتر کرتے ہیں
تذکرہ آپ کا ہم آٹھ پیر کرتے ہیں
جان نثاران وفا خوب ہنر کرتے ہیں
صرف جو سیم تنوں کیلئے زکر کرتے ہیں
ہم سا جاننا ز محبت بھی نہ دیکھا ہوگا
اس قیامت کا تو دیکھا نہیں انداز خرام
آپ کا مال ہے لیجا یئے دل حاضر ہے
ریشک تو دیکھو کہ دیکھا نہیں جاتا مجھے

وہ فرشتہ نے نہوگا جو بشر کہتے ہیں
 ہو یا وعدہ بھی کسی دن وہ اگر کرتے ہیں
 دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں وہ گہر کرتے ہیں
 دیکھتے دیکھتے ہی اب اٹھا ہی اڑ کرتے ہیں
 مجھے یہ کون کہے نہ خبر کرتے ہیں
 ہم شب بھر کو مرم کے سحر کرتے ہیں
 آج ہم عالم سہتی سے سفر کرتے ہیں
 خیر کی جن سے تھی امید وہ شر کرتے ہیں
 آج رہ رکے ادھر ہی وہ نظر کرتے ہیں
 فتنہ پرداز عدویج میں شر کرتے ہیں
 وہ ذرا آنکھ بد لکرج نظر کرتے ہیں
 روز طوفان بیا دیدہ تر کرتے ہیں

عشق کا بار اٹھانا نہیں کار آساں
 اک تسلی سی دل زار کو ہو جاتی ہے
 دل جلانے کے یہ اعجاز ہاں سب کے
 بخت برگشتہ نے رکھنا کہیں کا مجھ کو
 لکے دربانوں کو بھی بار نہیں ہے ان تک
 وعدہ مشرکی امید ہی اک آفت ہے
 کچھ نہیں اور یہ کہ جاو خدا حافظ ہی
 کس سے اب شکوہ یا ران زمانہ کیجئے
 خیر تیری نظر آتی نہیں ایدل محکو
 انکی عادت نہ بری ہے نہ طبیعت میری
 خوف بیدار سے تہا آہے کیا کیا مادل
 مردم خشم کی اب خیر کہاں ایدل زار

۹

ریخ میں گزرتے کہ راحتمیں ہماری اے عشق
 ہر طرح عمر و روزہ کو بسر کرتے ہیں

۲۶۵

ایک اک فن میں لا جواب ہو نہیں
 آج کل مورد عتاب ہو نہیں
 سب سے بدتر ہو نہیں خراب ہو نہیں
 صورت گرد ہم کاب ہو نہیں
 مست کیفیت شراب ہو نہیں
 رہ نور درہ صواب ہو نہیں

عہد کا اپنے انتخاب ہو نہیں
 جرم ٹہری ہے میری مرد فنا
 جلو جانید ہو نہیں اچھے
 چوٹا اس شہوار سے نہ کہی
 فکر کو نن سے ہے دل فارغ
 کیا غرض لوں جو غفر کا احسان

	یہ بچے آپ کا جواب ہو نہیں در بدر خاں خراب ہو نہیں	انکے منہ چڑھ گئے آئینہ نے کہا دل میں جیسے کیا ہے عشق نے گھر
۱۲	عشق مر و میں داغ دل لے عشق کہہ اٹھا رشک آفتاب ہو نہیں	۲۶۵
	ہر طرح داخل گلزار تو ہوں کچھ نہیں اور وفادار تو ہوں آپ کا دل سے خریدار تو ہوں یا الہی میں گنہگار تو ہوں آپ کا طالب دیدار تو ہوں ان کی عادت کے خبردار تو ہوں اپنی تقدیر سے ناچار تو ہوں جان سے اپنی میں بیزار تو ہوں ہجر کی رات میں بیدار تو ہوں صاحب جنبہ دستار تو ہوں میں نہ اچھا سہی بھارتو ہوں	کل نہیں میں نہ سہی غارتو ہوں در غر جو رہ ستمگار تو ہوں نہ سہی پاس مرے دولت و زر بخشدے بخشدے پرستش کیسی میں نہیں موسیٰ عمر ایں نہ سہی غیر کی باتو نہیں کیا آؤں گا اور محبوب کسے کہتے ہیں کل نہیں آج ہی مر جاؤں گا بخت خفتہ کل گلا کیوں ایدل نہ سہی کوئی بزرگی مجھ میں کیا برائی ہے عیادت کو جو آؤ
۱۹	اور شہرت نہ سہی عالم میں عشق رسوا سہرا زار تو ہوں	۲۶۶
	دیکھنے دیکھنے یہ آپ با کرتے ہیں اود کا جانتے ہیں اور یہ کیا کرتے ہیں جو محبت کی ہے شرطا اسکو ادا کرتے ہیں	جو وفا کرتے ہیں ان پر ہی جفا کرتے ہیں جب حسین کرتے ہیں بیداو جفا کرتے ہیں جان نثار آپ پہ دل اپنا فدا کرتے ہیں

کہیں یہ عہد فراموش و فاکرتے ہیں
 ہم سمجھتے ہیں کہ ہے شرم حیا کرتے ہیں
 ایسے طوفان کہیں روکے سے رکھا کرتے ہیں
 ہم بڑے ہو کے برائی سے بچا کرتے ہیں
 ایسی باتوں سے وہ کیا ترک جفا کرتے ہیں
 آج فریاد سے ہم حشر بپا کرتے ہیں
 باتیں بڑے بڑے وہ اب نام خدا کرتے ہیں
 کہ بہت کان لگا کر وہ سن کرتے ہیں
 حادثے ایسے تو ہر روز ہوا کرتے ہیں
 دل دیا کرتے ہیں یہ جان دیا کرتے ہیں
 جو خطا کچھ نہیں کرتے وہ خطا کرتے ہیں
 کون صحبت میں ہے کیا ذکر ہے کیا کرتے ہیں
 آپ ناحق اسے انگشت نہا کرتے ہیں
 مرنے کی تمنا میں جیا کرتے ہیں
 ہم فقیر و نیکے دم رو بلا کرتے ہیں

19

144

طو مار عشق کم نہیں دھڑ سے کیا کہیں
شکوہ کی بات شمع سنگم سے کیا کہیں
جو جانتا ہوا سکو جانے سے فائدہ

ہم ایک نہیں دواؤ عشر سے کیا کہیں
پہر تی نہیں ہے مہین بان ڈسے کیا کہیں
جو ہر کا حال تھا جو ہر سے کیا کہیں

نستائیں کسی کا کہا جو شوق عشق میں
تیری خوام ناز کا سارا فساد ہے
اسے ہوا ہے ہو گا نہ یہ کام حشر تک
ساتی ہی اپنے طرف کاٹے تو جانے حال
کی جائیگی نہ انکی شکایت کسی طرح
اندر ہی بیخودی کہ نہیں یاد مدعا
تبدیل وصل یار کئے جاتے ہیں مگر
متمار ہے جواب تو ہے بات کا مزہ
منزل کا نام لینے میں ہیں سو قبا حشیں
رہ جاتی بات اپنی شب بھر لے اہل
پوشیدہ اپنے دل کا نہیں اسے کوئی راز
گر سر ہی کاٹتے کہی دم مارتے نہ ہم
بیٹھا ہے ایسا خوف کہ اٹھتی نہیں باں
دستک پر پوچھتے ہیں وہ اندر سے کون ہے
ہیں اسکو یا وہ نامہ رسانی کے سارے ڈھنگ

تاج ہم اپنے اس دل خود سر سے کیا کہیں
ہم اپنا مناد اور محشر سے کیا کہیں
حسد و شکیب کی دل مضطر سے کیا کہیں
لکھنؤ میں پیشہ و ساغر سے کیا کہیں
پہر ہم کہیں تو داؤد محشر سے کیا کہیں
ہم سوچتے کٹے ہیں گھڑی بہرے کیا کہیں
بنی نہیں ہے بات مقدر سے کیا کہیں
بت بنگے ہیں فساد و بہرے کیا کہیں
مشکل یہ آپڑی ہے کہ رہبر سے کیا کہیں
پہلے نہ آئی وقت مقرر سے کیا کہیں
سب جانتے داؤد محشر سے کیا کہیں
وہ نام کاٹ ڈالے ہیں فتر سے کیا کہیں
وہ پوچھتے ہیں حال گھڑی بہرے کیا کہیں
بازار کا مقام ہے باہر سے کیا کہیں
تبلیغ کے اصل پمیر سے کیا کہیں

۱۴

اے عشق راز عشق کا پردے کی بات ہے
آتی ہے شرم داؤد محشر سے کیا کہیں

۲۶۸

یہ دفا بھی کہی سرکار ہوا کرتے ہیں
اسطوف سے غیر سے اقرار ہوا کرتے ہیں
چمن کرتے ہیں جو میوار ہوا کرتے ہیں

روز ایک لاک سے جو اقرار ہوا کرتے ہیں
اسطوف سے تو انکار ہوا کرتے ہیں
فکر رہتی ہے نہ عقبی کی نہ دنیا کا خیال

کتنے بوڑھے ترے اقرار ہو کر تے ہیں اس طرح کے بھی خریدار ہو کر تے ہیں روز دو چار گرفتار ہو کر تے ہیں جب حسین اسکے خریدار ہو کر تے ہیں فکر ہی کیا ہے جو انکار ہو کر تے ہیں کہیں معشوق و فادار ہو کر تے ہیں کہ یہ جلا دو ستمگار ہو کر تے ہیں انگلی چوٹی میں گرفتار ہو کر تے ہیں فتنہ انگیز تو اغیار ہو کر تے ہیں ظاہری ہیں یہ جو انکار ہو کر تے ہیں	ٹوٹے دیر نہیں لگتی ذرا بھی انکو لیکے مفت حسین میری متاع دل کو تیری زلفوں نے عجب ام بھارا کہا ہے ناز کیا کیا مجھے ہوتے ہیں متاع دل پر تھا جو اقرار تو کیا خاک نتیجہ نکلا عقل بھی ہے کہ نہیں ایدل نادان تنگبو ان جیسوں سے خدا حفظ دامن میں رکھے ہیں ہنستے نہیں آفتیں حسین بھی ایدل آپ لازم ندیں کہنے پہ دشمن کے مجھے ہیں حقیقت میں سو اہمے حسین طالب مہل
--	---

۱۹	طشت از بام ہوئی انکی ہماری الفت عشق چرے سر بازار ہو کر تے ہیں	۲۶۹
----	--	-----

بچ میں یا عیش میں آفت میں یا راحت میں ہوں
شکر ہے اللہ کا اچھا ہوں جس حالت میں ہوں
تھی عذاب جاں توقع اور بلائے دل امید
ہو گئی ہے یاس جیسے میں بڑی راحت میں ہوں
یا علی مشکلا مشکلائی کیجئے
بچ میں ہوں غم میں ہوں مشکل میں ہوں آفتیں ہوں
مر رہا ہے ان پہ جنکو اس کی کچھ پروا نہیں
یا الہی دل کے ہاتھوں میں بڑی آفت میں ہوں

ہاتھ بھی خالی ہیں ان کے اور پہلو بھی مرا
 دل جو میرے پاس تھا کیا ہو گیا حیرت میں ہوں
 دیکھئے کس طرح ہو کب ہو میسر و وصل یار
 آرزو میں شوق میں ارمان میں حسرت میں ہوں
 کہئے جو کہنا ہو سہ آنکھوں پہ کہنا آپ کا
 تابع فرمان مطیع حکم ہر حالت میں ہوں
 کچھ لکھا جاتا نہیں مجھ سے ہجوم شوق میں
 کدے اے قاصد زبانی ان سے جس حالت میں ہوں
 جب کبھی جا نکلا ٹالا اس نے یہ کہہ کر مجھے
 جانیئے اس وقت پہرٹے گا جب فرصت میں ہوں
 رحم فرما غیب سے پہنچا میری روزی بچھے
 تیرا بندہ ہو کے یار بغیر کی خدمت میں ہوں
 عالم ہستی میں بھی ملک عدم کا ہے خیال
 دل وطن میں ہے مرا میں وادی غربت میں ہوں
 ہیں مرے دیکھے ہوئے کسار ہوں یادشت ہوں
 رہبر فرما دو مجھوں عالم وحشت میں ہوں
 اے دل ناکام کیوں بچپن ہے کیوں مضطرب
 میں شریک حال تیرا بچ میں راحت میں ہوں
 بات دعوے کی نہیں کچھ اپنا اپنا رنگ ہے
 تم اگر اچھے ہو صورت میں تو میں سیرت میں ہوں

نہجہ سے استقلال میں نسبت نہیں کچھ کوہ کو
وہ گراں ہے وزن میں تو میں گراں قیمت میں ہوں

میرا تیرا ساتھ اسے غم چھوٹنے والا نہیں
تو میری تقدیر میں ہے میں تیری قسمت میں ہوں
پہیڑ لے کو میرے کہہ جاتا ہے دشمن بار بار
ہمدرد و ہمدردی کا خلوت و جلوت میں ہوں

ناتواں عشق اٹھا کر بار غم کہتا ہے یہ
نانی سہراب درستم آج میں قوت میں ہوں

۱۲

مل گئی ہے کوچہ جاناں میں رہنے کو جب گم
جیسے جی اے عشق گویا گلشنِ حُبت میں ہوں

۲۷۰

کہیں اس چیز کے بھی دام لے جاتے ہیں
نامہِ برفت کا انعام لے جاتے ہیں
اپنے دلیں ہوس جام لے جاتے ہیں
ہم تجھے ایدلِ ناکام لے جاتے ہیں
دلکو پہر کیوں بت خود کام لے جاتے ہیں
اپنے ذمے کئی الزام لے جاتے ہیں
عشق میں اس سے بڑے کام لے جاتے ہیں
آپ نافرمانی بھی مرا نام لے جاتے ہیں
کیوں وہ رہے مرا نام لے جاتے ہیں
حسرت بادہ مے آشام لے جاتے ہیں

وہ یہ کمکروں ناکام لے جاتے ہیں
یار کے پاس سے لاتے نہیں دلخواہ جواب
آج ساتی ترے میخانے ہم یاد رہے
کام کچھ تیرا وہاں نکلے نہ نکلے ہمیں کیا
اسے جو مجھے دغا کی ہے وہ پوشیدہ نہیں
لگے دنیا میں عدم سے نہ ملا ہم کو کچھ اور
جو صلہ کو مرے اسد سلامت رکھے
اکی ہے دشمن نے دفا یہی ہے انصاف کوئی
نہ سہی کوہِ تاش ہی سہی غیرد نہیں
بہر گنا عمر کا پیمانہ مگر جی نہ بھرا

نا تو انی سے نہیں بات کی طاقت ہم میں | اب اشاروں سے ہی سب کام لئے جلتے ہیں

۲۰

ایک ہم ہی نہیں عشاق میں ایک اے عشق
اور دو چار کے بھی نام لئے جاتے ہیں

۲۱

کچھ کم فلک سے تیری گلی کی زمیں نہیں
ہم سو طرح کے ناز ترے ناتواں کو بھی
رگ رگیں تیر عشق کی ہے چارہ گر غلش
دم لے کے آہے ہیں عیادت کو میری وہ
اب جا کے دھونڈیے دل گم گشتہ کو کہاں
اب در میرے قتل میں باقی رہا ہے کیا
وہ میری ضد سے توڑ کے پیاں کتے ہیں
چو میں جو جا کے کعبہ میں پتھر کو کیا حصول
چپ چپکے شمع گھورتے میں دخت زر کو کیوں
ہیں ساتھ ایک عشق کے سود گانیاں
گھورا کر نیلے آگے ہم روز حشر تک
کیا کشتگان عشق کی مٹی خراب ہے
جاہ بہارا دست جنوں نے کیا ہے چاک
دل ہی سے تیری زلف کے حلقہ کا حسن ہے
یوسف کا ذکر سنکے ہماری زبان سے
کیا جانے کون مانع فرما دوا ہے
ہم دیکھ لیتے دور سے جو روئی بھی جہلک

بیدار اگر نہیں کہ ستم آفریں نہیں
گو ناز کی میں تجھ سا کوئی ناز نہیں
یہ درد وہ نہیں جو کہیں ہے کہیں نہیں
کیا تجھ میں اتنی تاب بھی جان عزیز نہیں
جس جگہ لگان تھا میرا وہیں نہیں
خبر کنی نہیں کہ چڑھی آستیں نہیں
یونہی سہی کہ آج سے ہم ناز نہیں نہیں
وہ بھی دہن کسی کا کسی کی جبین نہیں
یہ کوئی ایسی شام پر وہ نشیں نہیں
یہ بات تجھ سے کہنے کی آئے ہفتیں نہیں
یہ چشم شوق ہے نگہ واپس نہیں
خالی تھامے کو چہ میں تل بہر میں نہیں
آنکھوں پر رکھے رونے کو بھی آستیں نہیں
انگشتری وہ میچ ہے جسمیں لگیں نہیں
کس ناز سے وہ کہتے ہیں کیا ہم جس میں نہیں
اونچا تو اس قدر فلک ہفتیں نہیں
کیا کیجئے کہ ایسی کہیں دور میں نہیں

اے موت تو تو کوئی بت ناز نہیں نہیں
یہ آسماں جہاں نہوا ایسی زمیں نہیں

کیا ناز کر رہی ہے شب ہجر آشتاب
بکھر جھائے دہر سے جائے کہاں کوئی

۲۶

بزم سخن میں حوصلہ شاعر کا کیا بڑ ہے
سب نکتہ جہیں میں عشق کوئی نکتہ نہیں

۲۷

ہاتھ ہی دھوکے پیچھے پڑتے ہیں
آج کل وہ ہوا سے لڑتے ہیں
کبھی غتے کبھی گھڑتے ہیں
قد آدم زمیں میں گڑتے ہیں
پہر یہ بن بنگے کیوں بگڑتے ہیں
گیسو جھک جھک پاؤں پڑتے ہیں
یونہی سب بعد مرگ گڑتے ہیں
سچ میں کیوں رقیب پڑتے ہیں
خضر ہی ایڑیاں رگرڑتے ہیں
اب وہ نام خدا اکڑتے ہیں
دور نیوالے گر ہی پڑتے ہیں
حرف مطلب ہی کے بگڑتے ہیں
صبح سے پہلے ہم بچھڑتے ہیں
واہ کیا منہ سے پھول جڑتے ہیں
آپ ناحق ہی کیوں جگڑتے ہیں
جان دینے کو ٹوٹے پڑتے ہیں

جب کسی بات پر وہ اڑتے ہیں
آہ کر نیسے بھی بگڑتے ہیں
ہے تلوں مزاج میں انکے
آگے اس سرو قد کے سرو چہن
میری تقدیر تو نہیں گیسو
شانہ تیری بلائیں لیتا ہے
زندہ درگور ہجر میں ہوں میں
ہم وہ آپس میں خود سمجھ لیتے
منزل عشق کالے کوسوں ہے
جنکو چلنا نہ کل تک آتا تھا
ہے مفرت شباب میں ایدل
یہ بھی لکھا مرے مقدر کا
لے خدا حافظ اے شب فرقت
گالیاں دے رہا ہے وہ گلرو
چلو جانیدو پیر لو بوسہ
قتل ہے عید عاشقوں کو ترے

پہرے آتے ہیں سگلی سے جب دیکھیں ہوتی ہے صلح کب ان سے جوش و خشت میں بھی ہے پابندی نقص کعبہ کا کیا کروں اے شیخ سخت جاں تیرے ناتوانی میں تیرے بازو پہ آفریں قاتل ذکر پر تیرے اے گل خوبی تو ہے سجد و خلق گبر و شیخ تیرے کوچہ میں خاک و عشق	آپ ہم اپنے پاؤں پڑتے ہیں کب ہمارے نصیب لڑتے ہیں خار و سحر قدم پکڑتے ہیں پاؤں رہ رہ کے اٹے پڑتے ہیں روز کشتی قضا سے لڑتے ہیں کس صفائی کے ہاتھ پڑتے ہیں کان گلشن میں گل پکڑتے ہیں تیرے در پر جبین رگڑتے ہیں خاک ہو کر زمیں پکڑتے ہیں
--	---

۱۵	گھونٹنے کے فراق سانی میں عشق مسیہ اگلا پکڑتے ہیں	۲۷۳
----	---	-----

دشمت میں یا چکارے پہرتے ہیں دیکھیں کب دن ہمارے پہرتے ہیں درو دیوار سائے پہرتے ہیں وہی تیور تمہارے پہرتے ہیں در بدر مارے مارے پہرتے ہیں اب وہ گیسو سنوارے پہرتے ہیں مضطرب دوست سائے پہرتے ہیں ہم عصے کے سہارے پہرتے ہیں یا وہ دریا کنارے پہرتے ہیں	دلیں دیدے تھماے پہرتے ہیں روز گنتے ہیں وعدے کی گہریاں بیٹھیں برگشتہ سخت گہر میں اگر مرنے دم بھی ہمارے آنکھوں میں خانہ برباد کو چہ الفت دیکھیں آتی ہے کیا بلا ہم پر تیرے بیمار کا خدا حافظ کام چلتا نہیں ہے آہ بغیر چشم گریاں میں ہے گذرانکا
--	--

کر کے پہلو تھی وہ ہم سے آج ہے جوانی اسنگ پر انکی نفس اب تک اٹھی نہیں میری کوئے جاناں بھی سیر کی ہے جگہ	کیا کناٹے کناٹے پہرتے ہیں سینہ ہر وقت ابھائے پہرتے ہیں سوک وہ کیوں تائے پہرتے ہیں کیا جواں پیائے پیائے پہرتے ہیں
۲۶۴	اک برہمن نے آج ہم سے کہا عشق اب دن تمہارے پہرتے ہیں
۲۴	
انہیں حلقے میں اپنے لیکے گیا اغیار بیٹھے ہیں چمن میں ہو لگو گیرے ہوئے کچھ خار بیٹھے ہیں ترے دُشمنی کے استقبال کو تیار بیٹھے ہیں مکر باندھنے دامن سے سب کسار بیٹھے ہیں شبِ فرقت نہ آئے رشک کیوں اس سختِ خفتہ پر کہ وہ تو سوراہے اور ہم بیدار بیٹھے ہیں تمہارے رُزن دیوار پر بھی ایک عالم ہے لڑائے آنکھ اس سے طالب دیدار بیٹھے ہیں رہا کرتے تھے مسجد میں جو محو سجدہ گردانی وہ اب بت خانے میں پئے ہوئے زنا بیٹھے ہیں سنا کی کس نے ان کو داستانِ شہرتِ یوسف جو اس انداز سے آکر سر بازار بیٹھے ہیں مٹا ہی چاہتا ہے عاشقوں کا نام دنیا سے وہ سب کے قتل پر باندھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں	

تاسف خیز و حیرت ناک ہے کیا مرگ عاشق بھی

ادھر روتے ہیں وہ غمگین اودھر اغیار بیٹھے ہیں

الہی موت ہی آئے کہیں کینک یہ درد و غم

کہ ایسی ریت سے اب ہو کے ہم ہزار بیٹھے ہیں

مثال نقش پامنگری اٹھیں گے یہاں سے ہم

ترے کوچہ میں جم کر اس طرح اسے یار بیٹھے ہیں

سوال بوسہ گیسو پہ کیا دھمکا کے کہتے ہیں

اسی اک بات پر ہم سینکڑوں کو مار بیٹھے ہیں

قص میں طائران زار کی حسرت کوئی دیکھے

لگا کر اپنی آنکھیں جانب گلزار بیٹھے ہیں

خدا کو مان دے کوئی پیالہ جلد صہبا کا

کہ کب سے منتظر ساقی ترے میخوار بیٹھے ہیں

میں کا تو ہیں وہ لیکن نہیں کرتے علاج دل

اجل کے منتظر سب عشق کے بیمار بیٹھے ہیں

کہاں ہے ابر رحمت جلد آئے جو کہ آئے

کہ اس کے منتظر عرصہ سے بادہ خوار بیٹھے ہیں

انہیں کے سر پہ سہرہ سر بلندی کا زما نہیں

جھکا کر سر چوٹل ابروئے خمدار بیٹھے ہیں

خدا عشر کے دن با آبروان کو اٹھائے گا

کہ رحمت پر ہر وسا کے عصیان کار بیٹھے ہیں

یہ مانگا کس نے بوسہ ابروئے خمدار و گیسو کا
 جو وہ برہم ہیں اور کہنے پہ ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
 کہاں اٹھ سکتے ہیں وہ صورت طفل مرثک غم
 جو تیری راہ میں بادیدہ خونبار بیٹھے ہیں
 وہ میرے گہر میں ہے اس پر بھی ٹیکو بدگانی ہے
 درد دشمن پہ جا کر جو سگ دلدار بیٹھے ہیں
 نہیں یہ داغ چپک کے نشان ہیں میرے بوسوں کے
 جو اک انداز سے ان کے سر رخسار بیٹھے ہیں
 ترا جلوہ عجب ہے اے سراپا جلوہ قدرت
 کہ آنکھیں کہو کے سائے طالب یدار بیٹھے ہیں
 بیا کرتے ہیں خم کے خم ہی کہہ کہہ کے ساقی سے
 ابھی اپنے میں ہیں ہم اور ابھی ہشیار بیٹھے ہیں

۱۸

یہ کوئے یار ہے اے عشق کعبہ ہے نہ بت خانہ
 ڈھسئی دیکر یہاں کیوں کا فرو دیندار بیٹھے ہیں

۲۷۵

کیا اپنے کا چہرے وہ مرا یار پاؤ نہیں
 آنسو کی میرے قدر اگر ہوتی یار کو
 اس شوخ نے لگائی ہے اس لطف بخشا
 تیرے لئے تو دیدہ و دل فرش راہ ہیں
 مل ڈالے گا لیکے دل خوں شدہ مرا
 کنجیں گے ہم نہ ہاتھ تو نیکی تلاش سے
 ہونا زکی سے جسکو خنا بار پاؤ نہیں
 آئے کبھی نہ یہ در شہوار پاؤں میں
 پہولا ہوا ہے لالہ گلزار پاؤں میں
 پہر کفش ز رنگار ہے بیکار پاؤں نہیں
 ہندی عبث لگاتے ہیں سرکار پاؤں نہیں
 جب تک ہسکی طاقت ز قمار پاؤں میں

دیکھو جو سراٹھا کے تری منزل رفیع یوں سر کے بل دبے سوئے کوئے یا رچل کافی ہے بند عشق ہی دیوانو نکو ترے کیا پوچھتے ہو داد کی وحشت کی کاوشیں دشت جنوں یاؤں نہیں سو نیکے کبھی میرا وہ دست شوق سمجھ کر الجھ پڑا دشت جنوں میں خون کے دریا جو بہہ نکلے جائینگے سر سے چلکے سوئے کوئے یا رہم پیرسان حال وادی غربت میں گرے دشت میں لٹ پٹا کے نہیں گزریا لے ہم دست جنوں نہیں ہونگے جو محروم و خوشحالاں	آجائے جوج پی کی دستار پاؤں میں ایدل نہ آئے سایہ دیوار پاؤں میں زنجیر اے پری نہیں درکار پاؤں میں نکلادہ سر سے چہرہ گیا جو خار پاؤں میں ہر آبلہ ہے دیدہ بیدار پاؤں میں آیا کبھی جو دامن دلدار پاؤں میں تھے آبلے کہ دیدہ خونبار پاؤں میں کیا غم نہیں جو طاقت زقار پاؤں میں پیدا کرے زبان سرسبز خار پاؤں میں سو بار آئے دامن کسار پاؤں میں باندھو نگا لیکے دامن کسار پاؤں میں
---	--

۱۷	دیوانہ ایک طفل برہمن کا ہو نہیں عشق بٹری کے بدلے چاہئے زنا ر پاؤں میں	۲۷۶
----	--	-----

تیرے وعدے کا ہو یقین نہ کہیں یہ ٹپکتا ہے انکی جتوں سے رنگ لے نہ رنج دشمن کا دیکھ کر اسنے میرے دل کو کہا جان کس طرح دینگے یارب ہم دم مردن یہ خوف ہے مجھ کو کہہ رہا ہے پتے کی جو تم سے	حشر ڈھائے دھڑیں نہ کہیں کہ لڑی ہے نظر کہیں نہ کہیں شاد ہونا دل حزیں نہ کہیں کہا گیا چوٹ یہ کہیں نہ کہیں گر ملیگا کوئی حسین نہ کہیں آسماں ہوتا زمیں نہ کہیں وہ ہمارا ہو ہمیشہ نہ کہیں
---	---

بھول آئے ہو تم کہیں نہ کہیں تیرے کوچہ کی ہو زمین نہ کہیں دل آشفق ہو ہمیں نہ کہیں انسے لے نامہ پر کہیں نہ کہیں حرف رسکے وہ نکتہ جس نہ کہیں اسکو دیکھا تو ہے کہیں نہ کہیں تجکو کہا جائے یہ زمیں نہ کہیں درد اٹھارہا کہیں نہ کہیں	دل چا کر مرادہ کہتے ہیں ظلم پیشہ فلک کے پرے میں بے سبب زلف وہ نہیں برہم آرزوئیں میری زبانی بھی بات کر لے ہوئے ہی ڈرتا ہوں دیکھ کر تجکو روز حشر کہا خاک سے میری الفلک بچو ضعف میں ہی ملائے چین بچے
--	---

۱۵	عشق دور بتاں ہے ڈرتا ہوں شیخ کو بیٹھے اپنا دین نہ کہیں	۲۷۷
یونو جھانکی کر نیکو کیا آسماں نہیں لے عشق مجھ میں طاقت آہ و فغاں نہیں یارب تھل تھم آسماں نہیں کچھ میں کمر کسی کی کسید کا دہاں نہیں سر پر اٹھانے لوں تو ترانا تو ان نہیں مجکو تو یاد اور کوئی داستاں نہیں سنتے ہیں ایک عمر سے ہم انکی ہاں نہیں لیکن یقین تجکو ہی بے امتحاں نہیں قابو میں دلی نہیں مے قبضے میں جل نہیں مجھ ناتواں میں دم ہی دم امتحاں نہیں	ایجاد طرز جو رکھی کچھ خوبیاں نہیں ہے جائے شکر شکوہ جو ربتاں نہیں بیدار یا میں تو ہے اک گو نہ لطف ہی معدوم و بے نشان بکراے ضعف ہقدر نالوں سے آسمان زمین کو شب فراق ارشاد ہو تو قصہ درد جگر کہوں انکار صاف ہے نہ کوئی وعدہ استوار گو میں وفا پرست محبت سرشت ہوں حیران ہوں کہ پیشکش یا کیا کروں تلوار تول تول کے قابل ہی رہ گیا	

چپ لگ گئی یہ جھکودم عرض مدعا نالوں سے کچھ رہا تو سہی دل کا مشغلہ تیری ہی سب کو ہے صفِ محشر میں جستجو سنئے ہو بہر خواب نہ آرام پاؤ گے	گو یا میں بنی باں ہوں ہن میں باں نہیں اب کیا کروں کہ طاقت آہ و فغاں نہیں کیسی قیامت آئی کہ تو درمیاں نہیں افسانہ میرے درد کا ہے داستان نہیں
---	--

۲۰	کس کو سناؤں درد جگر ماجرا سائے دل اے عشق کوئی محرم راز نہاں نہیں	۲۶۸
----	---	-----

مرض عشق کی دوا ہی نہیں اس ستم کیش سے خدا سمجھے کیا نہیں دل لگا کے لے وا غلط باعث صد ہزار آفت ہے چارہ گر آکے کیا بنا لے گا ابتدا ہے وہ میرے قصہ کی لذت مرگ کی ہے دلو تلاش باغِ جنت سے خاک ہو تفریح بزمِ جانان میں کہو گیا ایسا بیس میں وہ عدو کے آئے تھے وہ سوال وصال پر بو لے ہے جو رونا تو اپنی قسمت کا آہ و فریاد و نالہ و شیون ان سے کیا بخشوائیں وقتِ اخیر	اس سے جانبر کوئی ہو اہی نہیں پر دغا ہی ہے بی وفا ہی نہیں تیری باتو نہیں کچھ مزا ہی نہیں عمر و روزہ بی وفا ہی نہیں حال مجھ میں تو کچھ رہا ہی نہیں جسکی کچھ حد کچھ انتہا ہی نہیں کیا کرے زسیت میں مزا ہی نہیں کو چہ یار کی ہوا ہی نہیں جھکودل کا پتا لگا ہی نہیں ہنے صد شکر کچھ کہا ہی نہیں کیا کہا ہم نے کچھ سنا ہی نہیں آپ سے جھکو کچھ گلا ہی نہیں بے اثر سب ہیں کچھ دعا ہی نہیں ہنے تو کچھ کہا سنا ہی نہیں
---	--

آپ کی تو جفا جفا ہی نہیں جس میں ٹمک کر کوئی رہا ہی نہیں اس میں ظالم تری ادا ہی نہیں ایسا قصہ کہی سنا ہی نہیں جو کسی سے کہی ہوا ہی نہیں	ہم ستم کو کرم سمجھتے ہیں ہے وہ منزل جہاں دو روزہ جان کیا خاک ہم قضا کو دیں سن کے بولے وہ داستان دل صبر و کام ہے محبت میں
۲۲	عشق کیا چاہیں اب حینوں کو ۲۶۹ وہ زمانہ وہ دل رہا ہی نہیں
انکا اس طرح کا مزاج نہیں رہنے والا کسی کا راج نہیں بات کی اپنے تم کو لاج نہیں تم نہ مانتو پھر علاج نہیں اس سے لیتا کوئی خراج نہیں ملتا بیمار کا مزاج نہیں کل جو عالم میں تھا وہ آج نہیں وہ طبیعت نہیں مزاج نہیں اسکو کیا کوئی کام کاج نہیں کوئی تم سا بھی بد مزاج نہیں آج پوچھا تو بولے آج نہیں اسکو دشمن کی احتیاج نہیں بے سبب دلکا اختلاف نہیں	کچھ خوشامد کی احتیاج نہیں فخر کی چیز تخت و تاج نہیں یو نہیں کہتے ہو روز آج نہیں وصل ہی ہے دواے درد ہجر ہے زمین شعر کی مثال فلک کس نے آکر مزاج پر سی کی آجکی بات کو نہ کل پر رکھ ہم کہاں اور جوش عشق کہاں مجکو حجب دیکھتے ہیں کہتے ہیں باتوں باتوں میں روٹھ جاتے ہو کل کہا تھا کہ رکھو کل پر وصل دوست جسکے ہیں آپ عالم میں چنگیاں لے رہا ہے درد عشق

نازنینوں کا جسمیں راج نہیں اسمیں رہبر کی احتیاج نہیں نام کو انہیں امتزاج نہیں کھنے سننے کی احتیاج نہیں حسرت تخت سیم و عالج نہیں ایسے سکوں کا اب رواج نہیں نئی عادت نیا رواج نہیں اب ہمیں اسکی احتیاج نہیں	نہیں دنیا میں کوئی ایسا شہر راہ ملک عدم ہے سید ہی صفا آبِ روغن ہیں دل عزیز و نیکے دانا بینا ہے کا رساز جہاں بوریا بس ہے ہم فقیر و نکو عشق کے داغ ہو گئے بیکار ہوتے آئے ہیں خوب و جلا د آپ لیجائیے ہمارا دل	
۲۷	فضل مولا اگر ہوا ہے عشق کچھ بڑی میری احتیاج نہیں	۲۸۰
ہو بے بہا ہے ہی ہیں تلوان ہی کم سن ہی نہیں شوخیائیں کہاں سے وہ ابھی دن ہی نہیں تیری فرقت میں طے چین یہ ممکن ہی نہیں رات ہی ایک قیامت ہے فقط دن ہی نہیں کیوں طرفدار ہے دزدیدہ نگاہی کی وہ آنکھ ہم تو سننے سے کوئی چور کا ضامن ہی نہیں بے خود عشق ہوں خود محکوم نہیں اپنی خبر بے خبر حال سے میرے بت کم سن ہی نہیں صبح ہونے کی نہیں اپنی شب غم ہرگز ہم یہ بختوں کے تقدیر میں تو دن ہی نہیں		

سب مسافر ہیں پس و پیش چلے جائیں گے
 کوئی اس عالمِ احیاء کا ساکن ہی نہیں
 مل کے اس میم سے ہم وہری منائیں گے خوشی
 صا جو عید ہے اپنی ہی بڑاون ہی نہیں
 دے کوئی بوسہ ابرو کہ صد اپید اہو
 کیسی محراب جہاں صورتِ موزن ہی نہیں
 دل سی شے دیدی اسے جب کو نہ پہچانتے تھے
 اور جس کا کوئی شاہد کوئی ضامن ہی نہیں
 آج بید اہوں اگر اگلے زمانے والے
 ہم مسلمانوں کو کہنے لگیں مومن ہی نہیں
 تیرے عاشق کو جو آرام ملے کوئی گھڑی
 ایسی رات ایسا زمانے میں کوئی دن ہی نہیں
 یوں جو مضطر ہوں مری بخت کی تحریر میں کیا
 حرف سب ہیں متحرک کوئی ساکن ہی نہیں
 چاہیں کیا اس بت کم سن کو حجاب آتا ہے
 وہ زمانہ نہیں وہ دن ہی نہیں سن ہی نہیں
 یوں تو یوں ہی ہی اب مر کے ہی ہم دیکھیں گے
 جیتے جی وصل تو اس حور کا ممکن ہی نہیں
 بے گن ہی تے کہیں کا نہیں رکھا یا رب
 میں وہ مجرم ہوں کہ میرا کوئی ضامن ہی نہیں

میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں

کوئی بے آئی مرے یہ کبھی ممکن ہی نہیں

تیرا کہتا مرے سر آنکھوں پہ نا صبح لیکن

دل نہ دوں اس بت کا فر کو یہ ممکن ہی نہیں

آج اے شام غریبی ترا مہمان ہوں میں

دور منزل ہے ابھی اور یہاں دن ہی نہیں

منت خلق سے اللہ نے بچا یا مجھ کو

اس کا احسان ہے کہ میرا کوئی محسن ہی نہیں

دل گم گشتہ کا سینے میں پتا خاک ملے

کوئی اس اجڑے ہوئے شہر میں ساکن ہی نہیں

وہ شب وصل بھی بوسوں کی طلب پر بولے

یہ کبھی ہو نہیں سکنے کا یہ ممکن ہی نہیں

تیری سرکار سے معقول ملے اس کو سزا

دل ہی اے عشق ہے مجرم مراضا میں ہی نہیں

قہر بوسہ کی طلب پر ہے غموشی ان کی

کاش اتنا ہی وہ فراویں یہ ممکن ہی نہیں

زندگی کس کی بھروسا نفس چند کا کیا

ہیں یہ کس گنتی میں ایدل تو انہیں گن ہی نہیں

نالہ مرغ بھی ہے صورت قیامت شب وصل

حشر انگیز فقط بانگ موزن ہی نہیں

ظرف ہر رند کا پہچان لیا کرتا ہے
بڑھ کے ساتی سے کوئی صاحب باطن ہی نہیں

۲۳	الفت پنجتن پاک ہے رکن ایمان جس کے دل میں یہ نہیں عشق وہ مومن ہی نہیں	۲۸۱
----	---	-----

ہر چند شمع دیر و چراغ حرم نہیں
دین جان جو دوا پہ وہ بیمار ہم نہیں
اے یوفا جو لائق لطف و کرم نہیں
کہتے ہیں بسلمان تغافل میں دم نہیں
معشوق کیا جو مائل جو رستم نہیں
منہ پھیر لیں جو آپے عاشق وہ ہم نہیں
سو دے زلف باعث رنج و الم نہیں
دو کار ہو جو محبو وہ دے بے طلب مجھے
دشمن میں بچہ میں صلح کی کوشش فضول ہے
سفا ہوں مثل سایہ عداوت ہی ہے ساتھ رہنا
آسائیں اسی کیلئے ہیں جہان میں
ظالم گلانا گھونٹ خدا کے لئے مرا
بے یار بزم عیش ہی ہے محفل عزا
بیٹھا ہوں جب سے کوچر جانا نہیں معتکف
تھرک کی میری نفس کو لے بدگماں نہ کیہ
محتاج سے بھی بڑھ کے ہیں محتاج مالدار

داغ جگر ہی طور کے شعلے سے کم نہیں
عیسائی کے خواستگار رمضان غم نہیں
کیا تیرے ظلم و جور کے قابل بھی ہم نہیں
ترک ستم سے بڑھ کے تمہارا ستم نہیں
گریہ نہیں تو عاشق صادق بھی ہم نہیں
بخاے جان پر بھی تو کچھ رنج و غم نہیں
اب وہ خیال ہی ترے سر کی قسم نہیں
یار بے جو بعد طلب وہ کرم نہیں
یہ دوستی تمہاری عداوت سے کم نہیں
ہمنا کسی کا حشر کے آنے سے کم نہیں
جس شخص کو نفاط و غم بیش و کم نہیں
خود مجھ میں تاب شکوہ جو رستم نہیں
ہر عید کا مہینا محرم سے کم نہیں
کچھ بھی خیال کعبہ و بیت الصنم نہیں
کیا خاک مہر او نگا مجھ میں تو دم نہیں
دولت اگر ہے پاس تو دست کرم نہیں

رند و نکو کیوں ڈرتا ہے واعط عذاب اس سرود کے عشق نے سید ہا ہی کر دیا کیا اس پر گئی ہے چین پر لے خزاں کچھ حال درد و لکا خدا کے لئے بوجھ کہا لے خوشی سے جس کو سر بزم ہر عدو شیشہ پر کشتی کا پڑا ہے مگر دیال	کیا عام اسکا فضل نہیں کیا گرم نہیں اب دو د آہیں ہی ذرا پیچ و خم نہیں پہلو نہیں تازگی نہیں تہا لو نہیں ہم نہیں لے میری جان لایق شرح و رقم نہیں گالی تمہاری کچھ مرے سر کی قسم نہیں ہو جا آگے جسم کے سر اسکا خم نہیں
---	--

۲۴

ہیں جتنے داغ سینہ سوزا نہیں میرے عشق
قارون کے بھی خزانے میں اتنے درم نہیں

۲۸۲

کو چہ تمہارا گنج شہیداں سے کم نہیں اکرام ایک لخط قرار ایک دم نہیں پرواے ہست و نیست خدا کی قسم نہیں وہ اگلے تم نہیں ہے یا اب وہ ہم نہیں بت کا جہاں نشان نہیں وہ حرم نہیں کیونکر کہوں تحمل جو رو سستم نہیں برو اکیکی مجھ کو خدا کی قسم نہیں اس دیر بے ثبات میں ہو جو کچھ ثبات تھے ہی کچھ سنا کہ عدو کہہ رہا ہے کیا جو مٹ نہ جائے نقش قدم کی طرح صفا کہتے ہیں دیکھ کر ترے بیمار کو طیب لے بدگماں کہہ تو زبان رکھ دیں کا مگر	دفن ہیں پامالوں کے نقش قدم نہیں جینا شب فراق کا مریسے کم نہیں آئینگی کچھ خوشی نہیں جانیکا غم نہیں کیوں شفقت و عنایت لطف و گرم نہیں جب میں نہ تجھ سے ہو وہ بیت الفہم نہیں میداد یا سے تو تغافل بھی کم نہیں جینے کی آرزو نہیں مرے کا خم نہیں ایسی کوئی خوشی نہیں اور ایسا غم نہیں دل کی سلامتی ہے تو معشوق کم نہیں ہرگز وہ راعشق میں ثابت قدم نہیں کیا تنفس دیکھنے کے ذرا سیس دم نہیں شکوہ کریں جو تیرے تم کا وہ ہم نہیں
---	---

لے، شکستہ کو شش بچا سے کیا حصول
 بیوجہ اجتناب ہے زاد کو اس قدر
 کیا سوز عشق سے ترا پیکار جل گیا
 بیٹھے ہو سو گواروں کی صورت بنائے تم
 روز فراق کا تو ہے کھٹکا لگا ہوا
 عزت ہماری داور محشر ہے ترے ہاتھ
 تو بہ جو ٹوٹے ٹوٹے پی بھی جا شراب
 کیا جانے درد عشق کو کیا روگ ہو گیا
 تقدیر کے لکھے کو بناتے ہزار بار
 بے جان عشق ہم سے نہ ٹوٹے گا زینہار
 میرے دل شکستہ کی کیا اس کو قدر ہو

کھلیجے جو کسی پہ وہ اپنا بہرہ نہیں
 جسکو شراب کہتے ہیں وہ کوئی سہم نہیں
 کیوں سینہ میں وہ آب غلش و مہدم نہیں
 کیا نگر کیوں کہ غیر کے مرنیکا غم نہیں
 کہتا ہے کون صل میں رنج و الم نہیں
 اب تک کھلا کسی پہ ہمارا بہرہ نہیں
 ایشخ یہ معال کے تو سر کی قسم نہیں
 اب تیں وہ غلش نہیں نکھو نہیں تم نہیں
 کیا کیجئے کہ قبضہ میں لوح و قلم نہیں
 یہ کچھ تمہارا عہد تمہاری قسم نہیں
 آئینہ سکندر ہی و جام جم نہیں

۱۵

بے دیکھے بہائے دیدیں جو اس بت کو دل کشی
 لے عشق اپنی جان کے دشمن تو ہم نہیں

۲۸۳

بات پیدا کی اگر وصف بہن کی فکر میں
 ترے آئینگی مگر نہنجی ہے ارطی سی خبر
 آسمان سے ڈھونڈ کر لاتا ہوں مضمون
 میرے مرنیکی تو کچھ پروا نہیں احباب کو
 چین سے رہتے نہیں دیتا وطنیں آسمان
 اپنے دامن سے ذرا سفاک تو ہشیار رہ
 عشق خیریں میں تھا اسکی جان لینے کیلئے

نقص پیدا ہو گیا اہل سخن کی فکر میں
 ہے صبا آرائش سخن چین کی فکر میں
 سرزافو مٹھتا ہوں جب سخن کی فکر میں
 گور کی تجویز میں ہیں سب کفن کی فکر میں
 دیکھئے جسکو وہ ہے ترک وطن کی فکر میں
 جان کشتو نیکی نہ بڑ جائے کفن کی فکر میں
 تھا عبت پر دیر قتل کو کہن کی فکر میں

جان میری جانگی گورو کفن کی فکر میں خانہ بربادی مرغان چین کی فکر میں وعدہ کی شب باعث درآمدن کی فکر میں انہدام گنبد چرخ کہن کی فکر میں ہو گیا بخود جو ترک ماومن کی فکر میں بے مزہ ہے کسلے مشک ختن کی فکر میں ہیں بے تعزیر وہ دارورسن کی فکر میں	بے سرو سامانی اسی ہی رہی تو امیدن خانماں برباد ہو صیاد کا پھرتا ہے یہ بخود ہی تو دیکھے دشمن کے گھر دوڑا گیا یا الہی خیر ہو یہ ناہمائے دل ہیں آج معرفت کی مجھ سپاری کھل گئیں باریکیاں کیا نمک بھی زخم دل ملتا نہیں جھکو کہیں زلف پیچاں مرقد بالا کا عاشق جانکر
--	--

۱۸	شیخ جی کے زہد پرے عشق بہتر پڑ گئے رہتے ہیں دن رات طفل یرمن کی فکر میں	۲۸۴
----	--	-----

مگر دونوں کے دونوں ہو گئے ہیں ایک پسین اگر ہوتا کوئی بت تیری صورت کا بنا رہیں اٹھادیں دوستوں اب ملاقات کی سبب پسین ہمارا فیصلہ ہم آپ ہی کر لینگے آپس میں کبھی معشوق و عاشق کو ملا یا بھی ہے آپس میں کہ دل میرا ہے انکے بس میں انکا غیر کے بس میں نیا اک اور تیرا نہ بنے شہر بنارس میں برائی کچھ نظر آتی نہیں انگوڑ کے رسمیں اگر تاثیر ہو تو ناہمائے آسمان رسمیں زالی ہیں زمانے دیار عشق کی رسمیں لگا دے جسطرح سے آگ کو کوئی خار میں رسمیں	نہ وہ ہیں میرے قابو میں نہ میرا دل کر بسیں برہمن خشک سے لڑا لڑکے مر جاتے سب آپس میں نہ ہے وہ دوستی باہم نہ ہے وہ ربط آپس میں یہ جھگڑا ہے محبت کا نہ بولے بچیں کوئی بتا دے ایفلک ز ازل سے آج تک نونے پہنسا ہوں جس بلا میں میں کسی فتنہ بھی ہیں تری تصویر بچو ادول اگر میں اے بت کا فر خدا جلنے برا بھلا دیا کیوں اسکو دعا عطا زمین پر خاک راں محبت کیوں پڑے پہتے یہاں ذلت عزت اور رسوائی بھی شہر ہے تن کا ہیدہ کو میرے دل سوزاں یوں پہونکا
--	--

نہیں غم سر کے کٹنے کا مگر یہ فکر رہتی ہے یہ ظالم جتنے ہیں اپنا کلیجہ تھام کر روتے حرارت عشق کی رکھتا ہے میرا جسم کا سید اگر نعلش مریض سحر برائے وہ عیسیٰ دم مری آہ شرافشان نے کس ترس طرح ڈالے ہیں کوئی وعدہ وفا ہوتا نظر آیا نہ اکدن بھی	کردہ سفاک جھوٹی کسے سر کی کہاں گائیں اگر تاثیر ہوتی نالہ و فریاد عکس میں نہاں ہے آتش سوزندہ تہہ کی طرح خسیں اچھی بیش ہو پیدا نبض میں گرمی ہوس میں نئے گل بوئے دالان قبا چنچ اطلس میں ادھر ہم دھوکے کھاتے ہیں وہ دھوکا نہیں
--	--

۱۸

خدا جانے مسلمان ہے کہ کافر عشق آوارہ
 کبھی بتخانہ میں ہے وہ کبھی بیت المقدس میں

۲۸۵

تمہارے وصل کے پیاسے ہوں کیا سیراب دریا میں
 تراپتے ہیں بزم نگ ماہی بے آب دریا میں
 بخش گریہ میری آنکھ کو وہ دیکھ کہ بولے
 بعینہ اک کنول کا ہے گل شاداب دریا میں
 جو ڈالے عکس اپنے روئے روشن کا وہ مہ پارہ
 بنے ہر فلس ماہی مہر عالم تاب دریا میں
 جو برسے ابر نیساں سے شراب لاکھ گوں ساتی
 تو پیدا ہوں گھر سہم رنگ لعل ناب دریا میں
 کھلے بندوں وہ ہم پہلو مرے تیرا کئے دن بھر
 ہوا تقدیر کی باری کا فتح الباب دریا میں
 دل بیتاب کو تسکین نہ ہوگی میر دریا سے
 کہاں کی آگ ٹھہرے گانہ یہ سیاب دریا میں

اگر نسبت دردندان جاناں سے نہ دیتے ہم
 در شہوار کب پاتے یہ آب و تاب دریا میں
 اگر ہو قدر داں انمول ہے ہر اشک کا قطرہ
 کہاں ہوتے ہیں ایسے گو ہر خوش آب دریا میں
 از بخنے جو آہ سرد میری اسے بت کا فر
 بنے اک سخت پتھر صورت یخ آب دریا میں
 عرق آلودہ یخ پر تیرے حلقہ زلف پیچاں کا
 وہاں آشنائے صورت گرداب دریا میں
 دکھا اے ساتی عالی ہم دریا دلی اپنی
 پلاوے بجو آج اتنی ہو جتنا آب دریا میں
 بچی اک روح تو مر مر کے اس گرداب ہستی سے
 دسکین رہ گیا سب ساتھ کا اسباب دریا میں
 تری صید انگنی کا بھر دہریں ایک چوچا ہے
 ہرن صحرا میں ہیں اور نچلیاں بیتاب دریا میں
 عرق آلودہ گرمی سے ہوا جب عارض جاناں
 تو ہم سمجھے کہ ڈوبا مہر عالم تاب دریا میں
 نشے میں بھی عجب مضمون رنگین ساتیا سو جا
 حباب جام مے ہے یا کوئی سرخاب دریا میں
 تماشا ہے عرق آلودہ رخسار تیرے افتخاں سے
 نظر آتے ہیں گویا کرک شب تاب دریا میں

تہیں بے وجہ رنگ شاخ مر جاں سرخ مثل خوں
مگر رویا ہے کوئی خستہ دل غوناب دریا میں

۲۴

کیا کرتے ہیں دعوے سخن اے عشق مدت
کہاں ہیں کہہ کے لائیں تو غزل احباب دریا میں

۲۸۶

نئی سچ بچ نزلے دھنگ ہیں بن ٹھنکے بیٹھے ہیں
کوئی دیکھے تو کس انداز سے وہ تنکے بیٹھے ہیں
جہیں ہے پرکھن ابرو پہل ہیں تنکے بیٹھے ہیں
سمجھ کر غصے میں کوئی ڈرے یوں بن کے بیٹھے ہیں
کہاں ڈھونڈوں کہہ ہڈیوں لگے کیونکر تپا سکا
چرا کر دل مرا انجان وہ تو بن کے بیٹھے ہیں

تلون انہیں ایسا ہے طبیعت انکی ایسی ہے
ذرا میں روٹھ کر اٹھے ذرا میں منکے بیٹھے ہیں

تماشا زیر غرہ دیکھے نظارہ بازوں کا
ہزاروں منتظر اک آپ کے درشن کے بیٹھے ہیں

ہر دل ہے نشانہ سینہ ہے آماج پہلو ہے
انہیں پر تیر سارے آپکے چتون کے بیٹھے ہیں

خدا جانے لگائی ہے یہ کس نے آگ جا جا کر
جو وہ یوں آج غصہ سے بولا بنکے بیٹھے ہیں

سبک ہیں ہرزہ گردی سے زمانے میں ہمیں ورثہ
جگہ پر اپنی جو بیٹھے ہیں لاکھوں منکے بیٹھے ہیں

عدد تو بے وفا نکلا بوقت امتحان اب وہ
 نہیں معلوم کس کے بل پر ہے تنکے بیٹھے ہیں
 نکال ایدل نہ ذکر غیر ہر وہ روٹھ جائیں گے
 ابھی ان کو منایا ہے ابھی تو منکے بیٹھے ہیں
 ٹھکانا وحشیوں کا اور عالم میں نہیں کوئی
 فقط اسے دشت سایہ میں مرے دامکے بیٹھے ہیں
 نظر آتے نہیں اور ونگودیکھے جاتے ہیں سب کو
 کچھ اس انداز سے وہ متصل حلپن کے بیٹھے ہیں
 خوشی کیسی ہوا ہے ایک تازہ اور غم محکو
 سنا ہے جب یہ وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں
 شجاع حسن کا عالم نظر آتا ہے کچھ ایسا
 نہیں کہلتا ادھر یا وہ ادھر حلپن کے بیٹھے ہیں
 پرستش میں تو کئی عمر ساری جنگی گزری ہے
 خدا کی شان وہ اللہ والے بن کے بیٹھے ہیں
 نظر آتے نہیں منزل قدم اٹھیں تو کیا اٹھیں
 بلا سے خضر گر رستے میں ہم رہن کے بیٹھے ہیں
 نرالا پاس الفت ہے یہ طرفہ رسم باری ہے
 مراد لیکے ہی پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
 ہوا کرتی ہیں باتیں راز کی اس طرح در پردہ
 کھڑے ہیں اس طرف ہم وہ ادھر حلپن کے بیٹھے ہیں

جنہیں کل تک بھی کچھ آتا نہ تھا اللہ کی قدرت
 وہی استاد بن کر آج ہر ایک فن کے بیٹھے ہیں
 نہاں یہ داعی ہر و الفت اے مرہ خوبی
 کلیجے پر مے سکے ترے جو بن کے بیٹھے ہیں
 نہ یہ وقت عیادت ہے نہ وقت دم شمار ہے
 وہ کیوں اگر سر ہانے اب مے دفن کے بیٹھے ہیں
 انہیں گے ٹھکے کوچہ سے تمہارے ناتوان عشق
 یہ سمجھو تم انہیں نقش قدم ہی بنکے بیٹھے ہیں
 چھڑاؤں خاک ایدل خار ہاے دشت و دشت کو
 گرمیاں گیر ہو کر یہ مے دامن کے بیٹھے ہیں

۱۶

سلامت ہے جو دل لاکھوں حسین ہیں عشق عالم میں
 کوئی پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

۲۸۷

تو ایک ہے ایشو اگر جو رجفا میں
 کچھ لطف نہیں نالہ و فریاد بکا میں
 مدہوش بنا دیتی ہے عشاق کے دل کو
 بیدار ہی اے بانی بیدار کئے جا
 ایک ایک سے بڑھ چڑھ کے زما نہیں حسین ہے
 ہوتا جو حسین تو بھی تو ہم شکوہ مکر تے
 دل سے ہی چکا جان بھی دینے کو ہوں حاضر
 پائے غمہ خوب وہ دل اس سے لگا کر
 شافی نہیں میرا بھی کوئی مرہ و فانی
 اے عشق فرا ہے تو ہے تسلیم و رضا میں
 کیا نشہ ہے ساتی تری ستارہ ادا میں
 آتا ہے مزا محکو ترے جو رجفا میں
 انداز میں غمے میں کرشمے میں ادا میں
 ایچرخ نہیں لطف تری جو رجفا میں
 کیوں تبو نہیں آپکو شک میری و فانی
 وہ جیسے ہیں یا ہی عدو بھی ہے و فانی

اک چیر چلی جاتی ہے شوخی میں حیا میں کچھ نفع دعا میں ہے نہ تاثیر دوا میں شوخی سے شرارت ہے سوا شرم و حیا میں کیوں اکبوشکاب بھی ہے تاثیر دعا میں وہ آئیں تو پھر دیر نہیں اپنی شفا میں لگ جائے کہیں لگ نہ دامان حیا میں مقبول ہوا کرتی ہے درگاہ خدا میں	رہ رکے اٹھا کرتی ہیں وہ بھی نگاہیں بیمار محبت کیلئے دونوں ہیں بیکار ڈھاتی ہیں تری بھی نگاہیں بھی قیامت جیسے ہیں وہ کیا کیا جو کہا ان سے شرب وصل بیمار محبت کی دوا ہے تو یہی ہے شوخی کی شرارت ہے رہیں آپ خبردار کرتے ہیں لبِ عجز بھی اعجاز کہ ہر بات
--	--

۱۷

کیوں مانگنے میں تجھ کو پس پیش ہے اے عشق
ہے کوئی شے جو نہیں درگاہ خدا میں

۲۸۸

اسپہ فکر ہر دو عالم کیا کریں ہم بھی مر نہیوالے ہیں غم کیا کریں مر رہا ہے کوئی تو ہم کیا کریں سر پہ تعظیم ہم ختم کیا کریں اور قیمت اس سے بھی کم کیا کریں دیکھئے یہ مل کے باہم کیا کریں وقت شادی چشم پر خم کیا کریں بن گئی ہے دم پہ ہمدم کیا کریں راز دل سے اس کو محرم کیا کریں یکے تیرا جام اے جم کیا کریں چیر کر ہم اور برہم کیا کریں	لاکھ سوئے ایک سر ہم کیا کریں کوئی مر جائے تو ماتم کیا کریں کہتے ہیں وہ سن کے میرا حال بد آستان یار تو کعبہ نہیں لیجئے دیتے ہیں اک بوسہ پہ دل ہیں شریک درد دل فریاد و آہ غم نے تو چوڑا نہیں اک قطرہ خون چارہ درد جگر ممکن نہیں دوست اپنا دوست دشمن کا بھی ہے بادہ مستی فرا سے ہی تھی تند خوئی یار کی معلوم ہے
--	---

تو کسی کی ماننے والا نہیں میرے مرنے سے ہیں سب اغیار خوش عمر ساری کم ہے اس غم کے لئے بن گئی ہے خود بہاری جان پر میٹھی باتوں سے وہ لیں گے میری جان	مر بھی اے کج بخت دل ہم کیا کریں اس مسرت میں وہ ماتم کیا کریں سال میں دس دن محرم کیا کریں اے دل شدید ترا غم کیا کریں گر طے نکلے کام تو سم کیا کریں
--	---

۲۸۹	ہو گیا ہوتا تھا جو نقدیر میں عشق اب وہ کیا کریں ہم کیا کریں	۱۹
-----	--	----

شکوہ رنج و مصیبت میں کروں تو کیا کروں انکو دل دینے میں محبت میں کروں تو کیا کروں اچھی صورت قیامت میں کروں تو کیا کروں چارہ درد محبت میں کروں تو کیا کروں مانتا ہی ہے کسی یہ دل دیوانہ کچھ دوستی میں دشمنی جو بے وفا کرتا رہا کی ہے توبہ یوں تو لیکن دیکھتے ہی جام مے وہ حسین ہے ہوتے ہیں سائے حسین بیدار شکوہ بیدار پر اسنے کہا تو یہ کس چار دن کی زندگی ہے ہر طرح کجائیگی آپکے کہنے سے واعظ یہ نہ چوسکی کبھی وعدہ وہ کرنے نہ پائے تھے کہ ترکا ہو گیا سنے دم بہر کا مجھے جہان اسنے یہ کہا	یہ نہیں شرط محبت میں کروں تو کیا کروں ہوتی ہے مانع مروت میں کروں تو کیا کروں آہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں خود بگڑاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں ایسے خود دوسر کو نصیحت میں کروں تو کیا کروں اس پہر صبا سلامت میں کروں تو کیا کروں خود بربھاتی ہے نیت میں کروں تو کیا کروں ظلم کی پہر خیمہ نکایت میں کروں تو کیا کروں ہے عداوت ترک عادت میں کروں تو کیا کروں آرزوے جاہ و دولت میں کروں تو کیا کروں میکشی کی ہے بریالت میں کروں تو کیا کروں آگنی صبح قیامت میں کروں تو کیا کروں ایسے کی جا کر عیادت میں کروں تو کیا کروں
---	---

ایدل نادان مٹی عشق کا اچھا نہیں منہ سے کچھ کہتے نہیں کانوں سے کچھ سنتے نہیں کی بہت کوشش مگر نکلا نہ کوئی کام دل ڈھونڈ رہتی ہیں اسکو آنکھیں جا رہا ہے کدو بے نیازی شان ہے اللہ کی کھتے ہیں سب	آگئی ہے تیری شامت میں کروں لکھا کروں ان تپوں سے عرض جاتا میں کروں تو کیا کروں ہے بری کجنت قسمت میں کروں تو کیا کروں ایکے یارب جو جنت میں کروں تو کیا کروں حضرت زائد عبادت میں کروں تو کیا کروں
--	--

۲۹۰	کہتے ہیں اللہ کو لے عشق ہے مرغوب حسن اب سینوں کی شکایت میں کروں تو کیا کروں	۲۲
جد ہر چشم باطن سے ہم دیکھتے ہیں صدا اور صنم کو ہم دیکھتے ہیں گوارا نہیں اور بھی کوئی دیکھے وہ خطا بھیجے ہیں تو مطلب پہلے چراغ لگا کیا کوئی دم قتل ہو کر جگر میں کلیجے میں آنکھوں میں دل میں ہماری نگاہوں سے بوجھ اپنا حال نہیں قدر جنس وفا ایک کو بھی حقیقت کہلے بت کی گر شیخ دیکھے یکبار ہے تو بے نقشا کے برابر مٹے جنگو جام سفالیں پرانے طلب نہیں ہے کوئی نور مطلب بہر آہ ہے دل یہ جو ہوتا ہے خالی	تجھی کو فقط ایصنم دیکھتے ہیں جواک رنگدیر و حرم دیکھتے ہیں تجھے جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں ہم انداز و طرز رقم دیکھتے ہیں وہ کیوں نبض کو دمدم دیکھتے ہیں نہیں کو مر سجاں ہم دیکھتے ہیں نہیں دیکھتا تو جو ہم دیکھتے ہیں ہم اس مال کا مول کم دیکھتے ہیں اسے جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں ہم اک اور نقش قدم دیکھتے ہیں وہ کب جانب جام جم دیکھتے ہیں ہم انداز اہل کرم دیکھتے ہیں سوئے شیشہ ہم دمدم دیکھتے ہیں	

بل ابرو پر تہمت غیر کی مارے پتہ دل کی چوری کا ملتا نہیں حب اٹھاتے نہیں ہاتھ پر وہ ستم سے دہی ہیں سرا فرازاں شاہ خوبی ہوئی یونہی وعدہ خلافی بہت سی محبت کے دریا میں دے دیکے غوطے خش آیا سر طور کیوں تم کو موسیٰ جنہیں شوق طول عل ہے وہ ایدل	جو تلوار میں ہی دھم دیکھتے ہیں تو انکی نگاہوں کو ہم دیکھتے ہیں ذرا ہی کسی میں جو دم دیکھتے ہیں جو ذرات تیرے قدم دیکھتے ہیں انہیں دیکے اب ہم قسم دیکھتے ہیں ہر اک آشنا کا وہ دم دیکھتے ہیں حسینوں کو تو روز ہم دیکھتے ہیں خوشی کی تمنا میں غم دیکھتے ہیں
--	---

۱۵	بنا تو نہیں عشق سے خواہ مونی جو میخانے میں اسکو کم دیکھتے ہیں	۲۹۱
----	---	-----

اس سے رسم وفا نبا ہیں کیوں اس طرح بہر رہا ہے آہیں کیوں ہو گئیں سو فی خانقا ہیں کیوں سوئے درجاتی ہیں نگاہیں کیوں جھکی پڑتی ہیں وہ نگاہیں کیوں اسکی گردنیں ڈالیں باہیں کیوں ہم خدا سے تجھے نہ چاہیں کیوں وہ نہیں چاہتے تو چاہیں کیوں کینچیں بیفائدہ ہم آہیں کیوں ہو میں مسدود دل کی راہیں کیوں	بے وفا ہے وہ شوخ چاہیں کیوں کچھ تو کہہ منہ سے ایدل محزون جا بے میکدوں میں زاہد کیا کس کا آج انتظار ہے ایدل شرم تو نشہ شراب نہیں جس کو منظور اختلاط نہو تو ہے مطلوب دل بت کا فر دونوں جانبے کوشش تو ہے لطفت کب ہوا ہے اثر جو ہو گا آج میری انکو خبر نہ ان کی بجھے
--	--

ہیں سوے رنگ زنگا ہیں کیوں ہوے دیراں قتل گاہیں کیوں پڑ رہی ہیں ادھر نگا ہیں کیوں آپ چلتے ہیں ایسی راہیں کیوں	کون آتا ہے ایک عالم کی جان عاشق ہی کیا چرانے لگے میرے دِل کے تو گہات میں نہیں وہ جنسے رسوائیاں ہوں چاروں طرف
۱۷	صلح تو ان سے ہو گئی اب عشق رہتی باہم ہیں پیرنگا ہیں کیوں
۲۹۲	جان نے ایدل و فائے یار میں عیب جوتے زاہد مکار میں سے مہ نو میں نہ یہ تلوار میں زنگ لاکر ہی رہی ٹیل کی آہ کیا کرے گا آ کے کوئی چارہ گر جنس دیکے پڑ گئے لالے مجھے دل کہاں سے روزِ لادوں آپ کو لطف تھا ہر رنگ بردار اگر آگیا ہے اب مری آنکھوں میں دم اٹھ گئے پہلو سے وہ ہو کر خفا آپ کا سا بھی نہیں بودا کوئی زلف اس رخسار پر آتی ہے منہ پاؤں اٹھیں دادی عزت میں کیا خسر کا وعدہ وہ جیت کر گئے

۱	کھڑکیاں ہیں جو وہاں دیواریں تغیر دست قاتل خونخوار میں	طالبان دید کی آنکھیں میں وہ دیکھتے ہی سر جھکا دیتے ہیں ہم
۱۵	عشق اصلاح جناب داغ سے بات پیدا ہو گئی اشعار میں	۲۹۳
	کچھ برے آپکے اطوار نظر آتے ہیں سب برس ہی برسے آتا نظر آتے ہیں حسین کیسے طرح دار نظر آتے ہیں سب حسین اسکے فریدار نظر آتے ہیں یگنہ سارے گنہگار نظر آتے ہیں مجھے بھی بڑھکے وہ ناچار نظر آتے ہیں ہر جگہ اسکے فریدار نظر آتے ہیں سامنے وادی دکھار نظر آتے ہیں یہی دو چار دفا دار نظر آتے ہیں جان سے اپنی جو بزار نظر آتے ہیں جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں جب وہ تولے ہوئے تلوار نظر آتے ہیں یہ بڑے صاحب سرار نظر آتے ہیں کیا مرے بچنے کے آثار نظر آتے ہیں	خلوت خاص میں اغیار میں نظر آتے ہیں جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں سیر صفت کے ہم اے صانع قدرت مددے اللہ اللہ عجب شے ہے متاع دل بھی پردہ پوش ایسی ہے کچھ اسکی نگاہ رحمت چارہ گر آئے ہیں جو چارہ د لکو میرے حسن کی گرمی بازار ہے حیرت انگیز یاد آ جاتی ہے وحشت کی جو دیوانو نکو کہتے ہیں دیکھ کے اغیار کی جانب مجھے کیا کریں قتل انہیں کو نہیں کرتا قاتل حرف آئے نہ مسیحا کی مسیحا ئی پر موت پہر جاتی ہے میری مرئی کھو نہیں میں راز داران محبت کو جو دیکھا تو کھسا تب غم سوز ہجر درد دل آزار عشق
۱۸	خط ہوا خال ہوا زلف ہوئی یا آنکھیں سب کے سب عشق سیر کار نظر آتے ہیں	۲۹۴

ہر چہ کہ خاک میں ملا ہوں بے غدر ہوں بندہ وفا ہوں جو کچھ ہوں برا ہوں یا بھلا ہوں میں دہر میں خاکساریوں سے آپ اپنی مجھے خبر نہیں ہے کیوں موج اٹھے نہ میں غم کی کشتی ہے تو نیکی بندگی میں منت نہیں غیر کی گوارا کیا قتل کی ہے ہو وہ بھی دشمن جو شریک بزم نے ہے وہ آنکھ نہ دے خدا کسی کو مٹی ہے خراب اس گلی میں لیتا ہے خبر کہاں کہاں کی افتاد مری نمود کی ہے دیکھ آج نہ مجھ کو چیر نامع فرقت میں ہی وصل دلربا کا چوڑ ونگانہ تجھ کو اے سنگمر	اتنا تو ہے تیر نقش پا ہوں میں تابع حکم آپ کا ہوں ہر حال میں بندہ آپ کا ہوں چشم عالم کا تو تیر ہوں کیا جانے وہ کون نہیں کیا ہوں دریائے بلا کا آسنا ہوں کیونکر کہوں بندہ خدا ہوں میں تجھے تجھی کو چاہتا ہوں میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں جس سے میں بتو تکو دیکھتا ہوں بے گور و کفن پڑا ہوا ہوں میں قائل نالہ رسا ہوں ہم صورت نقش پا بنا ہوں عادت سے زیادہ پی گیا ہوں ہر وقت خیال باندھتا ہوں آفت سے جو تو تو میں بلا ہوں
---	---

ڈرنے کا نہیں کسی سے اے عشق

جوٹ ہوں جری ہوں مچلا ہوں

دل ہدف ہو کہ نشانہ ہو جگر ہونے دو شام کو پوچھو تو کہتے ہیں سحر ہونے دو رات باقی ہے بہت ٹھہرو سحر ہونے دو اپنے جو بن کی ذرا انکو خبر ہونے دو ڈر کی کیا بات ہے ہوگی جو خبر ہونے دو گھر مرا ہوتا ہے ویراں اگر ہونے دو کعبہ ہے سجدہ گہ عام اگر ہونے دو بتکدہ ہونے دو اللہ کا گھر ہونے دو بے اثر ہے مری فریاد اگر ہونے دو لاکھ عنقا ہے جو مضمون کمر ہونے دو مہربان آنکھیں تو کھلنے دو سحر ہونے دو راز دہی مری اسکو نہ خبر ہونے دو حال ہوتا ہے جواب نوع دگر ہونے دو طبقہ ارض جو ہو زیر و زبر ہونے دو ہے جو غربت میں کوئی خاک بسر ہونے دو ہو شب وصل جو باتو نہیں سحر ہونے دو عمر میں حال میں ہوتی ہے بسر ہونے دو	یتر مہیاد کا پہلو میں گذر ہونے دو دعدہ پر صبح کو وہ شام کی فرماتے ہیں ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو جانیکو کیا دیکھنا شیخیوں ڈھاتے ہیں کیا کیا وہ ستم شکوہ غیر ہے کچھ لکی شکایت تو نہیں کوئی پروا نہیں آباد رہے دشت خوں جھگو کیا سنگ دربار پہ سر ہے میرا جز دربار جھکے گا نہ کہیں سراپنا مشغلہ ہی سہی اک روز فراق و شب غم بچکے جائیگا کہاں دام تصور سے مے دیکھنا خوابے بڑھ کر نہیں ایام شباب غیر گرد و ست تمہارا ہے تو دشمن میرا انکے آنے کی توقع سر بالیں نہ رہی اشتب ناز کو رو کو نہ تک تاز سے تم تمتو ہو چین سے اے اہل وطن کیا پروا روز روشن ہی نکالیں گے ہوس ہم دلی چار دن کیلے کیا عیش کے ساما لکی فکر
--	---

گر دلیں میرے عشق نہو آرزو نہو
انسان کیوں ہوا دہوس میں ہنسنا ہے
انصاف ہے یہی تو پھر انصاف ہو چکا
دل میرا روندتے تو ہوا تار ہے خیال
دورات کی غلش سے تو مل جائیگی نجات
نیرنگ یہ کعبہ ہے حیرت فرائے خلق
اس یزم کی طرف دل ناواں چلا تو ہے
کعبہ ہو یا ہو بتکدہ لے شیخ و برہمن
ابرو بہار و جام و صراحی و نقل وے
کنے کی بات ہے مجھے آتا نہیں یقین
کرتے ہیں ہمے بات ہی اس شرط پر وہ آ
بہرے نمک ہی لیکے دل چاک چاک میں
ساتی نہ لینے ہاتھ سے رکھیں گے جام ہم
ہر شخص کے ہے دلیں ترا عشق آئے حسین

ہرگز ترا خیال تری جستجو نہو
دل تو وہی ہے جس میں کوئی آرزو نہو
ہے حکم داد خواہ کوئی رد برد نہو
پامال اسکے ساتھ کوئی آرزو نہو
اچھا ہے دلیں کوئی اگر آرزو نہو
ایشوخ دلربا کہیں در پردہ تو نہو
کہیو جی جو چار میں بے آبرو نہو
سجدہ نہ ہم کرینگے جو وہ رو برد نہو
سامان سب یہ پہنچ ہیں ساتی جو تو نہو
ملکر تو بیٹھو غیر سے پھر گفتگو نہو
مطلب کی درمیان کوئی گفتگو نہو
لے چارہ اگر جو زخم کا ممکن رفو نہو
خالی شراب ناب سے جبتک سب نہو
عالم میں ایک ایک کا پھر کیوں عدو نہو

۱۷

کرتے ہو دل لگی اگر اس بد زبان سے
لے عشق یہ خیال رہے تم سے تو نہو

۲۹۷

یار بے بال سرسبز لعل رسا نہو
بیوجہ تو نہیں ہیں یہ بے التفاتیاں
ہیں لاکھ لاکھ غدر زباں دینے میں نہیں
چربانک ید و دیکھ کے نرگس کا بولے ڈ

طوق گلو یہ حلقہ بند بلا نہو
غیبت میں میری غیرت کچھ کہہ دیا نہو
اس وعدہ پر جو حشر کے دن بھی وفا نہو
وہ آنکھ نہ کہہ ہی نہیں جس میں حیا نہو

اتنا ہے خیال کہ کرکڑی دوانہو کس کام کی شراب وہ ہمیں نشا نہو اتنا ہی کوئی بے بیخ و نا آشنا نہو لے بت حضور غیر تو مجھ پر خفا نہو وہ نقش کونسا ہے جو بنکر مٹا نہو یارب وہ دل تلے مجھے جسیں دقا نہو یہ اس سے تم کو جو تمہیں جانتا نہو ٹوٹا ہوا تمہارا وہ بند قبا نہو اور انکی ہٹا ہے یہ کبھی اسکا کما نہو اندیشہ ہر قدم پہ ہے محشر بپا نہو ہم پیار کرتے والو نکا دل بد فزا نہو میرے گلے سے خنجر قاتل جدا نہو	شیریں لبوں کے عشق کا بیمار ہوں یہ طبع گر بادہ طور ہی ہے شیخ سیح ہے تم مجھ کو جان بوجھ کے انجان بن گئے غیبت میں اسکے مجھ کو تری گالیاں قبول ہم رنگ نقش پا درق رد زگار پر اک دشمن وفا سے پڑا ہے معاملہ کیا پارسائی اپنی جتانے ہو شیخ جی ایسی ہی کوئی چیز ہے دشمن کے ہاتھ میں میں چاہتا ہوں یہ کہ ڈالیں وہ میری بات یہ بھی کوئی حرام ہے لے قسۃ جباں شیریں لب اتنی تلخ کلامی ہی زہر ہے جب لطافت ثبوت و شہادت کا روز محشر
---	---

۱۱	انسان ہی کیواسطے پیدا ہوا ہے عشق	۲۹۷
کس کام کا وہ دل ہے جو درد آشنا نہو		

آج سے میرے گھر میں چل بیٹھو تم نہ بیکار آج کل بیٹھو کہیں ایسا نہو مجھل بیٹھو اٹھو پر سے اب نکل بیٹھو عاشقو آگئی اجل بیٹھو ہر جگہ ہے مرا عمل بیٹھو	ہر جگہ تم نے بے محل بیٹھو نوجوانو یہی ہیں کام کے دن دل تمہیں میں دکھا تو دیتا ہوں ان سے کہتی ہیں شوخیاں انکی بولے وہ ناز سے اٹھا کر تیغ تم کہیں اٹھ کے جا ہی سکتے ہو
--	---

دل مضطربے مائل فریاد دور منزل ہے دہر و ان شوق غیر کے شانہ پر نہ رکھو ہاتھ چاہتا ہوں نہیں تم سے داد سخن	تم جگر تھام کر سنبھل بیٹھو تم ابھی سے نہ ہو کے شل بیٹھو میری محفل میں اپنے بل بیٹھو سن لو اک اور ہی غزل بیٹھو
۲۹۹	دھشت دل کا یہ تقاضا ہے کسی صحرا میں عشق چل بیٹھو
مل جائے گنہگار و نکو جنت تو مرا ہو بتخانہ کی جانب ہی رخ قبلہ نما ہو وہ آج تو آتے نہیں کل دیکھئے کیا ہو اتنا تو ہو قاتل کی حناے کفیا ہو اتنی ہی نہ شوخی ہو نہ اتنی ہی حیا ہو آئندہ ابھی نام خدا دیکھئے کیا ہو ایکھرت دل تم ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو دشمن سے اگر روٹھ کے آئے تو مرا ہو ایسا ہی الہی نہ کوئی بے سرو پا ہو اچھا ہے جو اس پر وہ میں اک فرض ادا ہو جو ایک زمانہ تیری صحبت میں رہا ہو تعویذ کھدا اسکا نشان کف پا ہو معتشوق تو اپنا ہے برا ہو کہ بھلا ہو یہ کیا تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو	زاہد کا قیامت میں بہت حال بُرا ہو اے عشق اشارہ جو مرے بت کا ذرا ہو دل ہے شب غم منتظر روز قیامت کچھ اور مرا خون اگر رنگ نہ لائے آنکھیں ہی لڑاتے ہو چاتے ہو نظر ہی طفلی ہی میں اک فتنہ مجھ سر پہ تراقد مرے لگے اس شوخیہ کیوں بیٹھے بھائے وہ شوخ شب عہد تو آئے گا مقرر دیوانہ الفت کو سرو پا کا نہیں ہوش یہ دل کو ہوا شوق طواف در جاناں اس دل سے رفاقت کی بچھ کیا ہو توقع پا مال محبت کی ہے مر کر یہ تمنا کس منہ سے کریں اسکی شکایت سر محشر یادیتے تھے بو سے ابھی یادیتے ہو شام

کیا اسکا کوئی چارہ ہو کیا اسکی دوا ہو
 کس منہ سے کہے کوئی کہ جوٹے کو منزا ہو
 خازنہ ترے رخ کا ترے ہاتھ کی حنا ہو
 پیدا دے اب بھی نہ اگر وعدہ وفا ہو
 ایشو خستم کش اگر لاکھ جفا ہو
 چاہی کسی بت کو اگر اللہ سے چاہو
 کیا زیست کی امید اگر اپنی دوا ہو
 کہتے ہیں وہ کیا آنکھ ہے حسین حیا ہو
 غمزدہ ہو کر شمع ہو شوخی ہو ادا ہو
 اس خانہ بر انداز محبت کا برا ہو
 آباد رہے میکہ ساقی کا بوسلا ہو

یہ درد محبت ہے یہ بیماریاں ہیں ہے
 معلوم ہے معشوق کبھی سچ نہیں کہتے
 ہے آزدے خون شہیدان محبت
 مرتا ہوں یہ مرنا ہے مرا ایک قیامت
 ہم صبر کے پتے ہیں کبھی اف نہ کرینگے
 اسے حضرت زادہ طلب حور عبت ہے
 رگ رگ میں عوض خون کے ہے درد محبت
 دزدیدہ نگاہی کی جو کرتا ہوں فحاشیت
 شوخی و شہار تمہیں ہے اک ایک سے بڑھ کر
 دل دیکھ کسی بت کو گنہگار بنا ہوں
 زندوں کی دعا ہے بھی دزات الہی

۲۷

موقوف نہ رکھ فیصلہ عشق کو کل پر
 منظور جو ہو آج ہی اے بار خدا ہو

۳۰۰

آفت ہو مصیبت ہو قیامت ہو بلا ہو
 اور مفت میں بدنام جاں میری وفا ہو
 جاتی ہے نظر کی طرف کوئی صدا ہو
 اس کو چہیں تیرا جو گذر باد صبا ہو
 اچھا ہے اگر تیری ادا اپنی قضا ہو
 آغوش محبت میں جو برسوں کا بلا ہو
 اتنا تو اثر آہ میں اے بار خدا ہو

کیا میں کہوں ایک حقیر دل کو کہ کیا ہو
 کیا ظلم ہے بیدار کرے وہ ستم آئیں
 اسد رحیب وعدہ ہونیں گوش بر آواز
 میرے دل گم گشتہ کا بھی کہو ج ہے لازم
 مرنا تو ہے پھر تجھ ہی مرجائیں نیکوں ہم
 پہنوتی اب مجھ سے کہے ہاں وہی ل
 دل تھامے ہوئے تم سے وہ باہر نکل آئیں

نالہ نہ کہیں صورت قیامت کی عدا ہو
 لگی ہے کفن کو جو کوئی تار رہا ہو
 وہ چاہتے ہیں شوق سے بیتاب سوا ہو
 یہ مان لیا ہم نے کہ تم راہ منسا ہو
 کیوں تیری گلی میں گذر باد صبا ہو
 کیا تم سے کہا تھا کبھی آکر ہمیں چاہو
 سر زانو پہ رکھے ہوئے اب سوچتے کیا ہو
 پردا نہیں ہکو کوئی خوش ہو کہ خفا ہو
 چاہے جو برائی مری خود اس کا برا ہو
 اے درد نہ اکدم مرے پہلو سے جدا ہو
 اس طرح کسی سے کوئی یار ب نہ جدا ہو
 چاہے جو خوشی تیری اسی سے تو خفا ہو
 اس میں میں کی نہ کہیں میری قضا ہو
 وہ ہاتھ رکے کیا جو ہزاروں پہ چلا ہو
 اے باد صبا دور ہو جل یا نسے ہوا ہو
 دل تیرا کسی حور سے زاہد نہ لگا ہو
 معلوم ہے یہ سب کو کہ تم ماہ نقا ہو
 اندیشہ ہے غماض نہ نقش کف پا ہو
 ایسا ہی کسی کے نہ مقدر کا ٹکسا ہو

ناکامی دل رنگ نہ لائے شب وعدہ
 ایدست جنوں تجھے نہیں بڑھکے گریباں
 وعدے سے تسلی مری منظور نہیں ہے
 اے خضر مگر عشق کی راہیں ہیں نرالی
 کیا نالہ سر دل عشاق ہے وہ بھی
 دعویٰ جو کیا ہم نے محبت کا وہ بولے
 ایحضر دل جان گئی آپ کے ہاتوں
 جو بات کہیں گے وہ خدا لگتی کہیں گے
 دشمن ہی کو غارت کرے دشمن کی عداوت
 ہے میری تسلی شب غم تیرے ہی دم سے
 دل در ہے امید سے جسطح شب غم
 انصاف ہے یہ بھی کوئی الشوخ دل آزار
 ڈر جاتا ہوں فرد بھی ترے وصل کا سکر
 شمشیر ستمگر سے بچے گی نہ مری جان
 گیسو جو پریشاں ہوئے غصے سے وہ بولے
 بوجہ یہ بیداری شب ہو نہیں سکتی
 مانند کتاں کرتے ہو کیوں ٹکڑے مرادوں
 اس کو چہ میں چوری سے بھی سمجھا نہیں سکتے
 دشمن سے وہ لکھوائیں مرے قتل کا محضر

بڑھ بڑھ کے بناتا ہے جو باتیں بہت کے عشق

۱۶	نامح کا بھی دل آئے کسی پر تو مزا ہو	۱۳
اس بیت کے روبرو کبھی لب پر فغاں نہ ہو اے عشق بے چراغ ہمارا مکاں نہ ہو میرا ہی دود آہ کہیں آسماں نہ ہو لیکن خدا کرے کہیں وہ اسکی ہاں نہ ہو جو بات ہو نیوالی ہے کیوں ناگہاں نہ ہو کعبہ کو جائیں جب کہ ترا آستاں نہ ہو اگر کر کہیں لہو شفق آسماں نہ ہو ڈرتا ہوں یزید میں کہیں آسماں نہ ہو منظور یار کو جو مرا امتحان نہ ہو بجلی بھی جکے ساتھ کبھی ہمعناں نہ ہو صیاد بھی نہ جو مرا آستاں نہ ہو لیکن خدا کرے کہ خدا درمیاں نہ ہو ڈرتا ہوں وقف برق مرا آشتیاں نہ ہو اے مرگ تو بھی آج اگر مہرباں نہ ہو یہ دوسرا ہے ظلم کہ لب پر فغاں نہ ہو یارب بردر حشر دہن میں زباں نہ ہو	اظہار درد کا کہیں ایدل گماں نہ ہو معدوم دلغ عشق کا دل سے نشان نہ ہو اٹھا بھی یہ ٹوٹے نہ بنکر خدا کا قہر ہے انتظار روز قیامت شب فراق وہ رہے صدمے ہجر کے کبتک سہا کروں بے تیرے اور کی ہے پرتش سے ننگ عا اندیشہ تھا یہ جوش طغیانیں وقت قتل اٹھتے ہیں کوئے یار سے فتنے ہزار ہا مرجاؤ نگاہیں اپنا گلا آپ کاٹ کر اے شہوار ہے ترا تو سن وہ بر قدم مظلوم کے وجود سے ظالم کا ہے وجود ہم اپنا انفسہ حشر میں کر لیں گے فیصلہ گلشن میں مجھ پہ آنکھ نہ صیاد کی پڑے پہر کون ہے جو لے شب بھراں مری خیر کرتے ہیں زنج ایک تو اٹھی چہری سے وہ ڈرتا ہوں نہیں کہ یار کا شکوہ ز لب پر آئے	
	بیدرد دل مزا نہیں اے عشق زلیست کا قالب سے روح نکلے جو لب پر فغاں نہ ہو	
۲۰	اردیف ہائے ہوز	۳۰۲

بنگیا ہے آپکی تصویر کا گھر آئینہ
 پاؤں بھی رکھتا نہیں ہے گھر سے باہر آئینہ
 اپنی آئینہ تاب ہے آپ ششدر آئینہ
 بنگیا میرے لئے قاتل کا خنجر آئینہ
 یہ وہ شے ہے جس سے بچتا ہے پتھر آئینہ
 لیکے رکھ لیتا ہے جس کو دیکھے اندر آئینہ
 مسکرا دیتے ہیں وہ مجھ کو دکھا کر آئینہ
 صاف کہہ تو بھی کہے جسطرح منہ پر آئینہ
 سادگی کا ایک ہی رکھتا تھا جو ہر آئینہ
 ٹوٹ کر جڑتا نہیں اے بندہ پرور آئینہ
 ہو گیا میری لحد کا صاف پتھر آئینہ
 گھورتا ہے پہاڑ کر آنکھیں مقرر آئینہ
 چار پیسے کا نہیں اے بندہ پرور آئینہ
 بارش نہ ہو گیا ہے اور دو بہر آئینہ
 ہے سراپا حال دلبر اپنے دل پر آئینہ
 یونہی سننے لگے ہیں ہوتا ہے پتھر آئینہ
 ہے تری تصویر سے بڑھ کر سنگر آئینہ
 ہوتی قدرت تو دکھا دیتا اٹھا کر آئینہ
 ٹوٹتا ہے جسطرح سے کہا کے ٹوٹ کر آئینہ

کیوں نہ ہوا اپنے نصیب کا سکندر آئینہ
 ہے صفائی کی بدولت کیا تو نگر آئینہ
 ذات میں رکھتا ہے حیرانی کا جو ہر آئینہ
 موت کی صورت نظر آئی دم آخر مجھے
 غیر ممکن ہے صفائی دلی بے سوز و گداز
 ہے تری تصویر سیاری ایسی اے آئینہ رو
 مانگتا ہوں جب تک بھی بوسہ تو کس شوخی کیسا
 آئینہ سے صافگوئی آئینہ رو دیکھ لے
 اسکو بھی عکس خط عارض نے تیرے کہو دیا
 یاد کر کہو دل ہمارا توڑ کر پچتا و گے
 بعد مر دن بھی صفائے قلب کی تاثیر سے
 حلقہ جو ہر نہیں یہ تجھ کو اے آئینہ رو
 یہ ہمارا دل ہے اسکی قدر کرنی چاہیے
 دست نازک وقت آرائش عجب مشکل میں ہے
 کیا صفائے قلب کا بخشا ہے جو ہر عشق نے
 کیوں نہیں ہوتا بتو نکا دل لہی ہے صفا
 میرے اسکے پیچھے کجنت حائل ہو گیا
 منہ بناتے ہیں سر محفل وہ مجھ کو دیکھ کر
 صدمہ فرقت سے ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے دل

جام باجمشید نازد با سکندر آئینہ

اسطرح ہے روبروئے روئے افور آئینہ
وقت آرائش نرکھ زانو پہ دل بر آئینہ
جمہ میں انہیں ہو گیا حائل جو آکر آئینہ
کیا ہو اگر دیکھنے کو ہے منور آئینہ
اپنے پہلو میں تری تصویر لیکر آئینہ
آستان یار پر رگڑا یہ سر عشاق نے
چہرہ خورشید میں ثابت ہوئے حبیب و خال
گر یہی ہے اشتیاق دید تو آنکھیں مری
جب بہت تعریف کرتے ہیں رخ زیبائی ہم
روئے صفا و عارض روشن کی ہے وہ آئینہ تاب
دل میں جب آئی کدورت بہر صفائی ہو چکی
ہے صفائے قلب روشن ہر اک کا صفا حال
ہو گیا ثابت عکس حلقہ گیسو سے صاف
خوشنما خط و لکھ کر اس عارض پر نور پر
صدقے نام پاک ساری کدورت مشکلی
صاف کہتا ہوں نہیں لے آئینہ روبروئے
جب گماں ہوتا ہے اس پر شیشہ و لکھارے
ذوق خود بینی و شوق خود پرستی دیکھئے
لے سراپا نور عکس روئے روشن سے ترے

جیسے کوئی آئینہ کے ہو برابر آئینہ
اسطرح رکھتا ہے کوئی آئینہ پر آئینہ
میں یہ سمجھا صاف ہے سد سکندر آئینہ
بیش روئے صاف کیا خاک پتہر آئینہ
استقد رہو لاکہ جانے سے ہے باہر آئینہ
صاف ہو کر تنگیا ہے در کا پتہر آئینہ
حال چکا ہو گیا اسے ماہ پیکر آئینہ
ڈھونڈ لینگے تجکو روز حشر ہی ہر آئینہ
دیکھ لیتے ہیں وہ منہ اپنا اٹھا کر آئینہ
دیکھتے ہی جھکو ہو جاتا ہے ششدر آئینہ
کام کا رہتا نہیں ہر گز مکدر آئینہ
دلکا آئینہ ہی ہے کیا ہی منور آئینہ
تیغ سے بڑھ کر کہیں کہتا ہے جو ہر آئینہ
ہو گیا خود بھی اسیر دام جو ہر آئینہ
ہو گیا دل با طفیل حسب حیدر آئینہ
شیشہ دل سے نہیں دنیا میں پتہر آئینہ
توڑ دیتے ہنریں میں پر وہ پٹک کر آئینہ
روبرو انکے دہرا رہتا ہے اکثر آئینہ
کار برق طور کرتا ہے چمک کر آئینہ

ہوگی جیسی انکی صورت وہ دکھاؤنگا انہیں | ساتھ میں لیجاؤنگا فرداے عشر آئینہ

۱۸

اس غزل کی صاف تھی اے عشق کچھ ایسی میں

ہو گیا سب جو ہر طبع سخنور آئینہ

۳۰۴

کیونکر شب فراق چڑھتے یہ قضا کے ہاتھ
انداز ہی جدا ہیں بتان فرنگ کے
اب جنس دلبر تم سے کریں مول تول کیا
اس مال زر کو ساتھ تو لیجانے سے رہا
آب حیات تکو مبارک جناب خضر
اوجھا نہیں ہے دامن تاثیر اسقدر
چلتا نہیں ہے میرے دل زار کا پتا
ملجائیگا کہیں نہ کہیں سے نصیب کا
یہ بچے جو ہٹے جو صورت سائل کو دیکھ کر
بیداد سے جو کام نہ نکلا تو تھک کے وہ
منہ جوڑ کر لگا وہ کیا جھ سے کوئی بات
پہر آنا قتل گاہ میں تلوار تول کر
مجھ نا تو انہیں اتنی ہے طاقت کہاں کہ
رہ رو کے چرکے دینے سے سفاک فائدہ
دل کیوں نہ تیز دستی قاتل پہ لوٹ جائے
ہمکے تہیں ہیں فوط خوشی سے زمیں پہ پاؤں
سائیر میں دعائے جو کی کو تھی کبھی

عاشق کی موت تو ہے تمہاری لوا کے ہاتھ
کس سا دگی سے لیتے ہیں یہ دل ملا کے ہاتھ
ہم کو وہی قبول جو تم دو اٹھا کے ہاتھ
وے کچھ خدا کی راہ میں منعم اٹھا کے ہاتھ
بیٹھے ہیں زندگی سے ہم اپنی اٹھا کے ہاتھ
لے لے دعائے نیم شبی کچھ بڑھاکے ہاتھ
یہ مال چڑھ گیا نہو دردِ حنا کے ہاتھ
دینے پہ جو آئے تو سو ہیں خدا کے ہاتھ
کیا خاک مے و نام خدا کچھ اٹھا کے ہاتھ
اب کو ستے ہیں جان کو میری اٹھا کے ہاتھ
لیتا نہو سلام جو ایدل اٹھا کے ہاتھ
طاقت تو اپنی تول لو پہلے ملا کے ہاتھ
مانگوں دعائے مرگ شب غم اٹھا کے ہاتھ
اس جگہ گڑے کو مٹا کوئی پورا لگا کے ہاتھ
دیکھتے تو کوئی پڑتے ہیں کیسے بلا کے ہاتھ
ہاتھ نہیں اپنے ہیں جو کسی دلربا کے ہاتھ
مطلب اپنے بیٹھے رہے ہم اٹھا کے ہاتھ

۱۴	انکار سمجھوں اسکو کہ اقرار وصل عشق اسنے کیا ہے ایک اشارہ ہلا کے ہاتھ	۳۰۵
اس بات سے اس شغل سے اس کام سے توبہ کیوں کر لوں نہ دنیا کے ہر اک کام سے توبہ اس شوخ کے عہد سحر و شام سے توبہ کرنے کو ہوں عشق بت خود کام سے توبہ میں اور کروں بادہ گناہ سے توبہ راحت کے حذر ہے اسے آرام سے توبہ کر لینگے بڑا بے میں ہم اس کام سے توبہ دم ناکیں ہے اس ناکام سے توبہ اسلام ہی ہے تو اس اسلام سے توبہ اس ربط سے اس ناثر پیغام سے توبہ الشیخ کرا ب تو ہوس خام سے توبہ وہ کرتے ہیں ہر شخص کے انام سے توبہ	میں اور صراحی و خم و جام سے توبہ و اعطاف کروں صرف سے و جام سے توبہ دو فلک گردش ایام سے توبہ دل دیکھے بنی جانیہ جب آنکھ کہلی کچھ لے و اعطاف اداں کہیں پی تو نہیں تو نے کچھ خوگر آزار شب غم کی نہ پوچھو کیوں عذ جانی میں کر عشق سے پرہیز راحت کسی پہلو ہے نہ تسکین کسی کروٹ زاد کے تعصب کہنکنا ہے مراد دل نکلانہ کوئی کام نہ بن آئی کوئی بات کیا جو روئے میرا ہے تو مرنے کے دن نہیں دشمن کے فریبوں نے بنایا ہے یہ بظن	
	کل تک تو مدارات تھی خاطر نہی مرغی شوق اور آج وہ کرتے ہیں مے نام سے توبہ	
۱۵	رویف یاے تحمانی	۳۰۶
بڑے خورشید سے زرد نہیں چمک ہوتی ہے ہجر احمد میں جو تر کوئی پلک ہوتی ہے	نور کی خاک و رشتہ میں جھلک ہوتی ہے آبرو ہوتی ہے پہر کی نظر میں اداسی	

نام سے سرس کے آنکھوں میں کھٹکتی ہے دیکھئے نور محمد کی جھلک ہوتی ہے شرم عصیاں جو عاصی کو جھپک ہوتی ہے نہ خلش ہوتی ہے اسے نہ کٹکٹاتی ہے شک غمزمیں کہاں ایسی ہمک ہوتی ہے مغفرت اسکی بلاشبہ و شک ہوتی ہے وہ زمیں رشک وہ اور جھلکتی ہے دوسرے پھولوں میں کب ایسی ہمک ہوتی ہے جسے اس خلص کے حامی کی کمک ہوتی ہے رفریہ اور جھپے باعث شک ہوتی ہے اسکی رفتار میں دھچپ لٹک ہوتی ہے آسمان پر یہی تسبیح ملک ہوتی ہے	خاک نعلین بنی ہے مری منظور نظر اب بنے جاتے ہیں اہل قیامت موسیٰ دل بڑھادی ہے جو فوراً ہی نگاہ رحمت خار صحرائے مدینہ میں گل تر گویا گرد میں پیش عبا رہ سرور دونوں شک شفاعت میں جو حضرت کو نہیں کہتا بزم میلاد جہاں ہوتی ہے قائم اے دل اس گل باغ رسالت کی ہے خوشبو ہی الگ خود بخود غیب سے بجاتے ہیں اس کے سکام عبد و معبود میں کیا فرق نہ ہو جب سایہ راہ یثرب میں کوئی دیکھے صبا کا چلنا یا ثنا خالق کو نین کی یا نصرت نبیؐ
--	--

۱۸

عشق گہر بہیند اقصا میں تر و حال سے شاہ
 دیکھ تو کیسی مدد کیسی کمک ہوتی ہے

۳۰۶

دیکھ کر شان نبی ہوتی ہے حریت کیسی ہو گئی خلق میں مداح کی شہرت کیسی فیض سے انکے ہیں شاہان جہاں مالا مال فکر دنیا کی رہی کوئی نہ عقبی کا خطر جب کوئی قافلہ جاتا ہے مدینہ کی طرف یا نبیؐ آپ کی صورت جو نظر آئیگی	آگئی عالم کثرت میں یہ وحدت کیسی یا نبیؐ بات بنی تیرے جہد و ات کیسی آپ کے در کے گداز کہتے ہیں دولت کیسی بلکئی عشق نبیؐ میں مجھے راحت کیسی ہائے رو رہے مجھے آتی ہے حسرت کیسی ہوگی امت کو خوشی روز قیامت کیسی
---	--

اپنی اُمت پہ ہے حضرت کی عنایت کیسی
 جیسے جی غلام میں ہوں اور ہے جنت کیسی
 تیری تقدیر میں لکھی ہے سعادت کیسی
 آپ ہر شخص سے کرنے تھے مروت کیسی
 مجھ سے رکھتے تھے وہ کجنت عداوت کیسی
 ذکر سے آپ کے پلے ہیں حلاوت کیسی
 وہ نہیں جانتے ہوتی ہے قناعت کیسی
 اپنی اُمت کی وہ کرتے ہیں حمایت کیسی
 کس کے ہمراہ رہے ان کی تعجب صحبت کیسی
 اور ہوتا ہے کرم کیسا سخاوت کیسی
 محکوم رہتی ہے مقدر سے شکایت کیسی

پہلے ہی مانگ لیا اذن شفاعت حق سے
 تیرے کہنے کا جو مانگن ہے یہی کتاب ہے
 اے سنگ کو بے بنی رشک ہو تجھ پر مجھ کو
 آپ کے خلق کا احوال سیر میں دیکھو
 بہتری جن کی تھی کونین میں تجہ کو منظور
 کوئی پوچھے دل ہوسے کہ یہ کام و زبان
 یا بنی نیری محبت کے جو ہوتے ہیں حلیوں
 اڑے آتے ہیں جو وقت میں ہر مومن کے
 کیوں نہ اصحاب نبی منتخب عالم ہوں
 ہر طلبگار کو کونین کی نعمت بخشی
 یا بنی دور جو ہوں روضہ اقدس سے ترے

۲۰

خواب میں جب ہوئی حضرت کی زیارت عیش
 حین بیداری طالع ہے وہ غفلت کیسی

۳۰۸

ظلم و بیداد کا سر سے ہوا اونچا پانی
 پھوٹ کر دینے لگا دل کا پھپھولا پانی
 لاکھ تلواروں میں بیچارہ گہرا ہوتا پانی
 ہم غریبوں کے مقدر میں ہے ایذا پانی
 ہو گیا خلق میں اس واسطے ہلکا پانی
 آجکل گوہر نایاب ہے قطرہ پانی
 یہ وہ چشمے ہیں جہاں بہرے ہیں دریا پانی

مجرئی مل نہ سکا شاہ کو قطرہ پانی
 کیا قیامت ہو کہ پیاسوں نے جو مانگا پانی
 خدمت شاہ میں کیا دوڑ کر آتا پانی
 بند پانی جو ہوا شہ نے رفیقوں سے کہا
 دی نہ پیاسو کو تسلی یہ خطا تھی باری
 مانگا پانی جو کسی نے تو یہ حضرت نے کہا
 روکے آنکھوں کے غم شہ میں بزرگی پانی

بہ رہا ہر مری آنکھوں سے اُبتا پانی اب دوا کیسی خدا کس کی کہاں کا پانی تھا مگر شاہ کی تلوار کا بہتا پانی جس پہ تلوار بڑی اس نے نہ مانگا پانی ان لعینوں کے گلے سے نہ اُترتا پانی ان پیالوں میں یہ کیسا ہے جھلکتا پانی ٹھوڑا بھی لاتا ہوں سکیں پانی ہے ندامت ہر اسی شرم سے دریا پانی مالک کو شرد نسیم کو قطر پانی ہو گیا خلق میں مشہور جو کالا پانی تیغ حیدر تو نہیں آگ ہے یہ یا پانی خوب میدان میں تلوار کا برسا پانی	گرے بزمِ عزاک کی کوئی دیکھے تاثیر دیکھ کر عابدِ بیمار کو سرور نے کہا کہ سکا خونِ لعینوں کا نہ اس کو گندا خلفِ حیدر کرار کے وہ جو ہر ہیں لطفِ توجب تھا جو گمیر کے ہوتے دریا کو دیکھا روتے ہوئے شہ کو تو سیکند نے کہا نہر سے دیتے تھے عباس یہ رعد کی صدا شاہ کے قدموں تک اپنے کو جو پھینچا نہ سکا تین دن تک شلے ہائے غضبِ امیر غضب تائب شاہ نہ پھینچا یہ سزا ہر ادھی رن میں اعدا کو جلاتی ہر ڈبوتی ہر کہی ابرن کر جو اٹھا ہاتھ علی اکبر کا
---	--

۴۳

شور دریا نہیں یہ سنئے دوا غرض عشق

۳۰۹

پڑھ رہا ہے شہِ مظلوم کا نوحِ پانی

مچری کیوں نہ واسِ عم سے کلیجا پانی رعب سے جبکہ ہر شیر دنگا کلیجا پانی منہ دکھائیگا شہِ تشہ دہن کیا پانی شہ اگر چاہتے پتر سے نکلتا پانی آنسوؤں کے رخِ شبیر پہ چھڑکا پانی خون یہ آلِ ہمیر کا بسایا پانی	تین دن پائے نہ اچھڑکا نوا سا پانی آج آتا ہے وہ بہرنے لبِ دریا پانی نارسانی کی خجالت سے ہے دریا پانی سمجھا کیا سنگِ دلوتنے جو روکا پانی دیکھ کر لاش کو فرزند کی جب غش آیا اے بنِ سعد بے لعنت تری جلادی پر
---	--

رہ گئے خشک زباں اپنی دکھا کر اصغر
فیض تما تیغ دو پیکر کا یہ رن میں جاری
تشنگی یاد کر دفاطمہ کے لالوں کی
تھانہ منظور شہ تشنہ دہن کو ورنہ
رہ گئیں موجیں بھی اٹھ اٹھ کے بعد مینابی
غوطے کمانے لگے میدان و غا میں اعدا
شاہ کو تشنہ لہی نے جو ستیا یا تو کہا
شمر دیا کے نگبانوں سے بولا ہشیار
پہر گئی تشنگی اہل حرم آنکھوں میں
کر دیا عون و محمد نے ظالم پیدا
بیر اصغر کے جو گردن پہ لگا ہائے غضب
پی کے غصہ کو کیا صبر نہ کچھ منہ سے کہا
اس عایت سے بھی غروم رہی آل نبی
شہ کے ماتم میں اُنڈائی ہے پھلاتی اپنی
جسم کی جان ہی یہ جانکی ہے وجہ بے
جوش پر ہے غم شبیر خدا خیر کرے

نہ دیا ہائے کسی نے بھی ذرا سا پانی
جس کو سیر کیا اس نے نہ مانگا پانی
جب پو اہل عزت اسپا میں ٹھنڈا پانی
نہر کچھ دور نہ تھی دوڑ کر آتا پانی
شاہ کے صبر پہ چین متا ہوتا پانی
تیغ اکبر کا جو سر سے ہوا اوچا پانی
اب پیے گالک کو تر ہی یہ پیسا پانی
لینے آتا ہے سکینہ کا وہ سقا پانی
دل بہر آیا مر جب سامنے آیا پانی
تیغ پھینچانے لگی تاسر اعدا پانی
ہو گیا غم سے شدیں کا کلیجا پانی
شہ نے اعدا کو جو پیتے ہوئے دیکھا پانی
مرغ مجوس کو بھی پیتے ہیں دانا پانی
الح اے دیدہ تر خوب ہی ہر سا پانی
حق میں ہر اہل جاں کے ہو سجا پانی
چشم ترکا نظر آتا نہیں ہمتا پانی

۲۸

دے جگہ دل میں محبت کو علی کی لئے عشق
بجگو منظور ہے جنت میں اگر بسا پانی

۳۱۰

مٹا نہیں ہے وہ مجھے جسکی تلاش ہے
دل پرزے پرزے اور جگر پاش پاش ہے

کیا آرزو وصال کی بھی دھراش ہے
بے سود نیچہ گر کی ہیں اب تلاش ہے

اکوارہ پھر رہا ہے کسی کی تلاش ہے
 سُنکر وہ ماجرا دل افکار کا مرے
 روندہ ہے قتل کر کے وہ خود پوچھتا ہے پھر
 خالی مہینے ہے دل کوئی تیرے خیال سے
 ہر بات ٹل میں جھپتی ہے نشتر کی طرح سے
 آپ اپنے ہی کو ڈنڈہ رہا ہو نہیں دیتے
 کہو یا گیا ہے کیوں دل دیوانہ آپ تو
 اپنے قاتل کی نہیں پہچان کیا نہیں
 کچھ احتیاج لقمہ تر منمو نہیں
 نکلا ہوں ڈوب کے خنجر کسی کا جب
 ابرو کا بل ہے ناخن غم سے سوا شریہ
 جسے تمام عمر دیا غم پر غم ہمیں
 حیرت ہے عمر رفتہ کا ملتسا نہیں پتا
 آتا ہے کوئی ناز سے غلطال کی صدا
 منہ پر ملی ہے خاک گریباں ہو چاک چاک
 میرا یہ ہو کے ان کا طرف دار بن گیا
 انکار عشق سے نہیں جو چاہو دوسرا
 رکھتے نہیں میں روکے سے غماض طفل اشک
 اٹکا داسنے کی نہ ہو کوئی جھکے نو
 عربانی بدن بھی ہو کیا خوشنما لباس

میں کیا کہوں کہ دلی کہاں ہو وہ باش ہے
 بولے یہ داستان تو بڑی فخر آتش ہے
 کس شخص کی یہ لاش ہو کیوں پاش پاش ہے
 جس گھر میں دیکھتا ہوں تری بوڈ باش ہے
 تقریر طعن ہی تری کیا دل خراش ہے
 بت کی تلاش ہے نہ خدا کی تلاش ہے
 یہ کیسی جستجو ہے یہ کس کی تلاش ہے
 ایک ایک سے جو پوچھتے ہو کسی لاش ہے
 ہم میں غیر ہم کو بہت جو کی آتش ہے
 سمجھایہ میں کہ میرے کلجے کی فاش ہے
 یہ ہے جو دخر آتش تو وہ جاں خراش ہے
 اس کے لئے ہماری دُعا شاد باش ہے
 عالم میں ایک ایک کو اس کی تلاش ہے
 رہرو کے حق میں غلغلہ دور باش ہے
 کیا تیرے عاشقوں کی تراش دخر آتش ہے
 دل بھی بڑا شیر بڑا بد معاش ہے
 جرم اپنا ہے صریح خطا اپنی فاش ہے
 اب رازدرو عشق کوئی دم میں فاش ہے
 سنتا ہوں آج یار کو میری تلاش ہے
 ساخت اسکی اور اور ہی اس کی تلاش ہے

گو یہ بھی ہے غلام اسی شاہ حسن کا دشنام روزِ مٹی میں سرکارِ یار سے آسودہ حال ساکن ملکِ عدم ہیں کیسا تندرہ ہنسے لیتا ہو غیروں سے رشوتیں پیدا کئے ہیں لاکھوں بتان ہی جمال	کیونکر کوں رقیب کو میں خواجہ تاش ہے کہاتے ہیں ہم ہی ہی اپنی معاش ہے غم روزگار کا ہے نہ فکرِ معاش ہے دربان کوئے یار بڑا بد معاش ہے سچ تو یہ ہے خدا بھی بڑا بت تراش ہے
---	---

۲۰	کہتے ہیں عشق کے غزل مجھ سے نکتہ رس اچھی تمہاری منکر ہے اچھی تماش ہے	۳۱۱
----	--	-----

تھا جستجو کا طعنت فرستے تھے تماش کے اس نازنین کے ہاتھ میں پتے میں تماش کے نزیت کا ہم فقیروں کو آتا ہو جب خیال جادو کا کام کرتا ہے حسنِ عذار یار شیریں سے کم نہیں مری شیرینی سخن پتھر کو لے کے قابلِ سجدہ بنا دیا ظلم کو آئیگا نہ دفا کا مری یقین عاجزِ فوسے چادرِ گرِ عشق ہے مرا نسبت نہیں صراحی بلور سے اسے گو ناتواں ہوں آبلہ پا ہیں سدا راہ فرہاد کوئی عاشقِ کامل نہ تھا مگر اس طے اینٹھے ہیں جو مغرور بن کے یہ معلوم ہوتی قدر ہماری وفا کی کچھ	تہا کسی جگہ ہیں ملتا وہ کاش کے یا ہیں دق ہمارے دلِ پاشاں کے گدڑی میں ہم لگاتے ہیں پوند تاش کے خالِ سینہ میں یہ دانے ہیں تاش کے فرہاد بن گیا ہوں میں مصنوعوں تراش کے قربان جائیے ہنرِ بت تراش کے رکھ دوں جو اسکے سامنے دل ہی تاش کے کیا جانے ہیں یہ پارہ دل کس تاش کے پہلو ہیں اور شیشہ دل کی تراش کے ہیں دلیں لو لے دہی اسکی تماش کے مشہور خلق ہو گیا پتھر تراش کے کیا صاحبِ معاش بھی پتلے ہیں تاش کے پالے جو پڑتے آپ کسی بد معاش کے
---	---

مردود ہو گئے ہیں ذریعے معاش کے نعرے لگا رہی ہے اجل و رب باش کے پھوڑا بنا دیا مرے دل کو خواش کے ٹکڑے ہیں یہ مر جگر پاش پاش کے پرنے اڑا رہا ہے وہ اب میری لاش کے ہیں جوہری کہاں جگر پاش پاش کے	مٹی نہیں ہے اب تو شرفوں کو بھیک تک آتا ہے کوئی میری عبادت کے واسطے سمجھے خدا ہی ناخن غم سے شب فراق دبھتے نہیں ہیں خون کے قاتل کی تیغ پر تسکین قتل سے بھی نہ سفاک کو ہوئی یہ لعل بے بہا ہیں یہ یا قوت تاب دار
---	---

۱۶

مضمون سنکے اپنے دہان و مکر کا عشق
قائل ہوئے ہیں دل سے وہ میری تلاش کے

۳۱۲

پہلو میں وہ دل دلیں وہ اب جوش نہیں ہے اے بُت تری بیداد فراموش نہیں ہے کیا ہمسے بدی یاد فراموش نہیں ہے کدے وہ عطا پاش خطا پوش نہیں ہے جب جان لیا نیش ہے یہ نوش نہیں ہے اس خوان کے قابل تو یہ سروش نہیں ہے قابل تو ہے یہ پاؤں کی پا پوش نہیں ہے وہ کون ہے جو بخود درہوش نہیں ہے وہ لاکھ حجابوں میں بھی رد پوش نہیں ہے ناداں ہے اسے عقل نہیں ہوش نہیں ہے پہلو میں وہی دل ہے مگر جوش نہیں ہے کیا لطف اگر وہ ہمہ تن گوش نہیں ہے	کیا غم جو کوئی زینت آغوش نہیں ہے اللہ سے ایک ایک سر شہر کموں گا ہوے سے ہی ہوتی نہیں اب یاد ہماری زاہد تو ڈرتا ہے ہمیں جس کے غضب سے منہ پھیر لیا لذت دنیا کی طرف سے کرتا ہے سم آلود فلک نعم زمیں کو فیلمیں بنا دیدہ مشتاق کو لیسکر گردش تری آنکھوں کی ہی یا گردش ساغر گر حُسن کا جلوہ ہے یہی لارہی آنکھیں سمجھ ہوئے ہی کبیل محبت کو مراد دل ہمراہ جوانی کے گئے و لولے سارے ہر خند مزے کا ہے محبت کا فسانہ
---	---

سکتے ہیں ہی ہے در دزباں نام کسی کا
 غلام تری چالوں کو سمجھتا ہے مراد ل
 بول اٹھتی ہر لاکو میں ہزاروں میں داسی
 لب بند ہیں اسپر ہی یہ خاموش نہیں ہے
 ایسا ہی یہ لایقل درد ہوش نہیں ہے
 تصویر بھی اس شمع کی خاموش نہیں ہے

۱۴

نام ہے جو انوں کا نصیب فلک پیر
 بے وجہ یہ اے عشق سیہ پوش نہیں ہے

۳۱۳

گودور ہے آنکھوں سے ہم آغوش نہیں ہے
 نشہ ہی جوانی کا عجب چیز ہے ساقی
 امانول ہے ہر اشک ہی گردِ سی دیکھو
 پیٹنے کو لہو دل کا ہے کمانے کو غم ہجر
 میں معتد پیرِ خرابات ہوں دل سے
 کیوں آگے یہاں بیٹھنے کو شرم ہے حساب
 ہر چند تجلی کہ دلدار ہیں آنکھیں
 اب دیکھئے رنگ اپنا دکھاتا ہوا تر کیا
 جلکے ہوا یوں سا کہہ کہ اٹھانہ دہواں تک
 جاتا ہے اگر روٹھ کے جانے دے عدو کو
 کچھ اس سے سرور اے غم دلدار نہوگا
 پتہ ہے کہ دل اس بت کا فر کا آئی
 تلوار کی چل کے نہ ان کی سرقتل
 قربان تصور کے وہ رو پوش نہیں ہے
 اس دور میں کون جو مد ہوش نہیں ہے
 گو آپکا یہ دُور مینا گوش نہیں ہے
 عشاق کو کچھ فکر خورد نوش نہیں ہے
 ایسا تو کوئی پیرِ سفاکوش نہیں ہے
 محفل بھی مری حلقہ آغوش نہیں ہے
 موسیٰ کی طرح دل مرا بیوش نہیں ہے
 دل نالہ و فریاد سے خاموش نہیں ہے
 پہر کیا ہر جو دل آتش خاموش نہیں ہے
 محتاج تو اسکی تری پا پوش نہیں ہے
 خون جگر و دل سے سر جوش نہیں ہے
 فریاد سے عاشق کبھی خاموش نہیں ہے
 وہ کون ہے جو آج سبکدوش نہیں ہے

۱۴

جوئی سے بھی انکار نہیں دے دیا صاف
 کیونکہ یہاں عشق بلا نوش نہیں ہے

۳۱۴

دل یاد کے مٹنے سے جو باوس نہیں ہے
چاتی کسی عاشق کی پھٹے غم سے تو کیا غم
صیاد پھر کئے پہ نہ جسا طائر دل کے
ہو جاتی ہے سید ہی ہی مری بات جو ٹٹی
اللہ بچائے دل پروانہ منمش کو
اسے طفل حسین کام کی تیرے نہیں چو
عاشق کا لہو رنگ حنا شور قیامت
لکھی ہے مقدر میں ترے خانہ خرابی
پر دیے چھپے گی نہ ترے رُخ کی تسلی
اسے بت ترے دل کو یہ ہلا کر ہی ہنسکی
جان است پے قالب انسان دل روشن
چھپتی ہی نہیں اس مرے دل کی کوئی بات
دل دیکے چرائے کا نہیں جان فاسے
یہ رنج ہے باقی نہ رہی یاد کسی کی

۳۱۵ بدنام نہ ہو جب و محبت میں کسی کی
۳۰ اسے عشق نہیں کیا سر ناموس نہیں ہے

ایشیخ کوئی تیرے مقابل میں نہیں ہے
کہتے ہیں جے چین سکوں صبر تحمل
کیا ناوک قاتل کی کروں آج تواضع
جلتی ہے اگر شمع تو پروانہ طپاں ہے
یہ حسن یہ خوبی سہر کامل میں نہیں ہے
ظالم تری چتون میں مرے دل میں نہیں ہے
اک خون کا قطرہ ہی مرے دل میں نہیں ہے
اسودہ کوئی آپ کی محفل میں نہیں ہے

ابنار شہیدوں کے ہیں کشتوں کے ہیں پستے
 ضد بھی ہو شرارت بھی ہو کینہ بھی ہو لیکن
 مشتاق شہادت مرا سر بھی ہے گلا بھی
 آئینہ میں لڑتی ہیں نگاہوں کا ہیں
 جاری ہو خدا کی بھی توبوں کی بھی تیش
 کیوں غنیمت کا دل ہو گل چاک گریبا
 کیوں خاک اڑا تا ہے پس ناقہ و محل
 جب دیکھے ہے سامنے آنکھوں کے بیاہاں
 وہ تیغ کو چمکا کے یہ کہتا ہے کہ دیکھوں
 دعوے جو کیا عشق کا وہ طہر سے بولے
 آنا ہو تو آ جاؤ یہی گویا یہی میدان
 کیا قبر ہے کنایہ پس وصل کسی کا
 اب جا کے کہے کون مرا شوق شہادت
 لوٹا ہے غم دور دوالم نے مجھے ایسا
 گھڑیوں کا شب ہجر کے دشوار ہے گھٹنا
 تلوار کے پانی سے کبھی شوق کی سب گ
 اللہ کا گھر تو ہے یہی شیخ و برہن
 اک بوسہ بھی اسنے نہ دیا حسن کی خیرات
 تو چاہے تو آساں ہے دم بہر میں آئی
 کیا خاک رہوں منتظر آمد جاناں

تل دہرنے کی جا کو چہ قاتل میں نہیں ہے
 کہتے ہیں جسے لحم ترے دل میں نہیں ہے
 کیا کیجے دم خنجر قاتل میں نہیں ہے
 کیونکر یہ کہوں جان مقابل میں نہیں ہے
 فرق اور دوئی کچھ حق و باطل میں نہیں ہے
 تاثیر اگر شور عرفا دل میں نہیں ہے
 لیٹے مگر اے قیس ترے دل میں نہیں ہے
 دیوانہ ترا بند سلاسل میں نہیں ہے
 بجلی کی ترپ کیوں مرے بسل میں نہیں ہے
 جو تیری زباں پر ہو تری دلیں نہیں ہے
 کیا فائدہ اقرار سے گردل میں نہیں ہے
 اب تو کوئی ارمان تری دل میں نہیں ہے
 قاصد کا گدڑ کو چہ قاتل میں نہیں ہے
 اب نام کو بھی ایک خوشی دل میں نہیں ہے
 اتنی تو سکت عذر انا دل میں نہیں ہے
 اب نام کو گرمی تن بسمل میں نہیں ہے
 تم ڈھونڈتے ہو جسکو وہ کیا دلیں نہیں ہے
 حسرت کے سوا کچھ کفن سائل میں نہیں ہے
 مشکل یہ ہماری کسی مشکل میں نہیں ہے
 کینخت اثر ہی کشش دل میں نہیں ہے

مرکز بھی ٹھکانے نہ لگا اپنا دل زار کر لیتے ہیں دل بکے ادا سے وہ مسخر بل پیچ کچی تاب شکن طول سیاہی یہ اصل ہے وہ نقل ہے یہ نور وہ سایہ کہے تو غزل رنگ میں استاد کے کوئی اکرام مگر عشق کی منزل میں نہیں ہے یہ بات کسی حور شبائل میں نہیں ہے کیا کیا تری اک زلف مسلسل میں نہیں ہے آئینہ بھی اب انکے مقابل میں نہیں ہے خوبی زبان دعویٰ باطل میں نہیں ہے

۳۱۶	اس ایک میں ہے عشق دو عالم کی سمائی میں کیا کہوں کیا دلیں ہے کیا دل میں نہیں ہے	۲۷
-----	---	----

وہ آج دور سے آنکھیں مجھے دکھا کے چلے
نگاہ قہر و غضب کا ہدف بنا کے چلے
ہمارے پاس شب وعدہ یوں وہ آ کے چلے
کہ جیسے خواب میں صورت کوئی دکھا کے چلے
چلے جو راہ فنا میں وہ اس ادا سے چلے
برنگ نقش قدیم آپ کو مٹا کے چلے
وہ پانسچوں کو اٹھا کر کچھ اس ادا سے چلے
نہ کہہ سکا کوئی عاشق ہمیں مٹا کے چلے
لگا کے اس کو وہ ٹھوکر کچھ اس ادا سے چلے
پکارا فتنہ عشر مجھے مٹا کے چلے
خلل نہ بیند میں اس ست ناز کی آئے
صبا سے کھدو ذرا پاؤں وہ دبا کے چلے
کرم کی آس بڑھاتی تھی روکتے تھے گناہ

عجیب طرح سے ہم سامنے خدا کے چلے
 کہا تھا کیوں کہ کبھی آؤ فاتحہ کے لئے
 نشان تک وہ مری قبر کا مٹا کے چلے

جو اٹھے کوچہ جاناں سے خاک ہو کر ہم
 تو بوئے گل کی طرح دوش پہ ہوا کے چلے
 مالِ اُلفت دُنیا مذا میں تھہریں
 یہاں جو آئے کفن میں وہ مُنہ چھپا کے چلے

نئی طرح سے ہوا وعدہ وصل کا پورا
 وہ آئے اور نظر سے نظر ملا کے چلے
 چراغِ ظلم ستمگار جلد لانے لگا،
 ہماری آہ کے جو نکلے کچھ اس بلا کے چلے

صفائی دیکھ کے ساعد کی مرٹے لاکھوں
 جو میرے قتل کو وہ آستین چڑھا کے چلے
 نہیں ہے کام کی شے کوئی غیر حُسنِ عمل
 ہم ایک ایک کو دُنیا میں آزما گئے چلے

بلند رتبہ سمجھتے ہیں سقفِ چرخ کو پست
 یہ جب زمیں پہ چلے اپنا سر جھکا کے چلے
 یہی ہے ضعف کا عالم تو کیا عجب اے دل
 جو اپنی سائنس بھی سینہ میں لٹکا کر کے چلے

بروزِ حشر بھی جو کے نہ چال سے اپنی

کیا سلام جو جھک کر وہ مسکرا کے چلے

سوال بوسہ میں کیا جانے کیا ملا تھا زہر
وہ مجھ سے کڑوے ہوئے بے نقصان کے چلے

قضا بھی لوٹ گئی دیکھ کر اثر ان کا

کمان ناز سے جب تیر کچھ ادا کے چلے

جو جس میں آئی جانا ہو کہ نہ کر گزرے

وہ کہنے پر نہ کسی غیر و آشنا کے چلے

جو ٹوکا راہ میں دشمن کے ساتھ جاتے ہوئے

بہت ہی بگڑے وہ کچھ منہ میں بڑبڑا کے چلے

فرشتے بار محبت کو دیکھ کر بولے

مجال کس کی جو اس بوجھ کو اٹھا کے چلے

وہاں سے ہم نہ ٹلے پھر مشال نقش قدم

وہ اپنی راہ میں ہم کو جہاں بٹھا کے چلے

فناں کے ساتھ نکل آئے آنکھ سے یوں اشک

کہ جیسے قافلہ آواز پر دراکے چلے

اگر پھینچنا ہے منزل پہ وقت سے پہلے

کو یہ سا لک رہے قدم اٹھا کے چلے

ہر ایک گام پہ کہٹا لگا ہے ٹھوکر کا

رہ و فامیں کوئی کیا قدم اٹھا کے چلے

کیوں مانگوں کسی اور سے کچھ دے تو خدا کو
 ای جذب و فادل کو مرے اسکے ملا دے
 سفاک صفائی کا کوئی ہاتھ لگا کر
 اچھوں کا برا کام بھی اچھا ہے جہاں میں
 ہم نقد کو نسیہ سے بدلتے ہیں ساقی
 کتاب ہے شب وعدہ مرا شوق یہ مجھ سے
 سُنتا ہی نہیں کان لگا کر کبھی وہ بُت
 ہو گا نہ افاقہ مجھے اب موت کے غش سے
 کہتے ہیں محبت میں نہیں کسی کا
 کیا اس بت کا فرسے ہو وعدے کی توقع
 میراث کسی کی ہے نہ یہ مالک کسی کی
 دشوار ہے جو جگہ وہ آسان ہے تجھ کو
 کیا خاک مری نشوونما کی دو کیسے قدر
 تھک جاؤں جب قتل سے کہتے ہیں ادا سے
 دے جان محبت میں کسی کے دل شیدا
 تو پیار کرے جسکو وہ ہے پیار کے قابل
 ہے راہ نمائی کا اگر خضر کو دعوے
 پھر جا کے یہ آنے کی نہیں اے بت نادان
 منحوس سمجھتے ہیں وہ رونے کو کسی کے

جو آپ ہی ہو کا ہو وہ محتاج کو کیا دے
 پردہ جو دہنی کا ہے اسے صاف ہٹا دے
 جھگڑا ہی تن و سر کا مرے آج مٹا دے
 تو ہاتھ سے اپنے مجھے جو چاہی سزا دے
 جو کل کے لئے رکھتی ہے وہ آج پلا دے
 آتا ہے کوئی راہ میں آنکھوں کو بچھا دے
 افسانہ اُفت مرا کیا خاک مرزا دے
 تو زلف سُنگھا اپنی کہ دامن کی ہو ادا دے
 ڈرتا ہوں کہ دل وقت پہ جکھو نہ دغا دے
 جو مطلب دل کو مرے پاؤں میں اڑا دے
 دولت ہے خدا داد جسے چاہے خدا دے
 یار بمرے بگڑے ہوئے سب کام بنا دے
 ہر روز مرے نام کو جو کھٹکے مٹا دے
 اتنا نہیں کوئی جو مرا ہاتھ بٹا دے
 جو منہ سے کہا ہے اسے اب کر کے دکھا دے
 یا غیر سے دلو مجھے بوسہ کوئی یا دے
 رستہ وہ مجھے کوئی محبت کا بتا دے
 غیروں میں نہ یوں حُسن کی دولت کو لٹا دے
 اے اشک مجھے آنکھ سے انکی نہ گرا دے

کیوں حُسن طبعیت پہ مرے غیر کو ہر رشک

۳۱۸	حقہ یہ اُسی کا ہے جسے عشق خدا دے	۲۱
ساتی دوے صاف مجھے آج پلا دے پردہ رخ پر نور سے اے شوخ ہٹا کر مایوس ہو کیا کوئی لبش لبش بے سحر تڑپا نہ بہت قتل کے پیاسوں کو سنگرا ہے زلیست مری وصل کے اقرار پہ موقوف بوسہ کا سوال اُٹنے جو کرتا ہوں کہی ہیں کہتے ہیں خدا جسکو وہ کچھ دور نہیں ہے اس جسدِ عارض سے مجھے خوف لگا ہے لازم ہے خدا آہ شہرِ بار سے ہر دم دریا سی طوفان تھی اسرا شک و اں تو اے پیر مغاں دون کی لیتا ہو بہت شیخ دل شیشہ نازک ہو کہیں ٹوٹ نہ جائے تہرائے اگر عرش تو کیا فائدہ اے دل ڈرتا ہوں تراکت سے نہ رک جائے کہیں نہ پیار محبت نہ بچا ہے نہ بچے گا دم لے کے خدا دل کی تو کہنے دے کسی سے ان بھول بھلیاں سے نکلتا نہیں آسان کرنے کسی گوشہ میں مری لاش کو مدفون اندازِ اودا کو ترے حاصل ہے یہ قدرت	آئینہ روشن جگر و دل کو بنا دے یگلی دل عاشق پہ اک بار گرا دے بے ملنگ ہی دیتا ہے جو مانگو تو سوا دے آب دم شمشیر انہیں جسدِ پلا دے بنجائے ابھی کام زباں تو جو ہلا دے منہ پھیر کے کہتے ہیں جواب اسکو خدا دے انسان اگر پردہ غفلت کو اٹھا دے ہر طالب دیدار کو موسیٰ نے بنا دے ایسا نہوید دل پہ تجھے آگ لگا دے کیا فائدہ گردل کی لگی کونہ بچھا دے اک جام نے توبہ شکن اس کو پلا دے اے وعدہ معشر مری امید بندھا دے فریاد سے دل اس بت کا فرکا ہلا دے اے شوق شہادت دل قاتل کو بڑھا دے تدبیر کوئی لاکھ کرے لاکھ دوا دے اتنا ہی نہ جگلو طپش شوق لٹا دے اے خضر جہد عشق و محبت کے مہج جلا دے ہر طرح سے اس خون کو سفاک چھپا دے چاہے جسے اک آئینہ ٹپا دے لٹا دے	

۱۵	اس کافر بدکیش سے اے عشق بڑا ربط دنرات دُعائیں ہیں کہ اللہ بنادے	۳۱۹
چھیر ہر وقت کی ہر بار کی گالی نہ گئی میرے ملے یہ مصیبت مری ٹالی نہ گئی بات جو پہن گئی پھر وہ نکالی نہ گئی وہ ادھر خوش کہ مری بات تو خالی نہ گئی بات میں بات یہاں کوئی نکالی نہ گئی چوٹ کوئی نگہ ناز کی خالی نہ گئی دل سے ظالم خلش عشق نکالی نہ گئی مرے دم تک مری آشفۃ خیالی نہ گئی آنکھ ہی عاشق دل خستہ پہ ڈالی نہ گئی رنگ لب کا توڑ اپان کی لالی نہ گئی کیسا بیمار ہے چہرے کی بجالی نہ گئی اسلے کان میں اس شوخ کے ڈالی نہ گئی روز کی برطرنی اور بجالی نہ گئی کسی صنایع سے صورت تری ہانی نہ گئی	آبر و مجھے زباں انے سنبھالی نہ گئی عشق میں دل تو گیا شیفۃ حالی نہ گئی دل میں اس کافر بدکیش کے اچھی کہ بُری وسے کے دل شاداد ہر ہم کہ ملی ایک بلا دہن یار کا معنوں نہ سمجھ میں آیا دل تڑپتا ہے ادھر اور ادھر میرا جگر دل کو تو خیر کے پہلو سے نکالا لیکن نہ مثادل سے تری زلف پریشاں کا خیال کیا نزاکت ہو کہ اس شوخ ستم پیشہ سے ڈہل گیا حُسن مگر آپ کی شوخی ہے وہی وہ عیادت کو مری آکے یہ فرمانے ہیں بات کچھ گوہر نایاب نہ تھی عاشق کی انکی خدمت میں گئی جان بھی اپنی لیکن ایسا سا چنانہ بنا بے ہزاروں قالب	
۱۵	ان کی خلوت میں ہی جلوت کا سما ہوا عشق آمد و رفت حوالی و موالی نہ گئی	۳۲۰
ایسی کچھ آپ کی خاطر تھی کہ مالی نہ گئی ناز کی کاہو بُرائیخ سنبھالی نہ گئی	دل سی شے مجھے میری جان سنبھالی نہ گئی حسرتِ قتل مری ان سے نکالی نہ گئی	

جس طرح آپ نے محفل سے نکالا مجھ کو
 شیخ تو بہ کی طرح کوئی نہیں بے وقت
 آپ کے حسن کو کیا عیب لگا یگ کوئی
 تو ستا کر ہمیں بچتا ہے گایہ یاد رہے
 وصل میں بھی نہ ملا دل سے مگر بار کا دل
 لامکاں دور نہ تھا عرش ہی ستور نہ تھا
 وہ نہ میرے دل شہید کے خریدار نہ
 محتسب ہندہ بے دام بتا رہندوں کا
 مہربان حضرت منصیر کا امنا نہ ہوا
 آپ کا تیر نظر اور طبیعت میری
 درد اور عشق ہیں اک جان دو قالب گویا
 کیا تراکت مرے ساتی کی ہو اللہ اللہ

اس طرح حسرت دل کوئی نکالی نہ گئی
 کب یہ میخانے میں آئی کہ نکالی نہ گئی
 خاک خورشید جانا تاب پہ ڈالی نہ گئی
 آہ مظلوم کی ظالم کبھی خالی نہ گئی
 باہمی فصل جنوبی و شمالی نہ گئی
 اس طرف اپنی مگر ہمت عالی نہ گئی
 جنس دو چار کو جب تک یہ دکھالی نہ گئی
 ساقیا روز کی بے کار سپالی نہ گئی
 منہ سے حق بات زمانے میں نکالی نہ گئی
 ایک روکانہ گیا ایک سبغالی نہ گئی
 پھوٹ دو نو نہیں کسی طرح سے ڈالی نہ گئی
 جام میں اسے ناب بھی ڈالی نہ گئی

۱۵

دل گیا جان گئی اونکے طلب میں لیکن
 عشق بے ہودہ تری خام خیالی نہ گئی

۳۲۱

مجال بات کی ہوتی تو گفتگو کرتے
 مریض غم سے جو ہوتی انہیں محبت کچھ
 لگاتے منہ نہ رفیبوں کو تم اگر سر بزم
 کسی کو ہوتی ہی جرات زبان نرازی کی
 سیاہ کاروں کے ہو جانور کے چہرے
 نمازیں نئی کیفیتیں نظر آتیں

سوال وصل ہم اس بت سے دو بدو کرتے
 کبھی تو سورہ اخلاص پڑھ کے چھو کرتے
 مجال تھی جو وہ یوں ہنسے گفتگو کرتے
 ہم اس طرح جو نوب دہ کے گفتگو کرتے
 جو یہ کبھی عرق شرم سے وضو کرتے
 شراب ناب سے زاہد اگر وضو کرتے

خیال کسکا بندہ رہتا ہے خدا جانے دہن نہیں سہی کیا ہو گیا اشاروں کو ہمارے وصل کا ہوتا اگر یقین ہم کو نظر نہ آئی کوئی چیز ایسی دنیا میں خدا کی ذات کو قیدِ جہت نہیں واجب زبان انکی جدا تھی زبان اپنی جدا ہوتی قدر اگر حسن کی زمانے میں نہیں ہیں تار یہ کہہ امین گریباں کے	کہ اپنے آپ انہیں دیکھا ہی گفتگو کرتے وہ آنکھوں نگوں میں کچھ ہے گفتگو کرتے شبِ فراق نہ مرنے کی آرزو کرتے بتوں کے ہوتے جو ہم اسکی آرزو کرتے گناہ کیا تھا اگر سجدہ چار سو کرتے لحد میں خاک فرشتوں سے گفتگو کرتے کہی دماغ نہ اس طرح خوبرو کرتے جگر کے ٹکڑوں کو کیا خاک ہم رُو کرتے
--	--

امید ہوتی جو اسے عشق ہم کو ملنے کی
 تلاش اس بُت کا فری کو بہ کو کرتے

مردہ اسے بیل کہ اک تازی بہار آنے کو ہے
 ہر سیر گلستاں وہ گلزار آنے کو ہے
 کس خوشی کے دن ہوا ہے غم میسر مجھ کو ہائے
 لاش پر دشمن کی کوئی سوگوار آنے کو ہے
 دیکھیں اب اڑاڑ کے اپنی خاک کیا ڈھاتی ہے حشر
 جانبِ مدفن وہ طفل نے سوار آنے کو ہے
 کچھ کچھ ابھرا سا نظما تھا ہے سینہ یار کا
 نو نالِ جن میں اس سال بار آنے کو ہے
 شیخ سے ذکرِ قیامت سن کے کہ اٹھتا ہوں میں
 مردہ باد ایدل کہ روز وصل یار آنے کو ہے

غیر کے روکے سے یہ طوفان رکنے کا نہیں
 آپ کے کوچے میں کوئی انگبار آنے کو ہے
 کچ زداں نہیں کوئی رہائی کی امید
 مجھ کو کیا سوار آئے گر بہار آنے کو ہے
 دیکھتی ہے چار سو رہ روکے کیا چشمِ جباب
 کون بہرِ عیش سوئے جو بار آنے کو ہے
 حشر سے پہلے اگر ہم جی اٹھیں تو کیا عجب
 یار بہرِ فاختہ سوئے مزار آنے کو ہے
 خیر تیری اب نظر آتی نہیں اسے جان ناز
 اس ستم آئیں پہ دل بے اختیار آنے کو ہے
 بے سبب بل کی نہیں لیتی ہے وہ زلفِ دو تا
 آج اس کے دام میں کوئی شکار آنے کو ہے
 چین سے بیٹھا ہوا ہے محلِ دشمن میں کیا
 لے خیرے شوخ کوئی بقرار آنے کو ہے
 تھی جاں منظورِ دلت میری شانِ کبریا
 آج اس محل سے دشمن شرمسار آنے کو ہے
 وعدہ فرما نہیں کچھ دردِ دل صبر کر
 وہ گٹری بھی ایدل پر اضطراب آنے کو ہے
 خاکساری نے مری مٹی یہاں تک کی پسید
 دلیں اس آئینہ روکے لبِ غبار آنے کو ہے

بادہ گلگوں سے ہر دے شیشہ و ساغر شتاب
 بدلی ہے ساقی ہوا فصل بہار آنے کو ہے
 کر کے مجھ کو قتل بول اٹھا وہ ترک تیغ زن
 کیا ابھی مقتل میں کوئی جاں نثار آنے کو ہے
 دے بھی دو بوسہ کہا نکلی شرم مجھے کیا لحاظ
 اس تمنا میں لبوں پر جان زار آنے کو ہے
 مر وہ اے جوش جنوں اے وحشتِ خاطر نوید
 زخم پھر آئے ہوئے فصل بہار آنے کو ہے
 دیکھتے کیا حشر ڈھاتی ہیں منسا یں مری
 شربِ غم ختم روز وصل یار آنے کو ہے
 ایدلِ ناکام لے اب چین کر آرام
 ساری امیدیں قرار آئی کو ہے

۳۲۳	عشق وہ سفاک آنا ہے ادھر خنجر بکف ایک تازہ معرکہ ہر دے کار آنے کو ہے	۱۸
-----	--	----

وہ کڑے دل کے ہیں دم عشق کا بہر نیوالے رہو راہ عدم جائیں پس و پیش تو کیسا وہ سرور کا رقصا سے نہیں رکھتے کوئی دم پہ پنجائے کہ ٹوٹے دلِ شیدا پرستم تم تو اُمّشتِ ناہاتہ لگا کر نہ بنو کل ہر حشر و کیا گناہ کو کیسا منہ	دم بھی نکلے تو کبھی اُفت نہیں کرنیوالے ہیں یہ سب ایک ہی منزل پہ ٹھہرنیوالے جو ادائوں پہ تری لے سے ہیں مرنیوالے دم نہیں مارتے دم آپ کا بہر نیوالے ایک دن آپ ہی مرجائیں گے مرنیوالے اسی مریے پاس سے انجان گذرنیوالے
--	--

امتماں آپ لیں سو بار تو کیا ہوتا ہے ہے وہ گرداب بلا بحرِ محبت اے دل منتظرِ وعدہ کی شب زندہ رہے یا نہ رہے شوقِ زینت ہو تو کیا جانے کیا صورت ہو جاں بلبِ پکے ہیں کوئی گھڑی کے ہماں لیجئے تیغ کہ جاں بازوں کے جوہر کھلی جائیں کیسے عیسیٰ ہو یہ اعجازِ انسانی کیسی طعنِ آئینِ سخن ہیں ترے ای تنگ دہن یاد ہے مجھ کو وہ طفلی کا زمانہ اب تک آپ کے وعدہ فردا کا ہر کچھ ابا یعتق جانِ میدیں گے مگر بات نہ جانے دینگے	دل چرانے کے نہیں جی سے گزرنیوالے اسکے ڈوبے نہیں تا مشراو بہرنے والے تو سلامت رہو اے شوخِ سنورنے والے سادگی پر ہیں ترے سیکر مدوں مرنیوالے روکے لاکھ نہیں اب یہ ٹہرنے والے بھاگنے والے ہیں سب یا ہیں ٹہرنیوالے دیکھتے رہئے تم مر گئے مرنے والے تیز نشتر سے سوا دلیں اُترنے والے ہائے کیا دنِ فراغت سے گزرنیوالے حسوسِ ساتھ لے جاتے ہیں مرنیوالے ہم نہیں تیری طرح کہہ کے مرنے والے
---	--

۳۲۴	رنگِ شوخی جو یہی ہے تو خدا حافظ ہے عشقِ پردہ میں نہیں اب وہ ٹہرنے والے	۱۶
-----	--	----

واہ کیا پیرِ مخاں کی بات ہے ایک ہی لاکھوں میں تو اسوِ نازیں رازِ داری کی قسم کہاتے ہیں ہم بولے میرے گریہ شادی پہ وہ مانگتے ہیں دل کہی وہ زر کہی منہ میں بہر آتا ہے پانی شہج کے آتشِ بزرگی تو اسے دختِ رز	ذات اس کی قبلہ حاجات ہے تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے شوق سے کہئے جو دل کی بات ہے کیسی یہ بے فصل کی برسات ہے اپنے ہی مطلب کی ہر جو بات ہے ذکر سے بھی کس غم کی بات ہے چار پیوں کی تری اوقات ہے
---	---

ایک ہی دُبری کی گمات ہے آپ پر مرتے ہیں اتنی بات ہے آپ کے ارشاد کی کیا بات ہے ہونو میری ہی کوئی بات ہے اب تو کل پر سبہ اوقات ہے یہ بھی قسمت کی مری اک بات ہے منہ نہیں کھتا مرا کیا بات ہے تجھ میں ایو رشک پری جو بات ہے	وہ ملاتے ہیں دم رخصت جو ہاتھ عاشقوں کی یوں تو ہنسی خواب چھٹے وعدہ کا بھی ہوتا ہے یقین حیرتِ مصروف سرگوشی ہیں وہ فاقہ ہے میرا مدارِ زندگی بات وہ کرتے نہیں منہ جوڑ کر رعب ہے مانے یہ کس کارِ دُشمن حور و نگار میں نکلنے کی نہیں
--	--

۱۵	عشق کی یارب دعا ہو مستجاب	۳۲۵
	نام تیرا قاضی الحاحات ہے	

فیصل آج کا کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے تو نے انگلیاں یہ کیا ہے چھپا رکھا ہے نام سے تار کا ب جیب میں کیا رکھا ہے ایک شیشہ ہو کہ صبا سے بہا رکھا ہے ایفلک خاک میں کیوں مفت مار رکھا ہے سر پہ کمبخت نے گھر میرا اٹھا رکھا ہے تم نے پنچھ لایہ کیوں پیچھے لگا رکھا ہے کیوں تمنا کو مری دلیں چھپا رکھا ہے عشق نے ایک اک روگ لگا رکھا ہے دیکے چلو اسے الو ہی بنا رکھا ہے	حشر کا نام نہ لو حشر میں کیا رکھا ہے ابرا ابرا نظر آتا ہے جو سینہ تیرا لے نہ اسے دستِ جنوں حشرِ خاطر کی بہت میرے پہلو میں نہیں یہ دل پر غوں میرا ہم نہیں تجھ سے زانی نہیں طلبگارِ عروج جا کے جب تیا ہوں آواز دہ بول اٹھتے ہیں دیکھے جب ہی عدد ساتھ برنگ سایہ اس خطا پر مرے پہلو کو وہ کرتے ہیں نگار دردِ دل میں ہی کبھی زخمِ جگر میں ہے کبھی شیخ کی پوچھو نہ کچھ رندوں نے میخانیں
---	---

تنے تو اسکو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے
طرفہ جادو مری آنکھوں نے جگا رکھا ہے
تنے بیدار سے کیوں اسکو تار کھا ہے
مفت کیوں روز کا جھگڑا یہ لگا رکھا ہے

زلف چنچال نہ بچا سے کہیں ڈرتا ہوں
مردم چشم نہیں سحر کے پستے ہیں یہ
دل کی فریاد نہ لائے سر محشر کوئی دنگ
ہاں نہیں جو تمہیں منظور ہو وعدے پہ کھو

۱۹

دیں اس دشمن ایماں سے بچا کر عویش
وقت آخر کے لئے ہم نے لگا رکھا ہے

۳۲۶

ادنا غلام پرتے ہیں آقا بنے ہوئے
بیٹھے ہیں کیوں نہ ہو آگ بھولا بنے ہوئے
سرتاپا امیر دستا بنے ہوئے
بگڑے ہیں گھر جہاں کیا کیا بنے ہوئے
نکلے ہیں وہ نہا کے بھوکا بنے ہوئے
پرتے ہیں آج وہ ترے نیدا بنے ہوئے
آئیں شتاب رشک میسا بنے ہوئے
مدت ہوئی جو گھر مرا صحرانے ہوئے
بگڑے ہیں کام عشق میں کیا کیا بنے ہوئے
افتادہ زیر بام ہیں موئے بنے ہوئے
بیٹھے ہوئے ہیں نقش کف پا بنے ہوئے
نا آشنا بھی سب ہیں ثنا سا بنے ہوئے
رہتے ہیں تیرے ساتھ جو سایہ بنے ہوئے
مصنوع اس کمر کے ہیں عتقا بنے ہوئے

اعلیٰ جو تھے وہ آج ہیں ادنا بنے ہوئے
کس سوختہ نصیب کی آئی ہیں شامتیں
کرتے ہیں شوق وصل میں عمر اپنی ہم بسر
اے چرخ جو پیشہ تری دست جو رسے
بھڑکی ہو آگ حن کی پانی سے ویکھنا
دعوائے تما غفل و ہوش کا اپنے جھینٹ
کدو یہ انے کوئی کہ عاشق ہر ترع میں
جوش جنوں کدہرے بنے آگے میماں
اس اضطراب ترے اے بیقرار دل
مشاق تیرے جلوہ کے ایشونج سیکڑوں
شبنم کے واسطے تری راہ وفا میں ہم
مشہور خلق عشق نے یہ کچھ کیا ہیں
اغیار بھی بلا ہیں مگر اے پری جمال
دام خیال کو کوئی پھیلائے خاک اب

ظاہر میں ہیں جو طالب عقبا بنے ہوئے
تھے جتنے دوست اب ہیں وہ اعدا بن گئے

باطن میں سب کے بڑے ہیں دینا پرست وہ
برگشتہ قسمتی کا برا ہو کہ آج کل

۱۶

عقبی کی فکر اب نہیں اے عشق چاہے
کب تک رہو گے طالب دینا بنے ہوئے

۳۲۷

سلامت اگر ہے جوانی تمہاری
یہی ہے اگر مہربانی تمہاری
لڑا کین تمہارا جوانی تمہاری
یہ اے مہرباں جو نشانی تمہاری
نہیں سنتے ہم یہ کہانی تمہاری
نہیں ہوتی کچھ پاسبانی تمہاری
مجھے یاد دیا ران جانی تمہاری
ستم بات ہے خاندانی تمہاری
مزا دیگی بد زبان تمہاری
اگر کوئی سن لے زبانی تمہاری
فقط چاہئے مہربانی تمہاری
بڑی درد کی ہو کہانی تمہاری
جو ہو آستیں ارغوانی تمہاری
نہ جائے ذرا بدگمانی تمہاری
محبت نہ نکلے گی جانی تمہاری

کر بگاہر اک قدر جانی تمہاری
مجھے اور دشمن کی حاجت نہیں پر
ان آنکھوں نے پوچھو یہ دیکھو کہ ہیں
کھلبے میں سیر نہیں داغ حسرت
جو چھوڑا کبھی قصۂ غم وہ بولے
مرے دل میں تھے ہیں اس پر بھی تھوڑے
ریگی پس مرگ بھی مدتوں تک
ہو اسکا شکوہ نہیں تم سے مجھ کو
عوض بوسہ کا ہو گیا گالیوں سے
سکایت کو بھی میری تعریف سمجھے
فلک کی جفاوں کا ہوتا نہیں کچھ
کہا اسے قصۂ مرید غم کا سن کر
ہو رنگ لایا ہے کس بیگنہ کا
مزہ جان ہی جائے گراستھاں میں
اگر دم بھی نکلے گا میرا تو دل سے

۱۷

میاں عشق صدمہ مر جا آفریں ہے

۳۲۸

مزا دے گئی شہرِ خوانی بہتاری

سو خیالوں سے حسینوں کا خیال اچھا ہے
 اور سب خوابوں میں اک خواب وصال اچھا ہے
 ساری پروں میں مرا حورِ جمال اچھا ہے
 انگنہ ناک اچھی ہے ایک اک خط و خال اچھا ہے
 شوق کے گہٹنے سے بڑھنے میں مزا ہے ایدل
 وصل کا وصل کے ہونے سے خیال اچھا ہے
 خوابِ یوسف ہی کے ہر بار پڑا کرتے ہیں
 جذبِ کامل ہے زلیخا کا خیال اچھا ہے
 آنکھوں آنکھوں میں چڑا لیتے ہیں دل سی تھے کو
 یہ سیناں منوگر میں کمال اچھا ہے
 تہنیت آکے دیں احبابِ عبادت کیسی
 آج وہ آئے ہیں ہمیں ہمارے حال اچھا ہے
 نقدِ دل دیکے کہا میں نے کہ مانگوں کچھ میں
 بولے یہ آپ کا انداز سوال اچھا ہے
 عاشقی اے دلِ ناداں ہے سراپا آفت
 ابتدا اسکی ہے اچھی نہ مال اچھا ہے
 دردِ دل کہتا ہوں میں آپ توجہ سے سنیں
 میرے افشاءِ الفت میں یہ حال اچھا ہے
 ہے مقدر کے سبب آمد و رفتِ ذروال

نہ خوشی اس کی ہے اچھی نہ ملال اچھا ہے
جو مقدر کا ہے بے مانگے ہی مل جائے گا

مرد سائل کے لئے ترک سوال اچھا ہے
اے مناں خاک نشینانِ خراباں کے پاس

ساغرِ رز سے کہیں جامِ سفال اچھا ہے
تجھ سایہِ منت میں باز اربہاں میں کوئی

کیوں نہ ہر اک ہو خرید ارکہ مال اچھا ہے
مانگیں اللہ سے کیا اس بتِ سفاک کو ہم

ہو جو ملنے کی توقع تو سوال اچھا ہے
فکر دانے کی نہ اندیشہ و امِ صیاد

ظاہر قبیلہ نمائے پردِ بال اچھا ہے
مجھ کو معلوم ہے باطن میں ہے وہ جیسا بُرا

کیا ہوا شیخ کا ظاہر میں جو حال اچھا ہے

۱۴	قدرواں کوئی زمانے میں رہے یا نہ رہے	۳۲۹
	بے کمالی سے تو اے عشقِ کمال اچھا ہے	

میں ہوں جس حال میں میرا وہی حال اچھا ہے وہ اگر رونہ کریں تو یہ سوال اچھا ہے باغِ جنت سے گلستانِ خیال اچھا ہے جب کو کل دیکھ کے تم کہتے تھے حال اچھا ہے تو ہی انصاف سو کہہ سکے خیال اچھا ہے	مجھ کو کیا کام جو الفت کا مال اچھا ہے ساری پیغاموں سے پیغامِ وصال اچھا ہے شرطِ طاعت نہیں کچھ اسکے لئے اور اظ چل بسا آج وہ دُنیا سے خبر لو چل کر غیر کی دہن ہے بچے مجھ کو تصور تیرا
--	---

گو مری جان پہ بنجاتی ہے اسکے ہاتوں دل سلامت ہو تو کچھ خط حینون کا نہیں جس کے کچھ نفع نہ ہو اس سے نہیں کوئی بُرا میں وہ بیمار محبت ہوں کہ مر جاؤں گا آسمان کے بھی ستارے کہیں تہ آتے ہیں اس پہ پہ تو کوئی ہوتی ہے کس طرح بسر اسے شہ حسنِ ذرا اپنے دکھا دے ناخن انکے عدو کو گٹھری بہر نہ بچا ہے نہ قیام	پھر بھی کتا ہوں کہ ارمانِصال اچھا ہے میں خریدار بہت اپنا جو مال اچھا ہے بار آور جو ہو ایدل وہ نہال اچھا ہے گر کہے کوئی تسلی کو یہی حال اچھا ہے محکو کیا اس سے جو وہ ماہِ جال اچھا ہے تم تو یہ جانتے ہو غیر کا حال اچھا ہے آسمانِ دون کی لیتا ہے ہلال اچھا ہے اس خوشی سے تو ہمیشہ کا مال اچھا ہے
--	---

۱۳

بڑھ رہا ہے مرضِ اے عشقِ یہاں دُوروز

۳۳۰

وہ کہے جاتے ہیں اب پہلے سے حال اچھا ہے

تیری دلہیز گر نہیں بنتی، آنکھہ انکی جو خشکیں بنتی دل نہ گریا میں لگا ہوتا آتے خود یا بچے ہلاکے وہ سیر کا لطف تھا اگر جنت خاک میں خاک را کیوں ملے دولت عشق کی جو ہوتی قدر نگ لاتی مری سیہ بنتی کیفیت تہی جو نشہ مے سے فیصلہ کل کا آج ہی ہوتا	سہری بٹنا نہ یہ جیہیں بنتی نگہ تیز تیج کیس بنتی دم پہ کیوں وقت وہاں بنتی بات کوئی تو ہنٹیش بنتی تیرے کو چہ کی سر زین بنتی آسمان تو جو اے زین بنتی انکی گالی بھی آفریں بنتی گر زری زلفِ عنبریں بنتی سُرخ وہ چشم سرگیں بنتی جو وہاں بنتی وہ یہیں بنتی
---	---

	طبع عاشق جو ناز میں مبتی کچھ بنائے مگر نہیں مبتی	ناز معشوق کے اُٹھاتا کون جب بگڑ بیٹھتے ہیں وہ ایدل	
۱۷	جب بگڑتا ہے کیل منت کا عشق انسان کے کچھ نہیں مبتی	۳۳۱	
کہاں آہاں کسی کا دل کسی کے دل سے ملتا ہے بڑی آفت سے ملتا ہے بڑی مشکل سے ملتا ہے عدو نے بے وفائی کی تو قاتل ہو کے کہتے ہیں یہ بیچ ہے با وفا عاشق بڑی مشکل سے ملتا ہے اوہر بھی جذب کامل ہو اوہر بھی جذب کامل ہو مزا چاہت کا خوب آتا ہے جب دل کو ملتا ہے مرے قاتل کو ہے اس ربط پر بھی رشک کیا کیجئے جو اک لہل تڑپ کر دوسرے لہل سے ملتا ہے تمنائیں ہیں لاکھوں دلیں وہ آئیں تو کیا آئیں کوئی پردہ نشیں ہو کر بہری محفل سے ملتا ہے یہاں کل جس کی عزت تھی وہی ہے آج ذلت میں یہ رنگ بزم عالم ہی تری محفل سے ملتا ہے ملا ہے حضرت پیر مغاں سے اس طرح زاہد مرید تازہ جیسے مرشد کامل سے ملتا ہے جلاہوں ہجر میں اس مادہ رو کے مات بھرایا کہ اک اک داغ دل میرا مہ کامل سے ملتا ہے			

میں وہ آوارہ گردِ وادیے رنج و مصیبت ہوں
 کہ غربت کا پتا مجھ کو مری مترل سے ملتا ہے
 تماشا جوشِ خوں کا کوئی شوقِ قتل میں دیکھے
 پہر کتا بنض کا میری رگِ بیل سے ملتا ہے
 مجھے ہسکارا ہے کیوں مرادول راہِ الفت میں
 پتا منزل کا سب کو رہبرِ کامل سے ملتا ہے
 سراپا شوق جو آیا ہوا حسرت بہرا واپس
 یہی ملتا ہے جس کو آپ کی محض سے ملتا ہے
 جو دیکھی بقیارسی برق کی یہ کہہ اٹھا قاتل
 تڑپنا لوٹنا اس کا مرے بیل سے ملتا ہے
 نہیں ہے اس اتنی ہی ترے ناکام عاشق کو
 پتا لیلے کا اکثر قیس کو محل سے ملتا ہے
 کوئی اسکا عوض ہی ہے تری سرکار میں یارب
 سخی کو عالمِ بانی میں جو سائل سے ملتا ہے
 یہی ہے ماحضر تلوار کا پسِ تیغ کا پانی
 کسی کو قتل گہ میں اور کیا قاتل سے ملتا ہے

۲۸	مثال قطرہ و دریا ہے میری داغ کی نسبت کہاں رہتا ہے ناقص عشق جو کامل سے ملتا ہے	۳۳۲
برچی سی ایک دل سے جگر تک اتر گئی برقِ جندہ تہی ادھر آئی اودھر گئی	میں کیا کہوں کہ کیا گھسہ یار کر گئی کیا پل کی پل میں اپنی جوانی گزر گئی	

پیری میں سب شباب کی مستی اُتر گئی
 پتیری نگاہ ناز جسگر تک اُتر گئی
 جانبر علاج سے نہ مریض و فاقہ ہوا
 ذکر گزشتہ کیجئے کیوں اس سے فائدہ
 دو ناسلیوں سے ہوا اضطراب دل
 پر سناں نہیں ہے کوئی شبِ درد و غم مرا
 اسے یاد عمر رفتہ خدا کے لئے بستا
 ہمد نہ پوچھ روزِ جدائی کا ماحسرا
 پیری میں خوابِ خوش سے تو اب کبلی ہی آنکھ
 روزِ ازل فرشتے تو پہلو بچا گئے
 مرہم سے تو نمک ہی تھا اچھا مرے لئے
 ہم اپنی زندگی سے تھے ناراض روزِ غم
 جلوے سے نیر و حُسن کے محروم ہے جہاں
 مہج ہوا سے فصلِ بہاری کو دیکھئے
 برگشتہ فتنی کا کرے کوئی کیا علاج
 گر یہ سے کوئی کام نہ نکلا شبِ فراق
 چکارا ہوں کوچہ جاناں میں رات دن
 اس شوقِ دید کو تو شبِ عدہ دیکھئے
 مانع ہے عرضِ حال سے مجھ کو بھی خیال
 پامایوں کے شوق نے مٹی خراب کی

کیا سو میں اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
 میں دیکھتا ہی رہ گیا یہ کام کر گئی
 سب سہی و ایگاں تری اور چارہ گر گئی
 اچھی بری گزرنی نہی جیسی گزر گئی
 جو چوٹ تھی دہی ہوئی وہ پہر ابھر گئی
 اے موت کیا ہوا تجھے کیا تو بھی مر گئی
 کیا ہو گیا شبابِ جوانی کدھر گئی
 اللہ جانتا ہے جو مجھ پر گزر گئی
 کیوں نہ تاتا دین کہ جوانی کدھر گئی
 آخر بلائے عشقِ بھڑی کے سر گئی
 اے چارہ گر حلاوتِ زخمِ جسگر گئی
 امید و صل آ کے رضا مند کر گئی
 دیکھا تجھی کو ہم نے جانتک نظر گئی
 گل کیسے کیسے صحنِ چین میں کتر گئی
 کچھ زلف یہ نہیں ہو کہ بکھری سنور گئی
 رونایہ ہے کہ آبرو سے چشم تر گئی
 منزل پہ بھی نہ سر سے بلائے سفر گئی
 اٹھ اٹھ کے لاکھ بار سوئے در نظر گئی
 پر کچھ نہ ہوگا بات بھی اپنی اگر گئی
 دل سے نہ مر کے بھی ہوس رہ گذر گئی

منعم عبث ہے دولتِ دنیا پہ تجھ کو ناز غافل رہے نہ میری طبیعت کو چارہ گر قاتل کو میرے قتل کا غم تو نہیں مگر، اس شوخ کو خیال جو آیا نقاب کا اسے شیخ ہجر یار میں ہم پر ہزار بار	اسکو نہیں قیام ادھر آئی ادھر گئی آئی بہار پہر یہ اسی رنگ پر گئی، شکوہ یہ ہے کہ مفت کلائی اتر گئی زلت سیاہ چاند سے رخ پر بکھر گئی ڈرتا ہے جس سے تو وہ قیامت گذر گئی
--	---

۳۳۳	اے عشق اپنی عمر دو روزہ جہاں میں ہے لاکھ لاکھ شکر کہ اچھی گذر گئی	۱۲
-----	--	----

جان میری بونہر آئی ہے انکے آگے لیا جو نام عدد تیغ تو لے ہوئے وہ بیٹھے ہیں ہنیں بچے کا اب مریض غم سو جھے کیا نیک بد پنگوں کو بولے وہ لیکے نقد دل میرا کر رہا ہر وہ آج قتل عام تسمہ باقی رکھنا قاتل نے تیغ سے دیجے جواب سوال آجکل غیر سے ہی میں بڈل زبا واصل کا زمانہ اب	اے میحائری دہائی ہے بولے کیوں تیری شامت آئی ہے نہیں معلوم کس کی آئی ہے مردنی اسکے منہ پہ چھائی ہے چربی آنکھوں میں انکے چھائی ہے چسلا اپنی یہ رونمائی ہے ملک الموت کی بن آئی ہے داو کیا ہاتھ کی صفائی ہے بات کی بات میں صفائی ہے جانے کیا انکے جی میں آئی ہے ہم ہیں یا ماتم جدائی ہے
---	--

۳۳۴	آجکل عشق کو ہر شوق غزل پھر ادھر کچھ طبیعت آئی ہے	۱۳
-----	---	----

خوشی کا بھی سائل ہوا چاہتا ہے
 غم یار مہاں ہوا چاہتا ہے
 یہ بے دین و ایمان ہوا چاہتا ہے
 ہر اک شخص قربان ہوا چاہتا ہے
 نیا عہد و پیمان ہوا چاہتا ہے
 وہ رخصت مری جان ہوا چاہتا ہے
 یہ دفتر پریشاں ہوا چاہتا ہے
 ترا کو چہ ویراں ہوا چاہتا ہے
 پہر آباد زنداں ہوا چاہتا ہے
 کوئی تازہ فرماں ہوا چاہتا ہے
 مراد دل گلستاں ہوا چاہتا ہے
 وہ دل میں لپشیاں ہوا چاہتا ہے

مرے غم کا دریاں ہوا چاہتا ہے
 نہ اے خون دل کچھ کمی کچھ نہ تو
 بتوں کی محبت میں دل کی کموں کیا
 کرے قتل کس کس کو اک میرا قاتل
 سر لطف و احسان وہ پہر آئے ہیں آج
 خبر بھی ہے کچھ اپنے بیمار عزم کی
 دل پارہ پارہ کی جلد ہی خبر لو
 نہیں رہنے دیتے ہیں دریاں کسی کو
 ترے عاشقوں کو جنوں ہو چلا پہر
 بکے دیتی ہے جنبش لب کسی کی
 محبت میں ملنے کو ہیں داغ حراماں
 اثر ہو چلا ہے مرے جذب دل کا

۱۵

چھپاؤں کہاں دل کو لیجا کے اور عشق
 وہ بت اس کا خواہاں ہوا چاہتا ہے

۳۳۵

جب کوئی کام یوں ہی نہ بھلے تو کیا کرے
 بندہ خدا کے نام پر کیوں کچھ نہ یا کرے
 کچھ دے خدا کے نام کا داتا بھلا کرے
 وہ آئیں بے بلائے مگر خدا کرے
 اب اس پہ کوئی لطف کرے یا جاکرے
 ہر روز ہیں غمائیں کہ وہ دن خدا کرے

کب تک دل ستم زدہ آو و بجا کرے
 زاہد نہیں ہے اسکو کسی چیز کی کمی،
 بنکر فقیر دیتے ہیں اس در پر ہم صدا
 برائے آرزوئے دل زار خود بخود
 نیکی کا نیک اور بدی کا ہے بد مال
 وعدہ کیا ہے وصل کا جس دن یار نے

اس بت کے وصل کی وہ خدا سے دعا کرے
 جو جی میں آئے ناصح ناداں بکا کرے
 انسان تو دہی ہے جو اپنا کہا کرے
 اب کوئی کیا علاج کرے کیا دوا کرے
 کوئی تو بات تیری طرف ہو کرے
 کس آس پر کوئی شب وعدہ دوا کرے
 منظور ہے کسیکو جو چھینا چھپا کرے
 اب اختیار ہے نہ کرے یا وفا کرے

اس شرط پر بنا ہوں مرید جناب شیخ
 دیوانگانِ عشق کو پردہ انہیں کوئی
 جسکو نہیں ہے بات کی تیج جانور پر وہ
 پرہیز ہے دواسے مرعیانِ عشق کو
 دشنام ہی سہی سخنِ لطف گز نہیں
 آتی نہیں ہر نام سے آنے کو موت تک
 مانع نگاہ شوق کو پردہ نہیں کوئی
 وعدہ تو روزِ حشر کا اسکی کیا ہر آج

۱۸

اللہ مہربان ہے اے عشقِ خوف کیا
 کچھ ہی نہوگا کوئی عداوت کیا کرے

۳۳۶

اس سے نہیں امید کہ وعدہ وفا کرے
 مظلوم دے نہ جان تڑپ کر تو کیا کرے
 اب غم نہیں وہ چاہے جانتک جاکرے
 عمر و روزہ بھی تو ہماری وفا کرے
 ایسا انویہ و نت پہ مجھ سے وفا کرے
 تقدیر جو بڑی تو ہر بلا کوئی کیا کرے
 وہ بھی زمانہ آئے وہ دن بھی خدا کرے
 اے ناصح شفیق جو تو ہو تو کیا کرے
 ناصح نہ میرے سہنے آکر بکا کرے
 اس شخص سے جو لطف بد لے جفا کرے

ہو لا کہ بار حشر تو کیا ہے ہوا کرے
 کبتک تحملِ ستم نار و اکرے
 ملنے لگا ہے خوگرِ آزار کو مزہ
 مانا یہ ہننے لطف میں دنیا کے بے شمار
 کچھ آجکل بڑے نظر آتی ہیں لکے ڈھنگ
 شکوہ ہر اہل سخی و سفارش کا بے محل
 تم ہو جو ان اور مراد اپنی پائیں ہم
 سچ کہہ کسی کا زور بھی چلتا ہو عشق سے
 ابگو قبولِ ذلت و رسوائی جنوں
 نادان ہوں کہ مجھ کو توقع وفا کی ہے

اے کبھی تسبوں تو میری دعا کرے دل ہو جو اختیار سے باہر تو کیا کرے شکوہ رقیب کا نہ فلک کا گلا کرے اعمال اپنے آپ ہر انسان لکھا کرے کھد و مری قضا سے توقف نہ کرے اللہ کی دین ہے چاہے عطا کرے کوئی اگر دوا کے لئے ہے پیا کرے	اے بت تجھے دکھاؤنگا تاثیر کا بھی رنگ دیتا نہیں ہے جان کوئی جان بوجھ کر شا کر صانع دوست پہ عاشق رہی دم یادب عوض فرشتوں کو ہو حکم تو ہی بات وعدہ کسی کے آئینکا ہو وقت واپس دولت پہ اختیار کسی کا نہیں کوئی پینے کا ہو مرض مجھے زاہد گناہ کیا
--	---

۳۳۷

کیفیتیں شراب کی اے عشق کیا کہوں

۲۱

صوفی بھی کوئی جرمہ جو پی لے فرا کرے

جو کسی کی کچھ التجا نہ سنے جس کو کد ہو کہ آشنا نہ سنے کیا کروں یہ اگر کہا نہ سنے ڈرے کوئی خدا ہے پانہ سنے کان دیکر جو مدعا نہ سنے ورنہ کچھ بات ہے خدا نہ سنے عشق کارانہ دوسرا نہ سنے نہ یہ حیلہ نہ کچھ بہانہ سنے جو کوئی محکم آپ کا نہ سنے ایک میری وہ ہوفانہ سنے شرط ہے کہ دوسرا نہ سنے	اے بتو اس کی پہر خدا نہ سنے غیر سے کیا کہے وہ اپنا راز دل پہ قابو نہیں مرا ناصح وہ دبے پاؤں جا رہی ہیں کہیں اسے کیا خاک نکلے کام دل عاجزی شرط ہے دعا کے لئے ہو الگ اپنا حشر وادب حشر موت آئی ہوئی نہیں ثلثی کون ایسا ہے آج عالم میں نشین لاکھ میں کروں ایدل تجھ سے کہتے ہیں بات دلی ہم
---	---

کیا کہوں مجھ سے وہ چھپاتے ہیں ہر مری داستانِ زباں زو خلق کہہ کے ہی میں اٹھوں گا تھکے دل شکوہ دل میں بھی میں نہیں کرتا دل کا جانا ستم نہ ڈھائے کہیں جنے دیکھنا ہو تلون یار کیوں نہ مقبول ہو دعا میری کیا مانا لائے ہفتیش اسکو تیری گالی کی ہے اسو بھی ہوس	بات وہ جس کو اک زمانہ سُنے نہیں سُنتا وہ بے وفائے سُنے وہ سُنے کان دے کے یا نہ سُنے وڑھے وہ بانے جھانے سُنے یہ خبر جان مبتلا نہ سُنے ذکرِ نیرنگی زمانہ سُنے عرض بندہ کرے خدا نہ سُنے جو کسی کا کبھی کہنا نہ سُنے جو کبھی حرفِ ناسزا نہ سُنے
--	---

۳۳۸	ہے تقاضا یہ ضبط کا اے عشق میری فریادِ دل مرا نہ سُنے	۲۰
-----	---	----

ہتے ہتے ظلم کی جب ہم کو عادت ہو گئی
باز آئے وہ ستم سے کیا مصیبت ہو گئی
عشق حاصل دشمنوں پر فتح و نصرت ہو گئی
یہ بڑی اللہ کی محبت پر عنایت ہو گئی
مرے دم آیا جو ان آنکھوں کا مجھ کو کچھ خیال
نبض میں پیدا رہم آہو کی سرعت ہو گئی
وصل کے وعدے نے توڑا حشر میری جان پر
ہجر کی اک اک گٹری مجھ کو قیامت ہو گئی
شکوہ ربطِ عدد کیا کیجے کہتے ہیں وہ

ہو گئی جس شخص سے ہم کو محبت ہو گئی

مر گئے جب ہم مزا بیداد کا جاتا رہا

ہم کو راحت مل گئی ان کو فراغت ہو گئی

جان کے لالے پڑے ہیں دیکھتے ہوتا ہے کیا

ماشتی بھی یا آہی اک مصیبت ہو گئی

شوق جن کے دیکھنے کا دل میں اک دست تھا

آج ان سے راہ میں صاحب سلامت ہو گئی

دیکھ کر مجھ کو عدد کو ہم سخن کہتے ہیں وہ

دونوں اک دل ہیں مجھے دونوں نفرت ہو گئی

آتے آتے اُنکے اپنا دھندہ پورا ہو گیا

رات دن کی کشمکش سے اب فراغت ہو گئی

جو ادھر جاتا ہے بہر سیر پھر آتا نہیں

کیا گلی اس حور کی رضاں کی جنت ہو گئی

شکوہ بیداد پر اس نے کہا تو یہ کہا

میں بھی اب نبور ہوں عادی طبیعت ہو گئی

کیا کہوں انکی مذمت روبرو اللہ کے

شکل میری دیکھ کر اتنی سی صورت ہو گئی

بن گیا بیگانہ دو دن رہ کے بزم غیر میں

کیا تری وہ دوستی اسے بيمروت ہو گئی

رو میں کس کس عیش کو کس کس خوشی کا غم کریں

نرم ہی آخروہ اسے یار ان صحبت ہو گئی
 رات دن روزا اسی کا ہے اسی کا سینا
 آفت جاں ہم کو قسمت کی شکایت ہو گئی
 بدگمانی کا برا ہو اس حسیں کے عشق میں
 مجھ کو میرے دل سے بھی پیدا رقابت ہو گئی
 مے نہیں ملتی ہے تو میتا ہوں میں خون جگر
 پیتے پیتے ایسی کچھ کج بخت عادت ہو گئی
 لے چکے مال دزد و جان و دل و ایمان و دین
 کیوں ملیں اب ہم سے وہ پوری ضرورت ہو گئی

۱۲

ہے مرے احباب کو پہچانتا مشکل مرا
 چارو نہیں کیا سے کیا سے عشق حالت ہو گئی

۳۳۹

دم کی دم میں کچھ کچھ انکی طبیعت ہو گئی
 چارہ گرنے چین پایا مل گئی راحت مجھے
 صفت باعث جو مل سکتا نہیں کہتے ہیں وہ
 ہر ہمارا ہی عجب رنگ طبیعت غیر سے
 وہ بھی تھا کوئی زمانہ انکا اپنا رابطہ تھا
 دیکھتے ہی شیخ کو رندان میکش مل پڑے
 بچھیں آیا ہر جیسے دشمن خانہ خراب
 ذکر دشمن چھڑ کر پھٹا رہا ہوں روز وصل
 بچ تازہ ہو گیا بیٹھے بٹھائے مفت میں
 تھو ابھی وہ دوست ابھی مجھ سے عداوت ہو گئی
 تھی جو بیماری میری میری طبیعت ہو گئی
 اتنا آیا چین تہ کو اتنا راحت ہو گئی
 چارون کی ایکجائی میں محبت ہو گئی
 اب کہاں کی دوستی خاصی عداوت ہو گئی
 کیا کہو نہیں کسی حضرت کی بری گت ہو گئی
 میری انکی ترک صاحب سلامت ہو گئی
 انفعال ان کو ہوا مجھ کو مذامت ہو گئی
 یاد آیم گزشتہ اک مصیبت ہو گئی

آج کس مظلوم و بکس کی شہادت ہو گئی
ختم تجھ پر بے رخی اسے بیروت ہو گئی

کیوں رنج قاتل پہ چھائی ہوئی انفرادگی
ترے میں آنکھیں پھر میری تو اُس نے یہ کہا

۳۴۰ عشق بچھٹانے سے کیا ہوتا ہے دل تو جا چکا
بات جو ہوئی تھی اسے حضرت سلامت ہو گئی ۲۵

دل دیکے اسکو جان سی شمع کوئی ہے
دولت تھی جو ہزرگوں کی سب سے کوئی ہے
کعبت تو نے مفت مری میند کوئی ہے
جو کہہ ہاتھ ناز سے مجھ سا بھی کوئی ہے
ہم نے تری تلاش میں عمر اپنی کوئی ہے
کیا بواہوں نے عشق کی غٹ بونی ہے
اسے ہی منہ سے گردِ ندامت کی ہوئی ہے
کینتی جو ہنے اپنی ریاضت کی ہوئی ہے
لخت دل و جگر مرا کئی رسوئی ہے
بسترِ مازین جو فلک میری لونی ہے
ایدل بی جہان میں نالِ نکوئی ہے
رور کے آئین جو لہو سے ہلگوئی ہے
مجھ سا بھی جاں نثار و فدا کوئی ہے
بیکار اب سچ سے بھی چارہ جوئی ہے
بے اختیار کیا شبِ غم خوب روئی ہے
آوازینے جا کے جو دی گھر میں کوئی ہے

نادان ہم سے بڑے بھی اس عشق کوئی ہے
اب نام کے سوا نہیں کچھ بھی باطین
بولے وہ مجھ سے سنے مری غم کی داستان
اب یزید کو دیکھ کے شہد بنا ہے وہ
محشر میں تو ملا بھی تو احسان کیا ہوا
ثابت قدم و فاپہ نہ کم بخت رہ سکا
جھکو نہ کیوں عزیز ہو ہر بوندِ اشک کی
دیکر رہے گی حاصل دلخواہ روزِ محشر
تیرے غمِ فراق کو اسے طفلِ برہن
ہے اور صبا بچھو نایابی مجھ فقیر کا
احسان کے کسی سے کوئی کس امید پر
الزامِ دل کے خون کا رکھتے ہیں مجھ پہ وہ
مانا یہ میں نے چاہتے ہیں آپ کو رقیب
ایدل نہ جائیگا مرنے سے کبھی ترا
چھائی بھرائی یا کسی کی جو آگئی
بولے وہ تیرے واسطے کوئی نہیں یہاں

ایموت کچھ خبر بھی ہے کس بنید ہوئی ہے
قسمت نہ اپنی جاگے گی کچھ ایسی کوئی ہے
ہم بیکوں کا پوچھنے والا جو کوئی ہے
دید و اٹھا کے مفت میں ایسا بھی کوئی ہے
برچی سی ایک میرے جگر میں چھوئی ہے
تسلیج یہ عقیق کی ہنسنے پر وئی ہے
کہا نا نہ یہ جدا نہ الگ وہ رسوئی ہے
اے بت تجھے خبر نہیں اپنا بھی کوئی ہے

بے موت مر رہا ہوں تڑپ کر شہ پہ اتر
کردٹ ہزار بدلے زمانہ تو کیا ہوا
اے کار ساز خلق ہے اک تو ہی خلق میں
بے جانے بوجھ اک بہت نا آشنا کو دل
کاوش تو دیکھے اس نگہ ناز کی کوئی
لکڑے دل و جگر کے نہیں ناراشک میں
کہاتے ہیں ایک کا ہی دیا شیخ و برہمن
بیکس میں سمجھ کے نڈھا اس قدر بھی سلم

۲۲

شیرینی سخن کا ہے شہرہ جاں میں عشق
میرے سمند طبع کی کیا میٹھی پوئی ہے

۳۴۱

آپ کی صاحب سلامت دیکھ لی
دیکھ لی اے بیروت دیکھ لی
جنس دل کی آج قیمت دیکھ لی
تم نے ہی تو جا کے حالت دیکھ لی
دیکھنی تھی تیری صوت دیکھ لی
دوستوں کی بھی محبت دیکھ لی
نازنینوں کی نزاکت دیکھ لی
آزما کر سب نے طاقت دیکھ لی
ریخ میں بھی ایک راحت دیکھ لی
جب کسی کی اچھی صورت دیکھ لی

دوستی میں اجنبیت دیکھ لی
یتری خوب تیری عادت دیکھ لی
ایک بوسہ پر بھی وہ راضی نہیں
کچھ نہیں اب عشق کے بیمار میں
جو رہی ہو تو نہ ڈالوں آنکھ اب
دشمنوں کا کیا گلہ شکوہ کریں
توڑتے ہیں عہد قسمیں سیکڑوں
زور کچھ چلتا نہیں تیرے
باعث تسکین ہو میں ناکامیاں
اپنا نقشہ ہو گیا کچھ اور ہی

ہم تھے بے دیکھے ہی پوانے ترے جس نے دیکھا کو چہ دلدار کو ہوا اشارہ مجھ سے کچھ دشمن سے کچھ ہو گئی صحت مریض جس کو آگیا پاک کر کلیجہ منہ کو آج دل پہ ہی پڑتی ہے وہ رو کر قطر دیکھ زعفران کو اللہ نے یا اکیلے آپ یا دشمن ہے پاس کر کے وعدہ آنے کا آیا نہ وہ جو نہ دیکھی تھی مصیبت عمر بھر اب ملے جنت بھی تو ہوتا ہی کیا	دیکھے اب کیا ہو صورت دیکھ لی جیتے جی بس اسے جنت دیکھ لی تیری آنکھوں کی شرارت دیکھ لی آپ نے جیب اس کی حالت دیکھ لی درد و غم کی خوب لذت دیکھ لی یار کی چشم عنایت دیکھ لی اپنے بندے کی رعوت دیکھ لی انکی خلوت انکی جلوت دیکھ لی آج ہی کل کی قیامت دیکھ لی بننے الفت کی بدولت دیکھ لی جتنی تھی قسمت میں راحت دیکھ لی
---	---

۱۷

دے کے دل اس یوفا کو ہنسنے عشق
 قدر نعمت بعد نعمت دیکھ لی

۳۴۲

عیش میں عمر کبھی گزری کبھی غم میں رہے
 نگاہ فردوس میں ہم گاہ جہنم میں رہے
 سال بہر دل جو نہ شبیر کے ماتم میں رہے
 آنکھ روئی ہوئی دس دن تو محرم میں رہے
 مال اچھا ہے تو گناہک ہیں ہزاروں ایدل
 قدر دانوں کی کمی کیا جو ہنر ہم میں رہے
 بیکی کا جو وسیلہ ہیں تو ہم بیکس ہیں
 جائے بیچاری کہاں یہ نہ اگر ہم میں رہے
 پی کے مے دیکھ تو اسے شہنشاہ ہمارا دوست

کیفیت اس کی اگر کوثر و زمزم میں رہے
 یارب اٹھ جائے زمانے سے یہ بزمِ غم و عیش
 کوئی شادی میں رہے کوئی نہ ماتم میں رہے
 وعدہ اس شوخ کے آنے کا فقط دہوکا تھا
 رات بہرہم اسی جانے میں اسی دم میں رہے
 بل نکل جائیں سبھی ایدل سرکش تیرے
 چارون جا کے جو تو گیسوئے پر غم میں رہے
 ماہیت اس کی فرشتہ پنہ بھی ظاہر نہ ہوئی
 عشق کے رازِ نہاں سب دلِ آدم میں رہے
 سچ جو پوچھو تو وہی شخص ہے صابر شا کر
 جو رضا مند رضا پر رہے خوش غم میں رہے
 نہ بھئی آگ جگر کی نہ مٹی دل کی جسلن
 ہم جو جنت میں رہے بھی تو جہنم میں رہے
 اب تو دشمن کی گوارا نہیں دوری تم کو
 کیا کرو تم جو جہاں میں وہ جہنم میں رہے
 وہ تو آئے تھے مگر بات کی مہلت نہ ملی
 ہم دم نزع یہ کچھ کشمکش دم میں رہے
 بیرخی اتنی بھی کچھ اچھی نہیں اے خوش حشم
 لطف کی کوئی ادا بھی نگہ کم میں رہے
 چارہ گر کچھ دہنِ رخسہ کو لذت تو ملے
 نہ سہی مشکِ نمک تو ترے مرہم میں رہے

غیر بیودہ دہرے عیب کیا غم اسو عشق
بج تو جب ہو کہ دراصل بھی کچھ ہم میں ہے

درد میں رنج میں اندوہ میں ماتم میں رہے
عالم عشق میں جبتک رہے ہم غم میں ہے
تھیں انصاف سے کدو تمہیں صبر آئے گا
تم میں جو بات ہے وہ بات اگر ہم میں رہے
دولت وصل سے عشاق کہی خوش نہ ہوئے
زندہ جب تک رہے کم بخت اسی غم میں ہے
عمر بھر اپنا یہ روزانہ گیسو کیسی خوشی
دو گھڑی ہائے وہ کیوں غیر کے ماتم میں ہے
خوف پھر تیری طبیعت سے رہے گا نہ مجھے
جا کے گراس کی کچی ابرو سے پُرخم میں رہے
رقص لہل کا جو دیکھا تو مرے قاتل کی
شوخیوں نے یہ کہا اس کی تڑپ ہم میں ہے
یہ بھی کچھ تیری محبت نہیں جو دل سے بجائے
روح تاجند بھلا قالب آدم میں رہے
جان وہ جان ہے جو تیری خوشی میں ہوتا
دل وہی دل ہے جو پوستہ تری غم میں ہے
ہجر میں زلیت گوارا ہوئی مرمر کے جیسا
یہ نہ منظور ہوا وہ مرے ماتم میں رہے
حلوے ماندے سے غرض ہو تمہیں اہل غرض

مُردہ جنت میں رہے یا کہ جہنم میں ہے
 اپنے ارمانوں کو وہ میرے دل سوزاں میں
 دیکھ کر بولے یہ بے جرم جہنم میں ہے
 زندہ دل وہ ہوں نہ مر جائے مری قبر کے پھول
 دیسی ہی دھوپ ہیں جیسے شبنم میں ہے
 ہجر میں گریہ حراماں سے مرے داغِ دل
 رات بھر گل کی طرح بھگتے شبنم میں ہے
 قصدِ قاضی کا ہے گھر ڈال لے دنتِ رز کو
 اور رندوں کی یہ کوشش ہے کہ یہ ہم میں ہے

۱۸

یاد ہے جیسی وہ ذات سے نکلائے گئے
 عشق اب خاک کوئی جنتِ آدم میں ہے

۳۴۴

سانسِ دواکِ زندگی کے ہر چلے
 ہر قدم پر سو جگہ رُک کر چلے
 یہ اگر ٹوٹا تو ہر دم چلے
 زخمِ دل پھر از سر نو بھر چلے
 دیکھئے یہ چرخِ اب کیونکر چلے
 سو جگہ دم لے کے جو دم بھر چلے
 ایک دم میں کام پورا کر چلے
 اور زخموں میں نکم وہ بھر چلے
 اس ادا سے خلقِ پر خجہ بھر چلے
 مر چلے ہم مر چلے ہم مر چلے

آئے تھے مرے ہی کو ہم مر چلے
 بے گمانی سے مرے ہم براہِ وہ
 رشتہ اُمید ہے تارِ نفس
 کہ دو قاتل سے کہ پھر چھپرے نکم
 درِ غمِ خون ہی دل میں نہیں
 آئے روزِ حشر کیا وہ نازنین
 انکے ہاتھوں کی صفائی دیکھئے
 حالِ پر میرے بہا کہ چارہ اشک
 ہو قصداً کو بھی نہ اے قاتلِ خبر
 تیرے ہاتھوں جیتے جی امردِ دل

عشق ابرو کی کہوں کیسا کاوشیں آکے ہم دنیا میں اچھا یا بُرا ہے وہ شوقِ قتل سوئے قتل گاہ کدو گردوں سے نہ لے یوں دن کی اک بُتِ کافر پہ ہے آیا ہوا ہاتھ خالی ہم عدم کو جاتے ہیں ہے تعلق سے یہاں تک احتراز	ایک دل پر سیکڑوں خنجر چلے ہو سکا اپنے سے جو کچھ کر چلے میں اگر رنگ جاؤں میرا سر چلے خاکساروں سے دزداب کر چلے اب ہمارا زور کیسا دل پر چلے جیسے آئے دیے ہی پہر کر چلے اپنے سایہ سے بھی ہم بچ کر چلے
۳۴۵	بونے دوں دم بہر نہ پہلو سے جدا عشق میرا زور گران پر چلے ۱۷
ہیں خیالی وہ مری کیوں کر چلے ہے تقاضا دل کا راہِ شوق میں کچھ خبر بھی بُتِ بیداد گر سایہ بن کر میں لپٹ ہی جاؤنگا وہ کہاں ابرو کھینچا بیٹھا ہے آج ہوا اشارہ دستِ ساتی کا اگر آمد و رفتِ عدم بیکار تھی عشق کی راہیں بڑی پُر پیچ ہیں بیٹھے بیٹھے آپ کو سو بھی یہ کیا آگئی عین جوانی میں اجل دھوم ہو جادو بیانی کی مرے شمع و گل کیسے کہاں کی فاتحہ	کچھ نہ بولے بیٹھ کر دم بھر چلے پاؤں رہ جائیں جو تک کر چلے تیرے فریادی سوئے مخسر چلے لاکھ مجھ سے وہ بری بچ کر چلے دیکھتے تیر غضب کس پر چلے نرم میں بے پاؤں کے ساغر چلے ساتھ کچھ لائے نہ کچھ لے کر چلے نقشِ پا کو دیکھتا رہا ہر چلے خیر تو ہے کیوں ابھی سے گھر چلے دل میں ہم سب حسرتیں لیکر چلے اس پری دش پر جو یہ منتر چلے وہ مرے مدفن کو ٹھکرا کر چلے

عشق کا رشتہ دمِ شمشیر ہے ہر وہیں اس بُت کا قاصد آستان دل جگر دونوں کے دونوں ہیں ہفت دیکھ کر شانے کو زلفِ یار میں	جان اپنی جس کو ہو دوہر چلے جس گلی میں سہ قدم بن کر چلے دیکھتے تیر نگہ سپر چلے سیکڑوں آسے مرے دل پر چلے
---	---

۱۷

عیش میں یارِ بخ میں اسے عشقِ ہم
ہر طرح دن زندگی کے پھر چلے

۳۴۶

کیوں آتے نہیں آپ کوئی ڈر تو نہیں ہے گردش ہی میں دیکھا اسے گردِ شیں ہی پایا میں سیکڑوں مشتوق مگر آپ رہے کوئی کچھ ترک سے اس کے نہ گھٹے گی تری میت کیونکر سخنِ سخت ترے اس اٹھیں گے کیوں اسکا سخن دل میں کہنکا ہے اتنی بیاض شبِ غم کی خبر کیوں نہیں لیتے چکراتا ہوں نِزات جو اس بت کی گئی میں آئینہ مقابل ہو یہ کس طرح کہوں میں گو جنس گرانا یہ ہو دل میرا مری جان کیوں سجدہ کہ خلقِ جو وہ اسے بُتِ کا فخر اسے چرخِ جنا کا تری کہننا نہیں باعث وہ آئینہ رو با تھ جو چڑھ جائے کسی دن کیا ابروئے پر خم سے مرہ نو کو ہو نسبت لایا ہوں کئی بار خبر صبح سے اب تک	محفل ہے مری عرصہ عشر تو نہیں ہے یار ب یہ فلک میرا عذر تو نہیں ہے دنیا میں جفا کا رو شکر تو نہیں ہے بیداد ترے حسن کا زیور تو نہیں ہے اسے بت یہ مراد دل کوئی نہ تو نہیں ہے ناصح کی زباں ہی کوئی نشتر تو نہیں ہے یہ آپ کے امکان سے باہر تو نہیں ہے گردوں کا مہر ہے پاؤں چکر تو نہیں ہے دنیا میں کوئی تیرے برابر تو نہیں ہے تم شوقِ سو تو تم سے یہ بڑھ کر تو نہیں ہے کعبہ جسے کہتے ہیں ترادر تو نہیں ہے در پردہ کوئی شوخ ستگر تو نہیں ہے کچھ بخت مرا بخت سکندر تو نہیں ہے وہ آپ کے ناخن کے برابر تو نہیں ہے کیا جانے کہاں یار ہو گھر پر تو نہیں ہے
---	--

ہر روز جو بوسے سے سرکار سے اونکی ایدل ترار وزینہ مقرر تو نہیں ہے

۳۴۷

کیوں کہتے ہیں حاد مری طرز رقم سے
اے عشق قلم تیغ دوپیکر تو نہیں ہے

۱۸

کیا جانے کس پر ہر جہم پر تو نہیں ہے
ایسا مگر گشتہ مفت ز تو نہیں ہے
کیا راہ عدم میں کوئی چکر تو نہیں ہے
قرآن میری جان مرا سر تو نہیں ہے
وعدہ ترے آنے کا مقرر تو نہیں ہے
اک بار گراں دوش پہ ہر سر تو نہیں ہے
وہ اس سوا صاحب جو ہر تو نہیں ہے
دریاں بھی کوئی آپ کے در پر تو نہیں ہے
شیطان سوار آپ کے سر پر تو نہیں ہے
ڈرتا ہوں مری قتل کا محضر تو نہیں ہے
جہنم میں میرا کبوتر تو نہیں ہے
اس خیر میں پوشیدہ کوئی شر تو نہیں ہے
کچھ یہ مرے اعمال کا دفتر تو نہیں ہے
وہ آپ کی بیداد کا خوگر تو نہیں ہے
آرام ہے اب اسکو یہ مضطر تو نہیں ہے
کچھ وہ بھی ہمارا تن لاغر تو نہیں ہے
ہنگامہ یہ ہنگامہ محشر تو نہیں ہے

گو چشم کرم ہو ہیں باور تو نہیں ہے
آجائے کبھی اہ پہ تدبیر سے میری
کیوں بد رفتہ مرگ کا محتاج ہو ہر شخص
دشمن سے کبھی اسکی قسم آپ نہ کہا میں
کیا فائدہ نالوس مجھے حشر اٹھا کر
احسان ہو قابل کا اگر کرے سبکدوش
کیا دیکھتے ہو آئینہ دیکھو مرے دل کو
کیا کیجے گا ہم گس کے کسی دن جو چلے آئیں
کیوں بھوت بنے بیٹھی ہو کچھ خیر ہو صاحب
کچھ غیر کو سفاک نے سرخی سے لکھا ہو
اس شوخ کا خط لاجواک آن میں جا کر
کیوں کرتے ہیں دشمن مری اس بے سفارش
وہ دیکھ گہم کرتے ہیں کیوں میرا خط شوق
ٹھہر گیا مقابل میں مرے غیر کہاں تک
دل بٹھ گیا صنعت سیو میرا تو وہ بوسے
موسے کمر یاد کا کیوں حال ہے پستلا
کیوں آئیں بھلا سُن کے وہ فریاد ہماری

اتنا بھی نہ اے شوخ سا عشق خیزیں کو

۱۹	بیچارہ مسلمان ہے کافر تو نہیں ہے	۳۴۸
خدا سچے بُت پیدا کرے نیکلے ہی نہیں اب تو وہ گھر سے آگہی صبر لاؤں کسکے گھر سے وہ آئے جاتے ہیں اس بگڑے سلامت کوئی قاصد ہی ادھر سے اری کینخت تو آیا کدھر سے نہیں معلوم آتا ہے کدھر سے گزر جاتے ہیں وہ جس بگڑے نہیں لڑتی نظر بھی تو نظر سے وہ واقف ہیں مگر سوزِ جگر سے نہ اُٹھیں گے ہم ایسی تیر کو در سے نہیں بچنے کا اس تیر نظر سے لگی آگ ایک گھر کو ایک گھر سے خلش پوچھے کوئی تیر جگر سے پڑا ہے رن یہ قاتل کی نظر سے کوئی دیکھے تو عبرت کی نظر سے گزر جاتے ہیں یہ کیا بے خبر سے کوئی پوچھے لب زخمِ جگر سے	برائی کی مرے دل سے جگر سے چھپے بیٹھے ہیں سوائی کے ڈر سے دُعا کو لاگ ٹہری ہو اثر سے بنا ہے راستہ آنکھوں سے دل تک جواب نامہ کیا آتا نہیں ہے وہ مجھ کو دیکھ کر بولے حشر حشر آگہی چرخ ہے رنِ دل کا زاہد تماشا ئی اُٹھاتے ہیں قیامت عداوت ہو یہ انکی صلح کیا ہے لگائیں تیر جلنے کے لئے کیوں اُٹھے محشر کہ برپا ہو قیامت بے عقاب بھی تو کیا طاہرِ دل جگر کو بھی دل سوزاں نے پھونکا ترے پیکان بیدار و ستم کی ترپتے ہیں ہزاروں خاکِ خوین مرتے ہیں فنا کا نقشِ عالم کلیجے کو مرے پا مال کر کے نہک پاشی قاتل کی جلالت	۳۴۹
۲۷	دُہی آخر کو آیا عشق آگے جو ہم سمجھے ہوئے تھے پشتر سے	۳۴۹

کئی ہے دل کی تو پیغام بر سے
 نہ نکلا ہے نہ نکلے گا وہ گھر سے
 نہیں جائے سکونت منزل دہر
 ادھر جاتے رہتے ہیں پیامی
 نفس کی آندو شد سے نہیں کم
 مجھے آتا ہے کیا کیا رشک اس پر
 بھری ہے آگ کیا جانے کہاں کی
 نہیں ملے وہ اسپر بھی مہینوں
 کہوں کیا د اور روز جزا میں
 کہا نیک ویں اشک بے اثر کو
 تری تصویر کو نکلتا ہے پیروں
 گیا جب ان کے گمردہ بول اٹھے
 ہوا ہے خون امیدوں کا دلیں
 نہ لایا کوئی پہل خصل متنا
 مزا ہو گورنے کا ہوں جو با ہم
 قضا آئی ہے کس کی آج خنجر
 بلائے عشق گیسو بھی غضب ہے
 دم شمشیر و خنجر بھی اگر ہو
 بتا اے شمعِ ناداں سمجھ کر
 عدد کا سوگ کیا خیر تو ہے
 جو ان کے دھل کی مانگوں میں

جواب اب دیکھیں کیا آئے ادھر سے
 قیامت بھی اگر ٹکرائے در سے
 گزرنا ہے ہمیں اس رہگذر سے
 مگر آتا نہیں کوئی اودھر سے
 عدم سے آئے پھر جانا ادھر سے
 پٹتی ہے جو زلف اُنکی کمر سے
 شرارے اٹھتے ہیں ہیرے جگر سے
 ملا ہے انکا گمرو میرے گھر سے
 زباں جو بندا ک کافر کے در سے
 اب اونچا ہو گیا پانی یہ سر سے
 ہر اک آئینہ حیرت کی نظر سے
 نکلا اس کو یہ آیا کدھر سے
 ہو کیونکر نہ اب آنکھوں پر سے
 دیا پانی بہت کچھ چشم تر سے
 اشارے کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے
 کہلا پڑتا ہے قاتل کی کمر سے
 نہیں ملتی مرے ٹالے یہ سر سے
 کر دیکھا قطع راہ عشق سر سے
 ملا قارون کو کیا جمع زر سے
 نقد ہو گیا وہ آپ پر سے
 تو وہ بھی دور رہ جائے اثر سے

مرا تو جب ہے کہاے یا کھلاے	نتیجہ در نہ منعم جمع زر سے
ملاوے زہر تھوڑا سا دوا میں	یہ کہتے ہیں وہ تیرے چارہ گر سے
مقدر کا کہیں مٹا ہے لکھا	گلہ کیا کیجے بیداو گر سے
مجھے ہر بات میں ہے بدگمانی	کہوں تو کیا کہوں پیٹا مبر سے
نہیں کچھ اُس بت ترسا کو بردا	ترسا ہے اگر کوئی تو تر سے

۱۹

نوا ساساتی گوثر کا اے عشق
غضب ہو تین دن پانی کو تر سے

۳۵۰

آنکھیں کہو نا ہے غم ہجر میں رونا کیا ہے
دیکھیں انجم اب اس رونے کا ہونا کیا ہے
آجکل زور ہے کیا جانے ہونا کیا ہے
ان کے وعدہ نکا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے
خون ہوتا ہے کیجہ تو نکل آتے ہیں اشک
پہتیاں کہتے ہیں ہنس ہنس کے شرارت و بیجو
تم سلامت رہو تم خوش رہو عاشق کوئی
مر گیا مر گیا اس بات کا رونا کیا ہے
منہ سے دھل جائے نہ کیوں گرد زمامت ساری
ابر رحمت کی جھری ہے مرادنا کیا ہے
واقع حسن دلیچ و لب شیریں جانے
بیٹھا کہتے ہیں کسے اور سلونا کیا ہے
چارہ درد جگر حضرت عیسیٰ معلوم
جائے جائے پس آپ سے ہونا کیا ہے

مشکیں سل ہیں سو ایک اگر ہمت ہو
 دل پہ رکھیں تو کسی کام کا ہونا کیا ہے
 ہو گا اے دل مرض موت مرا عشق کا روگ
 اور انجسام اس آغاز کا ہونا کیا ہے
 درطہ بھرالم میں ہوں بس اے گریہ ہجر
 ڈوبتا آپ جو ہو اس کا ڈبونا کیا ہے
 دسل جاناں کے فرے خواب میں حاصل ہیں
 عین بیداری قمت ہے یہ سونا کیا ہے
 منظر رہتی ہے جو آنکھ اسے کیا معلوم
 چین کیا چیز ہے آرام سے سونا کیا ہے
 مرد قانع کوئی اس کے لئے کیوں چھانے خاک
 مشت خاکسترنا چیز ہے سونا کیا ہے
 دھکیوں سے ترے عاشق نہیں ڈرنے والے
 دل ہی کو بیٹھے ہیں جب جان کا کہنا کیا ہے
 آگئے ہو تو رہو اب تو نہ جانے دوں گا
 اک نصیبت ہے تمہیں ہاتھ سے کہنا کیا ہے
 جان دے بیٹھیں گے ہمیں ر محبت اکدن
 اور اس آپ کے انعام سے ہونا کیا ہے
 کہلتی دنیا کی حقیقت ہے یہیں کچھ آ کر
 خم فلاطون کا ہے قبر کا کونا کیا ہے

ایک چھٹیا ہے بہت ابر کرم کا یارب

۳۵۱	عشق کے دفتر اعمال کا دھونا کیا ہے	۲۱
وعدہ اپنا وفا کرے کوئی دل کا کہونا بڑا سہی ناصح مرض لا دوا ہے درد عشق جانے کیا شیخ لطف بادہ ناب آج فرقت کی ہم سہیں آفت اسکو معلوم ہے جو حاجت ہے خوگر جو روہ سمجھ کے مجھے سوچتے ہیں ہزاروں تدبیریں سارے ارمان میرے برائیں اُس کی رحمت نہیں ہے کچھ محدود یہ گوارا نہیں بہ خوفِ عدو ہم کہے جائیں گے فنا نہ درد نہیں انہوں سے حساب یہی بُتِ بیدر و تیری فرقت میں نہیں تیرا نظیر عالم میں اس میں اس شیخ کیا گناہِ شراب دل تو دے بیٹھے ہم محبت میں دل سی شے بھی جو مفت دیتا ہوں ان سے مطلب نکالنا ہو اگر درد اور صاف سے نہیں مطلب	میری حاجت روا کرے کوئی نہ ہو قابو تو کیا کرے کوئی اس کی اب کیا دعا کرے کوئی رند ہو تو مزہ کرے کوئی کل تو وعدہ وفا کرے کوئی کیوں خدا سے دعا کرے کوئی کہتے ہیں کیوں جفا کرے کوئی نہ بنے کچھ تو کیا کرے کوئی ایسا سامان خدا کرے کوئی نہ خطا سے خطا کرے کوئی ہم سے چپ کر ملا کرے کوئی نہ سے یا سنا کرے کوئی غیر کا کیا گلا کرے کوئی صدے کہتے سہا کرے کوئی آکے کیا سامنا کرے کوئی گر دوا کو پیا کرے کوئی اب دفا یا دعا کرے کوئی کہتے ہیں اسکو کیا کرے کوئی غیر کی التجا کرے کوئی دور ساقی چلا کرے کوئی	

کہتے ہیں اہل سعی تک کر عشق
تیری تقدیر کیا کرے کوئی

سیاہ ہو کہ برق چلاں ہے شراب ہے
یہ کیا کہا کہ عشق بد اطوار و خوار ہے
رندوں کے حال پر کرم کر دگا رہے
راحت یلگی تجھ کو نہ مکر بھی قبر میں
بجلی چمک گئی جو کبھی آسمان پر
دُنیا کی فکر میں ہے عبث بتلا بشر
اے خضر کوئے عشق میں کھد دیکھ کر قدم
کہنا ہمارا فرض تھا ہم کر چپکے ادا
کوئی نہیں ہے اپنا تو پروا نہیں ہیں
سچ جانتا ہوں جھوٹ بھی کہتے ہو تم اگر
ناصر بنائے بائیں ٹہر بڑھ کر دیکھ کر
مرنا سنا ہمارا تو جھٹ بول اٹھے وہ
اس نیل گوں لباس کا کھلتا نہیں سب
کیسی خوشی پڑا ہے مجھے اس کا پٹینا
جلاد بھی ہو ہم بھی ہیں سولی بھی ہو کٹری
لیتے ہو دل سی چیز کو اور وہ بھی مفت میں
کیا جانے توڑ جوڑ حسناں دہر کے
موباف سرج دیکھ کے چوٹی میں کھل گیا

کیا جانے کیا بلا دل پر اضطراب ہے
تم جانتے نہیں وہ بڑا و صغدا رہے
ساتی ہوئے ہو جام ہو فصل ہمارے
حالت تری یہی جو دل بقرار ہے
بول اٹھے وہ کسی کا دل بقرار ہے
کس کو یہاں قیام ہے کس کو قرار ہے
یہ رہ بڑی کٹھن ہے بڑی سچا رہے
ابائیں یا نہ مائیں انہیں اختیار ہے
سُنتے ہیں بے ویلوں کا اللہ یا رہے
مجھ کو تمہاری بات کا یہ اعتبار ہے
بے بس نہیں وہ دل پہ اسو اختیار ہے
مرضی خدا کی موت پہ کیا اختیار ہے
کیا جانے کس کے غم میں فلک سو گوار ہے
دشمن کے غم میں آج کوئی سو گوار ہے
ابیر کیوں ہو حکم میں کیوں انتظار ہے
پہر اسے جبر ہی کوئی کیا دین دار ہے
بیچارہ دل مرا ابھی ناگردہ کار ہے
گردن پہ انکے خون کسی کا سوار ہے

باقی ہے بعد مرگ بھی شاہوں کا دبدبہ

۱۸	جو مقبرہ ہے عشق عجب شاندار ہے	۳۵۳
آشوب دہر ہے ستم روزگار ہے روح چمن ہے اور روان بہار ہے کس کیفیت کی چیز نے خوشگوار ہے اپنا عیار دوش ہو اپر سوار ہے چھائی ہوئی یہ رحمت پروردگار ہے بیچارہ بے خطا جو ہے کیا شر مار ہے کیا فائدہ جو عہد ترا استوار ہے کیا اشتیاق دید ہے کیا انتظار ہے معلوم سب کو قصہ منصور و دار ہے اسے شیخ مسلہ یہ بڑا پیچ دار ہے اپنی بلا سے کوئی اگر بے قرار ہے دم بہرنہ چین ہو نہ گھڑی بہر قرار ہے شوخی تو پردہ در ہے حیا پردہ دلدار ہے کیا ہو گیا ہے اسکو یہ کیوں بقرار ہے پردہ نشیں ہی یار خدا پردہ دار ہے کتاب ہے کیا کسی کا کوئی قرص دار ہے ہے اتنی خیریت کہ حیا پردہ دار ہے	پرفتنہ ایسی کچھ نگہ چشم یار ہے میں کیا کہوں کہ کیا وہ بت گلزار ہے چسکی لگا کے دیکھ تو اسے پار سا بھی جب خاک میں ملے تو بلند ہی ہوئی نصیب بادل کو دیکھ دیکھ کے کہتے ہیں بادِ خوار اسکے کرم کو دیکھ کے زباں کو دیکھتے لاؤں کہاں سے اسکے لئے میں بقاعمر آنکھیں ہیں بعد مرگ بھی اپنی کھلی ہوئی میں کیا کہوں کیوں ملار راستی سے کیا مجھ سے مجاز اور حقیقت کی تو نہ پوچھ کیا اس سے ہو اُمید تسلی جو یہ کہے اس اضطرابِ دل سے غضب میں ہی جان نثار اب دیکھتے کہ دونوں میں کیا رنگ حسن ہو ترنہ پار ہے ہیں خود ہی مجھ اور کہتے ہیں دیکھیں گے اسکو حشر میں ہم خاکِ حجاب کرتے ہیں ہم جو بوسہ طلب اس حسین سے ڈوہائیں دگر نہ حشر ہی اس بت کی شوخیلا	۳۵۴
۱۴	اس طرح پاس اس گلِ خوبی کے ہو رقیب اے عشق جیسے پھول کے پھول میں خار ہے	۳۵۴
	کچھ دوا سے ضرر نہ ہو جائے	اُلٹی اے چارہ گر نہ ہو جائے

دل سے دل کو ہے راہ پھر کوئی نہ اسلے زخم دل چپانا ہوں گردش چرخ ہے عدوئے وصال جلد آؤ مری عیادت کو شیخ طوفان نہ دخت رز پر باندھ دل سے نکلی ہے میری آہ رسا بھولے اپنے کو آدمی نہ کبھی با وفا اس کو ہم نہیں کہتے نہ لڑا تو تم آنکھ نہ رگس سے اس نظر سے بچائے دل کو خدا نکلے یارب کوئی تو حسرت دل جوش پر ہے سرشک کا سیلاب	ان کی جھکے خبر نہ ہو جائے بجھ کو قاتل نظر نہ ہو جائے شام ہی سے سحر نہ ہو جائے کہیں نوع دگر نہ ہو جائے تیرا دامن ہی تر نہ ہو جائے کس طرح با اثر نہ ہو جائے با خبر بے خبر نہ ہو جائے جوفدا آپ پر نہ ہو جائے چشم بد کا اثر نہ ہو جائے سحر ہے کار گر نہ ہو جائے عمریوں ہی بسر نہ ہو جائے بحر یہ چشم تر نہ ہو جائے
--	--

چھٹیر کا دھل میں مزا ہے عشق
کوئی آزرہ گر نہ ہو جائے

۳۵۵

۱۵

رخسہ گر وہ نظر نہ ہو جائے آتے آتے کسی کے ڈرتا ہوں آئینہ اے حسین دیکھا کر نوک کی لے نہ دل سے خار عشق کہیں بھجا چھڑا ہی دشمن سے شکوہ ظلم اسکو صند نہ دلائے اسکو ہے شوق مشق تیرا ستم	چھلنی میرا جگر نہ ہو جائے شب وعدہ سحر نہ ہو جائے بجھ کو میری نظر نہ ہو جائے یہ خلش پردہ در نہ ہو جائے یہ بلا تیرے سر نہ ہو جائے اور بیدا دگر نہ ہو جائے تو وہ میرا جگر نہ ہو جائے
--	--

عاشقی میں امید نفع کجا غیر ہے بے وفا کما میرا سہل ہو عاشقی اگر اے دل کیا کہوں دل کی داؤد محشر آتے جاتے ہیں لاکھ لاکھ خیال ہے سہارا اسی کا عاشق کو سایہ زلفِ دو تار کا پڑ پڑ کر	خوف یہ ہے ضرر نہ ہو جائے جیھی کہنا اگر نہ ہو جائے ہر فرشتہ بشر نہ ہو جائے کہیں ان کو خبر نہ ہو جائے دل مرا بگدر نہ ہو جائے آہ بھی بے اثر نہ ہو جائے دہری تیری مکر نہ ہو جائے
--	--

۱۳

میرے فکرِ علاج میں بیزار
عشق خود چارہ گر نہ ہو جائے

۳۵۶

جو ہونی تھی اے ہمیشیں ہو چکی تسلی اب اے ہمیشیں ہو چکی ستم کی شکایت جو مجھ سے حسنی بچاتا ہے دامن کو قاتل عبث بتوں کا بنا ہے طرفدارِ دل جو ادنیٰ ہے اعلیٰ نہ ہو گا کبھی عدو کر رہا ہے اودھر توڑ جوڑ دل زار ہے خوگرِ رنج و غم کسی کی وہ تحریرِ انکار میں خدا کا ہے گھر کعبہ اے بت تو کیا فلک مجھ پہ اب مہرباں ہو تو کیا وہ اب آئیں تو کیا مبدل بہ یاس	پیامِ تضاوہ نہیں ہو چکی لبِ دلربا سے نہیں ہو چکی وہ بولے کہ کیا آفریں ہو چکی لو سے تو سرخ آستین ہو چکی بس اب پاسداری دیں ہو چکی دلا چرخِ اخضر زمیں ہو چکی مری بات کر سی نشیں ہو چکی خوشی تجھ کو جانِ حزیں ہو چکی مری سرِ نوشت جبین ہو چکی ترے سنگِ در کی جبین ہو چکی عدو اس گلی کی زمیں ہو چکی تمنا دمِ واپسین ہو چکی
---	--

نہ آیا اگر اسے عشق وہ جو روش
مری بزم خلسہ بریں ہو چکی

دم نزع آکر وہ چلتے ہوئے
نہیں ہے یہ آدم گلی سے تری
کوئی بات خالی نہیں چال سے
زمانے کے مانند او شمع رنگ
کٹی ہے ہماری شب در دو غم
تساہر دیکھیں مرادوں سے ہم
مہیں اور حشر سے کدِ حال
تری چکنی باتیں بھی اعجاز ہیں
نہ گہر جاتی مہندی نہ ٹھک جاتے پاؤں
انہیں شمع سوزاں کا دھوکا ہوا
سُنی امتحاں کی تو ہوش اڑ گئے
مجھے موت اپنی نظر آگئی
پست منترِ بدعا کا نہیں
کھٹکتا ہے خارِ مرہ سے وہ بت
نہ کی بات جیسا سے نہ جوڑ کر
تمہارے شہید وفا کے ہیں بھول
نہیں میری آنکھوں میں جو شکر
مریضِ محبت کے تیسرا درار
عجب حالتِ شمع و پروانہ ہے

نہ دیکھا گیا دم نکلتے ہوئے
نہ دیکھا عدد کو نکلتے ہوئے
ترے سائے فقری میں چلتے ہوئے
نہیں دیر تجھ کو بدلتے ہوئے
یہ پہلو وہ پہلو بدلتے ہوئے
مہیں پھولتے اور پھلتے ہوئے
مجھے دیر ہوگی سنہلتے ہوئے
ہر اک دل کو دیکھا پہلے ہوئے
جو آتے مر گئے شہتے ہوئے
جو دیکھا مرے دل کو چلتے ہوئے
ہوں باز میدان چلتے ہوئے
وہ آئے جو آنکھیں بدلتے ہوئے
زمانہ ہوا راہ چلتے ہوئے
مری آنکھیں تو دس ملتے ہوئے
ہم اپنا سامنے لیکے چلتے ہوئے
چلو سیر دیکھو ٹہلتے ہوئے
یہ نوازے ہیں دوا چلتے ہوئے
تھکے ہیں دوا میں بدلتے ہوئے
گذرتی ہے دونوں کی چلتے ہوئے

مجھے دل سی شے عشق دیتے بنی
جو دیکھا کسی کو محبت ہوئے

۳۵۸

۳۱

ماں قتل کوئی شوق سنگم نہ سہی
بواہوس غیروں کر نہیں سکتا ہرگز
ظلم و بیداد سے بھی مار نہ ترسا کے مجھے
چارہ گر پھوٹیں گے ہم آپ پھولے دل کے
قتل عاشق کے لئے جنبش ابرو ہی بہت
قدر دانی میں تو ارباب کرم کی نہیں نقص
بوسہ دنیا میں نہ نظر تو دشنام ہی دو
درد اور صاف سو مطلب نہیں پیڑ و چوکام
اوی قیامت تھی ہم اس لگائے ہوئے ہیں
کو چہ گردی مری چکرا نے سو اسکو نہیں کم
تیری ٹھوکر جو سلامت ہی تو پڑا کیا ہے
دل تو ہو تیری محبت میں مراد میں جان
رخ و آئینہ میں چلتی ہی ہیں گی چٹیں
آپ ہی آج چکا دیں مکر دل کا جگاڑا
میری افتاد ہی بس مجھ کو مٹانے کے لئے
سادگی خود ہو تری لاکھ سنگار و نکاسنگار
خوف سوا یونیکا اپنی ہو اس تب کو تو ہم
دیکھنا شرط ہے جسطح سے چاہو دیکھو
دعدہ کر لینے سے لیکن تو ہو جاتی ہے

آپ ہم اپنا کلا گئیں گے خجور نہ سہی
ہے یقین اسکا مجھے آپ کو باور نہ سہی
لطف و احسان بہت سفاک و سنگم نہ سہی
خلش غم ہی بہت ہی کوئی نشتر نہ سہی
ترک میباک ترے ہاتھ میں خجور نہ سہی
میں کوئی صاحب علم و فن و جو ہر نہ سہی
زہر ہی مجھ کو لے قند مکہ نہ سہی
کو زہ گل سہی بلور کا سا غم نہ سہی
انکے لئے کا کوئی وقت مقرر نہ سہی
حلقہ چرخ مرے پاؤں میں چکر نہ سہی
نہ جگائے مجھے ہنگامہ محشر نہ سہی
تو جھا جو نہ سہی اور سنگم نہ سہی
یہ کوئی کینہ دار او سکندر نہ سہی
منصفی کے لئے کل عرصہ محشر نہ سہی
جو ز گردوں نہ سہی آپ کی ٹھوکر نہ سہی
بہر آرایش و تزئین کوئی زیور نہ سہی
چلکے کعبہ ہی میں سر پھوٹے نیلے وہ در سہی
آنکھ غصہ کی سہی مر گئے زیور نہ سہی
بات جھوٹی سہی اسکا مجھے باور نہ سہی

بوجہ کہ دل سو اُتر جائے مراقصہ غم
 آرزو ہو کہ وفا وصل کا وعدہ ہو کبھی
 اک قیامت ہو یہ کیسے بے سہا ہی ظالم
 دل کو کیا کیجے بے وصل نہیں میں اسے
 میرے کاٹے نہ کٹے گی شبِ فرقت یا رب
 لاگ پیغام دے ہو اس تری شوخی کو
 عرقِ شرم تو محشر میں ڈبو دیگا مجھے
 دل کے ارمانوں کو ہم اپنی کو بہلا لیں گے
 نرم کر لیگا کوئی باتوں سے اسکو کیونکر
 ناتواں ضعف ہے عاشقِ ناکام تو کیا
 دیکھنا یا رکھنا منظور ہے ہو کوئی جگہ
 آپ سن لیجئے یک بار مکر نہ سہی
 دو گہری رہنے چلے جائے شبِ بہرہ سہی
 گو ترے قامتِ بالا کے برابر نہ سہی
 ہم تری خواہش انکار سے باہر نہ سہی
 ملک الموت ہی آجائے وہ کا فر نہ سہی
 وہی بچپن سہی دل مرا مضطر نہ سہی
 نہ وہے افکِ سوا اعمال کا دفتر نہ سہی
 حورِ جنت نہ سہی وہ بت کا فر نہ سہی
 اے صنم سخت تو ہے دل ترا پتھر نہ سہی
 دم ترے ہجر میں توڑیگا تڑپ کر نہ سہی
 غیر کا گھر ہی سہی عرصہ محشر نہ سہی

۱۸

ہجر سانی میں کریں اور ہوس کیا عشق
 بس ہے خونِ نابہ دل بادِ احرار نہ سہی

۳۵۹

وہاں آئینہ سے اب آشنائی ہوتی جاتی ہے
 پسند آپ اپنی انگو خود منائی ہوتی جاتی ہے
 تعلقِ رات دن کا رنگ لا کر ہی رہا اپنا
 مری دشمن کی کچھ کچھ آشنائی ہوتی جاتی ہے
 کوئی مقتل میں دیکھتے تیز دستی میرے قاتل کی
 صفوں کی دم کی دم میں کیا صفائی ہوتی جاتی ہے
 غضبِ ٹوٹے خدا کا سخت جانوں پر مرا قاتل
 پسینے ہو چلا ہے مثلِ کلانی ہوتی جاتی ہے

نظر آتا نہیں حامی ہمارا کوئی عالم میں
 اسی بہت کی طرف ساری خدائی ہوتی جاتی ہے
 نکالے پیٹ سے اب پاؤں سمیٹ دشتِ وحشت
 کہ اس کی جیب دامن تک سائی ہوتی جاتی ہے
 خدا حافظ بہارِ باغ و دخت زر ہے جو بن پر
 و بالِ پارسیانِ پارسی ہوتی جاتی ہے
 نہیں وہ دورِ کچھ مجھ سے کروں کیا قسمت بد کو
 کہ سدا راہ اس کی نارسائی ہوتی جاتی ہے
 اڑا تے ہیں دھول کے وعدے کیو بھی آج باتوں میں
 جو کئی بات ہے ایدل ہوئی ہوتی جاتی ہے
 وہ کہینتے ہیں جیسے کہتے ہیں ہم پاسِ خاطرے
 یہ کیسی وصل میں پیدا جُدائی ہوتی جاتی ہے
 خدا رکھتے سلامت پنجہ غم تیرے ناخن کو
 ہمارے زخم کی عقدہ کشائی ہوتی جاتی ہے
 خدا کے واسطے ٹھہرا کوئی دن قتل کا قاتل
 و بالِ جان تیری بے اعتنائی ہوتی جاتی ہے
 وہ ضبطِ اشک چشمِ ترکو میرے دیکھ کر بولے
 کہ اب کوزے میں دریا کی سائی ہوتی جاتی ہے
 رکھیں اپنی بھلائی کی توقع کیا سرِ محشر
 ہمیشہ ہے تو یارب بُرائی ہوتی جاتی ہے
 نہیں کچھ فائدہ اے چشمِ ضبطِ اشک بہتر ہے

کہ اس رونے سے تیری جگہ ہنسائی ہوتی جاتی ہے
 نمودِ صبحِ شام وصل ہے جاتا ہے گمہ کوئی
 خدا حافظ تن و جاں میں جدائی ہوتی جاتی ہے
 مری ضد میں دیا کرتے ہیں بوسے دشمنوں کو وہ

نئی رشتوت ہے ابھی منہ بہر آئی ہوتی جاتی ہے

۳۶۰	ادھر اللہ سے بھی مانگتے ہیں ہم دعائیں عشق	۱۵
	ادھر اس بت کے در پر جبہ سائی ہوتی جاتی ہے	

شانِ پستانِ وفدِ نرالی ہے مانے اب اسکا کیا بُرا کوئی کل کے وعدے کو حشرِ رٹالا یوں نہ آئیں نکال کر دیکھو مردہ قتل جاں نثاروں کو جان پر میرے یہ مصیبت عشق نہ رہا کچھ زوال کا کٹسکا اُن کے دفتر سے نام دشمن کا خیر تو بے چرے ہیں کیوں تیور یا رب اس کا نہ ہو بھلا جس نے ماہ نو کو بتاتی ہے بالالا بچھا جاتا ہوں راہ میں انکی جس کو جو شِ شباب کہتے ہیں دل کے کیسے ہیں یہ نہیں معلوم	کیسی بھولی پھلی ہیہ ڈالی ہے انکا تکلیف کلام گالی ہے بات میں بات کیا نکالی ہے یہ ادا میری دیکھی جالی ہے تیغ اس ترک نے سنبھالی ہے اسے دل زار تو نے ڈالی ہے ہسم ہیں اب فخر بے کمالی ہے کٹ گیا اپنی پھر بجالی ہے کہتے کیسا مزاج عالی ہے مجھ میں اور ان میں پہو ڈالی ہے آپ کے کان کی جو بالی ہے کس قدر شوق پائمالی ہے گلشنِ حُسن کا وہ مالی ہے انکی صورت تو بھولی بہالی ہے
--	---

یار کے دل پہ جم گئے ہیں ہم	ابھی بنیاد ہننے ڈالی ہے
دوستی دوستی میں جسے خوب	دشمنی آپ نے نکالی ہے
زلف سرکش کو سر چڑبا کے بہت	تم نے پیچھے بلا لگالی ہے

۳۶۱	اس کی کیا پوچھتا ہے اے زاہد عشق اک رند لاو بالی ہے	۱۸
-----	---	----

ابرؤں کی ادا نرالی ہے	طرفہ یہ مطمع ہلالی ہے
کیا دکھاتا، ہمیں پیالی ہے	ساقیا ظرف اپنا عالی ہے
قیس کی جائداد فونی پر	تیرے دیوانے کی بجالی ہے
جان کی فکر ہے عبث اے دل	عاشقی یہ جناب عالی ہے
کیا کہو نہیں کہ میرے مطلب کی	اس نے کس طرح بات ٹالی ہے
عشق میں جان جائے گی ایدل	یہی آخر کو ہونے والی ہے
دخت رز مہفت میں یلگی نہ شیخ	یہ بھی کیا عرصہ والی ہے
کیوں نہ بہر آئے میکشوں کا دل	شیشہ خالی ہے جام خالی ہے
دختر رز کو شیخ کیا جانے	میکدے کی یہ رہنے والی ہے
کون جا کر لڑے رقیبوں سے	ان کی محفل نہیں ہے پالی ہے
وضع انکی ہوئی کہ مشکل انکی	یہ بھی سادھی جو ہو لی بہالی ہے
آسمان گرد ہے غبار اپنا	خاک ساری کا رتبہ عالی ہے
نغمہ عنذ لیب سے بڑھ کر	تیرے عاشق کی زار نالی ہے
جوش شادی بزم سانی میں	ٹوپی شیشہ نے بھی اچھالی ہے
جب عداوت ہے حریف دور انکا	پہر کیوں اس کا پیا لا خالی ہے
رد گئے لاکھ ہو کے رہتی ہے	بات اے دل جو ہو نیوالی ہے

اُن کی زلف سیاہ سے بڑھ کر شبِ فرقت ہماری کالی ہے

۱۷

عشقِ عالم میں قدردانِ سخن
کون جسز بندگانِ عالی ہے

۳۶۲

کونی دیکھے تو پشیمانی مری
آپ اپنے حال پر ہوں فوجہ گر
بے سبب زلف آشفستہ نہیں
بنگیا آئینہ وہ آئینہ رو
یہ تغیر میری حالت میں ہوا
دیکھے دل انگے گلے کا بار ہوں
ہم تو پچھتاتے ہیں دیکر دل سی شے
قدردانی کا زمانے میں ہر محظا
عشق کی طاقت یہ ہے زور آ زما
نام لے ہدم نہ اطمیناں کا
اللہ اللہ کر کے روزِ غم کٹا
عجز کے سجدوں سے بھی نکلا نہ کام
آئینے کمانے میں اچھے اچھے زخم
غیر کو گھر میں بٹھا کر چل دیا
شرِ اعدا سے بچا یگانہ وہی
ذکرِ جہِ خلد سے ہے احتراز

دیکھے دل کہتا ہوں نادانی مری
مجھے سُنئے مرثیہ خوانی مری
رنگ لائی ہو پریشانی مری
دیکھ کر حیرت سے حیرانی مری
اسنے صورت بھی نہ پہچانی مری
عینِ دانائی ہے نادانی مری
آپ کیوں کہتے ہیں نادانی مری
ہائے کیا ہوگی ہسہ دانی مری
عقل بھی ہو کتنی دیوانی مری
اور بڑبڑتی ہے پریشانی مری
ہو گئی مشکل سے آسانی مری
گس گئی آخر کو پیشانی مری
گھر میں قاتل کے ہے مہمانی مری
اسنے اچھی کی یہ مہمانی مری
جس کے ذمے ہے نگہبانی مری
شیخ دیکھے پاک دامانی مری

۳۶۵

بڑبڑاتی اس کے کرم کو دیکھ کر
عشقِ عصیاں سے پشیمانی مری

۳۶۳

نکلی تیغ امتحاں جب میان سے
 اسکی کہاتے ہیں قسم وہ بار بار
 یوفائی ہنسنے کی یا غیبر نے
 یا الہی جسد ہو محشر بپا
 ہر سپہ بادا باد دے کر انکو دل
 سنگ مقناطیس میرا دل نہیں
 سر میں جب کچھ بادِ نخوت پہر لگی
 ہے ہجومِ حسرت و حرمان و غم
 جوش میری چشم ترکا بڑھ گیا
 اس تجاہل اس تغافل کے نثار
 اسے دل بیتاب بیتابی تری
 لے لو دل تم بھی کر دے یاد کیا
 عاشقی میں کیا سنوں ناصح تری
 دلمیں رکھ لوں ہاتھ آجائے اگر
 حضرت دل بخود ہی اچھی نہیں
 آپ کی بھی اب نہیں خالی جگہ
 واہ رسی عشق زینجا کی کشش
 نام اسمیں آپ کا ہو جائے گا
 حسنِ یوسف بھی نہیں کچھ کام کا
 میرے دل میں آ کے رہنا سیکھ لے
 حور کی زاہد کرے گا قدر کیسا

بہاگ نکلیے ہوا ہوس میدان سے
 سر ہارا کم نہیں قرآن سے
 آپ ہی سر مایے ایمان سے
 پہر بخائیں وہ کہیں ایمان سے
 ہاتھ دھو بیٹھا ہوں اپنی جان سے
 ربط کیوں اسکو ہے اس پیکان سے
 بڑھ گیا انسان پھر شیطان سے
 کم نہیں دل حشر کے میدان سے
 موج سے سیلاب طوفان سے
 لیکے دل وہ بن گئے انجان سے
 مار ہی ڈالے گی محکو جان سے
 دی ہو وہ شے تھی جو بڑھ کر جان سے
 صبر باہر ہے مرے امکان سے
 عشق ہو محکو ترے پیکان سے
 کام لیجے ہوش سے اوسان سے
 بہر گیا ہے دل مرا حرمان سے
 کچھ کے یوسف آگے کفنان سے
 اٹھے عاشق کا جوازہ شان سے
 ہو اگر خالی ادا سے آن سے
 تو بھی اے پردہ نشیں ارمان سے
 یہ نہیں واقف ادا سے آن سے

باز آئے لیے ہم ایساں سے بچکے ہم مفت کے فقہان سے آرزو ہے سُنلوں اپنا کان سے	جو تہوں کو دیکھ کر جاتا رہے نا پسند یا بٹھری جنس دل غیر کو دو بے وفا کہتے ہوئے
۱۵	عشق شاگرد فصیح ملک ہوں کم نہیں رتبہ مرا سب جان سے
لے خاک میں آسماں کیسے کیسے ہوئے خون بھی پہرتاں کیسے کیسے توں نے لئے استخاں کیسے کیسے نظر آتے ہیں نوجواں کیسے کیسے اڑاتی ہے بادِ خزاں کیسے کیسے تو ہوتے ہیں مجھ کو گناں کیسے کیسے زمانے میں ہیں نوجواں کیسے کیسے روانہ ہوئے کارواں کیسے کیسے مزے دیر ہی ہو زباں کیسے کیسے عیاں راز ہائے نہاں کیسے کیسے رگڑا کر ہیاں اڑیاں کیسے کیسے عدوانکے ہمدستاں کیسے کیسے ترے رنگ اے آسماں کیسے کیسے تو لب چاٹتی ہو زباں کیسے کیسے	مٹا کر زمیں نے نساں کیسے کیسے کئے قتل عاشق وہاں کیسے کیسے کوئی مجھے پوچھے کہ میری وفا کے تر و دور دوری میں امی پر گردوں دہوئیں باغ کے باغباں دیکھتا رہ جو ہوتی ہے جھوٹی بھی تعریف دشمن عبث بوڑھی خور و نہر مرنے کا زہاں نہ راہ عدم اٹھی گرد پا تک حلاوت سخن کی عجب شہر ہو ایدل سر پریش حشر ہو کر رہیں گے وہ زنداں محبت ہو دم چھوڑتی ہیں مر و قتل کی مشورت میں مجھے ہیں مری دیکھتے دیکھتے ہی تو بدلے جو اس لعل شیریں کا لیتا ہوں بوسہ
۱۹	مٹا عشق مل کر بھی اُن سے نہ جھگڑا گلے شکوے ہیں درمیاں کیسے کیسے

ہوئے تیغ کے امتحاں کیسے کیسے
 ہمارے علاوہ محبت میں مجھ سے
 چھپے کوئے کوئے سرسبز شجر
 تری ہاتھوں کی پیر زلال زمانہ
 ہمارے ہی دوسرے کی بیٹھے ہوئے ہیں
 پس قتل چہ کر بھی اسے نہ کچھا
 محبت میں روز اپنی طاقت بڑھ کر
 بے بزم میں ہیں چھٹے شہر ہر کے
 نہیں ایک تم لطف فرما تو کیا ہو
 ہماری محبت کو بیٹھے ہوئے ہیں
 دھواں میر نالوں کی آہتا ہو جیٹھے
 پھولوں کو سوزِ محبت کے دیکھو
 نہیں آتے دوسے نقور میں ہی وہ
 مری دلیں آنکھوں میں آ کر تو دیکھو
 ستارے نہیں داغ رہتا ہو ایہ
 عدد کی شرارت پیدا ہوئے ہیں
 کوئی رے کس کس کو اب یاد کر کے
 کرے تو کوئی سیر گلزارِ معنی
 ہوئے یمنجاں سخت جاں کیسے کیسے
 لئے دل نے بھی امتحاں کیسے کیسے
 مری انکے سب اردواں کیسے کیسے
 ملے خاک میں فوجاں کیسے کیسے
 حینوں کے زخیرِ نشاں کیسے کیسے
 تڑپتے رہے یمنجاں کیسے کیسے
 لگاتے ہیں ہم ناتواں کیسے کیسے
 بلاتے ہیں وہ میہاں کیسے کیسے
 ہمارے بھی میں مہرباں کیسے کیسے
 دل یار پر بھی نشاں کیسے کیسے
 تو پکارتے ہیں آسماں کیسے کیسے
 مرے دلیں ہیں آسماں کیسے کیسے
 اب انکو میں مجھ سے گماں کیسے کیسے
 ہمارے لئے ہیں مکاں کیسے کیسے
 ترے عشق کے آسماں کیسے کیسے
 ادھر بھی ادھر بھی گماں کیسے کیسے
 ہوئے بے نشاں بانشاں کیسے کیسے
 کہلاتے ہیں گلِ نکتہ داں کیسے کیسے

نہ سر نہیں اسے عشقِ اہل ہنر کیوں
 چھپے خاک میں قدر داں سے کیسے

جو تری کہیں یہاں آئے آئے
 رکا دم مرا ناگہاں آئے آئے

ہوا رہی ہنساں آتے آتے نہ کس جاتی ہندی یہاں آتے آتے کہ یہ رہا ہو کہاں آتے آتے ہوئی صبح انکو یہاں آتے آتے نیا تختہ اسی مہرباں آتے آتے لب یا ر تک لفظ ہاں آتے آتے مگر گہیا تازباں آتے آتے زبانوں پہ راز نہاں آتے آتے بتوں کا گلہ تازباں آتے آتے سخن وعدہ کا درمیاں آتے آتے جوڑ کجانی ہیں بچکیاں آتے آتے کوئی جام پر میناں آتے آتے کہ آئیں گے ہم نا تو اس آتے آتے رُکے کیوں پے استحاں آتے آتے	نہ دشت میں پٹخی مری گرد کو بھی عدد کے تو گہرتے مرا گھر ملا تھا پتا نامہ برکا نہیں کچھ خبر کیا سنو رنا شب وعدہ ٹہرا قیامت عدد ساتمہ کیوں ہو لائے ہو کیا تم نصیبوں میرے نہیں بن گیا ہے مرے دلیں متا حرف طلب کو نہیں نہاں کب رہا ہے حیاں ہو گیا ہو سرِ حشر ہی شکر بن کر رہ گیا رہا آج سے کل پہ کل دیکھیں کیا ہو گماں جو ہیں اُنکے جانب کیا کیا ہوا دور ہی ختم مجھ تشنہ لب تک لکھی ہے کچھ دنوں حشر قائم تمہیں آگیا وہیاں کسی بوالہوس کا	
۲۲	بہت سچ کہا ہے یہ استاد نے عشق کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے	۳۶۷
کوئی مر جائے تو ہوتا ہی کیا ہے نہیں دیتے ترا دعویٰ ہی کیا ہے سلامت تم رہو پر داہی کیا ہے مری تدبیر سے ہوتا ہی کیا ہے ذرا سی بات ہو جھگڑا ہی کیا ہے	کسی کی کچھ انہیں پر داہی کیا ہو جو مانگا کوئی بوسہ نہیں کئے بولے بلا سے گر نہیں قہمت میں حوریں داہی ہو گا جو کچھ قہمت میں ہو گا وفا ہو جائے کل کا آج وعدہ	

براہوں یا بہلاہوں خوب ہوں میں
 کہیں سنتے ہیں دیوانے بھی ناصح
 ٹرپٹنا میرے دل کا سکے بولے
 اچک کر میرا نالہ لے ہی لے گا
 ڈراؤں میں جو اس بُت کو اثر سے
 ہوئے ہیں نذر الفت جانِ دل تک
 اگر گالی بھی ہو وہ بھی ہے میٹھی
 حریفوں نے کئے سانی تہی خم
 چراؤنگا جو دم میں اے سنگم
 یہی ہے عشق تو اے حضرتِ دل
 کہیں اچھا ہے اس جینے سے مرنا
 ملا ہر دل تو آنکلیں بھی ملاؤ
 ابھی ہے دور دلی تو نے ایدل
 نہیں قدران کو میرے دل کی
 قوی تر ہے نگہاں بھی ہمارا
 دلِ گم گشتہ کا میرے کیوں غم

دیا اللہ کا سب کچھ ہے اے عشق
 ۳۶۸
 ۳۶۲
 کی کس شے کی ہے پرواہی کیا ہے

چاہئے قدر سخن کے لئے قسمت اچھی
 رو مددِ دل عاشق ہے نہایت اچھی
 فائدہ کیا جو ہنی عشقِ طبیعت اچھی
 آج یہ تم کو سنا تا ہوں حکایت اچھی
 راحتِ دھل سے ہے ہجر کی رحمت اچھی
 خوگر رنج ہوں آرامِ بلائے جاں ہے

کہہ شیدا ہوں انہوں کہ چہ پیش منہ ہے
 تم طرفدار ہو جس کے ہے زمانا اس کا
 گریہی دل ہے تو مر جاؤ نگناٹ جاؤ نگنا
 کیا بلائے کوئی مہمان اُنہیں اپنے گھر
 دیکھکے اہل سفارش ہی مجھے صاف جواب
 کہتے ہیں آکے دم ترع مرے بالیں پر
 غیر کو مجھ کو ستر بزم لڑا بیٹھے ہو
 حرف نکالتے اکدم تو نہو جائیگی یاس
 ہم مردت ہی مردت میں مر جاتے ہیں
 دل ناکام کو پابند ہو سٹھرایا
 پہ جو اچھی ہے تو اعمال ہی سب اچھی ہیں
 فکر بیش و کم دنیا میں برائی ہے بہت
 دل کو ہر عشق حسینوں سے تڑپ جاتا ہو
 کھل گئے دونوں طرف فترایام فراق
 لیکے نقد دل و جاں مجھ کو کہیں نہ رکھا
 تم جسے چاہو اسے چاہئے کیا دنیا میں
 اس طرف مجھ کو اشارہ ہی میں او دہر دشمن سے
 جرم تو غیر کرے اور سزا مجھ کو ملے
 لیکے اک بوسہ پہ دل کہتے ہیں وہ مفت ملا
 آج فرعون جو ہوتا تو جتا دیتے ہم
 گزریا دت کے لئے ایسا گدا دہر شمس

ایک سو ایک نظر آتی ہے صورت اچھی
 ہو برا غیر تو کیا اس کی ہر منت اچھی
 خلد میں ہی نظر آئے گی جو صورت اچھی
 وہ تو کہتے ہیں کسی کی نہیں نیت اچھی
 کیا کرے کوئی نہو جب تری منت اچھی
 کیا ہوا ہوا اسے ہو اسکی تو حالت اچھی
 بیٹھے بیٹھے ہتھیں سو جی یہ شرارت اچھی
 صاف کہنے سے ہو یہ آپ کی گلنت اچھی
 اس محبت کہنے تیری عداوت اچھی
 دعویٰ عشق کی دی تھے شہادت اچھی
 آدمی رہتے ہر اک حال میں نیت اچھی
 آدمی کے لئے ہر سب قناعت اچھی
 جب نظر آتی ہو اسکو کوئی صورت اچھی
 وصل کی شب ہوئی آپس میں شکایت اچھی
 اپنے دل کی نکالی یہ عداوت اچھی
 جسکے پہلو میں ہو تم اسکی ہر قسمت اچھی
 تیری آنکھوں سے یہ سیکھی ہے شرارت اچھی
 خوب انصاف ہو یہ ہے عدالت اچھی
 اور ہم خوش کہ اٹھی مال کی نیت اچھی
 عجز کی شان ہو جس میں وہ حکومت اچھی
 خود ہی ہو جائیگی بیمار کی حالت اچھی

دل کا دل ہی میں رہا راز محبت نہ کھلے ہم بُرے لاکھ میں اے شیخ تو کیا ہوتا ہے جب یہ جاتے ہیں نکلو اہی دیے جاتے ہیں ہیں بُرے ہی بُرے آثارِ خدا خیر کرے بوسہ تو دتے نہیں مانگتے ہو مفت میں دل وصل ہو اس بت خود کام کا ممکن نہیں مر کے ہم آپ کے بیدا و دستم سے چھوٹے	بات پردگی کی ہو اسکی نہیں شرت اچھی وہ رحیم اچھا ہے اور اسکی ہے رحمت اچھی انکی محفل میں ہے عشاق کی عزت اچھی اب نہیں ہے دل بیمار کی حالت اچھی آپ کی ہمہ پہ صاحب یہ حکومت اچھی فائدہ کیا جو ہوئی بھی مری نیت اچھی ہو گئی رنج و مصیبت سے فراغت اچھی
--	--

۳۶۹	۲۱
-----	----

ہم جان نثار آپ کے ہیں جان جانیے
پہچانتے نہیں ہیں تو پہچان جانیے
عاشق پہ ہے یہ جبر کہ باز آئے عشق سے
اس عقل اس شعور کے متربان جانیے
اک بوسہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں
ناحق ہے اس پر آپ کو کد مان جانیے
انکے حضور رعب سے پڑتا نہیں ہے منہ
کس طرح یہ کہوں کہ مری مان جانیے
دیتے ہیں بوسہ ڈال کے منہ پر نقاب وہ
اس شرم اس حجاب کے قربان جانیے
حاجت سوال کی نہیں صورت سوال ہے
ہم جس غرض سے آئے ہیں پہچان جانیے

بگڑیں گے ہم تو پھر نہ بنائے بنے گی کچھ
 اچھی نہیں ہے اتنی ہی ضد مان جائے
 دشمن کی دوستی میں ہیں لاکھوں قباحتیں
 پہنچتے گے در نہ مری مان جائے
 بی میں ہے خاک ڈال کے درباں کی آنکھوں میں
 دشمن کے روپ سے کہیں مہمان جائے
 کیا آپ چور ہیں جو چراتے ہیں ہمسے آنکھ
 یوں سامنے سے بن کے نہ انجان جائے
 حالت دم اخیر کی دیکھی نہ جائے گی
 جانے لگے ہیں اب مرے اوسان جائے
 جو آج کی تہی بات وہ پہر کل پہ ہو گئی
 اس قول اس قرار کو قربان جائے
 رہ جائے دل کی دل ہی میں تو لطف وصل کیا
 صاحب نکال کر مرے ارمان جائے
 ہم یہ بھی رشک سے دم رخصت نہ کہہ سکے
 اللہ آپ کا ہے نگہبان جائے
 آپ اپنے تک ہی رکھتے یہ جھوٹی عنایتیں
 ہم مانتے نہیں کوئی احسان جائے
 چھٹری ہے آج آپ نے بجٹ دفنا کر
 منوا کے جائے مجھے یا مان جائے
 دیوانگانِ عشق کو دیکھیں گے اہلِ حشر

دامن دریدہ چاک گریبان جائے
 ہوتے ہیں سچے بات کے دل دادگان عشق
 ہم جان دیں گے آپ پر یہ جان جائے
 تکلیف میزبان کو جس سے سر بسر
 گھر اس طرح کسی کے نہ ہمان جائے
 اہل عدم بھی جانیں کہ آیا ہے کوئی شخص
 دُنیا سے ساتھ لے کے وہ سامان جائے

۲۶

شوق زبان اگر ہے میاں عشق آپ کو
 جو کچھ بتایے داغ اسے مان جائے

۳۷۰

ایک کو ایک کا ارمان رہے یا نہ رہے
 منفعل مجبہ سا گراں جان رہی یا نہ رہے
 آن رہجائے مرجان رہی یا نہ رہے
 منتظر کوئی پریشان رہے یا نہ رہے
 اس کیا تم کو مرجان رہے یا نہ رہے
 اب یہ معلوم نہیں جان رہے یا نہ رہے
 دیکھئے شیخ کا امیان رہے یا نہ رہے
 کل خدا جانے یہ سامان رہے یا نہ رہے
 مجھ پہ جہاد کا احسان رہے یا نہ رہے
 تم میں یہ بات مرجان رہے یا نہ رہے
 انیس ایک ایک کی پہچان رہی یا نہ رہے
 آگے جو کچھ ہو اب ایمان رہے یا نہ رہے

ماں الہ انسان رہے یا نہ رہے
 ہو گیا مفت میں شل ہاتھ مری قاتل کا
 بیوفائی کا محبت میں نہ اٹھے الزام
 موت آتی ہے شب وعدہ دہ آتے ہیں
 جتنا جی چاہے سنا لو مجھے دل کہوں کہ تم
 دل تو آغا ز محبت ہی میں کہو بیٹھا ہوں
 جلوہ دفترِ زہوشن رہا ہے ساقی
 آج جو کچھ ہے مہیا وہ غنیمت ہو بہت
 بھولے جاتے ہیں کہیں یہ وہ دانستہ سلوک
 آجکلے وعدے کو کل پر نہ اٹھا رکھو تم
 دیکھیں کیا ٹھہری سرِ حشر ہیں کتنے لاکھوں
 دل تو اس کا فرہنگش کو دے بیٹھا ہوں

عاشق زار ہوں جاننا زہوں دل کہتا ہوں
 لو خبر جلد مرغن شب تنہائی کی
 دل نے دیکھی ہو تصور میں کسی کی تصویر
 صبر کا کرنے سمیٹا ہے دل عاشق کا
 میرا کہنا ہی ہوا غیر نے بد ذاتی کی
 پارہ دل سو کرینگے اسے ہم خنق بند
 گھر مرے آج وہ آیا تو ہے معلوم نہیں
 علم محفوط ہے ہر خوف سے ہر حالت میں
 بے اجازت کہی ہم گھر میں رکھیں گے قدم
 جذبہ ملیں ہو مرے طاقت مقناطیسی
 خوب جیلہ ہو وہ یہ کہکے لئے جاتے ہیں دل
 میں لاؤنگا قسم انکو سر پہ شش حشر
 امتحان غیر کا لینا ہو تو کے لیے آج

آپ کے وصل کا ارمان رہے یا نہ رہے
 دو گھڑی کا ہے یہ عہد رہے یا نہ ہے
 صورت آئینہ حیران رہے یا نہ ہے
 زلف کا حال پریشان رہے یا نہ ہے
 اب کوئی دل میں پشیمان رہے یا نہ ہے
 تیر سبیا دیں سپکان رہے یا نہ رہے
 رات کی رات ہی ہمان رہے یا نہ رہے
 کوئی اس شے کا نگہبان رہے یا نہ ہے
 انکے در پر کوئی دربان رہے یا نہ رہے
 ہو کے پیوست وہ پیکان رہے یا نہ ہے
 رہنے دے اسکو ترا دہبان رہے یا نہ ہے
 غیر کا سر تو ہے قرآن رہے یا نہ رہے
 کل یہی گویا میدان رہے یا نہ رہے

۱۹

کام کی باتیں ہیں کچھ شعر تو کر لیجے یاد
 وقت پر عشق کا دیوان رہے یا نہ رہے

۳۷۱

بن کے اس طرح سے انجان کہاں جاتا ہے
 آادھر میں ترے تران کہاں جاتا ہے
 اٹھ کے دنیا سے ہر انسان کہاں جاتا ہے
 نہ کہیں جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے
 ہے دم تیغ رہ کو چپہ قاتل اے دل
 سن مری بات کہاں کہاں جاتا ہے

جان سے جاتا ہوا اٹھ جاتا ہے دنیا سے غریب
 کوئی اس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے
 کوچہ عشق نہیں موت کا گھر ہے اسے دل
 کیوں قضا آئی ہے نادان کہاں جاتا ہے
 وعدہ جو غیر سے ہے اسکو اٹھا رکھ کل پر
 آج ہو کر مرا مہمان کہاں جاتا ہے
 ہے مرے دل کا تصور سے کسی کے یہ قول
 میں ہوں اب تیرا نگہبان کہاں جاتا ہے
 نقد دل بوسہ کی قیمت میں لگا بیٹھا ہوں
 نہ ملے نفع تو نقصان کہاں جاتا ہے
 جان و دل ایکے ہی راضی نہیں ممنون نہیں
 اسنے شکوے کا وہ عنوان کہاں جاتا ہے
 ضعف ہے لاکھ تو کیا دست جنوں سے میرے
 چھوٹ کر میرا گریبان کہاں جاتا ہے
 خاک آنکھوں میں نہ جھونکوں تو مرانا نہیں
 مجھ سے بچ کر ترادربان کہاں جاتا ہے
 بوجھ گردن کا تو خنجر نے اتارا تاتل
 سر سے میرے ترا احسان کہاں جاتا ہے
 بعد مردن ہی بے باقی ہو سوس و کنار
 دل سے یہ شوق یہ ارمان کہاں جاتا ہے
 پیچھا نہ ادا کیا تو نہیں زندوں نے آج

دوڑا دوڑا ایسہ بذا دسان کہاں جاتا ہے
 کششِ دل کا یہ دعویٰ ہے کہ دیکھوں تو سہی
 اُٹ کے اس تیر کا پیکان کہاں جاتا ہے
 ساتھ رہنا نہیں منظور تو کھد تھے صاف
 روز اُٹسہ اُٹھ کے یہ سامان کہاں جاتا ہے
 کعبہ و دیر کی قیدیں نہ اُٹھیں گی ایدل
 کو چہ یار سے نادان کہاں جاتا ہے
 غیر سے عہد وفا ہے تو یہ سب ہے موجود
 اب اُٹھانے کو تو تران کہاں جاتا ہے

۱۹

نہ سہی آج سب حشر قبول جائے گا
 کر کے اور عشقِ وہ پیمان کہاں جاتا ہے

۳۷۲

فریاد مری سُن کے وہ کہتے ہیں یہ کیا ہے
 اس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے
 اے عشق نہیں اپنا اگر کوئی تو کیا ہے
 سُنتے ہیں کہ بیکس کا مددگار خدا ہے
 خود ذبح کیا ہے مجھے پہر کتا ہے کیا ہے
 تجھ سا کوئی سفاک نہ ہو گا نہ ہوا ہے
 جو اس میں فرا ہے وہ کہاں اس میں فرا ہے
 بیداد سے کم بخت تغافل ہی سوا ہے
 سُنتا ہوں کہ تو دشمنِ اربابِ وفا ہے
 اے چرخِ جفا پیشہ یہ کیا رنگ ترا ہے

اے عشق تھا تو ہی کہ کیا میری سزا ہے
 میں ہوں وہی مجرم جسے اقبال خطاب ہے
 وہ اور لکھیں خط میں مجھے حرفِ محبت
 میں خوب سمجھتا ہوں یہ دشمن کا لکھا ہے
 کیا حسرت دیدار ہو معلوم ہے مجھ کو
 موسیٰ کا سیرِ طور جو کچھ حال ہوا ہے
 دل دے کے چُرانے کے نہیں جان کہی ہم
 کر کے ہی دکھا دینگے جو اس منہ سے کہا ہے
 ایسا ہی نہیں رہنے کا ہر وقت زمانہ
 دشمن کا جو وہ بت ہے تو اپنا بھی خدا ہے
 ہے حکم تہ تیغ نہ تڑپے کوئی سبیل
 یہ ظلم نرا لا ہے انوکھی سیہ جانا ہے
 ہم مرغِ دالم لے کے اسی بزم سے اٹھ کر
 جس بزم کو سُنتے تھے کہ اندوہ ربا ہے
 دیتا ہے کوئی جان سی شے مُفت اٹھا کر
 میں لاکھ میں کم دنگا کہ یہ دل کی خطاب ہے
 کیوں بخشے نہ جائیں گے قیامت کو گنہگار
 کیا اس کے کرم سے بھی سوا انکی خطاب ہے
 اس دل سے نئی نچو کہی ایسی توقع
 سُنتا ہوں کہ اس جان کے دشمن کو ملا ہے
 آسے ہیں سرِ حشر بھی وہ منہ کو چھپائے

یہ شرم کمانکی ہے کہاں کی یہ حیا ہے
 آنسو کبھی پوچھیں گے یہ امید تھی جن سے
 ہنستے ہیں مرے حلق وہ رونے کی جا ہے
 ہے تجھ کو خبر یا نہیں اسے رشک میا
 بیمار محبت کا بہت حال بُرا ہے

۱۷	بے فائدہ تدبیر ہے بے سود ہر کوشش ہوتا ہے وہی عشق جو مرضی خدا ہے	۳۷۳
رحمت کو طلب جنگی ہو وہ انکی خطا ہے یہ معرکہ عشق بھی کیا ہوش رہا ہے شوخی جو نگاہوں سے ٹپکتی ہے یہ کیا ہے نادان ہو بیہودہ ہو دیوانہ ہوا ہے کوتاہ یہاں ہجر میں کبست دعا ہے ہم تجھ کو نہیں جانتے تو کون بلا ہے تم شوق سے لیجاؤ یہ دل چیر ہی کیا ہے یہ تازہ تجاہل ہے یہ اغماض نیا ہے دنیا میں کوئی درد محبت کی دوا ہے ہاتھ اُسے دکھا کر یہ کہا رنگ خدا ہے کیا ہاتھ کا چالاک ترازو خدا ہے کیا ان میں رہا ہے جو ابھی مکہ ہا ہے میرا تن کا امید وہی انگشت نما ہے اس بخشنے والے ہی کو کچھ اسکا مزا ہے	زاہد تو نگاہوں کو سمجھا ہوا کیا ہے پروا سے دل جان نہ خیال سرو پا ہے یہ مان لیا ہمنے ان آنکھوں میں حیا ہے ایدل تجھے کس شوخ سے امید وفا ہے اوچھا ہے اگر دامن تاثیر تو کیا ہے جب دیکھتے ہیں مجھ کو وہ کہتے ہیں بکا کر بڑھکر نہیں کچھ تم سے مرہجان ہو حاضر کیا کہئے وہ خود پوچھتے ہیں مرے ہو سپر پوچھو نگا میسا سے ملاقات جو ہو گی دعویٰ جو کیا خون کاشتوں نے سر حشر دل لیگیا ہوسو مری آنکھ بچا کر دم خاک چرائیں گے ترے ظلم کے گشتے ابرو سے ہلالی کی محبت کی بدولت کیا دوا عطا نادان تجھے عصیاں کی مرقد	

غیر دس بھی لکھوانے لگے خط میں دہشت نام	کیا جانے لکھا ابھی تقدیر میں کیا ہے
جس چیز کو تم ڈھونڈتے ہو دیر و حرم میں	اسے شیخ و برہن کہیں کچھ اسکا پتا ہے

۳۷۴	اے عشق بہر حال ہے مرنا تمہیں یکدن	۱۷
	مر جا و کہی جان جاں پر تو مزا ہے	

عشق دینا کے دور و زہ عجیب بستی ہے
ایک دم کے لئے کیا خلق یہاں بستی ہے
اے محبت دل ناکام میں کیوں بستی ہے
غیر آباد ہے یہ اُجڑی ہوئی بستی ہے
زہر کی گانٹھ ہے اس زلف سیہ کی ناگن
دل کو ہی ڈستی ہے کنہت یہ جیب ڈستی ہے
بوسہ دیتے نہیں دل مفت لئے لیتے ہو
ظلم ہے یہ تو سر اسر ہیر زبردستی ہے
ہم جو دھمکاتے ہیں فریاد سے وہ کہتے ہیں
عاشقی کا ہے کوٹھری ہیر زبردستی ہے
جنس دل تدار ہے لیجاؤ اسے شوق سے تم
پوچھتے کیا ہو کہ یہ ہنگی ہے یا سستی ہے
اک قیامت ہے شب وصل ہیر انکا کھنا
ہم نہیں مانتے کچھ تیری زبردستی ہے
دل سوزاں نہ کہو اسکو کو قہر خدا
کسے کہتے ہیں شر ربق کی کیا ہستی ہے
اس کی رحمت سے گنہ نے یہ کہا عجز کے ساتھ

میں ہوں کیا چسپنا الہی مری کیا ہستی ہے
یوں تو ظاہر میں سخی کا نہیں کوئی دشمن

اور باطن میں جو پوچھو تو ہستی دستی ہے
زلف کے عشق میں کیوں جان پہ بنجانی ہے

زہرا گلتی ہے یہ ناگن نہ کبھی ڈستی ہے
کوچہ عشق کے پامالوں کی تحقیق نہ کر

سر بلندی ہے جہاں پست یہ وہ پستی ہے
آسمان پر بھی پہنچ کر نہیں پاتا وہ عروج

جس کی منت میں ازل ہی لکھی پستی ہے
ودن کی رندوں سے اسے شیخ ریاکار نہ لے

تو بھی سمجھا ہے کہ کچھ ہوں تری کیا ہستی ہے
خاکساروں پہ جفا چرخ کی ہوگی کب تک

اس بلندی کے نصیبوں میں بھی تو پستی ہے
کثرت گر یہ عشاق سے دلدل ہے جہاں

دیکھے ہائے نگہ سے بھی زمیں دبستی ہے
حشر ڈہائے نہ کہیں وعدہ منہ دایترا

ینست ہو کر مجھے ہر آرزوے ہستی ہے
دیکھنے کی ہر جگہ شہرِ خموشاں و عشق

۱۵

۳۷۵

یہ وہ ہستی ہے جہاں خلق بہت ہستی ہے
حقیقت میکدے کی کچھ نہ مے کی کوئی ہستی ہے

جواسے ساقی سلامت میکشوں کی فاقہ مستی ہے

دل پر آرزو ہی میں محبت تیری بستی ہے
 مزجاں دیکھ تو بھی آکے کیا دلکش یہ بستی ہے
 وہاں اک خلق اس عالم سے جا جا کر جو بستی ہے
 مگر شہرِ خموشاں بھی کوئی دلچسپ بستی ہے
 پلاساقی شراب لالہ گوں فصل بہار آئی
 نہیں پانی کی بوندیں ابر سے رحمت برستی ہے
 لگائی میری مجلس کو نظر کن شورِ بخوتوں نے
 نہ جوش مے ہے شیشہ میں نہ مے میں رنگ مستی ہے
 سلامت بیچ نہیں سکتا کوئی ہم ہوں کہ دشمن ہو
 برابر دونوں باگیں تیغِ خونخوار اسکی کستی ہے
 نہیں یہ داغ سوزاں سینہ محزون عاشق میں
 شرابِ طور کی روشن کف موسیٰ میں دستی ہے
 قناب ہو گئے ہم پر کھلایہ راز سربستہ
 کہ جب کو نیستی سمجھے ہوئے تھے عین مستی ہے
 جنابِ خضر تم کو راہبردت سے مٹتے ہیں
 کہو راہِ محبت میں بلندی ہے کہ پستی ہے
 کہاں کا ایسا اونچا دامنِ تاثیر ہے اے دل
 ترے نالوں کی کوتاہی تری ہمت کی پستی ہے
 دزسا اک اشارہ ہے بہت ابروئے پر خم کا
 مگر کیوں قتل پر میرے تمہاری تیغ کستی ہے
 جگیا حشر کے فتنے نے یہ کہہ کہہ کے زندوں کو

اٹھو چونکو یہ کیسی فیند ہے یہ کیسی مستی ہے
 نرمی ہی ذات سے وابستہ ہے امید مندوں کی
 ترے ہی دم سے ساقی گئے بازار ہستی ہے
 دعا زندان لب تشنہ جو کرتے ہیں کبھی زباہ
 رنگ آب باراں آسماں سے بے برستی ہے

۱۴

نظر رکھتے ہیں ہم صنایع مطلق کی طرف
 جو سچ پوچھو ہماری بت پرستی حق پرستی ہے

۳۷۶

شرابِ لالہ گوں میں بادۂ عرفاں کی مستی ہے
 مقام بے خودی زاہد مقام حق پرستی ہے
 عجب عشرت فرازندوں کی بزمِ پرستی ہو
 اگر جنت میں بھی ہے روح زاہد کی ترستی ہے
 خدا چاہے تو اسے زاہد دکھا دو نگاہِ محشر
 گنہگاروں پہ کیسی جھوم کر رحمت برستی ہے
 پلا دی شیخ کو رندوں نے تھوڑی سے تو کھ اٹھا
 خارے نہیں یہ بادۂ عرفاں کی مستی ہے
 سلامت عمر کی کشتی کوئی لیجائے گا کیوں کر
 طلاطم خیز د موج انگیز جوشِ بحر ہستی ہے
 فنا میں خود پرستی میں رہیں ہوں کہ زاہد ہوں
 نہ شوقِ بت پرستی ہو نہ ذوقِ حق پرستی ہے
 نظر آتا ہے جب دشمن تو میں لاجلِ پڑھتا ہوں
 خدا کی مار ایسی شکل ہے لعنت برستی ہے

شبِ غم اے اجل کچھ رحم کر اس جانِ مضطر پر
 کہ تیرے واسطے یہ ایک دہر تو ترستی ہے
 فلک کو نالہائے عرشِ فرسا کیا سمجھتے ہیں
 ذہواں بنکر ابھی اڑ جائیگا کیا اسکی ہستی ہے
 خدا کو آپ میں تو میں نے اس میں آپ کو پایا
 پتا اسے شیخ کس کی خود پرستی حق پرستی ہے
 نہیں اتنا بھی کوئی جو بہائے غم کے دو آنسو
 مزارِ عاشقِ ناکام پر حسرتِ بستی ہے
 ہمارا خانہ دل ہے تصور سے ترے روشن
 اسی سے اس کی آبادی اسی سے اسکی بستی ہے
 یہ بدلی عاشقی میں اپنی صورت اس نے خود پوچھا
 کہ تیرا نام کیا ہے کو لبی رہنے کی بستی ہے

۲۰

مسافر سب کے سب ہیں عالمِ ایجاد میں عشق
 نہیں ساکن یہاں کما کوئی یہ کچھ ایسی بستی ہے

۳۷۷

لیکن نہ گالیوں سے بو کر ڈاؤ تو بات ہے
 دل خوش کن اک خیال جو کہنے کی بات ہے
 بھولا ہو نہیں اسی کو جو کہنے کی بات ہے
 انصاف کی جگہ ہے سمجھنے کی بات ہے
 میں اور ترکِ عشق قیامت کی بات ہے
 واعظ جو تیری بات جو الٹی سی بات ہے
 ان بات جگہ آتی نہ تھی کل کی بات ہے

ہر چند آپ کا لبِ شیریں نبات ہے
 معلوم ہے حقیقتِ فردوسِ جورِ عین
 اللہ کے شوقِ عرضِ تنائیں بنجودی
 میں اور شکوہ اپکا غیروں کے سامنے
 کیا بک باہرِ ناصح ناداں زبانِ دوک
 جنت میں تو حلال ہوئے اور یہاں حرام
 وہ آج سے باتیں بناتے ہیں کیا کہیں

کہلتی نہیں نہ بان کچھ ایسی ہی بات ہے
 ہاں کوئی بات باتیں نکلے تو بات ہے
 مانا یہ سننے وعدہ ترا ایک بات ہے
 معلوم ہوا نہیں مجھ سے دل کی بات ہے
 بالکل وہ خام کار ہر کبی یہ بات ہے
 اس بیو فانیے پوچھی بھی کچھ میری بات ہے
 دشمن کی بھی بانہ میرے منہ کی بات ہے
 گویا دم مسج سے سنہ کی بات ہے
 کس سادگی سے کہتے ہیں کیا ہم میں بات ہے
 اتنی نہیں بان پہ جو دل کی بات ہے
 غیرت جو ہو تو ڈو کے مرنے کی بات ہے
 نئے نہیں ہنوز وہی ان کی بات ہے

کیا روز باز پرس کوں باجرائے دل
 بیکار زیادہ گوئیوں سے فائدہ ہی کیا
 ناکام رکھ نہ جھوٹی تسلی سے تو ہیں
 صورت سوال ہر مرے کہنے سے فائدہ
 باتوں میں آ کے غیر کے پھٹنا یگانا پ
 قاصد جو لب نامہ سے پہلے بتا ہے مجھے
 شکوہ سہی فغاں نہیں بیدا دیار سے
 وعدے ہی پہ مدار ہے عاشق کی زلیلت کا
 تعریف انگلی کرتے ہیں جب آنکے آگے ہم
 کیا ہو گیا ہر مجکودم عرض مدعا
 دامن اپنے پونچھ رہے ہیں ہاشک غیر
 کھلانہ کوئی کام شب وصل ہی مرا

۲۲

باہیں کوئی نزار بنائے کہاں وہ بات
 جو آج کے کلام میں ای عشق کی بات ہے

۳۷۸

میرے آئے ہی عجب رنگ ہوئے مجلس کے
 اُن کے پہلو میں جو بیٹھے تھے عدد سب کس کے
 موت آئی ہے تو ٹھہری ہوئی ہے دیر سے وہ
 منظر طالب دیدار میں یارب کس کے
 جاں سستاں سیکڑوں انداز ادائیں لاکھوں
 جان ہے ایک حوالے میں کروں کس کس کے
 کیا تجاہل ہے کہ خود پوچھتے ہیں وہ آ کر
 آپ ہیں والہ و دیوانہ و شیدا کس کے

ان کے دیدار سے آنکھیں ہوئیں روشن آخر
 شاخ امید میں یہ پھول کھلے زر گس کے
 چشم بد کا یہ انہیں خوف لگا رہتا ہے
 پھول رکھتے نہیں گل دان میں بھی زر گس کے
 سنگ طفلان۔ درو دیوار صنم۔ تیغ اجل
 ایک سر پر مرے احسان ہوئے کس کس کے
 خون عاشق کی ہر دست رسائی کیا ہو
 پاؤں تک یار کے بھینچے ہے خال پس پس کے
 منقلب ان کی طبیعت ہے زمانے کی طرح
 آجکل دوست ہیں دشمن کے عدو مولس کے
 آسیا کی ہے یہ گردش کہ فلک کی گردش
 بل گئے خاک میں ہم سنگ ستم سے پس کے
 دشمن جان نہ یہ بجائے کہیں ڈرتا ہوں
 ڈھنگ بگڑے نظر آتے ہیں دل مولس کے
 اس ستم پیشہ سے امید وفا رکھتا ہوں
 کیسا نادان ہو دل ہوش گئے ہیں اس کے
 میرے مردے کو وہ کفنا کے دُعا دیتے ہیں
 جسم سے اترے یہ پیرا میں نو گس پس کے
 میرے قابو میں نہیں ہے دل دیوانہ مرا
 آجکل ڈھنگ ہی بگڑے ہو ہیں کچھ اس کے
 وہ عیادت کو مری آ کے یہ فرماتے ہیں

طربے طرطرب آتے ہیں جھکو اس کے
 بیکسی میں نہ کسی نے بھی دبا ساتھ مرا
 دور بھاگا کیا وہ پاس گیا میں جس کے
 اتنی فرصت مجھے اسے بخود ہی عشق کہاں
 درد سر کے لئے صندل جو لگاؤں گیس کے
 کچھ بھی حاصل نہ ہوا شیخ و برہمن دونوں
 مر گئے کعبہ و تہخانے میں سر گیس گیس کے
 میں نے دشمن سے جو منہ پھیر لیا اس نے کہا
 تجھ کو آداب بھی معلوم ہیں کچھ مجلس کے
 درد سر عاشق بیکس کا ستم ڈھاتا ہے
 کوئی اتنا بھی نہیں لائے جو صندل گیس کے
 بخود ہی کا ترے جاں بازوں کے کیا کہنا ہے
 یہ بھی معلوم نہیں ان کو ہیں کتنے کس کے

۱۶

شمع کی طرح جلا کرتے ہیں ہم بھی اسے عشق
 غیر ہی باعث گرمی نہیں اس مجلس کے

۳۷۹

پر توغ سے ہے ہر ایک جگر دو ٹکڑے
 آبر و دار کو نقصان ضرر سے نہیں کچھ
 بند رو ازیلے میں رگ نہ سکونگا ہرگز
 زخم دل بختگی عشق کی ہر صاف دلیل
 تیری گالی نے دیا بزمِ قہر میں مجھ کو
 اگر زوا میں کسی کی ہے کسے دیتا ہوں
 کچھ کتاں ہی نہیں ایو رشک قمر دو ٹکڑے
 آب رکھتا ہوں وہی ہو کے گمرد دو ٹکڑے
 سر دو ٹکڑاؤنگا ہو جائیگا درد دو ٹکڑے
 پختہ ہوتا ہے تو ہوتا ہے قمر دو ٹکڑے
 زہرا یا کہ ہوا جس سے جگر دو ٹکڑے
 دیکھ اے خنجر غم دل کے نہ کر دو ٹکڑے

کام آتی نہیں سینہ کی سپرداری کچھ
 دل کو چورنگ کیا تیغِ نعل نے ایسا
 لیں جو دشت کی تو کر ڈالیں دیوانے
 ددوں آنکھوں کو ترے تحفہ برابر دیتا
 فائدہ جامہ درسی نہیں کچھ اے مجنوں
 لبِ مذاں میں تری کانِ جاہر اے شوخ
 اور چورنگ کیا تیغِ ستم نے تیری
 دیکھوا نکشت شہادت کا نبی کی اعجاز
 یہ تو ہے شیشہ نازک سے کہیں نازک تر

دل کو کر دیتی ہے قاتل کی نظر دو ٹکڑے
 دوا دہر لوٹتے ہیں اور اودہر دو ٹکڑے
 دامن کوہ کو بھی تابہ کمر دو ٹکڑے
 دل کے ہوتے مرے پہلو میں اگر دو ٹکڑے
 لطف ہی پردہ محل ہو اگر دو ٹکڑے
 جن سے نکلے ہوئے ہیں محل و گھر دو ٹکڑے
 یوں تو پہلے سے تھے دل اور جگر دو ٹکڑے
 ایک اشاریے ہو اصابِ قمر دو ٹکڑے
 کیوں نہ سنگِ حوادث سے جگر دو ٹکڑے

۱۵

ہم اٹھا رہتے کفن کے لئے اسکو عشق
 دامنِ یار کے بجاتے اگر دو ٹکڑے

۳۸۰

عشق تباہ ستم ہر غضب ہی ذباہ سے
 وجہ نشا ط دل تو امیدِ وصال ہے
 کیا جانے کس کی یاد ہو کس کا خیال ہے
 آزار عشق میں بھی طبیعت بجال ہے
 محشر میں اپنی اپنی ٹپری ہو ہر ایک کو
 مرقد پر میرے فتنہ محشر نے یہ کسا
 شکوہ تو کرتے ہیں مرادِ شمن ہی سے سہی
 دونوں کے دونوں ایک سو بڑھ کر حریف ایک
 کہتے ہیں دیکھ کر ترے دیوانے کو بھی لوگ
 اس کا بھی رشک ہے فلکِ کینہ کا رکھو

لے ہوش کی کدھر دلِ ناداں خیال ہے
 مانا یہ ہمنے یا رکالنا محال ہے
 کچھ اور ہی ہمارے طبیعت کا حال ہے
 ممنون دروہوں کی پرسان حال ہے
 اور مجھ کو دیکھتے کہ اسیکا خیال ہے
 غافل کسی کے وعدے کا بھی کچھ خیال ہے
 اتنی تو بات ہے انھیں میرا خیال ہے
 دستِ طلبِ شریکِ دہان سوال ہے
 بھینچا ہوا فقیر ہے صاحبِ کمال ہے
 کیوں اس گلی میں قبر مری پا مال ہے

زاہد سے ذکر و رہی مستنا نہیں کہی کیا پھٹ رہے کہ جان کے بھی پوچھتے ہیں وہ وہ سیر دل میں اپنی متنا کو دیکھ کر ہو کچھ تو میرے زخم کا اسی چارہ گر علاج	اک پُر جان کے خوف سے میرا یہ حال ہے بیٹھے ہو کس کی سوخ میں کسکا خیال ہے الزام یہ لگاتے ہیں چوری کا مال ہے کیا آجکل نمک کا بھی دنیا میں کال ہے
۳۸۱	۱۵
ثروت پہ انکار ہر اک سے محال ہے بہزار زندگی سے ہیں جینا و بال ہے وعدے پہ روزِ حشر کے بھی احتمال ہے دشمن سے دوستی ہر محب سے ہلال ہے دیدار پر وہ نشین کا محال ہے اک چپ سی لگ گئی ہر دم عرضِ مدعا بوسہ کیواسطے تو ہیں رخسارِ لبِ گر ٹھکر کے میری قبر کو کہتے ہیں ناز سے کہہ کر یہی وہ چھوٹ گئے روزِ باز پرس کیا جانے انکو وعدہ کی آتی ہر کب گٹری گلشن میں دیکھ کر گل ترکو وہ لالہ نام اک اک سو پوچھتے ہیں دکھا کر وہ دل مرا قائل کو دیر باہر دعائیں رُواں رُواں صن و جمالِ حور کا کھجورِ بیان پر	جس میں ہو یہ کمال وہ صاحبِ کمال ہے جو تم پہ جان دیتے ہیں انکا یہ حال ہے مجھ کو یقین ہو کہ یہ جیلہ ہے چال ہے دنیا کو کچھ زالی تری چال ڈھال ہے کہتے ہیں جبکو حشر وہ دم و خیال ہے اے بخود ہی شوقِ عجب اپنا حال ہے مانگے جو ان کوئی یہ کس کی مجال ہے میری بلا سے کوئی اگر پامال ہے اپنے کئے پہ آپ مجھے انفعال ہے بیکار دورِ روز و شب دما و سال ہے شوخی سے کہہ اٹھا مرے منہ کا اگل ہے کس شخص کی یہ چیز ہے یہ کسکا مال ہے محوِ پاس تیغِ مرا بال بال ہے واعظِ تبادے پہلے کہ کیا سن سال ہے
بیگانہ ہو گا بال بھی فضلِ خدا سے عشق	

۱۴	دشمن مرا اگر چہ مرا بال بال ہے	۳۸۲
کی ہے خطا عدو نے مجھے انفعال ہے کیا جوش عشق دود کا ایدل و بال ہے اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے کسکا یہ جو صلہ ہے یہ کسکی مجال ہے شبنم کے نام سے عرق انفعال ہے جینا اگر و بال ہے مرنا محال ہے اسے چال بازی بھی مگر کوئی چال ہے دشوار ایک بات ہے امر محال ہے جسکا نہیں جواب وہ میرا سوال ہے مجھ پر ابھی حرام ہے مے یا حلال ہے وہ آپ کا خیال یہ میرا خیال ہے سنتے تھے ہم بہت ہی زبوں تیرا حال ہے ہر چند پر گناہ مرا بال بال ہے	بدنامی و فنا کا یہاں تک خیال ہے رد کے جویل اشک کو کسکی مجال ہے شرح و بیان زبان و قلم سے محال ہے اللہ سے توبوں کی شکایت محال ہے اس گل کے رشک سے یہ گل ترکا حال ہے بیمار ہجر کا شب و عدو یہ حال ہے کیا ہے جو آج ہمہ نفع کمال ہے صبر و شکیب عشق میں ای ناصح شفیق بوسہ کو پوچھتا ہوں تو ہو جا ہیں وہ چپ پیاسا ہوں مین روز کا اور محتشب بتا کیا جانے با وفا ہے عدو یا ہے جو فا فرماتے ہیں وہ آکے عیادت کو طہتر سے ہے وہ کریم مجھ کو بجائے گا بال بال	
۱۵	اے عشق ہے بلا کا اثر تیرے شو میں اعجاز گر نہیں ہے تو سحر حلال ہے	۳۸۳
جی میں ہر سر پہوڑ کو مر جائے بے اجل کیوں کر مگر مر جائے دل کو لیجا کر کہاں بہلائے آپ سے بڑھ کر نہیں لیجا ئے آپ بھی کا نہ ہا ذرا دیجا ئے	تو کریں وحشت میں کب تک کہائے ہجر میں جینے سے تو مرنا ہے ٹھیک راہ کوئے یار بھی سدا دہے جان و دل دونوں کو دونوں تیرے عاشق جانناز کی یہ نفس ہے	

آپ جو فرماتے ہیں سرمایے
آپ کی قسمت میں غم ہے کہا یے
کہتے ہیں وہ غیر کو بلوایے
پہلے تھوڑی سیخ کو پلوایے
آئیے اے حضرت عشق آئیے
غم بھی اب ملتا نہیں جو کہا یے
غیر کے سر کی قسم تو کہا یے
بندہ پرور آپ ہی فرمایے
جائیے تو سر سے چل کر جائیے

میرے سر آنکھوں پہ کہنا آپ کا
شکوہ بیداد پر اس نے کہا
آکے میری بزم میں کیا قہر ہے
جیہیں ہے پر پوچھے کوثر کا حال
میں تصدق دیدہ و دل فرش رہ
عسرت عالم کا کچھ پوچھو نہ حال
آپ وعدے پر ضرور آئیں گے کیا
بیوفائی میں نے کی یا آپ نے
بتکدہ اے شیخ ہے جائے ادب

۱۸

ایک دن اے عشق مرنا ہے نہیں
پھر محبت میں نہ کیوں مر جائیے

۳۸۴

میرے دل سے نہ مگر حسرت آزار گئی
نہ کدورت تری اے پر ختم گار گئی
حسرت و صل صنم دل سے نہ نہار گئی
روز سو بار خبر آئی ہے سو بار گئی
لطف کیا توڑے سینہ کو اگر پار گئی
میری فریاد فلک کے بھی اگر پار گئی
جب نظر اپنی کسی کے سر دیوار گئی
جنس دل کی نہ کسی دن سرباز گئی
عاشقوں کو کسی کا فر کی ادا بار گئی
غیر کے حصہ میں کیا میری شب تار گئی

ہمت اس شوخ کی کر کے ستم ہار گئی
دل گئے خاک میں بھی خاک نشین ہو کر خاک
دل گیا جان گئی چل بے ہم بھی آخر
تار برقی سے نہیں کم یہ تعلق دل کا
بات تو جب ہو کپٹی رہے دل میں بر بھی
دل میں کچھ اُس بت بد کشی کے ہو گا نہ اثر
جلوہ طور کا عالم نظر آیا ہوسکو
پر د پردہ میں لیا پردہ نشینوں نے اسے
یہ عجب بات ہے یاد کہ قصا سے پہلے
صبح ہوتی نظر آتی نہیں اس کی شب وصل

ہاتھیں رک رک کر جو کرتے ہوں ہم پر شش شش
سخت جانوں پہ کئے دار تو دیکھاتم نے
نہ خریدار ہن کوئی متاع دل کا
کر دیا تلخی دشنام نے سب کو کڑوا
دے چکے اپنے طلبگار و نکودہ صاف جواب
نام پہر لیکر زمانے میں نہ یوسف کا کوئی
گالیوں سے ہوئی اک تازہ حلاوت پیدا

۳۸۵
صد مہ درد و غم در رخ اٹھائے پھر کون
جان ہی عشقِ محبت میں جو دل ہار گئی

منہ مجھے شب بھر چھپایا ہے قضا نے
آتی نہیں ہجراں کی مصیبت سوچھڑانے
ڈہانکا ترے پیار سے منہ اپنا شفا نے
پہر دون کی لیکر نہ کہی چرخ جناکار
انکار وہ دکھتا ہوا ہر بھول ہے گویا
کام آئیں گے اوی شوخ نہ فردائے قیامت
بے درد کو کیا درد مرے درد کا ہوگا
ہاتوں سے ایفلک شجبدہ پر داز
آثارِ رخ محبوب سے بے ساختہ پردا
ستتا ہوں کہ دل سے بت کافر کے لگی ہو
بیکار ہوئی سب مرض عشق میں کوشش
کیا تجھ سے کہوں اویبت بدرد میں اپنی

اتنا نہیں کوئی جسے میں بھیجوں بلائے
یہ تیری اداسی کی ہے عاشق کی قضا نے
تائیر سے پرہیز کیا اوسکی وو نے
لی اچھی خبر آج اگر آہ رسا نے
گلزار میں اک آگ لگا دی ہے صبا نے
یہ عذر یہ چلے یہ حوالے یہ بہمانے
جو جب پہ گزرتی ہے مصیبت یہی جانے
بر باد ہوئے خاک ہو لا کھوں گہرا نے
مشتاقوں پہ احسان کیا باد صبا نے
کی خوب سالی یہ مری آہ رسا نے
بخشا نہ اثر کوئی دعا اور دوا نے
جو دل پہ گزرتی ہے وہ اللہ ہی جانے

تاثر سے ہی ہاتھ اٹھایا ہے دُعا نے
 نہ کہا کبھی نہ کام کسی کو نہ خدا نے
 کیا جان کے دل تجھ کو دیا میر خدا نے
 یہ پھول کھلائے ہیں نئے بادِ صبا نے
 کس طرح اجازت دی تجھے شرم و حیا نے
 کیا چھوڑا ہر عاشق میں تری ناز و اداس نے
 حد کر دی سنگمرتری بیدار و جانا نے
 جو کام کیا نیچی نگاہوں سے حیا نے
 میں یاد بہت کچھ اسے بخشش کے بہانے
 گستاخ کیا اور مجھے لطف سزا نے
 کیا دل کو جلا یا ہے مرے رنگِ خانا نے
 ان ہاتھوں میں کیا رنگ جمایا ہے خانا نے
 اب تک تو مرے دل کو بچا یا ہے خانا نے
 جب تک نہ اودھر سے کوئی آئیگا بلانا نے
 کیا چار طرف سے مجھے گھیرا ہے بلبا نے
 زہاد کو چھینٹے دیئے کچھ ایسے گستا نے
 دہوے کے دیئے کیا کیا ہے نقشِ کفِ پاسبانے

امید کے برانے کی امید کہاں اب
 یابوس ہوا اس کسی حال میں کوئی
 اہرام ملا اس سے نہ نجد کو کسی پہلو
 فرقت میں بہارا آئی ہو دغ ہر دسب
 حیران ہو نہیں دیکھ کے اغیار میں تجہ کو
 لیجا نیکی کیا آکے قضا وقت پر اپنے
 ہے غلج کی فریاد سے اک شورِ قیامت
 کر سکتی نہ شوخی نہ شرارت سے وہ ہوتا
 رحمت سے ہو یا یوس گنہگار نہ کوئی
 دشنام سے ڈرتا ہو کہیں بوسہ کا طالب
 دیکھا اسے ہاتھوں میں تو ملوؤں سو لگی آگ
 عشاق کا ہوتا ہے لہو رشک سے پانی
 آئندہ کی معلوم نہیں کیسی ہو کیا ہو
 جائینگے نہ ہم آپ سے اللہ کے بھی پاس
 پھانی ہو شب پھر پس پیش و چپ و راست
 پیتے ہی بنی بنی کے رہے موسمِ گل میں
 دشمن کے بھی گھر میں نہ چلا انکا پتا کچھ نہ

۱۹

ہے شوق تو جا آپ سوئے کو چہ دلدار
 کیا آئیگا اے عشق کوئی تجھ کو بلانے

۳۸۶

پہلے یہ کہئے آپ کیا سمجھے
 ہر ادا کو تری قضا سمجھے

عرضِ مطلب کو بھی گلا سمجھے
 حُسن و خوبی کو ہسم بلا سمجھے

ہم جفاؤں کو بھی دنا سمجھے
 جب وہ تعزیر دے چکے پوری
 نہیں سنتا ہماری بات دنا
 اسے شکوہ کی ہے مجال کے
 ہوئیں باتیں نگاہوں میں اُن سے
 دل چرلے گئے وہ باتوں میں
 جان پر بنگلی ہے اسکے سبب
 بے مروت ہیں آپ بھی کتنے
 ظلم سے تیرے جو شہید ہوئے
 ہم تو مطلب کی اسے کہہ گزری
 آپڑی سر پہ تو کھلیں آنکھیں
 اسکو انسان ہم نہیں کہتے
 ایک اک بات میں ہیں سو سو مکر
 اسکی رحمت کا دیکھ کر عالم
 دست رس گوش یا رب تک نہونی
 موت آئی تو عشق کے بیمار

اپنے دل میں نہ وہ دنا سمجھے
 مجھ کو بے جرم دے خطا سمجھے
 تجھے بیداد گر خد ا سمجھے
 شکر کو بھی جواک گلا سمجھے
 ان اشاروں کو غیر کیا سمجھے
 اور اسکو بھی ہم ادا سمجھے
 دل بدکیش سے خدا سمجھے
 آشنا کو نہ آشنا سمجھے
 تیرے کو چہ کو کر بلا سمجھے
 اب نہ سمجھے وہ شوخ یا سمجھے
 اب محبت کو ہم بلا سمجھے
 جو نہ اپنا بُرا بھلا سمجھے
 ان کی چالوں کو کوئی کیا سمجھے
 نہ خطا کو بھی ہم خطا سمجھے
 نالہ کو کوئی کیا راسا سمجھے
 خوش ہوئے دائمی شفا سمجھے

۱۵

عشق اک رنڈ لاو بالی ہے
 کوئی اس کو نہ پار سا سمجھے

۳۸۷

چھاپے دامن پہ مارے قاتل کے
 جسم کیا پرزے اڑتے ہیں ل کے
 ہاتھ خالی نہ رہتے سائل کے

خون نے اڑ کے حلق بسیل کے
 کیا ہی جوہر ہیں تیغ فتیل کے
 رکھتے اہل دول جو خوئے کرم

کاش ارمان نکلتے کچھ دل کے
ہیں عجب ڈھنگ میرے قاتل کے
چوٹا بہتے ہیہ آبلے دل کے
دل میں ارمان رہ گئے دل کے
ہیں یہ چشم و چراغ محفل کے
رنگ لائے ہیں آبلے دل کے
چرچے گھر گھر میں میری محفل کے
رہ گئے دل میں دلوں کے دل کے
بیٹھنے والے ان کی محفل کے
نالے بیکار ہیں عناد دل کے
پھینٹے دے دیکے خون بھل کے

مرنے دم تو وہ لیتے آ کے خبر
مارر کہا ہے ایک عالم کو
دیدہ تر اگر کمی کرتے
ہم چلے نامراد عالم سے
شیشہ و جام کو خراب کرتے
نہیں بے وجہ انگ خون آلود
ان کے آنے سے بڑھ گئی رونق
اپنے وعدے پر ایک دن وہ نہ آئے
ہمے ملتے ہوئے بھی رہتے ہیں
گوش گل میں نہیں جگہ ان کی
دل بڑھایا قضا نے قاتل کا

۲۲

عشق شکل کشا کے میں صدقے
ہیں یہ حل کرنے والے مشکل کے

۳۸۸

ہے تقاضائے قاتل سے
باتیں ساری تھیں اوپر ہی دل سے
چھوٹتی ہے بڑی ہی مشکل سے
پلٹے گا آستین قاتل سے
پوچھے انکو کوئی مرے دل سے
دل نہ جس وقت تک ملے دل سے
لیکن اٹھے گی بات مشکل سے
اڑیں چنگاڑیاں نیچے دل سے

وصلہ سیکھے کوئی بسل سے
کھل گیا ان کے عہد باطل سے
کیا بڑی چیز ہے لگی دل کی
رنگ لاکر رہے گا خون مرا
عشق میں آفتیں جو پڑتی ہیں
کچھ مزا ہی نہیں محبت کا
کہتے تو کوہ تک اٹھالوں میں
یاد آیا جو کوئی شعلہ عذار

مشکل آسان ہوئی یہ مشکل سے
 ان کے اٹھتے ہی میری محفل سے
 وہ نکلا کے مجھ کو محفل سے
 جو کوئی گر گیا ترے دل سے
 غل تک اٹھتا نہیں سلاسل سے
 جو کل جاؤں تیری محفل سے
 بندہ گہرا اٹھے نہ مشکل سے
 پھیر لیتے ہیں منہ وہ سائل سے
 ٹوٹی ٹکڑا کے ناؤ ساحل سے
 نہیں آگاہ میری منزل سے
 رشک بالکل نہیں مقابل سے
 چڑتے ہیں نغمہ عنادل سے

منتیں سے وہ راہ پر آئے
 ہو گیا ایک حشر ہی بر پا
 غیر کے ساتھ خوب کُل کھیلے
 سب کی نظروں میں ہو گیا وہ حقیر
 میں ہوں وہ ناتواں اسیر عشق
 میں بھی کیا مدعا ہوں دشمن کا
 کار ساز جہاں ہے اس کی ذات
 ڈر ہے بوسہ مانگ بیٹھے کوئی
 دیکھے کوئی مشکنگی میری
 میں وہ گم کردہ راہ ہوں خود خضر
 اپنی تصویر کے ہیں وہ شید ا
 نالہ دل سناؤں کیا اُن کو

۱۲

ایسا صاحب کمال کوئی نہیں
 عشق قائل ہوں دماغ کا دل سے

۳۸۹

کہاں وہ کسی کو کہی سو جیتی ہے
 بہت دور ہیں دور کی سو جیتی ہے
 جسے سو جیتی ہے یہی سو جیتی ہے
 کسی کو کہنی ہی کہنی سو جیتی ہے
 ہمیں تو نئی ہی نئی سو جیتی ہے
 کسی کو وہاں اب نئی سو جیتی ہے
 خوشی میں بھی ہم کو غمی سو جیتی ہے

جو اس کوئی سے نہی سو جیتی ہے
 سیہ ستوں کو اور ہی سو جیتی ہے
 زمانے کو مطلب ہی کی سو جیتی ہے
 کسی کو نہیں رونے دہونے سے فرصت
 نئی طرح کی دے کے گالی وہ بولے
 شب وعدہ آخر یہاں ہونے آئی
 نظر ابتدا ہی سے ہے انتہا پر

نہ میرے نہ کاہل می سو جیتی ہے	لڑکپن کے دن بھی میں کیا سید ہے ساتھ ہے
کے اب خوشی ناخوشی سو جیتی ہے	وہ مائیں نہ مائیں لپٹ جاؤں گا میں
ادھر آپ کو دل لگی سو جیتی ہے	بنی ہے ادھر تو مرے جان و دل پر
ہمیں تو بُری ہی بُری سو جیتی ہے	بہلے کی عبت جسے کہتا ہے ناصح

۲۰

عداوت سے مطلب نکلتا نہیں جب
تو اے عشق انہیں آشتی سو جیتی ہے

۳۹۰

جاں نثاروں سے عداوت دشمنوں سے ساز ہے
یہ بھی کوئی ناز ہے یہ بھی کوئی انداز ہے
نالہائے دل کی طرفہ دردناک آواز ہے
سوز ایسا جس میں ہوا یا ابھی کوئی ساز ہے
آفتِ جاں ہر ادا ہے دلربا ہر ناز ہے
ہم نہیں اک دن اگر تیرا یہی انداز ہے
چھپ نہیں سکتا چھپائے عشق کا جو راز ہے
اشک اپنے دیدہ تر کا بڑا غماز ہے
میکشتی سے منع اے زاہد نہ کر بہ خدا
توبہ کر لیں گے در توبہ ابھی تو باز ہے
بچی نظروں سے کسی کا دیکھنا خالی نہیں
ایک یہ بھی دل چڑا لیجانے کا انداز ہے
موت کے بچے سے کوئی جان بچ سکتی نہیں
طاہر دل کے لئے ان کی نگہ شہباز ہے
مر رہے ہیں دردِ دل سے ہم غضب تو دیکھئے

دوست کہتے ہیں مزان و دشمنان ناساز ہے

ہم جدا دلدار سے ہیں اور دل ہے جدا

آسانِ قلم گر کینا قلمتہ انداز ہے

تو بگڑ کر اے بہت ناواں عدو سے دیکھ لے

عاشق جانا ساز ہے یا بوالہوس دما ساز ہے

پیشانی جانے بھی دے کیوں پوچھتا ہے بار بار

کہہ نہیں سکتے کسی سے ہم جو اپنا راز ہے

سنتے سنتے طعن بیجا چب گیا میرا جگر

تیرا اک بات تیری اے بہت طناز ہے

پار ہو جاتا ہے دل کو توڑ کر تیرا گم

مردم چشم کماں ابرو قدرا انداز ہے

ربط درد و دل کوئی دیکھے نہ راق یار میں

درد و ہدم دل کا ہے دل درد کا ہمارا ہے

غلغلہ محشر کا سن کر خفتگانِ زیر خاک

کہہ اٹھے غلطیال پائے یار کی آواز ہے

کیا کہیں اپنی مصیبت، ہم اسیرانِ قفس

طاقتِ جنبش ہنید ہے حسرت پر داز ہے

تم سُنو گے تو کلیجہ تہام کر۔ بجاؤ گے

میرے نالے وہ میں جنبہ خود اثر کو ناز ہے

ابتدا اے عشق ہی میں نیکی ہے جان پر

دیکھئے اخبام کیا ہوتا ہے یہ آغاز ہے

دیکھ کر آنکھیں چپڑاتا ہے مگر تاکہ کے ہے
دو بت کم سن بلا کا شوخ ہے طناز ہے

۳۴

بند ہو توبہ کا در بھی تو نہیں اے عشقِ غم
لطف ساتی چاہتے میخانے کا در باز ہے

۳۹۱

سفر ہے دور کا منزل کڑی ہے
یہاں دم اب گھڑی یا دو گھڑی ہے
مصیبت پر مصیبت آپڑی ہے
فقط اک سالن سینہ میں اڑی ہے
قیامت کی جوانی پھٹ پڑی ہے
عجب اکسیر کی بوٹی جڑی ہے
کفِ افسوس ملتی تہکڑی ہے
کسی سے آنکھ کا فر کی لڑی ہے
ہر اک کو اپنی اپنی ہی پڑی ہے
غضب میں جان نسل کی پڑی ہے
حذا جانے مصیبت کیا پڑی ہے
نہ ہے پھول اب نہ اسکی پھنکڑی ہے
کہ ہر ساعت قیامت کی گھڑی ہے
نہ رنگ پان نہ می کی دھڑی ہے
یہ رونا ہے کہ مساو کی بھڑی ہے
عجب انداز سے چلن پڑی ہے
کہ چوٹ اس کی مری دل پر پڑی ہے

قدم اٹھتے نہیں دن دو گھڑی ہے
ابھی دیر ان کے آنے میں بڑی ہو
دمِ مردن کسی کا منتظر ہوں
رہا ہی کیا ہے مجھ میں ادھتپ غم
غضب ڈھاتا ہے اس کافر کا عالم
کل عجز و نہال خسا کا رسی
ترے قیدی کے احوال زبوں پر
کہے دیتی ہیں دوپچی بنگا ہیں
زمانے میں نہیں کوئی کسی کا
پھری ہے کنداز کے دستِ قاتل
نہ آئی نہ اب تک قاصد آیا
بہارِ باغ کو ٹوٹا خنداں نے
بسر ہو دیکھئے کیونکر شبِ غم
اڑا ماتم میں کس کے رنگ ان کا
نہیں رہتے سرشک دیدہ تر
اگر پردہ ہی ہے تو نیم پردہ
قیامت ہو گئی ٹوٹا جو شیشہ

نراکت نے تری کہہ لی مری جاں
 غم جاوید سے چھوٹا ہوں مر کر
 نہیں جب شوق باد و بہتہ کو واعظ
 لگاؤٹ بے تغافل میں بھی اُن کے
 گریباں گیر ہے کیوں زلف کش
 کہانتک حرص جاہ و مال دنیا
 غضب شوخی ہے چشمِ فتنہ زاکِ
 نہ دیگی ساتھ میری داستان کا
 حضور والی ملک دکن سے
 کہ سلطان سے ہونا قد حکم عاجل
 نمک خواری کو گودس سال گزرے
 ترے عدل و سخا کی شاہ و اللہ
 ملے خدمت مرے والد کی مجھ کو
 نہ کراے عشق فکر تنگ دستی
 ملازم خاص ہوں گوئیں کاہوں
 خدا شاہ کہ امیر اور توقع

پڑی ہر تیغ جب ادھی پڑی ہے
 خوشی کا وقت شادی کی گھڑی ہے
 جھٹ جامِ طہور کی پڑی ہے
 کہ رو بہ نظر رہے پڑی ہے
 یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
 اے غافل اجل سر پر کھڑی ہے
 چھلا دے ہرن کی چو کڑی ہے
 شبِ فرقت بھی گود سے بڑی ہے
 تمناء عرضِ مطلب کی بڑی ہے
 درنگ آ کر اضافہ میں پڑی ہے
 مگر عقدا ترقی کی گھڑی ہے
 زمانے بہر میں اک شہرت پڑی ہے
 تنہا بس یہی میری بڑی ہے
 یہ مانا ہی کہ یہ شکل کڑی ہے
 مگر اچھی جگہ قسمت لڑی ہے
 اسی سرکار سے مجھ کو بڑی ہے

خدا اللہ ملکہ

خدا اللہ ملکہ

۳۹۲	رہے آباد ملک اور شاہ سلطان	۲۵
	دعا اپنی خدا سے ہر گھڑی ہے	
ترش رو اٹھ کر آئے ہیں کہیں سے	شکر ربی پکیتی ہے جہیں سے	
نخلِ خوشمیر رخ سے مہ جہیں سے	مقابل کیا ہو کوئی اس حسیں سے	
عداوت ہے اسے جانِ خیز سے	غضب میں ہوں دل اندوہ گیر سے	

بُرا ہو بدحواسی کا کہ مطلب
 نہیں مٹا مرادوٹھا ہوا دل
 نصیبوں کا کہیں پھپھتا ہے رونا
 چڑھی ہے تیوری ابرو پہ بل ہے
 سمجھتے ہیں مرادِ مفت لیسکر
 تری صورت کی ہم تعریف کرتے
 ترے کوچے سے ہم کیا خاک اٹھیں
 عیاں ہوتا ہے میرا عشق پنہاں
 گریباں کی طرح ہو چاک دامن
 تمہاری ہاں نہیں اعجاز سے کم
 زمین کوئے قاتل کہہ رہی ہے
 کرے گا جا کے زاہد کیا کہ اوم
 کرے ابرو کی جنبش سے مجھے قتل
 کہاں جائیں نکل کر یاس و حرماں
 نہیں ہے دگر کچھ میخانہ زاہد
 نہ پوچھو غیر سے نصرت ہمارا
 خیال یار میں خلوت گزریں ہوں
 شرارت بالکلین لاکھوں ادائیں
 ہوئے آزاد ہم دیوانے بن کر
 نہیں ملتا نشان اُنکے دہن کا
 تمنا پر ترے مٹنے کی کیوں ہو

وہی بھولا جو کہنا تھا انہیں سے
 تمہیں سمجھاؤ سمجھ گاتیں سے
 عیاں ہے گریہ مُست جبیں سے
 عیاں ہے رنجِ دل چینِ جبیں سے
 پڑا پایا اٹھا لائے کہیں سے
 مگر ڈرتے ہیں صورتِ آفریں سے
 کہیں اٹھتا ہے نقشِ پا زین سے
 تمہاری ہی بنگاؤ شہرِ گلیں سے
 جو نکلے دستِ وحشت آستیں سے
 جلا لو ایک حرفِ دلنشین سے
 اٹھنے کا ایک دن محشر ہیں سے
 بکھل آئے ہیں فردوسِ بریں سے
 نہیں اٹھتی جو تیغِ اس نا زین سے
 دل مغموم و محزون و خریں سے
 ابھی آجاتے ہیں پیکرِ ہمیں سے
 سنو سنو تا ہو جو تم کو ہمیں سے
 دلی نفرت ہے بھمہ کو ہنشین سے
 عیاں ہیں ایک چشمِ سر گلیں سے
 تعلق ہی نہیں دنیا و دیں سے
 بہت دیکھا کئے ہم خور و ہیں سے
 بہل جائے اگر دلِ ہم نشین سے

۱۷	کمرے جو ایک ان کی بات اور عشق نہ وہ عیسیٰ گردوں نشین سے	۳۹۳
جسے کہہ کہتے ہیں وہ دل ہی ہے شہید ادا ہائے قاتل ہی ہے مجھے حبیب ہو ناز وہ دل ہی ہے نہ ہو جکا قاتل وہ بسل ہی ہے مری جان لیگا اگر دل ہی ہے اگر جذب دل عشق کامل ہی ہے بتاؤں میں کس کو کہ قاتل ہی ہے برا ہو تغافل کا حامل ہی ہے ہیہ ہے سخت دشوار شکل ہی ہے مری عمر رفتہ کا حامل ہی ہے زمین گہر بنانے کے قابل ہی ہے سزا عشق کی حضرت بل ہی ہے اگر یار کا عہد باطل ہی ہے مہتاری محبت کا حاصل ہی ہے مرے حال سے ہو تو غافل ہی ہے کسی بزم میں شمع محفل ہی ہے	تو سجدہ کرنے کے قابل ہی ہے دل نیم جاں نیم بسل ہی ہے ترا شفیقہ اور مائل ہی ہے جو بے موت مر جائے وہ دل ہی ہے نہیں کچھ مرا اسپہ قابو اتھی کہاں جائیں گے خود چلے آئیں گے وہ اداناز انداز شوخی سب ہی ہیں نہ وہ دور مجھے نہ میں دور اس سے محبت میں آساں نہیں صبرِ ناصح نہیں کچھ مرے پاس جزایں حراں عجب جائے دلکش ہے گنج شہیداں جگر ہو گیا خون اور خون پانی قیامت میں ملنے کی امیب کس کو جزایں و حیراں نہ کچھ ہاتھ آیا خدا جانے کیا ہو گیا ہنا جل کو مرا رشک دشمن سے دل جل ہا ہو	۳۹۴
۲۱	نہیں داغ سے بڑھ کر اور عشق کوئی اگر ہے تواستاد کامل ہی ہے	جب تک تم اپنی ضد پہ رہو گے اڑے ہوئے

ہم بھی تمہیں مناتے رہیں گے کٹرے ہوئے
 جاں وادگانِ عشق کا لیتے نہیں وہ نام
 کہتے ہیں کیوں اکٹیریے مُردے گڑے ہوئے
 وہ بتلائے رنج و مصیبت ہیں آج کل
 آغوشِ عافیت میں جو پل کر پڑے ہوئے
 بیچارہ شیخ ہنسے کرنے کا فریب کیا
 بیسیوں ہیں ایسے جیب میں اپنی پڑے ہوئے
 دیر و حصر کی کٹکٹوئوں سے ملی خجاست
 اچھی گزر گئی ترے در پر پڑے ہوئے
 اے سوزِ عشق تو نے لگائی یہ کیسی آگ
 اک دل میں ہیں ہزاروں ہی چھاپے ہوئے
 کیسی شرابِ حور کہاں کی کدھر کی خسل
 سارے یہ دماغوں کے ہیں فقرے گہرے ہوئے
 آپِ روان کی طرح گزر جائے گی بہار
 کس سوچ میں ہیں سرو لب جو کٹرے ہوئے
 قامت کے اڑ میں تہی قیامت چھپی ہوئی
 نکلنے ہزاروں اٹھے جو تم اُٹھ کرے ہوئے
 ہیں طالبانِ قتل کہاں آئیں دوڑ کر
 تلوار لیکے دیر سے ہیں وہ کٹرے ہوئے
 غیرت سے تیرے آگے ہیں ای نو نہالِ حُسن
 شمشاد اور سر و زمیں میں گڑے ہوئے

از سکہ ہائے داغ بہ اقبال شاہ عشق
 لاکھوں خزینے دل میں ہیں اپنے گڑے ہوئے
 بحرِ عشق کو نہیں کاوشش بغیر چین
 ہیں ایک ایک زخم میں ناخن گڑے ہوئے
 دستِ خزاں نے باغ کو تاراج کر دیا
 بکھرے ہوئے ہیں چول توپتے بھڑے ہوئے
 اللہ سے اشتیاق سے منزلِ عدم
 اک پاؤں پر ہیں سارے مسافر کھڑے ہوئے
 کیا خاک کوئی شکوہ جو دو ستم کرے
 وہ بھی تو روزِ حشر ہیں آگے کھڑے ہوئے
 بازو دبا کے بیٹھے ہیں اب وہ بزم میں
 رہتے تھے دست بستہ جو آگے کھڑے ہوئے
 ہم پٹنے والے معرکہ عشق سے نہیں
 نقشِ قدم کی طرح قدم ہیں گڑے ہوئے
 اے یارِ آفتاب کہ نکلیں خوشی کے ساتھ
 سینہ میں ایک دبو و لفظ ہیں اڑے ہوئے
 وعدے نے آپ کے ہمیں درباں بنا دیا
 تکتے ہیں راہِ دیر سے در پر کھڑے ہوئے

۱۹	اے عشق منہ چھپا کے ہوا ہو گیا رقیب ہم معرکہ میں عشق کے جب آکھڑے ہوئے	۳۹۵
پہرہار آئی ہوا بدلی گلستاؤں کی پہرہ گرگوں ہوئی حالتِ نر جو دیوانہ کی		

آئے گی فوج جو درپردہ تری دیوانوں کی
 آج کل خستہ شہر کی اچھی نہیں آنکھ
 میں ہی کیا گہرے والے ہوں ترا مخلص میں
 شکوہ جو سر حشر کرے گمانہ کوئی
 بانسی وہ لب جاں بخش سے اپنی جو بجائے
 تنگ ہوں اس دل خود کام کے ہاتھوں یاد
 پھر مجھے جوش خون فصل بہاری میں ہوا
 مجھے برگشتہ مہدر کی ہنو خاک انہیں
 چھوٹی مگر ترے بیدار دستم سے اک خلق
 چھوٹا گلزار جہاں جن کے سبب آدم سے
 جلوہ حق نظر آئیگا کہاں سے اوشیخ
 کون کہتا ہو کہ ہو دود چرائے مفضل
 نیند آتی ہی اگر ہے تو اچٹ جائے گی
 خط نہ سمجھ کوئی بٹیرا ہے جو انکے منہ میں
 وسعت گوشہ زندان جنوں کیا کہئے
 عشق کا دیو قوی بال جو ہوس پر سوار
 ہاتھ تا دامن دلدار جو پہنچے ان کا

خوف سے روح نکل جائیگی دربانوں کی
 ابروئے کی رہے خیر ہو میخانوں کی
 آنکھ کیوں مجھ پر ہی پڑتی ہو گہبانوں کی
 تنے کیوں شکل بنائی ہے پریشانوں کی
 جان پڑ جاو ہر اک نے میں نیتانوں کی
 بات سنتا ہوں نہ اپنوں کی نہ بیگانوں کی
 پروہی میں ہوں وہی سیریا بانوں کی
 بے سبب بزم میں گردش نہیں پانوں کی
 حال پرسی ملک الموت نے کی جانوں کی
 حرص اولاد کو اب تک ہو انہیں دانوں کی
 جگہ منظور زیارت نہیں تجانوں کی
 شمع کے گرد سے گرد اٹھی ہو روانوں کی
 تم کہانی نہ منو ہم سے پریشانوں کی
 محال ہے یہ نظر آتی ہیں رگیں پانوں کی
 سیروانوں کو حاصل ہے بیابانوں کی
 شینجاں کر کری ہو جائیں پریشانوں کی
 قسمت ایسی ہو کہاں چاک گریبانوں کی

۱۶

خامہ لغزش نکرے بات میں کچھ فرق نہ آئے
 دیکھو عشق یہ مخلص ہے سخیانوں کی

۳۹۶

ہو گئی عشق میں پیدا ایسہ رقابت کیسی
 پڑ گئی دل کو مرے ساتھ عداوت کیسی

دیکھئے مجھ پہ ہے چوری کی یہ نہمت کیسی
 کہتے ہیں دلیں ترے میری محبت کیسی
 سنتے ہیں آئینگا وہ فتنہ محشر بھی وہاں
 دیکھیں ہوتی ہے قیامت میں قیامت کیسی
 اس نے اظہارِ تمنا پہ کیا یوں متايل
 دل ہی پسو میں نہیں آپ کے حسرت کیسی
 آج کیوں خیر تو ہے بھول پڑے آپ کدھر
 یہ کرم کیا ہے مجھ پر یہ غایت کیسی
 غیر اٹھا جو کبھی چھینپ کے اس مغل سے
 آگئی بیٹھے بٹھائے مری شامت کیسی
 جس کو دیدار بھی تیرا نہ میسر ہو گا
 ہو گئی اس شخص کی حسرت و دم رحلت کیسی
 ذرے ذرے میں ہیں سو سو ترے جلوے یارب
 سیرِ کثرت سے دکھاتی ہے یہ وحدت کیسی
 شکوہ رنج جو کرتا ہوں تو فرماتے ہیں
 عقل ہی ہے کہ نہیں عشق میں احت کیسی
 حال تو پوچھتے ہو میرا اگر دشمن سے
 بندہ پر درویش غنایت ہے غنایت کیسی
 جان جاتی ہے شبِ حیرت وہ آتے ہیں
 یا الہی یہ مصیبت ہے مصیبت کیسی
 آپ کیوں آج پریشاں ہیں نصیب اعدا

کہے کیا ہے مزاج اور طبیعت کیسی
 شیخ سے کوثر و نسیم کا سن کے بیان
 ہائے لپجانی ہے رندوں کی طبیعت کیسی
 خوف ہے ان کو تصور میں بھی آنے ہوئے یہ
 کس کو معلوم ہے کس شخص کی نیت کیسی
 غیر کو بھیج دیا بھیس میں اپنے مرے گھر
 اسکو سو بھی شب وعدہ یہ شرارت کیسی

۱۷

کچھ تو فرمایا وہ وعدے پہ آئے کہ نہیں
 حضرت عشق رہی شب کو طبیعت کیسی

۳۹۷

نہی شب غم متغیر مری حالت کیسی
 نام غفا سے مجھے ہوتی ہر حیرت کیسی
 دل تو دی بیٹھے ہیں اب جان بھی ہو بیٹھیں گے
 تو بھی کیا فتنہ معشر ہے کوئی ای ظالم
 یا آہی کہیں بر پانہ ہوا ہو محشر
 بے اجل ہجر کے صدموں مرا جانا ہوں
 ہم تو بے دیکھے کبھی نیلے نہ دل ای زار
 کہ کو معلوم تھا وہ آج بھر بیٹھے ہیں
 تابع حکم بنا ہوں مجھے معلوم نہیں
 غیر کے کندہ پر رہتے ہوئے ہاتھ لگاتے ہیں
 آسمان جو دیا مودھی دمک کو دیا
 ہم کو جنت میں بھی یہ لطف حاصل ہو گا
 آگئی خود ملک الموت کو رفت کیسی
 بے نشان کی بھی مانے میں ہو شہر کیسی
 اور ہوتی ہو حسینوں کی محبت کیسی
 تیرے اُٹتے ہی یہ اُٹتی ہے قیامت کیسی
 کوچہ یار میں ہو آج یہ کثرت کیسی
 دل کی دل ہی میں ہی جاتی ہو حشر کیسی
 کہ کو معلوم کہ جو رونکی ہے صورت کیسی
 جا کر اس بزم میں آئی مری شامت کیسی
 عذر کہتے ہیں تے ہوتی ہو محبت کیسی
 یہ بھی اک انگی شرارت ہے نزاکت کیسی
 سانپ کو گنج تو قارون کو دولت کیسی
 ہائے پر لطف تھی اجاب کی صحبت کیسی

شکر بیداد نے کچھ ایسا بھلا رکھا ہے
بے دہن اس بت کم سن کو خبر کیا اسکی
توڑ دیتے ہو ہر اک عہد کو با تو نہیں
سے نہیں ملتی ہے تو خون جگر مینا ہوں
یہ نہیں یاد کہ ہوتی ہے شکایت کیسی
وعدہ کیا چیز ہے بوسہ کی اجازت کیسی
ناز میں کیسے ہو تم سے یہ نزاکت کیسی
پڑ گئی ہے مجھے سلتی یہ بُری لت کیسی

۳۹۸ کیا قیامت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں دشمن سے
۱۲ آجکل عشق میں جو عشق کی حالت کیسی

مجرئی ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے
گہر میں کرتے تھے جو سیر لامکا بیٹھے ہوئے
شمر کتا تھا او دھراٹھے کو اور عابد او دھر
دیکھتے تھے جانب طوق گراں بیٹھے ہوئے
ہاتھ اٹھتے ہیں پے ماتم غم شبیر میں
مرثیہ پڑھتے ہیں جہدم نوحہ خواں بیٹھے ہوئے
لٹ چکا جو وقت خمیر اہل بیت مصطفیٰ
شکر حق کرتے تھے زیر آسماں بیٹھے ہوئے
موجیں اُٹھتی ہیں جو دریا سے تو کس حسرت کیا تہ
دیکھتے تھے دور سے تشنہ ہاں بیٹھے ہوئے
ہوں وہی مظلوم دادا جن کے تھے مشکل کشا
ہائے زنداں میں پہنکر بٹیریاں بیٹھے ہوئے
کتنی تھی صغریا یہ پوچھوں گی جو اکبر آئیں گے
دیر اتنی کیوں ہوئی تم تھے کہاں بیٹھے مجھے
جنگے قصر منزلت سے لامکاں کو فرختا

دشت میں ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے
 ظلم پر اپنے تھے شاداں بانئے ظلم و ستم
 بیکسی کو رو رہے تھے خستہ جاں بیٹھے ہوئے
 عابدِ پیار میں ہلنے کی طاقت بھی نہیں
 کیا کرینگے پاسبان پر پاسبان بیٹھے ہوئے
 بزمِ ماتم میں غمِ شبیر سے کمرام ہے
 کچھ کھڑے روتے ہیں اور کچھ نوحہ خواہ بیٹھے ہوئے

عشقِ آکھیں ماتمِ شہ میں سیہ پوشِ اپنی ہیں
 رو رہی ہیں آنکھ کے بھی مرداں بیٹھے ہوئے

رباعیات

لیتا ہوں صباح و شام نامِ شبیرؒ ۲ لکھتا ہوں ہمیشہ میں سلامِ شبیرؒ
اب آرزوئے دل ہے پکارا جاؤں اے عشقِ سرخِ غلامِ شبیرؒ

رباعی

نانا کی ججے ملک سے گر کچھ نہ ملا ۲ واللہ نہیں اسکی سر مو پر دیا
اے عشقِ نواسہ شبہ بھر دبر کا پانی نہ دمِ ذرا سا پایا

رباعی

ناحق جو تاتے ہیں ججے صبح و شام ۲ یارب! نہیں کہہ دوںوں جانیں ناکام
ہر بار جو ان حرامیوں کو دوں میں اے عشقِ مرے پاس نہیں مل حرام

رباعی

حساد اگر مجھ کو بُرا کہتے ہیں ۲ پردا نہیں کہنے دو بجا کہتے ہیں
یہ عکس ہیں آئینہ روشن میں ہوں جو دیکھتے ہیں وہ بجدا کہتے ہیں

رباعی

کیا کرے گا کوئی ستمگر میرا ۲ حامی ہے مددگار ہے داور میرا
دشمن ہے اگر قوی تو پردا کیا ہے اے عشقِ نگہاں ہے قوی تر میرا

رباعی

بذاتِ شریروں سے پڑا ہے پالا ۲ معدوم ہے حق بات کا کہنے والا
جھٹلاتے ہیں سچے کو ڈھٹائی دیکھو ان جھوٹوں کا اللہ کرے منہ کالا

رباعی

بیداو سے پائی ہے کسی نے بھی تھامہ ۱ ظلم تجھ کو دیگی یہ آخر کو تباہ
ہرگز نہ سمجھ تیر ہوئی اس کو ۲ خالی نہیں جاتی دلِ مظلوم کی آہ

رباعی

کچھ دو قربت سے نہیں ظلم دمناد ۱ تھا خویش حسین علی پور زیاد
ہے صدہ شبیر سے بڑھ کر مرا غم ۲ ظلم سید ہوئے الہی فریاد

رباعی

بیدل نہ ہو گہرا نہیں انشا اللہ ۱ بنجائینگے سب کلم ترے خاطر خواہ
اے عشقِ عدو دیکھتے رہ جائینگے منہ ۲ دل جائیگی سرکار سے ساری تنخواہ

رباعی

اطوار بد و نیک کا احساس نہیں ۱ اور اپنی شرافت کا ذریعہ نہیں
میں پھول شریفوں کے چمن کے لیکن ۲ وہ رنگ نہیں اور وہ بویاس نہیں

رباعی

مسلم میں کچھ اسلام کا جوہر ہی ہے ۱ احکام خداوند کا جو گھر بھی رہے
جب یہ نہیں سگد خاندان ہے وہ ۲ باپ اسکا پیر و پیغمبر بھی رہے

رباعی

بیفائدہ ہے مجھے جو یوں درپے کیس ۱ اے بندہ زرِ تہہ کو ذرا شرم نہیں
ہے زورِ حمایت تو نہ اترا ہر گز ۲ بیکس کا ہے اللہ دگر معین،

رباعی

اعیار کا اپنوں کا رویا دیکھا ۱ اک ایک کو اچھی طرح پرکھا دیکھا
دینا میں نہیں کوئی کسید کا اے عشق ۲ جس کو دیکھا غرض کا بندا دیکھا

رباعی

۲ خزیہ تریوں میں اگر کوئی رزیل
شامل ہو تو ہوا کے سفاہت کی دلیل
اک پوت کے دانے کو پرو کر دیکھو
موتی کی لڑی میں کہ ہے کد نہ لیل

تاریخ طبع دیوان سوین اُستادی داغ دہو

۲ شد چو دیوان سوین داغ
صورت آفتاب عکس فلک
لم غیب سال طبعش عشق
گفت کتاب آسمان سخن
۱۳۱۰ھ

ایضاً

۲ از نسیم کلام حضرت داغ
غنیہ دل برنگ گل بہ شگفت
سال طبعش سرش غیب او عشق
نفسہ عنذیب دہلی گفت
۱۳۱۰ھ

تاریخ وزارت سر آسمان جاہ مدار المہام سرکار نظام
خلد اللہ ملکہ

۲ چو جاداد بر عرش عز و علا
سر آسمان جاہ اقبال او
سرش از سر اقتدارات گفت
وزیر حضور دکن سال
۱۳۱۲ھ

تاریخ سر فرازی خطاب آصف نواز جنگ معتمد صحاح
بندگان عالی متعالی ظلیہ العالی

۲ آصف نواز جنگ بہادر تمہیں نوید
دولت ادھر جلو میں ادھر ملک ہم کاب
آصف نواز دولہ و آصف نواز ملک
سلطان اب کے کیسے بہادر خطاب
۱۳۰۸ھ

تاریخ سرفرازی خطاب اب حافظ علی صاحب دگوار مقدمہ صرف خاص

۱۔ گیس حافظ علی صاحب کو جب مجھ کو جو یاد دیکھ کر تاریخ کا دی یہ ہاقت نے ندا خاصہ خطاب ۱۳۸۸

تاریخ رحلت استاد فیض الملک داغ دہلوی

مرگ استاد داغ سے احوال عشق
ہائے لطف زبان دہلی اب
نہ مثال کا نام عالم سے
وصف گلزار داغ کیا کہنے
غم استاد سے ہو دل پر خون
دم بکھلتے ہی ہو گئی تاریخ
۶۔ گھر فصاحت کا بے چراغ ہوا
دل گم گشتہ کا سراغ ہوا
یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا
جنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا
کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا
آج راہی جہاں سے داغ ہوا
۱۳۱۳

تاریخ رحلت پدربزرگوار مصنف

۲۹۔ روز یکشنبہ بخت پنج صفر،
در دینہ بہ دعا پیوست
چوں بدل عاشق نبی بودہ
یافت در جنت البقیع مقام
خوش بسو رو بے غم و بے رنج
۲۹۔ بعد عصر آن مرا ستودہ پدر
بہ خدا و بہ مصطفیٰ پیوست
بازوے اہل بیت آسودہ
رحمت حق بروح او ادا دام
سال ہفتاد و پنج و ماہ پنج

راسخ الاعتقاد و ایماں بود
 زائد و متقی و اہل و دل
 در سلوک طریقت و عرفاں
 داشت در دین چو عزم مستحکم
 محی الدین حسین نامش بود
 چون قدم در سن شور نہاد
 بعد طے مرا حیل تلعقین
 در تلاش معاش از مدراس
 بست و شش سال صرف مدت کرد
 فارغ از حج شدہ دریں اثنا
 چون ازین کشکش بہ تنگ آمد
 پس بہ جلد وے خدمت بسیار
 رفت بہر حصول عز و شرف
 باز آمد و عرصہ بہ نشست
 چون بدل داشت عشق پاک سوا
 آخر کار ترک ماوا کرد
 حسب امید و آرزوے دل
 چار سال و دو ماہ بردہ بہر
 فکر تاریخ بود عشق مرا
 جاں گدازی در آمد اندر کار
 خرم اورفت بودہ ام برالم

واقع راز ہائے عرفاں بود
 بہ ریاضات روز و شب شاغل
 بود یکتاے عصر و فزماں
 می شدے لطفت بدینا کم
 درع و تقوی و زہد کا مش بود
 دست در دست پیر کامل باد
 پس تکمیل علم حق و یقین
 بہ دکن رفت ان خجہ اساس
 خدمت بندگان حضرت کرد
 کردہ آمد زیارت بطحا
 غیر حق بند گیش ننگ آمد
 کرد حاصل وظیفہ از سرکار
 سوے بغداد و کربلا و نجف
 در ریاضت و عرصہ بگذشت
 در دکن بود بیقرار و ملول
 کوں ہجرت سوے مدینہ زد
 بار خود را کشاد بر منزل
 نیز جہاں نیز بست رخت سفر
 گفت ہاقت ز عالم بالا
 شد ز جانانہ وصل عاشق زار
 دائے برین کہ بے وسیلہ شدم

قصیدہ تاینی دربار دہلی بہ تقریباً جوشتی ملک معظم قیصر یڈورد ہفتہ ام اقبال

خوش روزگار خرم و سال طرب قریں ۵۵ ماہ سعید و روز نکو ساعت ہمیں
ہر سمت پھول پھولے ہوئے ہر طرف بہا
شاداب شاخ گل ہے تو سر سبز مری
نظارگی کے آنکھ میں ہر وقت ہے بہار
اترائے کیوں بہار نہ اپنے سنگھار پر
فیض ہوا سے اہل گئی دلکی ہر اک گرہ
۴۴ ہر کسی چار سو ابر بہار نے
خار ملال کا کہیں کشکا نہیں رہا
یہ وقت وہی جسکی ہے خود فرخی گرد
وہ روئی زمانہ وہ کیتائے روزگار
وہ لعل ناب کان بزرگی و تزلزل
وہ صاحب نصیب آقا کی محبت نیک
وہ ابرو و دشتان دم جو دو عطا و بزل
وہ بادشاہ وقت وہ فرمانروا کی حال
وہ زیب بخش تاج وہ زینت طراز تخت
یورپ میں رکھے سر پہ حکومت کا تلخ زند
آٹار نیک چہرہ اور پہ دیکھ کر

۵۵ ماہ سعید و روز نکو ساعت ہمیں
انکھیلیں چلتی ہوئی باد غرو دیں
بلبل ہے غنمہ سنج کہیں قمریاں کہیں
کچھ اور غیر لالہ و گل سو جھٹا نہیں
آئینہ بنگیا ہے ہر اک برگ یا سہیں
غنیمت بھی نام کو کہیں اب منقبض نہیں
سبزہ کا کیوں بچھایا ہے فرش زمردیں
گل کی طرح شکفتہ ہے ہر قطر خیزیں
یہ وقت وہی جسکی ہے خود ہمیت ہیں
وہ دُر خورتالیش و تخمین و آفریں
وہ بحر آبرو و مشرف کا دُر ہمیں
وہ قصر جاہ و دولت اقبال کا لکیں
وہ تیغ خوں چکان دم غیظ و عتاب لکیں
وہ تاجدار تخت نشین خسرو گزین
وہ کوریا کا جانشین یڈورد ہفتہ میں
تخت شہی پہ جلوہ گری کی بہ زیب زین
بے اختیار بول اٹھے سب کہیں ہمیں

اقلیم ہفت گانہ پہ پڑوڑ ہفت میں
 میاۓ کل ہی گئی منہ سے آفریں
 رسمیں جو نیت کی ہیں وہ سب ادھویں
 تصویر شاہ پیش نظر ہو گئی وہیں
 حاضر کی مدح میں کوئی مطلع ہو نشیں
 ہوز فرمہ طراز بآئین خوشترین
 گفتہ بجشم مطلع نو خواندم این چنیں

سکہ بٹھائے اپنا تو کوئی نہیں عجب
 بار خد از بان پر آیا یہ کس کا نام
 دربار منعقد ہوا نیلور میں بھی ایک
 دربار کی جو شان کو دیکھا بہ چشم غور
 پہ تو کسایہ فکر نے اس عشق نکتہ دان
 ہے فرض اسکی مدح یہ جو اپنا بادشاہ
 چوں این خطاب خاص بن کرد فکر سن

مطلع ثانی

دنیا میں تجھے بڑھ کر کوئی شاہ اب نہیں
 نقش دوم کو پاتے ہیں بہتر زاد لیں
 پاتے ہیں افتخار عجب گوش سامعین
 جسکا نہ کچھ گمان تھا جسکا نہ کچھ یقین
 قابل ہیں تیری پالسی سب کہیں نہیں
 ہر وقت مہر رہتا ہے روشن گز نہیں
 جنتک کہ تمام لیتا نہیں تیری آستیں
 شاداب ہر دیار ہے سرسبز ہر زمیں
 انصاف ہی جو متصل اور عدل سے قریں
 ہو جبکہ آگے پست فلک صورت زمیں
 نازاں او ہر فلک ہو او ہر مفتخر زمیں
 قتلواریں رحم و عدل حفاظت کی بھی ملیں

اے حکمران یورپ و ہندوستان نہیں
 ہو تیرا عہد دور گذشتہ کا کیوں نہ رشک
 سن سن کے تیرا ذکر نکو ہر زبان سے
 یوں صلح باتوں باتوں میں پورے تو نے کی
 برناؤ پیر میں تری انصاف کے مفر
 وسعت میں تیری ملک کے کیا دخل تیرگی
 طفل زمانہ چل نہیں سکتا ہے دو قدم
 فیض جلوس سے تری اس سال ملک میں
 کیا اور تیرے عہد مبارک کا دوں پتا
 تیرے علوے قدر کا پایہ ہے اسقدر
 سخت شہی تاج حکومت سے تیرے آج
 ہمراہ ملک و حاتم و گوے زرد عصا

ساتوں کے ساتوں قبضہ دولت میں ہیں تیرے
 تو نے بڑھایا ہاتھ جو پیمان کے لئے
 چرخ کھن بھی حاشیہ بوسو نہیں تھا شریک
 دریائے فیض کا ہی تیری ابرجہ کش
 ذکر نکونے تیرے نہ چھڑا جہان میں
 وہ کون ملک ہو کہ جہاں ہونے تیرا نام
 کیوں ہندیوں کے حال کی تجھ کو نہ ہو خبر
 تدبیر تیری نیک تری رائے استوار
 آرزو دل زمانے میں تیری نہیں کوئی
 شہباز قمر چشم کا تیرے جو دیکھے رخ
 کو تل تری سواری کا ہے اشہب فلک
 بزم جہانیں صدر نشین تیری ذات ہو
 محفل میں تیری میر پر ہر دم چنے رہیں
 یاد ہو بخت اور زمانہ بکام ہو
 کالا ہو تیرے موزے کے ماتہ اسکا منہ
 ہر وقت تیری ساتھ رہیں کوئیں اپس
 برج شرف سپہ سعادت کا تخت ہو
 خاموش عشق طول سخن کا نہیں محل
 کر ختم لکھ عیسوی تاریخ بے بدل

کیوں ہو ترا خطاب نہ ید و رد ہفتیں
 ق بوسہ کو ٹھک پڑی تری سار کہیں مہین
 بیوجہ اسکی لپٹ کا ایسا شاہ خم نہیں
 خرمن کا تیرے سنبھلہ چرخ خوشہ چین
 مخلوق کی زبان پہ اک حرف آفریں
 وہ کون شخص ہے ترا مداح جو نہیں
 ہر فہم دور رس تری اور عقل دور میں
 تجویز تیری ٹھیک ترا مشورہ کزیں
 چین دشمن سے سادہ ہر ہر صفحہ زمیں
 قان چین بھی صورت عصفور بولے چین
 ہو کہکشاں بکام تو خورشید و ماہ زین
 دولت تری جلسیں ہو اقبال ہمنشین
 بوتل شراب عیش کے عشرت کے سالکیں
 حامی ترا خدا رہے عیسیٰ ترے معیں
 رکھے جو تجھ سے بغض و فراق و غادگیں
 خلوت کی ہجلیں تو جلوت کی ہمنشین
 اور اس پہ ہو قرآن مہ و مہر دایمیں
 توصیف شاہ کہنے کو ہیں اور حاضرین
 دربار تا جو شہی ید و رد ہفتیں

قصیدہ تہنیت صحت نواب آصف نواز الدولہ آصف نواز الملک بہادر معتمد صرف خاص

آج کل آب و ہوا کی ہر عجب خاصیت
وہ اگر آب بقا تو یہ دم عیسیٰ ہے
ہو گیا زہریں پیدا اثر تر باقی
نوش و بنالہ زہور میں ہریش کجائے
معتدل چلتی ہے یوں گلشن عالم میں ہوا
سنبہ و گل کے لئے روح فزا و جاں بخش
ہے اثر باد بہاری میں دم عیسے کا
خون اس درجہ ہوا لطف ہوا سے پیدا
باغ عالم میں یہ صفری کی ہوئی ہر اصلاح
ایسا زائل ہوا عالم کی طبیعت سے خون
ہر یہ اصلاح پہ عالم کی طبیعت کہ قلم
درد نے فرق یہ اعضا سے بدلنے چاہا
دم سچا کا جو صبح صبا بہرتی ہے
منقبض صورت غنچہ نہیں عالم میں کوئی
پول شادی سے سر شاخ کھلے جاتے ہیں
جسطرح جوش مسرت سے ہو چہرہ گلگوں
صوت سنبہ خود رو چمن عالم میں
دہوم کیوں شادی صحت کی نہو عالم میں

خود بخود ہوتی ہے بیمار و نکو حاصل صحت
باقی اشیاء میں شمع ہے نہ کچھ سمیت
آب خنظل بھی مری میں ہر شکر کا شربت
آبلہ ہر دہن مار کا مہرے کی صفت
جس طرح بنض صحیحوں کی بجاں صحت
بوندیں برسات کی ہیں آب بقا کی صوت
کیوں نہو زگس بیمار کو کلی صحت
رنگ ہر برگ میں پنہاں ہو خفا کی صوت
ہو گئی گیند کی زردی میں بھی پیدا حمرت
بید مخنوں کی بھی اب ایسی نہیں ہے صورت
مرض الموت بھی کھلے تو ہو حرف صحت
کہ نہیں حرفوں کو آپس میں بھی حاصل و صلت
برگ گل کو ہر برگ لب جانناں حرکت
دیکھئے جسکو سگفتہ ہے وہ کل کی صورت
عالم عیش میں بلبل کو ہے اک محویت
پنکی لڑتی ہے گل و لالہ سو ایسی رنگت
جسطرح دیکھئے ہے جوش نشا و عشرت
آج ہے معتد بہ خاص کا غسل صحت

دیکھتے جسکو وہ ہو محمود عاے دولت
 لہ الحمد کہ حاصل ہوئی تجھ کو صحت
 ایسی آراستہ پیراستہ جیسے جنت
 لے موافق تری تقدیر ہے یا درنہمت
 سہل مشکل تری اب ہوتی ہو آسان وقت
 اسکی تعریف میں ہو محو ثنا و مدحت
 تا ترار تہ بڑی اور فزوں ہو و قعت
 داو دیں کیوں نہ سخن کی مجھے اہل فطنت

تہنیت خواں ہو کوئی کوئی ہو مصروف ثنا
 چارہ جوئی میں بھی مصروف دعا اور دوا
 ہر جگہ بنم طرب محفل عشرت ہر سو
 ناگہاں نجات دزدی جھکو نوید جاں بخش
 کیوں ہو پابند فکر بچہ تشویش ہو کیا
 جسکی صحت کی خوشی ہو نہ شاطا آگین خلق
 پڑھ کوئی مطلع برجستہ ثنا میں اس کے
 سنتے ہی منہ سے یہ بیاختہ مطلع نکلا

مطلع ثانی

سب مہیا ہو تجھے سب مقدم صحت
 ہو سعادت کو بدل ظالم بد کی نکبت
 تیری تلوار کے قبضے میں ہو فتح و نصرت
 ہو تری ذات کو وابستہ ہوں کی حاجت
 بذل میں ابر کرم لطف میں بحر رحمت
 عرض حاجت کو بھی بر آتی ہے پہلے حاجت
 اک ترے عدل عالم میں ہزار اینت
 ہو مگر شوق عطا اور سخا کی رعیت
 جیسے دیکھی ہو تری دست سخا کی وسعت
 کہ کرے دست طلبت کرم پر سبقت
 آج تک حرص کی بہرتی نہ سنی تھی نیت

عزت و جاہ چشم مال و منال و دولت
 فیض تیری در دولت سواٹھا جو جبین
 تیرے اقبال سے وابستہ ہو عالم میں ظفر
 ہو ترے دست سخاوت کے تعلق سب کو
 جو دیں موج سخا فیض میں نہرا حیاں
 تیرے دروازے سے پہر تا نہیں ناکام کوئی
 اک ترے بدل سے سوطح کے عالم کو فتوح
 خواہش دولت دینا نہیں تجھ کو مطلق
 چشم قانع کی طرح سیر دامان ہو س
 غیر ممکن ہے ترے بدل و کرم کے آگے
 تیری بخشش سے طمع ہوئی خود مستغنی

بزل میں دھوم تری جو میں چرچا تیرا
 تیرا ثانی کوئی دنیا میں نہیں ہے بخدا
 طاقت اطلس گرد و نکودہ سمجھے کیا خاک
 اسکی ہیبت سے کئے زور عدد و سرکش
 حد توصیف باہر ہیں صفات نیسکو
 صاف کہتا ہوں نہیں بات کی اک بات ہو یہ
 مجھ سے ناچیز سے لائق تیری کچھ بھی نہوئی
 دست بستہ بہ ادب خدمت عالی میں تیری
 لطف کن نہ دو کہ از طول زمان امید
 را بدن صبح و سادست نگر رہتا ہوں
 آئینہ سے ہو سوا صاف ضمیر روشن
 مدعاے دل ناکام ہے تجھ پر ظاہر
 تیرا دروازہ دولت ہے مقام امید
 روز و شب دل ترا مصروف سخا و احسان
 کبھی مصروف ثنا اور کبھی مشغول دعا
 صدوسی سال سلامت رہی تو عالم میں
 نام ہو دولت و اقبال کا جینک باقی
 زینت گلشن شوکت شجر عمر بڑھے
 مایہ زندگی خلق ہوا ہو جب تک
 حکم نافذ ترا عالم میں رواں ہو ہر سو
 تا بعالم اثر سو ختن آتش دارد

خلق میں نام ترا خلق میں تیری شہرت
 تو ہی خود اپنی نظیر آپ ہو آپ اپنی صفت
 جسکو سرکار گرامی سے ہو حاصل خلعت
 تقویت تیری ضعیفوں کو جو بخشے قوت
 مجھ میں بارائے جہاں ہو نہ ظلم قدرت
 ہو نہ پایاں ثنا اور نہ حد مدحت
 تہنیت خوانی و توصیف دعائے دولت
 عرض پرداز ہو یہ عشق قدیم الحزمت
 آں ہوا عید کہ کردی نرود از یادت
 ہو مگر تیری کف جو دیں میری قسمت
 تیرے نزدیک برابر ہے حضور و غیبت
 ہو نہ پردا کی سفارش نہ بیاں کی جفا
 کیا عجب بے کہے برائے جو میری حاجت
 را بدن لب مرے مشغول دعائے دولت
 ذکر میں تیری ہو ہر وقت مجھے محویت
 باشکوہ و حشم و جاہ بعمر و صحت
 تو سلامت رہے عالم میں بجاہ و حشمت
 خاکیں نشوونما کی رہی جینک قوت
 گلشن دہر میں اچھی رہے تیری صحت
 تا رہی آب میں بالذات وانی کی صفت
 از پت تاب بود نفل در آتش خصمت

خون دل کہانے کو اور پیئے کو اشکِ حشر
موت ہو تیرے عدد کئے خوابِ راحت

دشمنوں کو ترے قسام ازل نے بخشا
عالمِ نزع سے بھی اسکی شفا ہو بدتر

قومی نظم جو ۱۳۱ھ میں لکھی گئی تھی

۶۴ وہ کیا ہو گئی قوم تیری حکومت
وہ قومی اعانت وہ دیں کی حمایت
کہاں ہے وہ جرات کہاں ہے وہ بہمت
کہاں ہے وہ تکیلِ اسباب صنعت
کہاں درس و تدریس کی ہے وہ رغبت
کہاں اتفاق و ولا و مودت
کہاں ہے تلاشِ ترقی و رفعت
کہاں ہے وہ تعمیلِ حکمِ شریعت
کہاں ہے وہ پابندیِ دین و ملت
ترقی پہ تھی جس سے روزانہ سطوت
وہ ایمان داری کہاں اور امانت
کہاں گم ہوئی وہ تمار می شجاعت
ملی تھی عراق و عجم کی حکومت
ترقیِ مہر کی وہ حُسنِ لیساقت
کہاں وہ عمارت وہ میرِ عمارت
کہاں ہے وہ اب منصفانہ عدالت
کہاں ہیں وہ علامہ فقہ و حکمت

کہاں ہے وہ شوکت کہاں ہے وہ عظمت
کہاں ہے حیثیت کہاں ہے شجاعت
بڑے جس شجاعت کے نبختے تھے ذلّت
کہاں ہے وہ علم و ہنر کی ترقی
وہ تعلیم و شعلِ تعلیم کہاں ہے
کہاں ہے وہ ہمدردی و پاسداری
کہاں ملک گیری کے وہ دلولے ہیں
وہ پابندیِ حکمِ داور کہاں ہے
کہاں وہ اطاعت ہے فرمانِ حق کی
کہاں ہے وہ کوشش کہ دینِ میں کی
کہاں ہے صداقت کہاں راستی ہے
جو خالصِ خدا کے لئے بے غرض تھی
کہاں غمِ بالجمہ وہ جس کے ہاتھوں
علوم و فنون کی کہاں دستگاہیں
نشاں جس کے اب تک ہیں وِیوِ زمینِ
وہ کیا ہو گئی حقِ رسی حقِ پسندی
کہاں علمِ معقول و منقول کا ہے

کہاں ہے وہ علم الہی و طبعی
 کہاں ہے وہ خرافہ و ریاضی
 کہاں عقل و دانش کی وہ آگہی ہے
 وہ شفقت وہ بہبود ملکی کہاں ہے
 خبر بھی ہے کچھ اپنی اے قوم تجہ کو
 نہ افراط کی حد نہ تفریط کی حد
 محبت کے بدلے میں بڑھتا چلا ہے
 حیت کے بدلے دلوں میں ہے کینہ
 غضب ایک کے ایک درپے ہوا ہے
 شجاعت کے بدلے میں کم ہمتی ہے
 طبائع میں مانوس ہو دلعب سے
 نہ وہ علم کی مجلسیں ہیں نہ سرچے
 جہالت میں کٹتے ہیں اوقات سارے
 وضعیوں کی صحبت میں بے بہرہ پھرنا
 نہ تعلیم اولاد پر کچھ نظر ہے
 ترقی کے اسباب کیا جانے کیا ہیں
 جو مفلس ہیں مجبور ہیں وہ تو بالکل
 شکم پر درستی میں ہیں سب بول بیٹھے
 تن آسانی و سستی و کاہلی کو
 تنزل پسندی میں لیے سٹے ہیں
 بھلا بیٹھے ہیں دین کو دنیا میں بالکل

وہ ذہن رسا وہ طبیعت کی جودت
 وہ اقلیدس اور ہندسہ کی مہارت
 کہاں تجربہ کی ہے وہ واقفیت
 وہ قومی اعانت و وطن کی محبت
 کہ یہ کیا سے کیا ہو گئی تیری حالت
 گٹھا علم بڑھتی چلی ہے جالست
 حد نبض و رشک و نفاق و عداوت
 عداوت کی کوشش بجائے محبت
 حمیت کہاں کی کہاں کی اعانت
 بخیلی و خست بجائے سخاوت
 ہنر سے ہے انکار صنعت سے نفرت
 نہ ارباب فن کی ہے کچھ قدر و وقت
 کہاں علم کا شوق و ذوق لیاقت
 یہی وضع داری ہے اب اور شرافت
 بگڑتی چلے دن بدن کیوں نہ عادت
 نہیں کچھ ہی معلوم کہ کیا ہے ہو شہرت
 جو آسودہ ہیں انکو گھیرے ہو خست
 وہ ہمدردی قوم قومی اعانت
 سمجھتے ہیں آسائش آرام راحت
 نہیں علم کیا ہے ترقی و رفعت
 نہ پاس شریعت نہ پاس طہریت

اٹھاتے ہیں بے صرفہ رسموں میں پینا
 خدا جانے کیوں ایسے ناداں بنے ہیں
 خدا کے لئے نیند پر خاک ڈالو
 زمانے کو دیکھو تو کس رنگ پر ہے
 ترقی کے کیا کیا ہیں اسباب پیدا
 عجب دوسری قوموں کو ہے ترقی
 کہاں سے کہاں آخر کار پہنچے
 تمامی علوم و فنون پر ہیں راغب
 خمیر آشتی ہر مزاجوں میں ان کے
 فضولی و لہو و لعب سے ہیں عاری
 تمہارے جو کھلاتے تھے پہلے ذمی
 بڑی شرم کی بات ہے دل میں سوچو
 ترقی کی جانب نہیں ہے توجہ
 نہیں غیر کی دشمنی اس میں کوئی
 تمہیں آپ ہوا اپنے لفقہاں کے درپے
 کرو اپنے پرچم ترہم حذار
 گیا وقت گزرا ہمتہ آنا نہیں ہے
 اگر کام منہ راؤ غیرت کو اپنی
 تو پھر دور ایسی نہیں کچھ ترقی
 مگر شرط ہے کسب علم و ہنر بھی
 گذشتہ بزرگوں کے حالات دیکھو
 بہت کو چکے ہو کچھ آخر تو سیکو
 ہے سب طرح کا مادہ متکو حاصل

کہ جس کا نتیجہ ہے افلاس و نکبت
 کہاں کہو گئی عقل و دانش فطانت
 اٹھو چونکلو بس تاکجا خواب غفلت
 بدلتا ہے گر گٹ کے مانند رنگت
 کہ ہے منحصر جن پہ نام اور شہرت
 کہ دیکھے سے ہوتی ہے جن کو مذمت
 یہ پستی کے زینے سے تابام رفعت
 کسی میں نہ دل ہارتے ہیں نہ ہمت
 ہر اک کو ہے منظور قومی اعانت
 بہر حال خوشحال ہے ان کی حالت
 تمہیں پر وہ کرنے لگے ہیں حکومت
 کہاں ہے حمیت کہاں ہے وہ غیرت
 سر اسر ہے سستی سر اپا ہے غفلت
 تمہیں ذات سے اپنی ہے خود عداوت
 تمہیں آپ سب اپنی کو بیٹھے وقت
 کہاں تک یہ تحقیر و خواری و ذلت
 جو باقی ہے یہ بھی بہت ہو عنیت
 اگر کام کے کام پر باندھو ہمت
 تمہیں گھر ہی بیٹھے ملے گی یہ نعمت
 کہ بے رنج حاصل نہیں ہوتی دولت
 ملے گی تمہیں ان سے کافی نصیحت
 بتاتی ہے سب کچھ زمانے کی حالت
 فقط اک توجہ کی ہے بس ضرورت

ہمارے رگ دپے میں ساری ہوا تک اگر دل پہ رکھو تو مشکل نہیں کچھ نمونہ جو بچاؤ تم نیسیکیوں کا سمجھ سوچ لو مقتضا وقت کا تم مجھے پسند کا حوصلہ ہی کہاں ہے	دہی جوش خون بزرگانِ امت بفضل الہی ہے آسان مصیبت ہے تعلیم اولاد میں پھر سہولت خدا نے تمہیں دی ہے عقل و فراست میں کیا چیز ہوں کیا ہر میری حقیقت
---	---

دعا قوم کے حق میں یہ عشق کی ہے
کہ بنجانب اللہ ہوا اسکو ہدایت

قطعہ

رشتہ تیری عمر کا شاہِ دکن صفر بن کر دے ترقی ہر گر	۲ صورت جبل المیتین ہو پاؤں ایک سو دس دس سو سو سے ہزار
--	--

قطعہ

اللہ نے کی ختم محمد پہ رسالت باقی تھا فقط ایک یہ رتبہ اے عشق	۲ اور مالکِ شمشیر دو پیکر پہ شجاعت شایانِ حسین ابن علی یعنی شہادت
---	--

آہ و فغاںِ مظلوم

۱۳۲۳ھ

آسمان ہی نہیں ہے ظلمِ شعار کس کو روؤں گلہ کروں کس کا مجھ کو پہنچا ہے ان شریروں سے غیر کیا جانے کیا خبر اسکو ہیں جگر میں گڑے ہوئے ہر سو کاوش خار رنج و ایداسے سوزشِ دل سے پھنک رہا ہر جسم بہائیوں نے حد سے یوسف کو	جسکو دیکھو ہے درپے آزار دوست دشمن عزیز ہیں اغیار جب قدر رنجِ جقدر آزار میں ہی کچھ جانتا ہوں یادِ آزار سیرکڑوں تیرے ظلمِ تاسو فار دلِ شک ہے اور سینہ نگار و قنارِ بسا عذابِ النار ن دی تو تکلیف صرف ایک ہی بار
--	--

در پے کین گر رہے یہ شریر
 انکے ہاتھوں ملا نہ چین کبھی
 ایک سے جب چھڑایا کچھ بیچھا
 جھوٹے مکار بے جا بے دین
 ایک کو بھی نہیں خد اکاڈر
 پے اظہار مکر و بے دینی
 کر نسل ہے کبھی کبھی ہے سول
 جل ساز ہی ہو انکا شیوہ خاص
 نہ کسی بات کی ہے انکو شمار
 بیجائی کون میں کیا انکی
 جنگے ہاتھوں ہوئی ہے رسوائی
 ایسے کا سو نہیں جو نہیں شامل
 اس رویہ پہ ہے شرافت کا
 انکو فرصت کہاں ہو پینے سے
 انکی صحبت سے انکے شر سے بچا
 انکے کاٹے کا کچھ نہیں منتر
 چکے دے دیکے مال لوگوں کا
 تنگ اسکو بنا کے رہتے ہیں
 پھر کسی کام کا رہا نہیں وہ
 سیکڑوں ہی کو لوٹ کہا یا ہے
 حشر کے روز ان کی گردن پر
 دینا پھر جانتے نہیں مجھدا
 کوئی دعویٰ کرے تو کیا پروا

رات دن مثل گرگ آدم خوار
 کیا کہوں کیسے گزرے لیل و نہا
 دوسرا جنگ پر ہوا تیار
 ایک سے اک شہریر ناہنجار
 اور نہ کچھ پاس احمد مختار
 دوڑے جاتے ہیں کورٹ کو ہزار
 بس اسی پر ہے انکا دار و مدار
 اور غارت گری ہے انکا شمار
 نہ کسی کام سے ہے ننگ و عار
 شرم ہے مجھ کو مانع اظہار
 وہی انکے بنے ہیں یار غار
 اسکے دشمن ہیں اور شکوہ گزار
 فخر و دعویٰ انہیں خدا کی مار
 جو کریں نیک بد میں سوچ بچار
 اپنے بند و نکو دار و دادار
 بد بلا زہر دار ہیں ہیسمار
 حلیق تک کہائیں اور لیں نہ ڈکار
 حق چڑھتا ہے جب کوئی زردار
 جنگے جس کے یہ شریک کار
 سیکڑوں کے بنے ہیں باقی دار
 دیکھیں ہوتا ہے کون کون سوار
 جس سے لیتے ہیں کوئی چیز ادھار
 سہل نسخہ ہے جنگے نادار

کیا برا یگانہ آنے کوئی شریف
 نافع و نادر وہیں در پے کیس
 میں نے انکا نہ کچھ بگاڑا ہے
 متوکل ہوں ایک گوشہ نشین
 نہ گلا چرخ کا نہ شکوہ بخت
 بقرار ہی سے جسکو ہے پرہیز
 آفت سے لبِ شام ہوئے نہ کبھی
 گر اب اُنکے ظلمِ سجد سے
 خود بخود بد دعا نکلتی ہے
 دل ہو مصروفِ نالہ و فریاد
 صبر ان پر میرا پڑے یارب
 میرے نام و نشان کے ہیں در پے
 اس طرح سے کہ آئے خود ان کو
 مانعِ رزق ہو گئے ہیں مرے
 مانگنے پر بھی ہونہ ان کو نصیب
 مجھ کو مژدہ جان کر میرا
 اس کو دلوانا چاہتے ہیں بزور
 مجھ کو نقصان دیکے یہ بد اصل
 ہونہ میرے سزا کا باغِ امید
 بندہ نفس و بندہ شیطان
 حشر تک بھی اگر لے جلت
 دوسروں کے وبالِ جان ہیں یہ
 مثلِ یوسف لگاتے ہیں ناتیق
 صبر میرا پڑے سزا پائیں

جکے یہ گن ہوں اور یہ اطوار
 مجھے رہتے ہیں بغض یہ اشترا
 مجھ کو ان سے نہ کوئی ہر سرکار
 بیکس و ناتواں علیل و زار
 صبرِ شیوہ ہر میرا شکر شمار
 میں ہوں یارب وہ جاں لبِ بیمار
 دلیں اٹھا ہے دردِ سو سو بار
 نہ ہی طاقتِ شکیب و قرار
 دل پر درد و غم سے لیلِ نہار
 اور لب پر ہے آہِ آتشبار
 ہوں یہ بد بخت فی السقر و لنار
 ق یا الہی ہوں یہ ذلیل و خوار
 اپنی بے عزتی سے ننگِ عار
 ق یا الہی تو ان کو ہو کوں مار
 ایک مٹی کسی کے در سے جو ار
 ق مالِ طیب یہ پردِ غامکار
 جو کسی طرح سے نہیں حقدار
 ق یا الہی نہ پائیں پھلِ زہار
 تا قیامت نہ لائے پھلِ زہار
 ق ہیں یہ میخوار و زانی و بدکار
 نہیں ان سے امیدِ استغفار
 ق تہ نازل کر اپنا یا قمار
 ق مجھ پہ الزامِ سرقہ ناہنجار
 ق ہو نصیب ان کو جیلِ آخر کار

پہلے یارب خزاں کی بہار قسمتش باونگست وادبار دام صبا و مرگ کے ہوں شکار ان کی آنکھیں ہوں حق نوخار انکو یارب نصیب ہو سرور میرے دل کو دکھائیں جو ہر بار لیکے بیٹھا ہے توجو یہ طومار باعث نام و شہرہ وہ انظار نام پرانکے مار سو پیرار نام ہے جسکا ایزد و غفار وہی تیرا کرے گا بیڑا پار وہی ہوگا ترا کیفیل کار بہ در پاک احمیٰ محنتار وہی تیرا بنے گا حامی کار شر اعدا سے تجکولیل و ہنار دشمنوں کو ترے ذیل و خوار سہل ہے اسکے پاس ہر دشوار فضل حق کو نہیں سبب درکار	راہ میں میری بویں جو کانٹے آنکھ بدخواہ دو لقم باشند جو مری گمات میں ہیں بانی ظلم نظر بد سے جو بچے دیکھیں میری رفعت پہ جو حید جن کو خواب میں بھی نہ انکو شکہ نصیب اسے کچھ فائدہ نہیں اے عشق کہیں اسکو نہ سمجھیں اپنے لئے چھوڑاں کو نہیں یہ قابل ذکر عرض کر اس سے اپنا درد دل وہی تیری کریگا مشکل حل وہی دلوئے گا تجھے تنخواہ وہی پہنچائے گا تجھے اکدن وہی ہر دم کریگا تیری مدد وہی حفظ و اماں میں رہے گا دیکے عزت تجھے کریگا وہی نہو یا بوس کار ساز ہے وہ خود وہی بخائیں گے تیرے سب کام
---	--

چاہئے اس کا فضل کیا عم ہے

ایسے دشمن ہوں گروچاس ہزار

تمام شد

تقریظ چکیدہ کلک جہاں ہر سکہ فضیلت با کمالات انتساب جامع
صفا صوئی و معنوی فخر شعرائے زمانہ نثر رنگین بیان استاد
مسلم الثبوت و کمائی لینا موسیٰ حافظہ امیر الدین صفا ضیا
یتیموسی عالمگیری دہلوی ام فضیلم

اللہ اللہ شاعری کا بھی کیا مرتبہ ہے کہ جملہ علوم پر یہ حاوی اور ہر زبان تک
رسا ہے اور اس کے صنائع و بدائع کا سبق قرآن شریف سے حاصل ہوتا
ہے اہل علم و بلاغت اس بات سے خوب واقف ہیں۔ شعر کی ابتدا حضرت
آدم علیہ السلام سے بیان کی جاتی ہے صائب ۵۔ انکہ اقل شعر گفت آدم صلی اللہ
بود بہ طبع موزوں حجت فرزند آدم بود۔ امیر خسرو ۵۔ ماہمہ در اصل
شاعر زادہ ایم ۶۔ دل بہ این نعمت نہ از خوردادہ ایم۔ آدم علیہ السلام
نے سریانی زبان میں ہابیل کا مرتبہ نظم کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے
عبرانی زبان میں شبنوی لکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب
شاعر تھے جیسے حسان ابن ثابت اور حسان ابن رواحہ اور حضرت علی رضی اللہ
عنه کا تو دیوان ہی موجود ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ
عنه کا شاعر ہونا بھی منقول ہے غرض اس قدر کثرت سے شاعر تھے کہ اکثر
نفوس مرد و زن مدح گو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ایک مرتبہ کعب
ابن زبیر حضرت صلعم کی مدح میں یہ شعر کہہ کر لائے ۵

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ مُسْتَضَاءٌ بِهِ مُهْتَدٍ مِّن سَيِّئَاتِ الْهِنْدِ سَلُولٍ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیوف الہند) کی جگہ (سیوف اللہ) اصلاح فرمائی پس اصلاح شعر منون ثابت ہوئی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور کبھی کبھی شاعر کا شعر خود بھی پڑھتے تھے خلیل کا یہ قول ہے کان الشرا حب الی رسول اللہ یعنی شعر زیادہ محبوب تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان من الشعر حکمۃ فرمایا ہے یعنی شعر حکمت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ہو کلام فحسنہ حسن وقلیجہ قلیجہ یعنی شعر کلام ہے اچھا اسکا اچھا ہے اور بُرا اسکا بُرا ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ بُرے شعر سے مراد عاشقانہ شعر ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثنوی عاشقانہ ہے اور اہل اسلام شاعرے عرب عاشقانہ شعر بھی کہتے تھے اور عرب میں عاشقانہ رنگ ایسا بٹھا ہوا تھا کہ معشوق کے نام کی صراحت سے شعر کہے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک یہ طریقہ رہا حضرت موصوف نے نام کی صراحت کو منع فرمایا عاشقانہ شاعری کو منع نہیں کیا شعر کے ذکر پر جو لوگ بہت جلد یہ آیت پڑھ دیتے ہیں۔ والشرا پیغمم الغاؤل۔ وہ لوگ آیت کی شان نزول سے واقف نہیں اس کے معنی یہ ہیں۔ اور شاعر پر وی کرتے ہیں ان کی گمراہی کی آیت میں جھوٹوں کا ذکر ہے اس کے تحت میں شعر اند کو رہوئے ہیں آیت ان کفار شرا کے متعلق ہے جو اسلام کی مذمت کہا کرتے تھے تبجہ ابن زبیری۔ ہبیرہ۔ مامع وغیرہ اور جو مشرکین ان شعروں کو یاد کرتے تھے وہ ان شاعروں کے متبع آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

جس کی جو زبان ہے اس میں عاشقانہ شعر کہنے ناروا نہیں اکثر اولیاء اللہ نے عاشقانہ شعر کہے ہیں۔ الغرض اندون مولوی حاجی محمد حبیب اللہ صاحب التخلّص بہ عشق ساکن نیلور ملک مدراس نے اپنا اردو دیوان چھپوایا ہے جس کا تاریخی نام پرچانہ عشق رکھا ہے یہ داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد کہنہ مشق ہیں مرحوم نے ان کو یہ لکھا ہے کہ تمہارے کلام سے میں خوش ہوا ہوں بہت زبردست کلام ہے مرحوم کے بعد کلام مجھے دکھایا اور اب تک دکھاتے ہیں۔ ان کے کلام کی تعریف میں شاعرانہ مبالغہ اور بناوٹ سے میں کام نہیں لیتا سچی سچی باتیں لکھتا ہوں کہ زبردست اور غنودار کلام ہے انہیں قادر الکلامی خدا نے دی ہے اور مضامین میں تراکیب اور باریکیاں پیدا کرتے ہیں بلند خیالی اور مضمون نگاری کے ساتھ زبان شستہ ہے محاورہ بندی بھی ہے دلکش کلام ہے بیباختگی ہے سلیجی ہوئی ترکیبیں ہیں اگرچہ مختلف اصناف سخن پر قادر ہیں لیکن غزل گوئی سے طبیعت کو خاص لگاؤ ہے کلام میں ان سے ابلیس لیسر کی صفت ہے جو غزل پڑھنی شروع کیجے ختم کئے بغیر چھوڑ کر جی نہیں چاہتا ہر شعر میں مزا آتا ہے ۵

دُفِرق تا بقدم ہر کجا کہ تیسنگم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست زیادہ تعریف سے کہیں یہ نتیجہ نہ نکلے کہ کلام تجھے دکھایا ہے اسوجہ سے اسی قدر تعریف ان شعروں پر ختم کرنا مناسب ہے ۵

سخن ایسا سخنور کا نشان ہے سخنور کو بقائے جاوداں ہے

رہے گایہ سخن ما دام باقی قیامت تک رہیگا نام باقی

حافظ مرزا میر الدین ضیا تیموری عالمگیری دہلوی رحیم آباد دکن محلہ چنوبہ پٹ

قطعی تاریخ

کلام عشق موابدیرم آن کلام کہ بہت شرح حالت تمام عشق
 ز حسن صدف ز ہجر صدفان گہ از سہریاں گہ ز شام عشق
 حیاں ہزار گونہ عاشقانہ رنگ از نیت تا ابد قیام نام عشق
 ز غیب سال طبع یافتہ ضیا حدیث درو آمدہ کلام عشق

۱۳ ۲۰ ۲۱

تقریظ نخلبند گلزار معانی طوطی شکرستان شیوا بیانی مولوی
 سید علی حسن صفا حسن بابر ہروی تلمیذ بلبل ہندوستان
 نواب زراخان داغ دہلوی المخاطب سلطان الشعراناطم یار جنگ
 امیر الدولہ فیض الملک حال ملازم علیگڑھ مسلم یونیورسٹی

پُرانے زمانے میں کسی کے کلام پر تبصرہ و نقد کا نام تقریظ تھا جسکا قطعات
 تاریخ کی طرح آخرین صفحات میں داخل ہوتا تھا اس تقریظ میں عموماً مصنف
 و تصنیف کی مدح و ستائش ہوتی تھی لیکن اب اس تقریظ کا نام تبصرہ و
 نقد یا ریویو ہو گیا ہے جس میں ہر مبصر اپنی قابلیت کے مطابق صحیح اظہار رائے
 کیا کرتا ہے اگرچہ کہیں کہیں اختلاف ذاتی کے سبب مصنف کی خاطر داری
 ملحوظ رکھی جاتی ہے تاہم عنصر غالب واقعات واقعی سے ملو ہوتا ہے اس

ذیل میں دیوانہ سخن احسن مارہروی پر پانچا نہ عشق کے متعلق اپنی بے لاکھ رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ جناب حاجی محمد حبیب اللہ صاحب عشق ساکن نیلور ضلع مدراس میرے خواجہ تاش ہنوا میں اور ایک زمانے کے بعد مجھے ان کے افکار کمن سے لطف سخن اٹھانے کا موقع ملا ہے صاحب موصوف نے اپنے مطبوعہ دیوان کے پروف کا ایک حصہ اشاعت عام سے پہلے میرے پاس بھیجا جس کو میں نے بالاستعاب پڑھا اور اس نتیجے پر پوچھا کہ حضرت عشق معنون آفرین اور حس و دلغ رکھتے ہیں ان کا تخیل ان کے جذبات محاکات شاعری کے موافق ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ملک مدراس کے اس حصہ میں قیام پذیر ہیں جاں فیض اور صحیح اردو کا جاننا اور بولنا ضروری نہیں اپنے کلام نظم میں نہایت سلیس اور بغایت نفیس اردو استعمال کرتے ہیں ان کی معنی یاب طبیعت دریائے سخن سے اکثر نایاب موتی نکالتی ہے عمر کے لحاظ سے اگرچہ وہ شب کی نثر لیں مگر چکے ہیں مگر ان کی زوردار قوت تخیل جوانی کی انگلیں دکھاتی ہے اور یہی ایک کامیاب کہنہ مشق شاعر کے لئے تمغائے امتیاز ہے امید ہے کہ سخن فہم ارباب فن اس حقیر کی رائے سے اتفاق کریں گے۔ سید احسن مارہروی از علیگڑھ

تقریباً طبع نکتہ سنج جناب لینا خواجہ محمد عبدالروف صاحب
عشرت لکھنؤی (مصنف لغات اردو و اصلاح زبان اردو)

اردو زبان دھیمی اور شیرینی میں کسی یورپ کی زبان سے کم نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کو فکر معاش نے مجبور کیا ہے کہ وہ انگریزی زبان حاصل کریں کیونکہ سرکاری ملازمت کا دار و مدار اسی پر ہے۔

ہر بچہ پیدا ہوتے ہی سات برس کے سن سے اسکول میں داخل ہوتا ہے اور سڑکی کی طرح انگریزی پڑھتا ہے نہ اسکول مذہب سے واسطہ نہ ملکی زبان سے غرض۔

لوگ اپنی مادری زبان سے پیغمبر ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ اردو زبان خیر وسیع اور محدود ہے اور اس ناواقفیت کی بنا پر اسکا استعمال غلط اور خلاف محاورہ دہلی دیکھو ہونے لگا۔

بعضوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اردو ہندوستان کی مادری زبان ہے تو ہم سب کو حق چاہیے کہ جس طرح چاہے اس کو بولیں جو ہم بولیں وہی محاورہ ہے۔ اس غلط فہمی سے لوگوں کو بہت نقصان پہنچ رہا اور زبان اردو خراب ہو رہی ہے اب بنگال کی اردو پنجابی والوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور پنجاب کی زبان بنگالی نہیں سمجھ سکتے اور ابھی بہت کچھ تفاوت ہو گا اس ضد کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

ایک وقت وہ تھا کہ دہلی زبان اردو کا پایہ تخت تھا اور ہم لوگ جو اردو سیکھنا چاہتے تھے دہلی کے فصحا کی شاگردی اختیار کر کے ان کی تقلید کرتے تھے اور کوئی محاورہ یا نہیں استعمال کرتے تھے تاکہ زبان میں فرق نہ پڑے گویا دہلی زبان اردو کی یونیورسٹی تھی جس کے طلباء بعد تحصیل زبان دوسرے ملک کو زبان سکھاتے تھے۔

شاہ عالم کی تباہی اور بربادی کے ساتھ دہلی برباد ہوئی۔ بادشاہ کے درباری فاقہ کشی کرنے لگے خود شاہ عالم کے دو بیٹے مظلوم دہلی سے تباہی کی حالت میں لکھنؤ چلے آئے۔ لکھنؤ میں اس وقت ہن برس رہا تھا۔ نواب آصف اللہ بہادر مرہٹہ کے تسلط تھے شہزادگان دہلی کی تنخواہ حسب مراتب مقرر ہوئی دہلی کے نامور شاعر تباہ و برباد ہونے لگے تو نواب نے پروانے بھیج کر سب کو طلب کیا

اور ان کی تنخواہ معقول مقرر کی۔ ملک الشعراء میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ سوز۔ حسرت۔ جرات۔ مصحفی۔ میر حسن۔ میر ضاحک۔ شاہ خاتم۔ سعادت خاں رنگینی۔ میر انشا۔ فاخر۔ مرزا جان جاناں۔ منظر یقینی۔ تمام اساتذہ سخن نواب صف اللہ بہادر کے خوان فیض پر ہمان تھے اور ایسے ہمان تھے جو عمر بھر یہاں رہے اور یہیں دفن ہوئے ان کی اولاد اب تک لکھنؤ میں ہے۔

اس عہد مبارک میں لکھنؤ نے اردو زبان کا دار السلطنت بننے کا شرف حاصل کیا اور دور دور سے طلباء اردو زبان کی تحصیل کی غرض سے لکھنؤ میں آتے تھے اور بعد تحصیل اپنے شہر میں سکونت کر کے لوگوں کو صحیح زبان سکھاتے تھے اور زبان ایک اصول اور ایک ترقی پر تھی۔ اس وقت تک باوجود مخالفت ایک گروہ ایسا ہے جو زبان کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور تقلید سے باہر قدم نہیں رکھتا اسی کی برکت سے زبان اردو اب تک اپنے صحیح اصول پر قائم ہے۔

یہ گروہ حضرات شعرا کا ہے جو نہایت احتیاط سے بغیر کسی ذاتی فواید کے اردو کی خدمت کرتے ہیں اور زبان کے مرکز کے موافق خود بھی صحیح اردو بولتے ہیں اور لوگوں کو صحیح اردو بولنا سکھاتے ہیں نہ انہیں کوئی مالی فائدہ ہے نہ کوئی ذاتی غرض۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ رواج بقاء سے اردو کے لئے نہایت مفید ہے اور امید بھی ہے کہ یہی طبقہ اردو کے سنوارنے میں کامیاب ہو گا۔ کیونکہ محنت شاقہ اردو کی اشاعت بے معاوضہ ان لوگوں نے اٹھا کے اردو زبان کی جو کثیر خدمت کی ہے اتنا کام تو آج تک کسی اردو یونیورسٹی سے بھی نہ ہو سکا۔

مجاورہ کی تحقیق نقیوں کا محل استعمال ترکیب کا محل صرف نعت کی صحت اسی

طبقہ کے سپرد رہی۔ اسی زمرہ میں سے ہم ایک ایسے مہتمم با نشان شخص کا نام لیتے ہیں جس نے باوجود علمی تجربہ کے اپنی دولت اپنا روپیہ اپنا وقت اردو کی باقاعدہ تحصیل میں صرف کیا۔

یہ نیلور کے ایک رئیس کبیر جاگیردار جناب محمد حبیب اللہ صاحب عشق ہیں جنکو عفو ان شہاب سے اردو شاعری کا شوق رہا اور اہل کمال سے فیض حاصل کرتے رہے فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم دہلوی کے ارشد تلامذہ ہیں اور صحیح جانشین ہوئے کا حق رکھتے ہیں اور ایسے مقام پر اپنا فیض جاری کیا ہے جہاں اردو زبان سیکھنے کی محنت ضرورت ہے۔ آپ کا کلام تقالیں صوری و معنوی سے پاک ہوتا ہے اور محاورات میں قدما کی صحیح تقلید کرتے ہیں مطالب کو دلکش الفاظ میں ادا کرتے ہیں شوخی الفاظ انوکھی ہے کلام مستند ہے ہر شعر دلیں چھچھاتا ہے۔ برسوں کی کاوش و محنت کے بعد آپ کا دیوان شائع ہوتا ہے خدا سے امید ہے کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگے گی اور یہ دیوان مقبول طبع عام و خاص ہوگا۔

(خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت از لکھنؤ)

قطعہ تاریخ حضرت جلیل القدر جلیل العالیہ محب لومی حافظ جلیل حسن جلیب
بہادر استا و السلطان نواب فصاحت جنگ جانشین امر مینائی

کیا کلام گہرا فاضل نکلا	بہتر و برتر و دیشاں نکلا	ای خوشا گرمی بازار سخن	شور ہو دیست سخاں نکلا
قالب طبع سو نکلا دیوان	ریح صبر و سخاں نکلا	نہر حاد قلم کرنے کو	میاں سو خنجر زبں نکلا
دلچسپ ہوا اک اک مضمون	نثر و خنجر و پیکان نکلا	حضرت عشق کا دلیں دیوان	بے گداز تہ عرفان نکلا
خنجر کہتے ہیں کہ پیا سونے لے	یہ نیا چشمہ دیوان نکلا	ہر سخن کی متنا نکلی	ہر سخن سوخ کاربان نکلا

ایسا نکلا ہر کوئی کہ دیوان	اک جہا جکشا نوا نکلا	اک بت شمع او اکی صورت	اپن انداز پہ نازاں نکلا
مثل گلچین چمن معنی سے	گل اشعار بد اماں نکلا	یہ سخن ہو کہ ہر تجھیں کے	لایق قابل شایاں نکلا
یہ سخن ہو کہ ہر محزون کے	دل پروردگار نکلا	اسکا ہر لفظ درخانی میں	غیرت حقیر تاباں نکلا
اسکا ہر دائرہ بہر تسخیر	خاتم دست سلیمان نکلا	ایک ایک لفظ سنگتہ اسکا	تازگی میں گل خدا نکلا
پردہ شعریں بھی عشق کا رنگ	حسن دست گریبان نکلا	دیکھنے والا دم نظارہ	ہمتن دیدہ حیراں نکلا

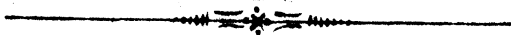
طبع کا سال بھی موزوں جلیل

دفتر عشق ہیہ دیوان نکلا

قطعة تاریخ عالیجناب معلی القاب ستمس العلماء نواب عزیز خٹک ہادر
نایب تخلص لاوام اقبال مصنف مولف تصانیف تالیفات کثیرہ

آن حبیب اللہ عشق نامدار	شد بلند از گلوت او شان عشق
اکی سخن سنجے کہ سجد از سخن	گو ہر افکار در میزان عشق
ذوق مضمونش بشیر انسان	نعمت اویاں بود بر خوان عشق
برزبان عذیبان سخن	نغمہ عشق ست در بیان عشق
وہ چہ دیولے کہ از ہر یک غول	جلوہ مشوق دریاویاں عشق
جند اور قالب طبع سخن	از تو لایش در آمد جان عشق
بہر سال طبع او گوید و لا	آب رنگ عاشقان پورا عشق

۱۳۳۶ھ



قطبہ تاریخ حضرت عاصی علیہ السلام لانا مولوی سید عبدالرزاق صاحب
وکیل شش نظم جاگیرت نواب فخر الملک بہادر امیر حیدر آباد

یہ یوان ایسا چھپا مینا کہ تازہ ہوا جس گلزار عشق	کہے ہیں نگہاں و مضمون ترا کہ ہر گل میں بود اسرار عشق
زبان داغ کی رنگین شاخ کا ہر کیا روز مریں طہار عشق	جو چو چو کوئی تے تاریخ طبع تو کہد گلستان افکار عشق
	۳۳ ۱۳ فصلی

قطبہ تاریخ مولوی ڈاکٹر میر ہمدی حسین صدرا رضوی متخلص بعلم و آلم
مولف گلبن تاریخ تلمیذ استاد جہاں داغ دہلوی

میرزا حاجی حبیب اللہ عشق	آپنے کی آشکارا شان عشق
لکھا کیا دیوان تمکین سخن دل	جسکا ہر اک لہجہ ہے دریاں عشق
چست بندش اور کسالی زبان	ہر گل مضمون سے یہ نشان عشق
سب کہیں لگے ہو اس فیضیاب	تا ابد مہر پر رہا احصاء عشق

اے آلم کلہد و یہ تم تاریخ طبع
گلشن علم و ہنر دیوان عشق
۳۲ ۱۳

قطعات تاریخ مرسلہ جناب لوی سید میر ضیاء الدین صدرا عالی متخلص
تلمیذ حضرت الم ساکن حیدر آباد دکن

چھپا ہے کیا کلام عشق صاحب	دو بالا جسے ایشان سخن ہے
---------------------------	--------------------------

یہی ہے آسمان نظم کا ماہ
یہی روح سخن جان سخن ہے
ہر اک مصرع لڑی ہے موتیوں کی
یہ دیوان معدن کا بن سخن ہے
لکھی یہ خانہ عالی نے تاریخ
حبیب دل - گلتان سخن ہے
۱۳۴۲ ہجری

دیگر عیسوی

کیا چھپا دیوان حبیب اللہ کا
ہے عروس نظم کا گویا جمال
عیسوی تاریخ عالی نے کہی
شمع معنی ہے یہ مرآۃ الخیال
۶۱۹۲۳

ایضاً فصلی

شد چاپ کلام بہتر عشق
بازنیت وزیں وزیب اسلوب
عالی نوشت سال فصلی
افسانہ عشق از ہمہ خوب
۱۳۴۳ فصلی

قطعہ تاریخ مرسلہ جناب لوی سید نصیر الدین حیدر صاحب المتخلص بہ صغیر
مدرس شاگرد حضرت الم ساکن حیدر آباد دکن

گردید طبع نظم دل آرائے فکر عشق
ہر کس بجان و دل شدہ شہداء فکر عشق
قیس دلم نوشت چہ خوش سال اصغرا
معنی نگار آمدہ لیلائے فکر عشق

۱۳ ۴۲

غلط نامہ پر نچانہ عشق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	نور خدا تھا	نظر خدا تھا
"	"	سایہ کو	سایہ کا
"	۵	خفتہ کو	خفتہ کا
۷	۱۹	بن گیا آلا	ہو گیا آلا
"	۲۰	ہو با ہے	ہو با ہے
۸	۴	دعا	دعا
"	۱۴	نہیں یہ	نہیں
۹	۵	سر دہی کے	سر دہی کی
۱۰	۲	دیکھا جسے مکتلا انم	ہر ایک اسی شوخ کا ہے چاہنے والا
"	۳	دی آج مجھے انم	وہ آج وہ پیانہ ہوئے جسیں دو سالہ
"	۵	اصراف	اسراف
"	۷	میرا	میرا
"	۲۱	انکا	انکے
۱۱	۹	نہیں وہ	نہیں ہے
۱۲	۹	کو تھی	کو تھی
۱۳	۱	انکی آستان	انکے آستان
۱۴	۹	نمونہ سے	نمونہ ہے
۱۵	۹	عصمت سے	عصمت ہے
۱۶	۱۱	نیلسور	نیلور
۱۸	۶	نڈا پر	خدا پر
۲۳	۱	بہ گیا	بہ گیا
"	۱۵	بنا ہوں	ہوا ہوں
۲۴	۱۴	کوئی جائے	جگہ کوئی
۲۵	۲	مالک	سالک
"	۵	پا ہا	پہا ہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۱۴	اسکا	انکا
"	۱۹	ہراک	ہر ایک
۲۶	۱	خزاں کیا بہار کیا	خزاں و بہار کیا
۲۸	۲	بڑی دولت	بڑھی دولت
"	۶	سراب خانہ	مشراب خانہ
"	۱۶	سبز مدوں کا	سبز مدوں کا
۲۹	۱۹	عدو سے	عدو پر
۳۲	۲	مرے دل کو تو یوں انخ	کلیجا ہمارا جلایا نہ ہوتا
"	۱۴	مرے خط کا.... انخ	جواب خط شوق لکھتا وہ مجھ کو
"	"	"	اگر مدعی کا پڑ پایا نہ ہوتا
۳۴	۲۱	گر شوق ہے	گر جذب ہے
۳۶	۱۳	اٹھا کر پلٹے	اٹھا کر بیٹھے
۴۲	۷	جس روز سے	جس روز سے
۴۳	۱۹	عاشق کو	عاشق کا
۴۷	۵	صدقہ	صدقے
"	۱۳	دہن	دہان
۵۰	۱۳	سیہ کا رہنا	سیہ کا رہتا
۵۱	۱۴	پاؤں	پانوں
۵۲	۱	تیری خبر	تیری خیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱	ہی دلیں	ہی دلیں
۶	۱۹	اڑی خبر	اڑی ہے خبر
۵۷	۵	مکرا	مکرا
۶۰	۹	عیوض	عوض
۶۹	۱۰	دور روزہ زندگی دکھائے	دودن کی زندگی نے دکھائے
۷۱	۱۲	عیوض سینہ و پہلو دل دیوانہ مرا	عوض سینہ و پہلو دل دیوانہ مرا
۷۲	۹	اترانے کا	ترانے کا
۷۹	۷	ہمان ٹہرا	مہمان ٹہرا
۸۰	۶	ہو گیا	ہو کیا
۸۱	۱۲	ہم تو	ہم یہ
۸۱	۹	بوسہ	بوسے
۸۲	۱۸	کرم یاراں	کریں یاراں
۸۲	۲۰	قرب المرگ	قرب مرگ
۸۳	۱۲	نہو آرام	نہوا رام
۸۶	۶	بگاڑ آیا بنایا	بگاڑا یا بنایا
۸۷	۱۰	عیوض	عوض
۸۹	۱۷	نکلوائے گئے	نکلوائے گئے
۹۰	۱۸	مجھے	مجھ سے
۹۰	۵	اس	اُس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲	۳	کمال	جمال
"	۶	ساقی	ساقی
"	۱۲	بہاری کا	بہادے گا
"	۱۴	آرزوے	آرزوے
"	۱۹	میخانہ	میخانہ
"	۲۰	ساقی	ساقی
۹۳	۶	ساقی	ساقی
"	۱۱	کاررواں	کاررواں
۹۸	۹	جنازہ	جنازہ
۱۰۰	۸	کیسے	کب سے
۱۰۱	۳	شیرینی	شیرینی
"	۸	دارالست	دارالست
"	۱۰	نیت	نیت
۱۰۴	۱۴	یہی	بہی
۱۰۸	۱۷	رنگ	رنگ
۱۰۹	۲۰	بنایا	بنایا
۱۱۲	۱۳	غیر ہوئے	غیر ہوئے
۱۱۳	۱۵	جھوٹ	جھوٹ
۱۱۴	۱۵	کادی	کادی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۱۸	بیدادوں	بیدادوں
۱۱۵	۱۶	دوبان	دوبال
۱۱۸	۱۴	اشکی	اسکی
۱۲۱	۹	یاسین	یاس میں
۱۲۵	۱۲	لینا	لینا
۱۲۸	۱۵	لڑپا	لڑایا
۱۳۰	۲	حلقہ	حلقہ
"	۱۵	ساتی	ساتی
۱۳۲	۶	چھرا نہ سیکگا	چھرا سیکگا
۱۳۳	۱۰	خلاقی	خلائی
"	۱۲	میرے	میرے
"	۱۵	ہو نہیں بندہ	ہوں میں بندہ
۱۳۵	۱	جاودان	جاودان
۱۳۶	۱۵	رکنا ہے	رکنا ہے
"	"	بانگین	بانگین
۱۳۷	۱	ہو ہی	ہوئی
"	۳	ارزوے	آرزوے
"	۱۲	سینچے	سیچے
"	۱۵	سبز باغ	سیر باغ

صفحہ	سطر	لفظ	صحیح
۱۳۸	۸	کہنے کو	کتنے کو
"	۱۵	ساتی	ساتی
۱۴۰	۸	سیکڑوں	سیکڑوں
۱۴۱	۱۴	نرخ	سرخ
"	۱۶	میرا	مرا
۱۴۲	۹	میری	مری
۱۴۳	۱۸	مرا یاد	مزا یاد
۱۴۶	۲	اسنے	اسنے
"	۴	دیوانہ	دیوانے
۱۴۷	۷	گزارے	گزارے
۱۴۹	۱۸	نظر آتی ہو	نظر آتی ہو
۱۵۱	۱۵	روداد کے	روداد کے
۱۵۲	۵	ہو گیا	ہو گیا
"	۱۴	ہر ایک کو	ہر ایک کو
۱۵۵	۱۰	مٹا ہے	مٹا ہے
۱۵۶	۱۵	کرتا تھا	کرتا تھا
۱۵۸	۱۱	فشاں	فشاں
۱۵۹	۱۳	پٹا	پیدا
۱۶۰	۳	رنگینی	رنگین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۴	میرے	مرے
"	۸	اس	اُس
"	۹	اسیکا	اسکا
"	۲۰	مرے نامے کا ہوا۔۔۔ الخ	غیر کے خط کا دیا اسنے اٹھا کر کاغذ وائے ناکامی قسمت نہ ملا کوئی جواب
"	۲۱	۔۔۔۔۔	مرے نامے کا ہوا داخل دفتر کاغذ
۱۶۱	۱۷	لیا	کیا
"	۱۹	بہرے	بہری
۱۶۲	۶	نہ پہچا	نہ پہنچا
۱۶۳	۱۹	میرا ٹھنا	میرا اٹھنا
۱۶۵	۴	داد کیا	داد کیا
۱۶۶	۶	شوخی رفتار	شوخی رفتار
۱۶۷	۶	پیہم ضرر	پیہم ضرر
۱۶۹	۱۹	درد دل	درد دل
۱۷۰	۷	میرا	مرا
"	۱۱	ایک یک	یک یک
۱۷۱	۴	بازایار	بازار یار
"	۱۸	ابرو و شرگاں	ابرو و شرگاں
"	"	نیزہ و خنجر	تنج و پیکان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۱	۱۹	بھی	بھی
۱۷۲	۳	الفت کھلا کھا	الفت بلا کھ
"	۱۶	شوق قفل	شوق وصل
۱۷۳	۷	دریاے	دریاے
"	۲۰	اس بد زباں لہج	یہ شعر غلط ہے لکھا گیا تھا
۱۷۴	۱۸	مرے	میرے
۱۷۵	۱۲	سجھ	سجھ
۱۷۶	۳	بیتابی	بیتابی
"	۴	بیخودی	بیخودی
۱۷۷	۳	گیا تو ہے مرا خط لکے کوے	گیا تو ہے مرا خط لکے کوئی کوے
۱۷۸	۱۸	بہ لے	ہو لے
۱۸۰	۱۲	گر تجکو	تج کو جو
"	۱۵	روز	زور
۱۸۱	۱	ابرود مرہ	ابرود مرہ
۱۸۲	۱۱	کباب کر	خراب کر
۱۸۳	۱۳	وجوش	جوش
۱۸۵	۴	بلاے	بلائیں
۱۸۶	۸	برائی ڈالی	برائی ہے ڈالی
۱۸۷	۷	بیتابی	بیتابی

صفحہ	سطر	عطف	صحیح
۱۸۷	۱۲	اڑ کر	اڑ کر
۱۸۸	۱۸	اے جبینانہ	اے جبینانہ
۱۸۹	۲	زاید	زاید
"	۲۰	نغمہ سنجی	نغمہ سنجی
۱۹۰	۱۱	خال دہن	تو برہمن
۱۹۲	۷	اک	ایک
۱۹۳	۱۲	زید	زہد
۱۹۴	۱۲	ہر اجرائی	ہر منظوری
"	۱۷	گر نہ ہند	گر نہ ہند
۱۹۵	۵	آنکے	انکے
"	۶	وعدہ	وعدہ
۱۹۸	۶	سیاہ	سیاہ
۱۹۹	۷	کیسکا	کسی کی
۲۰۰	۱	بہلاے	بہلاے
"	۱۹	رام	دام
۲۰۲	۳	اپنے	اپنی
۲۰۳	۳	دلخیز	دل خیز
"	۹	یلی خط	یلی خط
۲۰۴	۱۳	ترے	تیرے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۴	۱۴	ماہ غورشید	ماہ دغورشید
"	۱۸	لعل	لال
۲۰۵	۱۳	بے ثباتی	بے ثباتی
"	۱۷	صرف	ظرف
۲۰۶	۵	یکھے کا	یکھے کا
۲۰۸	۷	جلوہ گہ ناز	جلوہ گہ ناز
۲۰۹	۶	آدشتے پر	آدلاشتے پر
"	۱۱	بوالے	بولے
"	۱۲	ہر پچ	پر پچ
۲۱۰	۱۰	شاستگی	شاستگی
"	۱۹	ہمیں اتنا	ہمیں وتنا
۲۱۱	۱۴	قبائے	قبائے
۲۱۲	۷	ریخ الفت	ریخ فرقت
"	"	اے سیل آفت	سیل مصیبت
۲۱۳	۱	طپت	طیب
"	۲	مجھے ہو	مجھ سے ہو
"	۹	بمبہر	پہمبہر
"	۱۹	دل اسبند	دل واسبند
۲۱۷	۱	زمانہ	زمانہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ
۲۱۷	۱۱	دکھائے	دکھائے	۶۰۵
۲۱۹	۱۱	اے لمبی	اے لمبی	۶۰۶
"	۱۸	ہم اپنا درد	یہ اپنا درد	۶۰۷
۲۲۰	۱	ہے گرتیز تو	اگر تیز ہے	۶۰۸
۲۲۱	۹	لاکے	لاکے	۶۰۹
۲۲۲	۵	صفائے رخ	صفائے رخ	۶۱۰
"	۱۶	نہ چائے	نہ چائے	۶۱۱
۲۲۳	۷	پروردہ	پروردہ	۶۱۲
"	۱۴	تیرگی	تیرگی	۶۱۳
"	۲۰	کو تاہی	کو تاہی	۶۱۴
۲۲۴	۸	دعائے	دعائے	۶۱۵
"	۱۶	معلوم ہو تو ہو	معلوم ہو تو ہو	۶۱۶
۲۲۵	۴	در عالم	در عالم	۶۱۷
"	۸	خواب دل	خواب دل	۶۱۸
۲۲۶	۱۰	نصرت	نصرت	۶۱۹
۲۲۷	۹	زخمی	زخمی	۶۲۰
۲۲۸	۳	جاسور	جاسور	۶۲۱
"	۴	بہنیں	بہنیں	۶۲۲
"	۱۰	کان کے	کان کی	۶۲۳

صفحہ	سطر	فصل	مجموع
۲۲۹	۶	راہبر ہی	راہبر ہی
"	۱۳	نا خدا سے جہاز	نا خدا سے جہاز
۲۳۰	۱۱	میرے گریباں کی ہے	میرے گریباں کی ہے
"	۱۲	نظارہ فرگاں ابرو سے	نظارہ فرگاں ابرو سے
۲۳۱	۴	نہی اور	نہی اور
۲۳۲	۱۵	پہنچا ہے زمیں سے	ہوا اونچا تو پہنچا
"	۱۷	کس طرح سے	کس طرح اب
۲۳۳	۱۱	روز وعدہ	روز وعدہ
"	۱۳	مثل	مثل
۲۳۸	۱۷	بیوفا	بیوفا
"	۱۹	بکالے	بکالے
۲۳۹	۵	اسکا سخن	اس کی زبان
۲۴۰	۱	سب	شب
"	۹	تجلی طور	تجلی طور
"	۱۸	بچا کے	بچا کے
"	۲۰	غضب کی	غضب ہے
۲۴۱	۷	سواغر	سواغر جو
۲۴۳	۲	گڈر	گڈر
"	۳	کیا کہیں	کیا کہیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۳	۴	آرزو کے یار	آرزو کے یار
۲۴۴	۲۰	عاری	عادی
۲۴۹	۱۵	لیگے	لیگے
۲۵۰	۱۵	چت آنکیں	چت سے آنکیں
۲۵۱	۳	بنگے ہیں سخت تہر	بنگے ہیں سخت بہتر
"	"	دیوانہ	دیوانہ
"	۹	اغنی	اغنی
"	"	جلوہ	جلوہ
"	۱۸	قبلہ دین	قبلہ دین
۲۵۲	۳	نہوں	سنوں
"	۱۱	یتی	یتی
"	۱۵	غزائے	غزائے
۲۵۳	۸	تیری	تری
"	۱۱	ہوش خود	ہوش دُخرو
۲۵۴	۷	دوروزہ	دودنکی
"	۱۱	دیکھا	دیکھنا
"	۱۵	دھوکہ یک دن	دھوکہ گرنہ ایک دن
۲۵۶	۵	ہم رنگ لال	ہم رنگ لعل
۲۵۸	۱۹	کو بن	کو بنیں

صفحہ	سطر	خط	صحیح
۲۶۰	۲	وہ جفا	وہ خفا
۲۶۱	۱۲	گر سر ہی کاٹتے	سر ہی جو کاٹتے
"	۱۸	روز ایک اک	روز یک یک
"	۱۹	اس طرف سے غیر سے	اس طرف غیر سے
۲۶۲	۴	پہری	میری
"	"	تیری	تری
۲۶۵	۶	رگ رنگین	رگ رنگ میں
۲۶۱	۱۱	دست	دشت
۲۶۲	۴	میری	میری
۲۶۳	۹	کیا نہیں	کیا سنیں
۲۶۴	۲	ہے وہ	ہے یہ وہ
"	"	دور روزہ	دو دن
۲۶۸	۲	پڑھ کے	پڑھ کے
۲۸۱	۷	زلف پہچاں مرقد بالا	زلف پہچاں وقد بالا
"	۱۷	برائی	برائی
۲۸۵	۶	مرے دانکے	ترے دانکے
"	۱۵	نظر آتے	نظر آتی
۲۸۶	۳	نہاں	نہیں
۲۸۸	۱۶	عاد تیں	عاد میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۲	ہوے ویران	ہوئیں ویران
"	۱۹	دادی	دادی
۲۹۲	۵	افیا میں نظر آتے	اغیار میں نظر آتے
۲۹۳	۱	تیر نقش پا	تیر نقش پا
۲۹۴	۲۰	یہ کیا تلون	یہ کیا تلون
۲۹۸	۹	کرشمہ ہو	کرشمہ ہو کہ
۳۰۰	۱۲	آستیاں نہو	آشیاں نہو
۳۰۲	۶	ہولا	ہولا
"	۱۷	پہتر آئینہ	بہتر آئینہ
۳۰۳	۶	دلپر	دل پہ
"	۱۲	پیچھے جوئے	پیچھے ہے
"	۱۸	تیز دستی	تیز دستی
۳۰۵	۵	مشک عنبر میں	مشک و عنبر میں
۳۰۹	۱۸	رہکتے	رکتے
۳۱۴	۱۵	گشتا	گتا
۳۱۷	۶	جو حیں میں	جو حیں میں
۳۲۱	۱۲	بے ہودہ	ہودہ
"	۲۰	وصو	وضو
۳۲۲	۱۰	کو بہ کو	کو بہ کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۳	۱۳	محفل	محفل
۳۳۴	۷	مشتاب	شباب
۳۳۹	۱۶	ان	اُن
۳۴۲	۱۲	ہوئی ہے	ہوئی ہے
"	۱۹	خوب روئی ہے	آنکھ روئی ہے
۳۴۶	۷	ہورے	نہ ہوئے
۳۴۷	۱۶	چرخ	خرق
"	۱۸	انکے ہاتھوں کی	ہاتھ کی انکے
۳۴۹	۱	رشتہ	رستہ
۳۵۱	۸	چرخ	خرق
۳۵۲	۵-۴	اودھرتے	ادھرتے
۳۵۳	۱۰	زورے	روزے
"	۲۰	حسن و یلح	حسن یلح
۳۵۶	۲۰	کھل گیا	کھل گیا
۳۵۸	۱۷	حسین دیکھا کر	حسین نہ دیکھا کر
۳۶۱	۱۲	پاؤں میں	پاؤں کا چکر
"	۲۰	ہر کے زیور	ہر کے تیور
۳۶۳	۱۱	رکھتے ہیں	رکتے ہیں
۳۶۷	۴	ایمان سے	پیمان سے

صفحہ	سطر	فط	صحیح
۳۶۷	۷	پر گئی	بر گئی
۳۶۸	۷	بتاں کیسے کیسے	ہناں کیسے کیسے
"	۱۳	عدم اٹھی	عدم سے اٹھی
۳۶۹	۷	روز	روز
۳۷۰	۱۸	ہے عدالت	ہے یہ عدالت
۳۷۱	۲۱	عشق کو دیکھیں گے	عشق کو بھی دیکھیں
۳۸۱	۴	مر جاؤ کہی	مر جاؤ کسی
۳۸۲	۱۵	ہائے نگہ	پائے نگہ
۳۸۳	۱۰	باگیں	باگیں
۳۸۵	۶	پتا اے شیخ	بتا اے شیخ
۳۸۶	۴	ہے مرے	ہے مری
۳۸۷	۱۵	رکتا ہوں	رکتا ہے
۳۹۰	۲۰	کچھ چو	کیجو
۳۹۲	۱۶	بٹی	بیٹھی ہے
۳۹۶	۹	رکتے ہیں	رکتے ہیں
۳۹۷	۲۰	نہی سو جیتی ہے	مسی سو جیتی ہے
۴۰۰	۱۹	نہیں رکتے	نہیں رکتے
۴۰۷	۱۴	سیر کثرت سے	سیر کثرت کی
۴۰۸	۱۸	حکم بنا ہوں	حکم بنا ہوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۳	ہو تم سے	ہو تم ہے
"	۹	عابد اور سر	عابد ادھر
"	۱۵	اٹھتی ہیں	اٹھتی تھیں
۲۱۲	۵	حسین علی رن	حسین ابن علی رن
"	۱۵	سگ خاندان	تنگ خاندان
۲۱۵	۲	اہل ودل	اہل دل
۲۱۶	۱۱	میمیت	میمنت
"	۲۵	آبرودریشان	ابر دریشان
۲۱۷	۱۳	مفر	مقر
"	۲۰	حاتم	خاتم
"	۲۰	عدل حفاظت	عدل و حفاظت
۲۱۸	۹	صفحہ زمین	صفحہ جبین
"	۱۰	قہر و چشم	قہر و خشم
"	"	قآن	قاقان
"	۱۳	سانکیں	سانگیں
۲۱۹	۱۴	بدلنے چاہا	بدن سے چاہا
۲۲۰	۲۱	طع ہوئی	طیع ہی ہوئی
۲۲۱	۴	کٹے زور	گٹے روز
"	۵	بارائے جہاں	یارائے بیاں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۱	۲۱	پت و تاب	تپ و تاب
۴۲۳	۱۶	معلوم کہ کیا	معلوم کیا
۴۲۴	۶	جنکو نہ دامت	جنکے نہ دامت
۴۲۶	۹	انکو شمار	انکو شمرم
۴۲۸	۲	آئینہ	آنکھ

